136
138
141



New Year
Greetings

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

حالات اولیائے کرام رح

کی مستند

اور سب سے بڑی کتاب

نفحات اولیاء

یعنی

ستر اولوالعزم صاحب کرامات اولیاء اللہ کے مستند حالات

جو ہندو پاکستان اور دنیائے اسلام میں مرجع خلایق رہے

از

عارف کامل حضرت شاہ مراد سہروردی رح

باہتمام

خان عبدالحمید خان مدیر رسالہ مولوی دہلی نے

اپنی حمید یہ پریس دہلی میں طبع کرا کے شائع کیا

فہرست اسمائے گرامی ہفتاد اولیا

شمارہ	نام	صفحہ	شمارہ	نام	صفحہ
۱	خواجہ عالم خواجہ حسن بصری	۴	۲۱	حضرت عبداللہ بن مبارک	۱۲۴
۲	حضرت رابعہ بصریہ رح	۱۱	۲۲	حضرت سفیان سوری	۱۳۲
۳	حضرت ابراہیم ادہم رح	۲۱	۲۳	حضرت یوسف حسین مصری	۱۴۱
۴	حضرت فضیل بن عیاض رح	۲۷	۲۴	حضرت ابو حفص حداد	۱۴۷
۵	حضرت حبیب عجمی	۳۲	۲۵	حضرت جنید بغدادی	۱۵۴
۶	حضرت بشیر حافی	۳۹	۲۶	حضرت شاہ شجاع کرمانی	۱۶۳
۷	حضرت مالک بن دینار	۴۳	۲۷	حضرت ابو الحسن نوری	۱۶۶
۸	حضرت بایزید بسطامی	۴۷	۲۸	حضرت ابوبکر شبلی	۱۷۱
۹	حضرت شقیق بلخی	۵۶	۲۹	حضرت منصور حلاج	۱۸۰
۱۰	حضرت سہیل بن تستری	۵۸	۳۰	حضرت ابو الحسن خرقانی	۱۹۱
۱۱	حضرت ذو النون مصری	۶۵	۳۱	حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی	۱۹۹
۱۲	حضرت داؤد طائی	۷۷	۳۲	حضرت شہاب الدین سہروردی	۲۰۲
۱۳	حضرت معروف کرخی	۸۳	۳۳	حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی	۲۱۰
۱۴	حضرت سری سقطی	۸۹	۳۴	حضرت شاہ ترکمان بیابانی	۲۲۵
۱۵	حضرت احمد خضرویہ	۹۶	۳۵	حضرت شیخ صدرالدین عارف	۲۲۸
۱۶	حضرت یحییٰ بن معاذ	۱۰۲	۳۶	حضرت رکن الدین سہروردی	۲۳۱
۱۷	حضرت ابو تراب بخشی	۱۰۷	۳۷	حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری	۲۳۵
۱۸	حضرت حاتم اصم	۱۱۲	۳۸	حضرت خواجہ بدرالدین سمرقندی؟ آب	۲۴۵
۱۹	حضرت احمد بن حرب	۱۱۸	۳۹	حضرت میرزا بادل بیگ	۲۵۷
۲۰	حضرت ابو سلیمان دارانی	۱۲۲	۴۰	حضرت عبدالقادر خان سہروردی	۲۷۰

	صفحہ	شمارہ
ان تبریزی	۲۹۰	۵۶
ابن ترکمت	۳۰۲	۷

اور جو عہد نبوت میں پید . تجارت نے آپ اپنی ذہانت کی وجہ سے بہت
جلد علوم ظاہری میں کا لے ہی بصرہ میں گوہر فروشی شہرت کر دی۔ اور ما میں
تجارت کو اتنی وسعت دی ۔ جانے لگے، آپ یہ سلسلہ تجارت روم گئے ہوئے تھے
وہاں وزیر اعظم سے ملاقات ہوئی جو آپ کو شہر سے باہر لے گیا۔ دیکھا کہ میدان میں دیبا کا ایک شامیانہ
خیمہ ہے جس میں ریشمی ڈوریاں طلائی میخوں سے بندھی ہوئی ہیں۔ فلاسفوں، طبیبوں، فوجیوں اور
مرباروں، کنیزوں کے انبوہ کے انبوہ آتے ہیں اور خیمہ کے قریب کچھ کہہ کر چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی
طرح قیصر اور قیصرہ بھی آئیں۔ حضرت نے حقیقت پوچھی تو وزیر بولا اس خیمہ میں شہزادہ کی
لاش رکھی ہے۔ جو نہایت محبوب تھا یہ سب یہاں آکر یہ کہتے ہیں، کہ اگر دولت سے فوج سے
علاج سے تجھے بچایا جا سکتا تو ضرور بچا لیا جا سکتا جس نے تجھ پر موت طاری کی اسکی مرضی کے خلاف
کوئی دم نہیں مار سکتا یہ سنتے ہی آپ کا دل دنیا کی طرف سے سرد پڑ گیا۔ اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ
عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے ۔

غلبہ ہیبت الٰہی اور خاکساری

اب تو یہ حالت تھی کہ رات دن مجاہدہ و ریاضت میں مصروف رہتے ۔ اور دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیا
تھا ہیبت الٰہی اس درجہ غالب تھی کہ ہمہ وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے اور کثیر البکا تھے
ایک دفعہ مسجد کی چھت پر بیٹھ کر اس قدر روئے کہ آنسو پانی کی طرح پر نالے سے بہ نکلے ۔ اسی طرح
کبھی جنازہ کی نماز پڑھائی تو دفن کے بعد اس قدر رقت طاری ہوئی کہ وہاں کی خاک کیچڑ بن
گئی اور فرمایا لوگو کیوں بھولے ہوئے ہو اس عالم سے کیوں نہیں ڈرتے جس کی ابتدا یہ قبر ہے
آخر تم کو یہ منزل پیش آنی ہے اس وقت قبرستان میں جتنے لوگ تھے سب زار و قطار رو رہے تھے
خوف کی یہ شدت اور اتقا ملاحظہ فرمائیے، کہ شباب و جوانی میں نہیں عالم طفولیت میں آپ سے
کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ تو جب کوئی کپڑا پہنتے اس کے گریبان پر لکھ کر دیتے اور پھر اتنے
روتے کہ بیہوش ہو جاتے ۔ عجز و انکساری اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ خود کو اتنا سے کمتر ہی
سمجھتے رہے ایک روز آپ نے لب دجلہ ایک شخص کو ایک عورت کے ساتھ بیٹھے اور ایک صراحی
سے کچھ پیتے دیکھا۔ خیال کیا، کہ یہ شخص ضرور مجھ سے بہتر نہ ہو گا لتنے میں ایک کشتی غرق ہونے

اور اس نے فوراً کود کر چھ افراد کو پانی سے نکال لیا۔ اور کہا۔ کہ اگر آپ خود کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں تو جہاں میں نے چھ آدمیوں کی جانیں بچائی ہیں آپ ایک ہی کو بچا لیتے۔ پھر کہنے لگا حضرت اس صراحی میں محض پانی ہے اور یہ عورت میری ماں ہے یہ سب کچھ آزمائش کے لئے تھا۔ کہ آپ کی نظر کا اندازہ کروں آپ اسی وقت متنبہ ہو گئے اور پھر خود کو کسی سے بہتر نہ سمجھا۔ کسی نے پوچھا آپ بہتر ہیں یا یہ کتا۔ فرمایا نجات پا جاؤں تو اس سے ضرور بہتر ہوں ورنہ یہ ایک کتا مجھ جیسے سینکڑوں سے بہتر ہے

اسرار و نکات

آپ نے ایک دفعہ یہ سنکر کہ فلاں شخص میری غیبت کرتا ہے اس کے پاس چھوہاروں کا ایک طبق بھیجکر لکھا۔ کہ آپ نے چونکہ اپنی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں منتقل کر دی ہیں اور پورے معاوضہ کی میں وسعت نہیں رکھتا اس لئے صرف چھوہارے بھیجنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ فرمایا تین قسم کے افراد کی غیبت جائز ہے۔ اولاً بندگان ہوا و ہوس دوسرے فساق و فجار اور تیسرے امام ظالم۔

کسی شخص نے آپ سے آکر کہا۔ کہ فلاں شخص دم توڑ رہا ہے فرمایا وہ تو ستر سال میں دم توڑ رہا ہے۔ اب تو گویا اس سے نجات حاصل کی ہے۔

ایک عورت غصہ سے بھری ہوئی آپ کے پاس آئی اور اپنے شوہر کی شکایت کرنے لگی اس کا سر و چہرہ اور بازو عریاں تھے۔ آپ نے فرمایا چہرے اور سینہ کو تو چھپا۔ بولی میں تو محبت مخلوق میں اتنی بے خبر ہوں کہ آپ نہ بتلاتے تو اس عالم میں اسے تلاش کرتی ہوئی بازار نکل جاتی لیکن آپ نے خالق کی محبت کے ادعا کے باوجود میرا چہرہ دیکھ لیا یہ سن کر آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔

ایک لڑکا چراغ ہاتھ میں لئے چلا جا رہا تھا آپ نے سوال کیا بتا چراغ میں روشنی کہاں سے لایا۔ اس نے اسی وقت چراغ گل کر کے کہا۔ آپ بتایئے روشنی کہاں چلی گئی؟ پھر میں بھی بتا دونگا۔ اسی طرح ایک شخص بحالت مستی کیچڑ میں لڑکھڑاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا سنبھل کر چل کہ گر نہ پڑے بولا حضرت میرا کیا ہے گر بھی پڑا تو نہا لوں گا۔ دھو لوں گا اپنے گرنے سے ڈریئے یہ سن کر آپ بے حد متاثر ہوئے

بخشش کی ایک مجوسی کو تحریر

ایک مجوسی شمعون آپ کا ہمسایہ تھا علالت سے حالت خراب ہو چکی تھی پاس جا کر فرمایا اب آخری وقت ہے اسلام قبول کر لے، بولا صرف تین باتیں میرے اسلام لانے میں مانع ہیں اول تم لوگ شبانہ روز دنیا کو برا کہہ کر دنیا طلب کرتے ہو۔ دوسرے فرماتے ہو کہ موت کو یرحق بتانے کے باوجود اس کے لیے کوئی سامان نہیں کرتے۔ تیسرے کہتے ہو کہ اللہ کے سامنے ضرور جانا ہے مگر پھر بھی اس کی مرضی و منشا کے خلاف کام کرتے رہتے ہو۔ فرمایا مومن اس کی توحید کے تو معترف ہیں وہ سب کچھ کرتے ہیں۔ مگر تو بتا کیا کرتا ہے، ساری عمر آگ کے پوجنے میں صرف کر دی جو نہ تیرا خیال کرے گی نہ میرا۔ لیکن میرا خدا چاہے تو آگ ہرگز مجھ پر اثر نہ کرے۔ آؤ ہم تم دونوں آگ میں ہاتھ ڈالیں۔ چنانچہ آپ دیر تک ہاتھ آگ میں ڈالے رہے اور کچھ اثر نہ ہوا بولا ستر سال تو آتش پرستی میں گذر گئے۔ اب آخری وقت میں کیا کر سکتا ہوں۔ فرمایا اسلام قبول کر لے۔ بولا اگر مجھے آپ ایک تحریر لکھ دیں کہ باری تعالیٰ مجھے عذاب نہ دیگا تو میں مسلمان ہوتا ہوں۔ آپ نے لکھ دیا۔ شمعون بہت رویا۔ اور وصیت کی۔ کہ آپ ہی میری تجہیز و تکفین کریں اور یہ تحریر میری قبر میں رکھ دیں اب میں مسلمان ہوں ہونے کو سب کچھ ہو گیا۔ مگر آپ نادم تھے کہ یہ کیا ہوا۔ کہ خدا کی ملکیت پر مہر کر دی، حالانکہ مجھے اپنا ہی پتہ نہیں۔ خود گنہگار ہوں۔ رات بھر اندیشہ میں نیند نہ آئی نماز پڑھتے رہے، صبح کے وقت آنکھ لگ گئی دیکھا کہ شمعون تاج سر پر رکھے مرغزار بہشت میں مصروف خرام ہے۔ پوچھا کیا حال ہے بولا دیکھئے مجھے انتہائی عیش میں ہوں۔ یہ لیجئے اپنا خط بھی لیجئے اب اس کی ضرورت نہیں۔ آپ نے بڑا کرم کیا۔ آپ جو خواب سے بیدار ہوئے تو وہ تحریر بھی ہاتھ پر رکھی ہوئی تھی کہنے لگے یا الٰہا تیرے کام نرالے ہیں مجھے کسی عذر و حیلے کی ضرورت نہیں۔ سب فضل ہی فضل ہے۔

ظالم حجاج اور حضرت خواجہ

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں ایک روز صبح کے وقت آپ کی مسجد میں گیا۔ دروازہ بند تھا آپ دعا مانگ رہے تھے اور لوگ آمین کہہ رہے تھے۔ دروازہ کھلا اندر گیا تو دیکھا۔ تو آپ تنہا تھے حیرت سے پوچھا۔ تو فرمایا کسی سے ذکر نہ کرنا جمعہ کی رات کو یہاں پریاں آتی ہیں انہیں

تعلیم دیتا ہوں۔ دعا مانگتا ہوں اور وہ آمین کہتی ہیں۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ میں آپ کے ساتھ حج کو گیا۔ پیاس لگی آپ نماز میں مشغول ہو گئے ڈول رسی نہ تھی پاس جو گیا۔ کنوئیں کا پانی اوپر آگیا۔ سب نے پیا۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے کچھ پانی احتیاطاً بھر لیا پانی نیچے ہو گیا۔

نماز سے فارغ ہو کر فرمایا تمہیں خدا پر یقین نہ تھا اس لئے پانی نیچے چلا گیا

ایک بار بصرے میں خشک سالی ہوئی لوگ آپ کے پاس آئے فرمایا اگر بارش چاہتے ہو۔ تو مجھے بصرے سے نکال دو۔ بمشکل دعا مانگی۔ تھوڑی دیر بعد بارش شروع ہو گئی۔ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں حجاج بن یوسف برہنہ شمشیر لئے ہوئے آگیا۔ ایک بزرگ بولے۔ کہ دیکھیں آج خواجہ کا کیا رنگ ہوتا ہے اس لئے کہ حجاج کا بڑا رعب و اقتدار تھا

آپ نے پرواہ بھی نہ کی حجاج بیٹھا رہا۔ وہ بزرگ بولے واقعی خواجہ خواجہ ہیں اختتام مجلس پر اس نے آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اور بولا لوگو یہ مرد کامل ہے دیکھنا ہے تو اسے دیکھو آپ اس کے مقام سے واقف تھے۔ کسی نے آکر کہا۔ کہ نزع کے وقت حجاج نے کہا الہی رب لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ تو مجھے ہرگز نہ بخشے گا۔ تو غفار ہے۔ انہیں مجھے بخش کر دکھا دے کہ کہ تو اکرم الاکرمین ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" فرمایا یہ خبیث عاقبت کو بھی اپنی طراری سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

ہمسائے کی عورت کے شکوے پر مسرت

آپ پر ہمیشہ خوف خدا کا غلبہ رہتا تھا۔ کبھی کسی نے آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کبھی مسرور بھی ہوئے ہیں فرمایا ایک روز میں اپنے کوٹھے پر بیٹھا تھا۔ کہ ہمسایہ کی بیوی اپنے شوہر سے کہہ رہی ہے کہ ایک مدت سے تیرے گھر میں ہوں۔ ہر حالت میں خاموش رہی صبر کیا جیسے گذری گذاری تیری شکایت کبھی کسی سے نہ کی اور نہ زیادہ مانگا۔ اور تیری عزت کا ہمیشہ خیال رکھا۔ مگر یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ میں تجھے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دوں۔ میں تو سب کچھ اس لئے برداشت کرتی رہی کہ تو مجھے دیکھے اور میں تجھے دیکھوں نہ اس لئے۔ کہ تو دوسری کو دیکھے اگر تو دوسری کی طرف توجہ کرے گا تو میں امام المسلمین کا دامن پکڑوں گی۔

یہ سن کر میں بے حد خوش ہوا۔ مجھ پر رقت طاری ہوا اس کی نظیر قرآن کریم میں

پائی۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء یعنی میں رب گناہ معاف کر دونگا۔ لیکن اگر شرک کرے گا اور دوسرے کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے گا تو ہرگز نہ بخشونگا۔

ایک دفعہ عمر بن عبد العزیز نے آپ کو لکھا کہ مجھے نصیحت فرمایئے تاکہ میں اسے حرز جان بناؤں اور یاد رکھوں۔ جواب دیا۔ اگر خدا تیرے ساتھ ہے تو پھر کس سے ڈرتا ہے۔ اور اگر خدا تیرے ساتھ نہیں ہے تو پھر کس سے امید رکھتا ہے" دوبارہ لکھا" اس دن کو یاد رکھو جب موت سر پر آکھڑی ہوگی۔

مواعظ و مجالس آپ کا معمول تھا۔ کہ بصرے میں ہر ہفتہ ایک عام وعظ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جس روز رابعہ بصریہ رح مجلس وعظ میں نہ آتیں تو آپ وعظ نہ فرماتے یا بند کر دیتے۔ لوگ کہتے ایک ضعیفہ نہیں تو نہ سہی اور تو بزرگ اس مجلس میں موجود ہیں۔ فرمایا جو لقمہ ہاتھیوں کے لئے تیار کیا ہو وہ چیونٹیوں کے بلوں میں کیونکر اتارا جا سکتا ہے، وعظ کہتے کہتے گرمی آجاتی۔ تو فرماتے رابعہ یہ تمہارے دل کی گرمی ہے لوگوں نے پوچھا۔ آپ مجلس وعظ میں لوگوں کی کثرت دیکھ کر تو خوشی محسوس کرتے ہونگے۔ فرمایا مجھے کثرت انبوہ سے کوئی مسرت حاصل نہیں ہوتی البتہ اگر کوئی سوختہ دل درویش آجاتا ہے تو بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ایک روز وعظ میں فرمایا دین کی اصل اساس پرہیزگاری اور اتقا ہے لے طمع دنیوی تباہ کر کے رکھ دیتی ہے میری باتیں سن لیا کرو کہ میرے علم سے تمہیں نفع لازما پہنچے گا۔ اور بے علمی سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ لوگ بولے کیا کریں ہمارے دل خفتہ ہیں اثر پذیر نہیں ہوتے۔ فرمایا خفتہ نہیں مردہ ہیں خفتہ تو ہلانے جانے سے بیدار ہو جاتا ہے۔ مگر مردوں میں بیداری ہونی محال ہے افسوس مسلمان زیر خاک ہیں اور مسلمانی صرف کتابوں میں رہ گئی ہے۔ غور کیجئے یہ کب کہا جا رہا ہے پہلی صدی ہجری میں جبکہ خود حضرت اور رابعہ بصریہ جیسے بزرگ موجود تھے اور مبارک زمانہ تھا پھر اس چودھویں صدی کا تو اللہ حافظ ہے خدا جانے آج مسلمان زیر خاک ہی ہیں یا نہیں اور وہ اساس دین کو سمجھتے ہیں یا یکسر غافل ہیں۔

تعلیمات و نصائح

فرمایا! کسی پردہ نشین عورت کے ساتھ خلوت و تنہائی میں نہ بیٹھو خواہ وہ رابعہ ہی کیوں نہ ہو اور کسی بادشاہ کی بھی قربت نہ رکھو خواہ وہ محض برنبائے شفقت ہی کیوں نہ ہو، دنیا میں عذاب دل کا مرجانا ہے اور دل مرجاتا ہے دنیا کی محبت سے۔ صبر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو بلا و مصائب میں نہ گھبرانا دوسرے منہیات میں نہ پھرنا۔ بکری آدمی سے زیادہ سمجھدار ہے وہ اپنے چرواہے کی آواز پر چرنا چھوڑ دیتی ہے۔ مگر آدمی خدا کی آواز پر بھی باز نہیں آتا۔ معرفت یہ ہے کہ انسان کے اندر خصومت و عداوت کا ایک ذرہ بھی باقی نہ رہے۔ بہشت جاودانی اس چند روزہ عمل سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ خلوص و نیت سے حاصل ہوتی ہے۔

ذرہ برابر پرہیزگاری ہزار سال کے روزہ و نماز سے بہتر ہے اور اعمال میں سب سے بہتر عمل فکر و ورع ہے۔ نفس سے زیادہ دنیا کا کوئی جانور سخت لگام نہیں جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ قرآن کریم کی قدر و منزلت سمجھتے تھے۔ جو دن کو پڑھتے رات کو اس پر غور کرتے اور صبح اس پر عمل کرتے۔ تم ہو کہ تم اسے پڑھتے تو اچھی طرح ہو مگر اس پر عمل کرنا ترک کردیا ہے۔ جو شخص تیرے سامنے دوسروں کی برائی کرتا ہے وہ تیری برائی بھی دوسروں کے سامنے ضرور کرے گا۔

آپ کے مواعظ بھی بے شمار ہیں۔ جن میں ہزارہا مسلمان شریک ہوتے تھے، آپ کو امامت سلیمین کا درجہ حاصل تھا، ہر کہ و مہ آپ کی عزت کرتا تھا، ہر وقت باوضو رہتے تھے، رات رات بھر عبادت میں کھڑے رہتے تھے۔ آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خرقہ خلافت عطا ہوا۔ آخری عہد بنی امیہ میں آپ نے وفات پائی۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور فرشتے منادی کر رہے ہیں کہ حسن خدا تک پہنچ گیا۔ اور ان سے خوش ہوا۔ یکم رجب ۱۱۰ھ کو بصرے میں وصال ہوا۔

(۲)

حضرت رابعہ بصریہؒ

کعبہ مقدس خود پیشوائی کو بڑھا دوسری صدی کی ملکۂ عرفان

ولادت و بشارت نبوی

حضرت رابعہ بصریہ اکابر اولیاء اللہ سے ہیں۔ عشق اور معرفت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھیں۔ جب شب میں یہ یگانہ روزگار ولیہ پیدا ہوئی ہے گھر میں تاریکی تھی۔ چراغ جلانے کو تیل بھی نہ تھا ماں باپ بہت مفلس و غریب تھے، بیوی نے شوہر سے کہا کہ ہمسایہ کے گھر سے تھوڑا سا تیل ہی مانگ لاؤ، شوہر نے زندگی بھر کسی سے کچھ مانگنے کا عہد استوار کر رکھا تھا، ہمسایہ کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر چلا آیا۔ اور بیوی سے آکر کہدیا کہ دروازہ نہیں کھلتا۔ اس تاثر اور رنج کی حالت میں سو گئے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرما رہے ہیں۔ اسٹھ اور غم نہ کر تیری یہ بچی اپنے وقت کی زبردست ولی ہوگی اور اس کی شفاعت سے میری امت کے ستر ہزار افراد بخشے جائیں گے چاہیئے جو وان امیر بصرہ کے پاس جا۔ اور کہہ کہ رسول اللہ فرماگئے ہیں کہ تو ہر شب جمعہ کو سو بار درود شریف مجھ پر بھیجتا تھا۔ مگر گذشتہ شب جمعہ خالی گئی، لہٰذا چار سو دینار بطور کفارہ میرے پیغامبر کو دے۔ حضرت رابعہ کے والد گرامی صبح کو یا دیدہ نم بیدار ہوئے اور تمام واقعہ خواب لکھ کر ایک دربان کے ہاتھ امیر بصرہ کے پاس بھیجا۔

امیر خط پڑھ کر فرط مسرت سے جھومنے لگا۔ فوراً باہر آکر قدم چومے کہ آپ رسول اللہ کے پیغامبر ہیں، اسی وقت چار سو دینار حوالے کئے۔ اور کہا جب کچھ ضرورت ہو میرے پاس چلے آیا کرو۔ شکرانے کے طور پر اور دس ہزار درہم فقراء میں تقسیم کئے۔ آپ کے والد نے اس روپے سے ضروریات خریدیں اور گھر گئے یہ آپ کی ولادت کی پہلی برکات تھی جسے رسول کریم بوقت ولادت سنا رہے ہیں۔ اس کی عظمت و جلالت کی بلندیوں تک طائر تصور بھی تو نہیں پہنچ سکتا۔

کنیزی و طاعت ابھی آپ نے میدان شباب میں قدم رکھا تھا۔ کہ والدین کا انتقال ہو گیا۔

بصرہ میں ایک زبردست قحط پڑ گیا جس میں آپ کی تینوں بڑی بہنیں آپ سے جدا ہو گئیں۔ آپ بھی بصرے سے چل کھڑی ہوئیں آپ کو لاوارث سمجھ کر ایک بردہ فروش نے پکڑ لیا۔ اور فروخت کر دیا۔ آپ کا آقا آپ سے پوری مشقت لیتا۔ ایک روز راستے میں کہ آپ کسی کام کو گئی ہوئی تھیں ایک نامحرم کی بری نظر دیکھ کر آپ بھاگ کھڑی ہوئیں۔ گر پڑیں ہاتھ ٹوٹ گیا۔ آپ سجدے میں گر پڑیں اور سجدہ میں گریاں دعا کی بار الٰہا غریب و غلام ہوں بے کس و بے چارہ ہوں دست شکستہ ہوں بے ماں باپ کی لڑکی ہوں پھر بھی میں نہ کسی امر کی شاکی ہوں اور نہ پرواہ کرتی ہوں، مجھے تو صرف تیری خوشنودی مقصود ہے اور اتنی التجا ہے کہ مجھے یہ بتا دے کہ تو مجھ سے راضی ہے یا نہیں۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ رابعہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور قیامت میں ہم تجھے وہ مرتبہ عطا کریں گے کہ ملائکہ و مقربین بھی اس پر رشک کریں۔ یہ جناب رابعہ کی ابتدائی سرگزشت ہیں۔ کہ کہیں رحمت عالم بشارتیں دیتے ہیں اور کہیں خود باری تعالیٰ مژدہ سناتا ہے۔

سجدے سے سر اٹھا کر آپ آقا کے پاس پہنچیں جس کی خدمات آپ پوری وفاداری کے ساتھ انجام دیتی تھیں دن بھر اس کی خدمت کرتیں اور رات بھر عبادت و نماز میں مصروف رہتیں ایک شب کو آقا کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت تضرع و زاری میں مصروف ہیں اور کہہ رہی ہیں، رب قادر میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو تیری عبادت ہی ہے مگر مجبور ہوں۔ کہ تو نے مجھے ایک بندے کا خادم بنا دیا ہے اس لئے تیری جناب میں دیر سے حاضر ہوتی ہوں سر پر ایک نورانی قندیل آویزاں ہے جس کی بصارت افروز شعاعوں سے تمام کمرہ جگمگا رہا ہے، صبح ہوتے ہی آقا پاؤں پر گرا اور آزاد کر دیا۔

طوائف کے گھر میں سیلاب نور اس کے بعد آپ کو ایک کمن سال طوائف نے پکڑ کر کنیز بنا لیا۔ اور چونکہ آپ نہایت حسین، خوبصورت اور حور جمال تھیں اس لئے اس نے آپ سے آمدنی پیدا شروع کر دی آپ ایک سال تک اس کے گھر پر رہیں۔ حسن و جمال دیکھ کر بکثرت لوگ آتے اور طوائف کو منہ مانگی اجرت دیکر چلے جاتے۔ ایک روز طوائف نے غور کیا۔ کہ جو اس کنیز کے پاس جاتا ہے، پھر واپس نہیں آتا۔ خوش خوش آتا ہے اور خاموش نکل جاتا ہے۔ آخر اس نے پتہ لینا

چاہا، شب کو جب کمرہ بند ہوا، تو اس نے دیکھا۔ کہ حضرت نے آنے والے شخص کا استقبال نہایت تپاک سے کیا۔ ہنسیں بولیں اور پھر کہا۔ کہ دیکھو ہم دونوں مسلمان ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کام برا ہے، مزا بھی ضروری ہے بہتر یہ ہے کہ مقاربت سے پیشتر دو دو رکعت نماز پڑھ لیں درمیان کا گناہ خدا ضرور معاف کر دیگا، ہم خرما و ہم ثواب، چنانچہ وہ دونوں نے وضو کیا اور دونوں ساتھ جا نماز پر کھڑے ہوئے، کھڑے ہوتے ہی حضرت بولیں بار الٰہا تیرے باغی بندے کو تیرے دروازے تک میں لے آئی ہوں۔ آگے تو جان یہ کہتے ہی ایک روشنی پیدا ہوئی نماز پڑھی حضرت نے نگاہ ڈالی۔ اور وہ قدم چرا کر خاموشی سے اٹھا اور چلا گیا۔ اس وقت تو دوالفت کی ہمت نہ پڑی، صبح کو آپ کے پاؤں پر گر کر معافی چاہی۔ فرمایا کم بخت تو مجھے اپنے کام میں لگا رہنے دیتی، تیرا بھی فائدہ تھا۔ اور بندوں کا بھی تو نے فضول تجسس کی یہ کہا اور اس کے گھر سے نکل گئیں۔

کہتے ہیں اس سال میں آپ نے بے شمار عیاشوں اور فاسقوں کو کامل ولی بنا دیا لوگ ارتکاب معصیت کے لئے گئے اور کامل ولی بن کر جاتے۔ اللہ اللہ کیا چیز تھیں حضور رابعہ اور کیا شفقت ہے اللہ کی۔ اس کے دوست کے پاس جو بھی آتا ہے ولی بنکر جاتا ہے

عاشقانہ شان عبادت

اس کے بعد آپنے ایک ویرانہ میں مسکن بنا کر عبادت اور ریاضت شروع کر دی یوں تو آپ کے مجاہدات اور عاشقانہ سجدہ ریزیوں کا کوئی حد و شمار نہیں۔ مگر یہ مسلمہ ہے کہ آپ رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز بلا ناغہ پڑھتی رہیں، روزے برابر رکھتیں۔ ایک مرتبہ تو آپ نے سات روز تک افطار کے سوا کچھ بھی نہ کھایا۔ اور نہ پیا۔ آپ کی عبادت عاشقانہ و عارفانہ رنگ رکھتی تھی کسی نے پوچھا۔ کہ آپ جس کی عبادت کرتی ہیں اسے دیکھتی بھی ہیں فرمایا نہ دیکھتی تو عبادت ہی نہ کرتی۔

حضرت سفیان رح فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ دیکھا کہ آپ اٹھیں اور محراب میں کھڑے ہو کر صبح تک برابر نماز پڑھتی رہی ہیں میں ایک دوسرے گوشے میں مصروف نماز رہا۔ صبح اٹھ کر فرماتی ہیں اس امر کا کیونکر شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے

کہ اس نے ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اجیانک شکریہ میں روزہ رکھونگی آپ یہ دعا مانگا کرتی تھیں۔ بار الٰہا تو نے دنیا میں جو ہمارا حصہ مقرر کیا ہے وہ اپنے دشمنوں کو دیدے اور اور آخرت کا حصہ اپنے دوستوں کو بخش دے میرے لئے تو تو اور صرف تو کافی ہے۔

ایک دفعہ کہنے لگیں۔ کہ الٰہی اگر میں تیری عبادت خوف دوزخ کی بناء پر کرتی ہوں تو مجھے دوزخ ہی میں ڈالدے اور اگر جنت کی توقع پر کرتی ہوں تو اسے مجھ پر حرام کردے۔ اور اگر میں صرف تیرے لئے تیری پرستاری کر رہی ہوں تو مجھے اپنے دیدار جمال سے ہرگز محروم نہ رکھ میری آرزو یہ اور مقصد صرف تیری یاد ہے اور آخرت میں تیرے جمال سے شادکامی مقصود ہے ایک دفعہ بول اٹھیں۔ کہ اگر تو نے مجھے دوزخ میں ڈالدیا۔ تو فریاد کرونگی کہ جسے دوست رکھا رکھا اس نے میرے ساتھ یہ سلوک رکھا۔ اسی وقت ہاتف نے آواز دی رابعہ بدگمانی سے کام نہ لے، ہم تجھے اپنے دوستوں کے جوار میں جگہ دینگے، تاکہ تو ہم سے بخوبی بات کرسکے، ہم تو دوستوں کو ہمیشہ نوازتے ہیں۔

کعبہ شریف آپکے استقبال میں

مدت تک جنگل اور ویرانہ ہی میں مصروف عبادت رہیں پھر صومعہ تعمیر کرکے وہاں وہاں سجدہ ریزی کرتی رہیں، شوق اٹھا۔ تو اپنے لاغر گدھے پر اپنا تمام سامان بار کرکے بیت اللہ شریف حج کے لئے روانہ ہوگئیں، اثنائے راہ میں گدھا مر گیا لوگوں نے خود اٹھا کر اسباب لے جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ بولیں جائیے میں نے آپکے بھروسہ پر یہ سفر نہیں کیا تھا۔ قافلہ کے چلے جانے کے بعد اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا۔ کیا بادشاہوں کے لئے یہی سلوک روا ہے کہ ایک غریب اور بیکس عورت کو پہلے تو گھر بلایا۔ اور پھر اس کے گدھے کو مار ڈالا۔ اور مجھے اس جنگل میں تن تنہا چھوڑ دیا۔ شان حجت ملاحظہ فرمائیے کہ گدھا فوراً زندہ ہوگیا۔ کہ معظمہ کے قریب پہنچ کر جنگل ہی میں قیام کیا۔ اور دعا کی الٰہی عجب سوچ میں ہوں میں کہاں جا رہی ہوں ایک خاک کا تودہ اور کعبہ شریف، پتھر کا مکان، میری آرزو تجھے حاصل کرنے کی ہے ندا آئی رابعہ کیا کہہ رہی ہو، ہماری تجلی کی تاب کون لا سکتا ہے۔ کیا یہ چاہتی ہو۔ کہ اٹھارہ ہزار مخلوق کا خون ہوتا۔ یہ گردن پر ہو۔ سن چکی ہو کہ موسیٰ کی اس قسم کی آرزو کا کیا انجام ہوا

دوسری دفعہ حج کو گئیں تو دیکھا کہ کعبہ شریف جنگل میں آپ کے استقبال کے لئے چلا آرہا ہے۔ پھر بڑی کہا کہ مجھے تو صاحب خانہ کی ضرورت ہے۔ خانہ کو لے کر کیا کروں گی۔ کعبہ کے جمال سے مجھے کوئی مسرت نہیں ہو سکتی۔ اسی سال حضرت ابراہیم ادہم رح ہر ہر قدم پر دو دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے چودہ سال کے عرصہ میں مکہ پہنچے، اور نگاہ جو اٹھائی تو ایک آہ سرد بھر کر کہا یہ کیا ہوا کیا مصیبت آئی کعبہ کہاں چلا گیا، ندا آئی کعبہ رابعہ کے استقبال کو گیا ہے جو اس کی زیارت کے لئے چلی آرہی ہے۔ حضرت ابراہیم فرط غیرت سے رونے لگے اور بلند آواز بولے وہ کون رابعہ ہے، بڑھ کر دیکھا۔ تو آپ چلی آرہی ہیں۔ بولے رابعہ یہ کیا شور جہان میں ڈال رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شور میں نے ڈال رکھا ہے یا آپ نے کہ چودہ سال میں ہر ہر قدم پر نماز پڑھتے ہوئے آج حضرت یہاں پہنچے ہیں۔ بولے بے شک میں نے چودہ سال کی نماز میں یہ راہ طے کی ہے۔ فرمایا آپ نے نماز میں راستہ طے کیا اور میں نے نیاز میں یہ تھا حضرت رابعہ کا مرتبہ اور یہ ہے عجز و نیاز اور محبت الہی کا مظاہرہ۔

بزرگی و عظمت

ایک دفعہ آپ خواجہ حسن بصری کے گھر کے قریب سے گذریں حضرت اس کثرت سے روتے تھے کہ پرنالے سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ فرمایا حسن اگر رعونت نفس کی وجہ سے یہ ہوا تو انہیں محفوظ رکھیئے کہ یہ تمہارے اندر دریا بن کر تمہارے قلب کو غرق کر لیں۔ حضرت خاموش ہو رہے مگر بحث ناگوار گذرا ایک روز انہوں نے کہیں آپ کو لب دجلہ بیٹھا دیکھ لیا۔ تو فوراً اپنا سجادہ دریا پر بچھا کر کہا کیے یہاں دو رکعت نماز پڑھ لیں۔ آپ نے اسی وقت اپنا سجادہ فضا میں بلندی پر پھینک کر معلق کر دیا۔ فرمایا آیئے اس جگہ کیئے تاکہ لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہو۔ پھر دلدہی کے لئے فرمایا کہ حسن جو تم نے کیا وہ ایک مچھلی اور جو میں نے کیا وہ ایک مکھی بھی کر سکتی ہے حقیقی کام ان دونوں باتوں سے بالاتر ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے صومعہ میں حضرت حسن بصری حضرت مالک بن دینار اور حضرت شفیق بلخی موجود تھے۔ ان بزرگوں میں حقیقت صدق پر گفتگو شروع ہو گئی حسن بصری نے فرمایا جو شخص اپنے مالک کی مار پر صبر نہ کرے وہ اپنے دعوے میں صادق نہیں۔ آپ نے فرمایا اس میں

اس میں خود پسندی کی بو ہے۔ شقیق بلخی بولے جو اپنے مالک کے رحم پر شکر نہ کرے وہ سچا نہیں" فرمایا اس سے بھی بلند ہونا چاہئے۔ مالک دینار کہنے لگے، کہ جسے دوست سے زخم پا کر کوئی ندامت نہ ہو وہ سچائی میں سچا نہیں" فرمایا اس سے بھی معیار بلند ہونا چاہئے، سب نے فرمایا کہ پھر آپ ہی فرما دیجئے بولیں" جو شخص مشاہدہ مطلوب میں اپنے درد زخم کو فراموش نہ کرے وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں، یہ کوئی بڑی بات بھی نہیں۔ زنان مصر حضرت یوسف کے مشاہدہ پُرجمال میں اپنے زخموں کے درد کا بالکل بھول گئیں تھیں۔ پھر اگر مشاہدہ الٰہی میں کسی کو ہوش نہ رہے تو کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔

آپ کی علالت کی اطلاع پا کر عبدالواحد عامر اور سفیان عیادت کو گئے۔ اتنی ہیبت تھی، کہ دونوں خاموش رہے اور زبان سے کچھ نہ نکلا۔ آخر آپ کے فرمانے پر سفیان نے کہا اپنی صحت کے لئے دعا کیجئے۔ فرمایا جانتے ہو، کہ علالت اس کے حکم کے بغیر نہیں اور ایسا کہتے ہو میں اس کی مرضی کے خلاف اللہ سے کیونکر درخواست کر سکتی ہوں، کہ دوست کی مرضی کے خلاف کرنا درست نہیں، پوچھا کسی چیز کی خواہش بھی ہے، فرمایا بارہ برس سے تر کھجوریں کھانے کو جی چاہتا ہے جو بہت ارزاں فروخت ہوتے ہیں، لیکن میں نے نہیں کھائے۔ کہ کنیز ہوں اور کنیز کی کوئی آرزو نہیں ہو سکتی وہ نہ چاہے اور میں چاہوں، تو یہ اصلاً کفر ہے یہ عاشقانہ شان حضرت رابعہ کا ہی حصہ تھی۔ واقعی عاشق صادق مرضی محبوب ہی میں اپنی خوشی تلاش کرتا ہے۔

عسرت میں رضا جوئی

آپ نہایت عسرت اور غربت میں زندگی بسر کرتی تھیں حضرت مالک بن دینار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ کی کل کائنات ایک شکستہ کوزہ گلی، ایک بوسیدہ فرسودہ بوریا، اور ایک اینٹ ہے اس کوزے سے ہی پانی پیتی اور وضو کرتی ہیں اور اس بوریے پر بیٹھتی ہیں، اور سر اینٹ پر رکھ لیا کرتی ہیں۔

حضرت یہ دیکھ کر آبدیدہ ہوئے بولے رابعہ میرے بہت سے امیر دوست ہیں جو ضرورت ہو لا دوں۔ فرمایا مالک آپ غلطی پر ہیں سب کا روزی رساں ایک ہی ہے۔ کیا وہ درویشوں کو

ان کی درویشی کی وجہ سے بھول بیٹھا ہے اور امیروں کو ان کی امارت کی وجہ سے یاد رکھتا ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور دیکھتا ہے، تو پھر اسے یاد دلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ اسی طرح پسند کرتا ہے تو ہم بھی اسی طرح پسند کرتے ہیں جس طرح وہ پسند کرے۔

اسی طرح ایک اور بزرگ نے آپ کو شکستہ و دریدہ لباس پہنے دیکھ کر کہا کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہیں آپ کا ایک اشارہ کافی ہے۔ فرمایا دنیا میں کس سے مانگوں وہ تو محض اللہ کی ملکیت ہے۔ اللہ ہی سے طلب کی جا سکتی ہے، دوسروں کے پاس جو ہے وہ ایک مستعار حالت میں ہے کچھ لوگ پہنچے اور کہا اللہ تعالیٰ نے تمام فضائل مردوں کے لئے وقف کر دیئے ہیں اور آج تک کوئی عورت نبوت کے منصب پر فائز ہی نہیں ہو سکی ہے، پھر آپ اتنا شور مچائے ہوئے ہیں۔ فرمایا درست ہے لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ آج تک کسی عورت نے خدائی کا دعوےٰ بھی نہیں کیا اور نہ کوئی مخنث ہوئی یہ دونوں شرف بھی مردوں ہی کو حاصل ہوئے ہیں وہ خاموش ہو گئے حضرت حسن بصری نے دیکھا۔ کہ بصرے کا ایک رئیس آپ کے دروازے پر روپیوں کا ایک توڑا ہاتھ میں لئے کھڑا رو رہا ہے، پوچھا تو بولا کہ لوگ اسی فاضلہ روزگار عورت کی وجہ سے محفوظ ہیں اس لئے ایک چیز لایا ہوں مگر اس اندیشہ سے رو رہا ہوں کہ شاید یہ قبول نہ کریں

حضرت حسن نے اندر جا کر کہا، تو فرمایا.... اللہ کو جو برا کہتا ہے وہ اسکی روزی بند نہیں کرتا اور جو اس کی محبت کا دم بھرتا ہے اسے وہ رزق کے بغیر ہی زندہ رکھتا ہے میں نے تو معرفت کے بعد مخلوق سے روگردانی اختیار کر لی، پھر جس مال کے حلال و حرام ہونے کے متعلق علم نہ ہو، کیونکر قبول کر لوں۔

نکات و تعلیمات

ایک دفعہ حسن بصری نے کہا۔ کہ آپ شریعت کے مطابق شادی کر لیں فرمایا نکاح و شادی اس کے لئے ہے جس کا کوئی وجود ہو یہاں نہ میرا کوئی وجود ہے اور نہ میں اپنی آپ مالک ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مملوکہ ہوں یہ سوال اسی سے کیجئے، پوچھا اللہ تعالیٰ کو کس طرح جانتی ہو، فرمایا حسن چون و چرا سے تم جانتے ہو گے میں تو بے چون و چرا جانتی ہوں

ایک دفعہ کچھ اور لوگوں نے بھی آپ سے کہا۔ کہ آپ شادی کر لیجے۔ فرمایا اگر تین فکر دل

سے مجھے بے فکر کر دیجئے تو میں ضرور شادی کر لونگی۔ اولاً کیا میں دنیا سے اپنا ایمان سلامت لے
جاؤنگی۔ دوسرے بروز محشر میرے دائیں ہاتھ میں ہی نامہ اعمال دیا جائے گا۔ تیسرے قیامت
کے روز جب دائیں جانب سے جنت میں اور بائیں جانب سے دوزخ میں پہنچائے جائیں گے تو
مجھے کس جانب سے پہنچایا جائے گا۔ لوگوں نے کہا اس کا علم تو خدا ہی کو ہے۔ فرمایا تو پھر جسے
اتنے عظیم اذکار و اعلام پیش ہوں وہ بیاہ کیا خاک کر سکتی ہے
ایک دفعہ آغاز موسم بہاری میں آپ معتکف ہوگئیں خادمہ نے عرض کیا موسم بہت لطف
افروز ہے باہر آکر صانع حقیقی کی صنعت گری ملاحظہ فرمائیے۔ جواب دیا میرا کام تو صانع کو
دیکھنا ہے نہ کہ صنعت کو۔ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری کو ایک سوئی ایک بال اور ایک موم کا ٹکڑا
بھیجا۔ اور کہلا دیا۔ کہ موم کی طرح جہان کو روشن اور منور رکھو۔ اور خود کو جلاؤ۔ سوئی کی
طرح ہمیشہ اپنی جگہ رہو۔ اور کام کرتے جاؤ۔ پھر بال کی طرح یک رہو تاکہ تمہارے سب کام
درست رہیں۔ لوگو آنکھوں کانوں زبانوں کی طرف سے منزل رہائی کی طرف نہیں پہنچ سکتے
اور نہ ہاتھ پاؤں سے کوئی کام چل سکتا ہے یہ معاملہ صرف دل کے ساتھ ہے کوشش یہ کرو
کہ دل بیدار ہو جائے اور جب یہ بیدار ہو گیا۔ تو پھر کسی کی بھی حاجت یا ضرورت نہیں۔
دل بیدار وہی ہے جو حق میں گم ہو جائے اور جو اس میں گم ہو گیا اسے پھر کسی یار کی بھی ضرورت
نہیں، یہی درجہ فنا فی اللہ ہے، فرمایا عارف وہ ہے جو خدا سے دل طلب کرے اور جب
دل مل جائے تو دل اسے واپس دیدے کہ وہ اسے حفاظت سے رکھے، حضرت صالح قزوینی
کا یہ قول سن کر کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے ضرور کھلتا ہے فرمایا کب تک آواز دیتا
رہے، کھولے گا کون بند کس نے کیا ہے کہ پھر کھولنے کی ضرورت لاحق ہو، صالح نے جو سنا تو
حیرت زدہ ہو کر فرمایا کہ مجھے مرد کی جہالت اور عورت کی دانائی پر تعجب ہے.... ایک شخص رو رو
ہائے غم ہائے غم پکار رہا تھا۔ آپ نے سن کر پکارا "ہائے بے غمی ہائے بے غمی" کہہ اگر غمگین ہوتا
تو دم مارنے کی بھی ہمت نہ ہوتی۔ کچھ بزرگ حاضر خدمت ہوئے آپ نے ان سے پوچھا۔ کہ تم
اللہ کی عبادت کس غرض سے کرتے ہو۔ ایک نے آتش دوزخ کا خوف بتلایا۔ دوسرے نے کہا جنت
کا آرام پیش نظر ہے۔ فرمایا یہ خوف وطمع کی عبادت تو بہت بری ہے۔ پوچھا پھر آپ کس لئے

لئے عبادت کرتی ہیں۔ کیا آپ کو کوئی طمع نہیں۔ فرمایا پہلے ہمسایہ کی تلاش ضروری ہے، پھر گھر کی تلاش ہونی چاہیئے اس لئے جنت و دوزخ کا عدم وجود برابر ہے اگر جنت و دوزخ نہ ہوتی تو کیا اس کی عبادت ہی نہ کی جاتی۔ کیا اسے اتنا بھی استحقاق نہ تھا۔ کہ اس کی عبادت اسی کے لئے ہی کی جائے، سب خاموش ہو گئے۔

کرامات و خوارق عادات

لوگوں نے دیکھا۔ کہ آپ ایک جلتی ہوئی مشعل لئے دوڑی ہوئی چلی آرہی ہیں، پوچھا رابعہ کیا قصہ ہے فرمایا جنت و دوزخ کو آگ لگانے جا رہی ہوں، کیونکہ لوگ عبادت خدا کے لئے نہیں بلکہ انہی کے لئے کرتے ہیں۔

کسی نے پوچھا۔ کہ ولی کی پہچان کیا ہے، فرمایا۔ اگر وہ اس پہاڑ کی طرف مخاطب ہو کر کہے کہ سونا ہو جاؤ، تو فوراً سونا ہو جائے، یہ الفاظ زبان سے نکلتے ہی پہاڑ سونے کا ہو گیا۔ فرمایا میں نے تجھے تو کچھ نہیں کہا۔ بات کر رہی ہوں تو پتھر ہی کا بنا رہ پہاڑ پھر اپنی اصل حالت پر آگیا۔ ایک روز حضرت حسن بصری چند دوستوں سمیت شب کے وقت چلے آئے، چراغ جلانے کی ضرورت تھی۔ آپ نے انگلی پر پھونک ماری وہ جل اٹھی اور رات بھر روشنی دیتی رہی۔

حضرت خواجہ حسن بصری ایک دفعہ جو آپ کے پاس ایک دفعہ جو آپ کے پاس گئے تو دیکھا۔ کہ آپ ہانڈی میں گوشت ڈال کر اسے پکانا چاہتی ہیں۔ ہانڈی ویسے ہی رکھ دی اور باتوں میں یہ مصروف ہو گئیں جو زمین پر رکھی ہوئی جوش مار رہی تھی۔ آپ نے اس میں سے پکا ہوا گوشت نکال کر میرے سامنے رکھا۔ حضرت حسن رہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ اتنا لذیذ تھا۔ کہ مدت تک اس کا مزہ منہ سے نہ گیا۔

راقم الحروف اپنے بچپن میں حضرت رابعہ کے حالات پڑھ کر بہت معتقد ہو گیا تھا اور روزانہ فاتحہ بخشا کرتا تھا۔ سنہ ۱۹۴۰ء کے اواخر میں بہت علیل ہو گیا، تب کو قائم پڑی۔ حضرت سے امداد چاہی اور روتا ہوا سو گیا، دیکھا۔ کہ آپ قریب کھڑی ہیں اور فرما رہی ہیں۔ شریعت محمدی زندگی پر لفظ زندگی کا اطلاق ہو سکتا ہے، بشرطیکہ تو درگاہ سلطان العارفین میں جائے اور وہاں رہ کر دعا مانگے" ہم صبح ہی درگاہ میں گئے چار ماہ قیام کیا نہ صرف صحت ہو گئی بلکہ

اہیں ایک نورانی بشارت کے موافق اس عہد کے ولی کامل سہروردی بزرگ سے باطنی حصہ پانے اور مرید ہونے کی سعادت حاصل ہو گئی وہ دن اور آج کا دن اکیس برس کی مدت منقضی ہو گئی ہم روزانہ فاتحہ بخشتے ہیں، و لیے اللہ جانتا ہے کہ ہم نے جس حالت میں دیکھا وہ یہ تھی کہ عنابی رنگ کا لبادہ پہنے ہوئے ہیں، پستہ قد اکہرے بدن کی ہیں اور اس درجہ حسین و خوبصورت ہیں۔ کہ آج تک کوئی اس شکل کی عورت نظر سے نہیں گزری ہے جس بائیس برس کی عمر معلوم ہوتی تھی۔ چہرے سے نور اور ہیبت نمایاں تھا، ہمیں سب سے پہلے آپ ہی سے ہوئی تھی۔ اور جو کچھ ملا آپ ہی کے طفیل ملا۔ آج تک وہ روحانی اور مقدس شبیہ آنکھوں میں پھر رہی ہے۔

انتقال وصال آپ کے وصال کے وقت متعدد بزرگ پاس بیٹھے تھے یک بیک فرمایا قاصدین رب قدیر کے لئے جگہ خالی کر دیجئے سب باہر چلے گئے دروازے بند ہو گئے باہر آواز سنی یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک اے نفس مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل اللہ کے بعد دیر تک کچھ باتوں کی آواز آتی رہی۔ پھر خاموشی طاری ہو گئی سب اندر گئے تو وفات پا چکی تھیں۔ کچھ بزرگوں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا، منکر نکیر سے کیونکر گزری فرمایا جب انہوں نے مجھ سے من ربک کا سوال کیا۔ تو میں نے کہہ دیا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ سے کہہ دو کہ جب تو نے ایک ضعیف عورت کو نہیں بھلایا حالانکہ تیری بے شمار مخلوق موجود ہے تو میں جس کا تیرے سوا اور کوئی نہیں کیونکر بھلا سکتی ہوں جو تو آج فرشتوں کو بھیجکر مجھ سے سوال کرا رہا ہے۔ اسی طرح محمد اسلم طوسی نے قبر مبارک پر جا کر کہا۔ تو جو لاف زنی کرتی رہتی تھی کہ میں دونوں جہان سے فارغ ہو گئی اب بتا کہ کیا گزر رہی ہے۔ آواز آئی مجھے وہ چیز مبارک ہو جو میں نے دیکھی اور برابر دیکھ رہی ہوں۔ مختصر یہ کہ حضرت رابعہ بصری تابعین میں سے تھیں اور آپکی عظمت و جلالت کا اعتراف تمام معاصرین متقدمین و متاخرین کر رہا ہے۔ پوری زندگی عشق الٰہی میں بسر کر دی اور جیسا آپ نے اللہ کو چاہا۔ اللہ نے بھی ویسا ہی چاہا یہ کچھ کم شرف نہیں ہے کہ آپ محبوبیت کے منصب پر فائز تھیں براہ راست مخاطب ہوتی تھیں۔ کعبہ شریف چل کر خود استقبال کو آتا تھا۔ اپنے عہد کی سرگرم روزگار ولیہ گزری ہیں۔

(۳)

حضرت ابراہیم ادہمؒ

سلطنت دے کر درویشی خریدی

دربار شاہی میں حضرت خضر کا ورود حضرت ابراہیم ادہم فرمانروائے بلخ تھے اور بڑے شکوہ و جلال کے ساتھ سلطنت کر رہے تھے۔ کہ ایک روز دربار عام میں ایک شخص درانہ چلا آیا۔ تمام اعیان حکومت اور ارکان سلطنت اور خدام میں سے کسی کی جرأت نہ ہوئی جو اسے روکے کہ اس کے بشرے سے ہیبت ٹپکتی تھی، تخت کے آگے کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے پوچھا تو کون ہے اور کس غرض سے دربار میں آیا ہے بولا اس سرائے میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا یہ تو محل ہے۔ بولا اس سے پہلے اس میں کون رہتا تھا۔ فرمایا میرے باپ، بولا ان سے پہلے کہا میرے دادا۔ اسی طرح وہ سوال کرتا رہا اور آپ نام گنتے رہے، بولا پھر یہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے ایک آتا ہے ایک جاتا ہے یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ اور آپ تخت سے اٹھ کر پیچھے گئے اور جا کر پوچھا یہ تو فرمائیے کہ آپ کون بزرگ ہیں جواب تھا خضر، یہ سنتے ہی آپ کے قلب میں ایک آگ لگ گئی اس کے بعد آپ گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف چلے، دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی برابر غیبی صدائیں سنتے چلے جا رہے تھے ہر طرف، گھوڑا، زین پوش، جدھر دیکھتے یہ صدا سنتے کہ ابراہیم تو اس کام کے لئے پیدا نہیں ہوا بیدار ہو۔ سنبھل، رقت طاری ہوئی۔ دل ٹوٹا اتنے روئے کہ کپڑے تر ہو گئے اب جو دیکھتے ہیں تو بیک وقت حد ناسوت طے کر کے عالم ملکوت میں تھے، تو بڑی دقت کے ساتھ ہی حجاب اٹھنے شروع ہو گئے۔ تمام عالم ملکوت نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس سلطنت کے نشہ نے دنیوی سلطنت کا خواب بھلا دیا

ہم ہزار بار عرض کر چکے ہیں کہ دنیائے عرفان کی تجلیات کی جھلک میں وہ سرشاریاں ہیں کہ دنیا کی تمام لذات بحیثیت مجموعی بھی ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتیں آپ نے اپنا زنار لیا تھا

اور زرنگار رین تاج ایک چرواہے کے لباس میں بدل لیا۔ اور جنگلوں اور وادیوں میں گھومنے لگے معاصی کو یاد کر کے روتے اور ادھر ادھر دوڑتے پھرتے عجب حالت طاری تھی۔ دنیا اور دنیا والوں سے بیزار تھے۔

مجاہدات ومشاہدات

بلخ کے مرغزاروں کو چھوڑ کر گھومتے ہوئے نیشاپور پہنچے یہاں پہاڑ کے اندر مشہور اور خوفناک غار تھا اس کے اندر جا بیٹھے اور نو برس متواتر مجاہدانہ ریاضات کرتے رہے ہر جمعرات کو غار سے باہر آتے جنگل سے لکڑیاں چن کر جمعہ کی صبح کو بازار میں فروخت کر آتے۔ نماز جمعہ پڑھ کر لکڑیوں کی قیمت سے ایک روٹی خریدتے نصف کسی فقیر کو دے دیتے اور نصف خود کھا لیتے نو برس گزرنے پر آپ کی شہرت جو ہوئی تو یہاں سے نکل کر غائب ہو گئے۔ شیخ ابو سعید اس غار کی زیارت کو گئے تو معطر پایا۔ فرمایا۔ اللہ کے دوست کے اس میں قیام کا ثمرہ ہے، غار سے نکلے تو جنگل میں حضرت خضر مل گئے ان سے بیعت ہو کے کچھ نعمت باطنی پائی۔ یہاں سے آپ ہر ہر قدم پر دو دو رکعت پڑھتے ہوئے چودہ برس میں کعبہ شریف پہنچے مشائخ حرم استقبال کو نکلے۔ آپ چھوٹ قافلہ سے بڑھ گئے، لوگوں نے پوچھا کیا آپ ہی ابراہیم ہیں۔ فرمایا تم کس زندیق کو پوچھتے ہو، انہوں نے ایک تھپڑ رسید کیا، تو کون ہے جو ایسے بزرگ کو زندیق کہتا ہے، زندیق تو تو ہے فرمایا بالکل درست ہے نفس سے، پہلے تو بہت خوش تھا کہ مشائخ استقبال کریں گے۔ تھپڑ کھا کے بھی عقل آئی یا نہیں۔ آخر آپ مکہ معظمہ میں ہی مقیم ہو گئے، بہت سے لوگ بیعت ہوئے آپ لکڑیاں لا کر فروخت کرتے یا کھیتوں اور باغوں کی نگرانی کرتے اور اس کی اجرت سے گذارہ کرتے آپ کا بیٹا اپنی ماں کو ساتھ لے کر شاہانہ طمطراق سے حج کو گیا۔ آپ لکڑیاں لینے گئے ہوئے تھے بیٹا ملا آپ نے بھی بے محبت کی نظر سے اس کی طرف دیکھا ندا آئی۔ ہماری دوستی کا مدعی ہو کر غیر کو محبت سے دیکھتا ہے۔ آپ نے دعا کی۔ اسی وقت بیٹے کی روح قبض ہو گئی

فضائل واخلاق

کسی نے سوال کیا۔ کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتے فرمایا میرے پاس کیا رکھا ہے جو کھلاؤں کوئی عورت بھی بھوکی ننگی رہنے کیلئے کسی سے شادی کرلے گی۔ ایک درویش نے کہا تھا۔ کہ جس شخص نے شادی کی وہ کشتی میں بیٹھ

بیٹھ گیا۔ اور جب بچہ پیدا ہوا۔ گویا غرق ہو گیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلطنت دیکر درویشی خریدی ہے، پھر بھی اس سودے میں فائدہ ہی فائدہ رہا ہے۔

ایک شخص ہزار درہم لے کر آیا۔ فرمایا درویشوں سے میں کچھ نہیں لیتا۔ بولا میں تو امیر ہوں فرمایا کیا اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں بولا ہے فرمایا تو پھر اسے لے جا تو خود فقیروں کا سردار ہے۔ عطار سلمی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے پندرہ روز تک محض ریت پر گذارہ کیا۔ کہ پاس کچھ نہ تھا۔ اور ایک سفر میں چالیس روز تک محض مٹی پر گذارا کیا اور کسی کو خبر تک نہ ہونے دی۔ چالیس سال تک مکہ میں رہے مگر کھجور نہ کھائی۔ دن بھر مزدوری کرتے اور شام کو سب مریدوں پر خرچ کر دیتے۔ آپ ایک باغ میں میں ملازم تھے مالک نے ایک روز بہتریں انار مانگے۔ جب وہ کھٹے نکلے تو بولا تجھے ابھی تک ترش و شیریں کا بھی فرق معلوم نہیں ہوا۔ فرمایا آپ نے باغ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے۔ نہ کہ انار کھانے کو۔ بولا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابراہیم ادھم ہیں، یہ سن کر آپ باغ سے چلے گئے۔

ایک بار ایک جنگل میں ایک سپاہی نے پوچھا۔ تو کون ہے اور آبادی کدھر ہے فرمایا بندہ ہوں۔ آبادی کے لئے گورستان کی طرف اشارہ کر دیا اس نے ضرب مارا اور باندھ کر لے چلا۔ اور سر پھوڑ دیا۔ لوگوں نے جو دیکھا چلائے یہ کیا غضب کیا۔ یہ تو ابراہیم ہیں وہ قدموں میں گر پڑا اور معافی چاہی۔ فرمایا تجھے نہیں معلوم کہ تیرا یہ سلوک میری بلند مرتبت کا باعث تھا۔ اور میں نے جو کچھ کہا تھا سچ کہا تھا۔ اسی روز ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ کہ حوریں جیب و دامان میں موتی بھرے کھڑی ہیں اور پوچھنے پر بولیں ہمیں حکم ہوا ہے کہ ابراہیم کا سر پھوٹ گیا ہے وہ جنت میں آئے تو اس پر موتی نثار کرنا

رزق حلال کی انتہائی اہمیت

لوگوں نے آپ سے پوچھا اسکی کیا وجہ ہے کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں فرمایا وجہ یہ ہے کہ خدا اور رسول کو جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی ان کی اطاعت اور متابعت نہیں کرتے، قرآن پڑھتے ہو اور اس پر عمل نہیں کرتے اس کی نعمتیں کھاتے ہو اور شکر ادا نہیں کرتے، دوزخ کو سمجھتے ہو، مگر اس کی آگ سے بچنے کی سعی نہیں کرتے جانتے ہو کہ موت

آنے والی ہے، لیکن اس کا سامان نہیں کرتے، اپنے اعزا و احباب کو اپنے ہاتھوں دفن کرتے ہو، مگر عبرت پذیر نہیں ہوتے، اپنے عیوب ترک نہیں کرتے اور دوسروں کے عیوب دیکھتے رہتے ہو، پھر بھلا دعا کیونکر قبول ہو۔ ایک شب کو بیت المقدس کو آپ مقیم تھے کہ چالیس ٹاٹ پوش درویش آئے اور نماز پڑھی، ایک بولا آج یہاں ایک اور شخص چھپا ہوا موجود ہے جو ہم میں سے نہیں ہے۔ ان کے پیر نے کہا ادہم بیٹھا ہوگا۔ آج چالیس روز ہوگئے عبادت میں مزا نہیں آتا۔ آپ یہ سن کر فوراً سامنے آئے اور فرمایا حضرت کہئے اس کی وجہ تو بتلائیے فرمایا فلاں روز تم نے بصرہ میں کھجوریں خرید کر کھائی تھیں اور ایک گری ہوئی کھجور کو اپنی کھجور سمجھ کر کھا لیا تھا۔ آپ بصرہ پہنچے کھجوروں کے مالک سے معافی مانگی وہ کھجوروں والا بھی یہ قصہ سن کر اتنا متاثر ہوا کہ سب کچھ ترک کرکے فقیر ہوگیا، اور ابدال کا رتبہ پایا، اسی طرح آپ ایک جوان کے یہاں تین روز مہمان رہے، دیکھا واقعی بہت ریاضت و عبادت کرتا ہے مگر لذت ندارد ہے آپ اسے اپنے پاس مہمان لے گئے یہاں جو کچھ کھایا وہ بھی غارت ہوگیا۔ بولا یہ آپ نے کیا کیا فرمایا بھائی تیری روزی حلال کی نہیں ہے حلال اندر گیا تو باطن اصلی حالت پر آگیا، شیطانی پردہ پڑا ہوا تھا، خوب سمجھ لو کہ اساس کار روزی ہے اور تمام کام کی بنیاد ہی حلال روزی ہے۔

آج بھی ایک دنیا عدم قبولیت دعا اور عدم لذت عبادت کی شکوہ سنج ہے مسلمانوں کو اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے بواعث کیا ہیں، نہ طاعت میں دلیری و مستعدی ہے۔ اور نہ حلال روزی ہے اور نہ احتیاط، پھر شکوہ سنجی ہے بے جا، احتیاط چاہئے کہ ہمارے اندر کوئی لقمہ مشتبہ نہ چلے، جب تک روزی حلال نہ ہوگی نہ دعائیں ہونگی اور نہ عبادت اور زندگی میں کوئی لطف حاصل ہوگا۔

نکات و تعلیمات

فرمایا جس کا دل تین مواقع پر حاضر اور رجوع نہ ہو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس پر دروازے بند ہو چکے ہیں اولاً نماز کی حالت میں، دوسرے کلام اللہ کی تلاوت کے وقت تیسرے ذکر و شغل کے عالم میں

فرمایا تین حجابوں کے اٹھ جانے سے سالک کے دل کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اول

دو عالم کی سلطنت ملے تو بھی اظہار مسرت نہ کرے، دوسرے اگر اس سے سب کچھ چھن جائے تو
غمگین نہ ہو، تیسرے کسی قسم کی عطا و تعریف پر فریفتہ نہ ہو، کیونکہ مسرور ہونے سے اس کا حریص
ہونا، غمگین ہونے سے غصہ ور اور کمین ہوتا۔ اور تعریف پر فریفتگی سے پست ہمتی ثابت
ہوتی ہے۔

ایک شخص سے فرمایا، جماعت اولیا میں شمولیت کی آرزو ہے تو دنیا و آخرت کی ال
برابر بھی پرواہ نہ کرے اور خدا کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ لائے اور عبادت میں مصروف
رہے اور حلال روزی کھائے۔

فرمایا خواہ تجھے صائم الدہر اور قائم اللیل ہونے کا شرف حاصل نہ ہو، رات بھر نماز
پڑھنے اور دن بھر روزہ رکھنے کی توفیق نہ ہو۔ مگر جو کھائے وہ حلال روزی سے پیدا کیا ہوا
ہو۔ کسی شخص کو بھی بلند مرتبہ نماز روزے حج اور جہاد سے نہیں ملا۔ بلندی اسے ہی حاصل
ہوئی اور معرفت اسے ہی ملی جس نے اپنی روزی کو پاک رکھا۔ اور یہ سمجھ لیا۔ کہ وہ کیا کھاتا
ہے۔ حرام لقمہ سے نہ دعا قبول ہوتی ہے اور نہ طاعت و عبادت میں ذوق و شوق پیدا
پیدا ہوتا ہے۔ یہ کتنی اہم تعلیم ہے اور آپ روزی حلال پر کتنا زور دے رہے ہیں۔ مسلمانوں
کو اسے ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے

آپ نے خود زندگی بھر گھاس اور لکڑیاں فروخت کر کے اپنی روزی پیدا کی اور نگ زیب
اور سلطان ناصر الدین محمود جلیل القدر بادشاہ ہونے کے باوجود اسی لئے اپنی روزی محنت
سے پیدا کیا کرتے تھے اور رسول کریم نے بھی اسے افضل الجہاد۔ افضل العبادت فرمایا۔ اور
بتایا ہے۔ ایک عیال دار آدمی کو دن بھر کی محنت اور تگ و دو کے باوجود کچھ بھی نہ ملا شام
کو نہایت فکرمند اور غمگین چلا جا رہا تھا۔ آپ کو بیٹھے دیکھ کر بولا ابراہیم مجھے آپ کے اس اطمینان
پر رشک آتا ہے آپ فارغ بیٹھے ہیں اور میں متفکر ہوں۔ فرمایا میں نے اپنی تمام خیرات اور
عبادات تجھے بخشیں۔ تم ان لمحوں کا غم مجھے بخش دو۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اہل و عیال
کے لئے حلال روزی کا غم عبادات کے مقابلہ سے بھی بہتر ہے۔ گویا افضل العبادات کی شرح ہے
لوگوں نے پوچھا دل پر اللہ کی طرف سے حجابات کیوں طاری ہیں، فرمایا وجہ یہ ہے

کہ لوگ ان چیزوں کو دوست رکھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ لہو و لعب دنیوی میں مبتلا ہیں۔ اور آخرت کو بھولے ہوئے ہیں۔ اسی لئے لوگ زندگی اور اس لذت سے محروم ہیں جو غیر فانی ہے۔ فرمایا جب تک تو اپنی بیوی کو بیوہ، بچوں کو یتیم نہ سمجھے اور خاک پر کتوں کی طرح نہ سوئے اس وقت تک مردوں کی صفت میں بیٹھنے کی آرزو نہ کر اس کی نوری کما اس کی نافرمانی نہ کر یہ ایک عاشق ربانی کی تعلیمات کا ایک اجمالی خاکہ ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

کرامات و خوارق عادات

ایک دفعہ دیکھا کہ راہ میں ایک شخص نشہ شراب میں بدمست پڑا ہے، منہ میں خاک دھول لگی ہوئی ہے آپ نے اسی وقت اسے دھویا۔ اور فرمایا۔ جو موضع ذکر ربانی ہے اسی کو خاک میں آلودہ کر رکھا ہے شرابی کو جو ہوش آنے پر معلوم ہوا تو اس نے توبہ کر لی اس شب کو خواب میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے تو نے ہمارے مست بندے کا منہ دھویا۔ اس کے عوض ہم نے تیرا دل دھو دیا یہ ہے بدلا اہل اللہ کی خدمت کا۔

آپ پہاڑ پر کھڑے تھے کسی نے دریافت کیا کہ مرد کے کمال کی علامت کیا ہے فرمایا اگر پہاڑ کو حکم دے تو چل نکلے، پہاڑ اسی وقت چل نکلا۔ فرمایا تو کیوں چلتا ہے، میں نے جو کچھ کہا ہے مثالاً کہا ہے۔ آپ کسی کشتی پر سوار چلے جا رہے تھے کہ ہوا تیز و تند چلنے لگی اور موجوں نے غضباری اختیار کر لی، آپ نے قرآن کریم بلند کر کے عرض کیا، الٰہی تیری کتاب ہاتھ میں ہے اور تو اس حالت میں ہمیں غرق کر رہا ہے، اسی وقت طوفان بند ہو گیا۔

آپ کشتی میں سوار ہو کر کہیں جانا چاہتے تھے پاس کچھ نہ تھا۔ ملاح نے اجرت طلب کی آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر کہا خداوندا ملاح مجھ سے اجرت طلب کرتے ہیں اسی وقت کنارہ دریا کا تمام ریتہ سونا بن گیا۔ آپ نے مٹھی بھر انہیں بھی دے دیا

آپ ایک روز دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پھٹی گدڑی سی رہے تھے ایک شخص دیکھ کر بولا ابراہیم سلطنت بلخ چھوڑ کر کیا پایا۔ آپ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور فرمایا میری سوئی مجھے دے، اسی وقت ہزار ا مچھلیاں سنہری سوئیاں منہ میں لے کر نکلیں اور سامنے ڈال دیں۔ بولے جو میں نے پایا اس کی حقیر تر اور کمتر چیز یہ ہے۔

ایک روز درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک مقام پر قیام کیا۔ ایک بولا یہاں پانی اور لکڑیاں سب موجود ہیں۔ اگر حلال گوشت ملتا تو بھون کر کھاتے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ ابھی گوشت بھیج دے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک شیر غراتا چلا آرہا ہے آگے آگے گورخر ہے۔ انہوں نے اسے پکڑ کر ذبح کیا۔ کباب بنالئے اور شیر بیٹھا دیکھتا رہا۔

ایک مرتبہ آپ حج کو جارہے تھے، لوگ بولے کیا کریں، زاد راہ ختم ہوگیا۔ فرمایا خدا پر بھروسہ رکھو، اور اس درخت کو دیکھو، نظر جو اٹھائی تو درخت سونے کا تھا۔

مرتبہ اور بزرگی آپ امام ابو حنیفہ کی صحبت میں اکثر شریک ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ جو گئے تو امام صاحب کے دوستوں نے آپ کو حقارت سے دیکھا لیکن جب امام صاحب نے آپ کو سیدنا ابراہیم کہہ کر مخاطب کیا تو سب متحیر ہوئے اور پوچھا کہ انہیں یہ سعادت کہاں سے نصیب ہوئی۔ بولے ہم تو اور کاموں میں لگے رہتے ہیں اور آپ اللہ کی طاعت و عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نے سلطنت کی شان و شکوہ چھوڑ کر فقیری کی فقر و فاقہ میں تمام زندگی بسر کی، محنت و مزدوری سے گزارہ کیا بوسیدہ اور دریدہ لباس پہنے رہے یہ صحیح ہے بالکل فقیرانہ تھی تاہم آپ سے ہزارہا بندگان خدا کو فیض پہنچا۔ حضرت جنید فرمایا کرتے تھے کہ اس جماعت کے تمام علما کے علم کی کلید حضرت ابراہیم ہیں۔ نہایت متقی زاہد عبادت گزار اور صاحب عرفان بزرگ تھے صدیقیت کا مرتبہ رکھتے تھے۔ بڑے بڑے مشائخین اور علما آپ کی منزلت کرتے تھے آپ کی تعلیمات اور عشق الٰہی سب کچھ سبق آموز ہے بادی النظر میں یہ زندگی بہت مشکل اور راہبانہ نظر آتی ہے لیکن عشق میں کس کی حالت درست رہی ہے اور کسے تن بدن کا ہوش رہا ہے۔ جو آپ کو رہتا۔ قیس و فرہاد کو عشق مجازی ہی نے دیوانہ بنا رکھا تھا۔ آپ تو عاشق ازلی تھے۔ آپ کا انتقال شام میں ہوا۔ اور وہیں حضرت لوط کے جوار میں آپ کا مزار ہے

تاریخ وصال ۲۶، ربیع الاول سنہ ۱۶۲ھ ہے۔

(۴)

حضرت فضیل بن عیاض رحؒ

ڈاکہ مارتے مارتے خدا مل گیا

ڈاکہ زنی و غربا نوازی

حضرت فضیل بن عیاض بڑے زبردست اور یگانہ روزگار ولی گذرے ہیں اللہ کی دین ہے پہلے ڈاکہ زنی کرتے تھے توبہ جو کی تو چودہ طبق روشن ہو گئے ابتدا میں عجیب حالت تھی ایک گھنے جنگل میں گاؤں سے دور خیمہ زن رہتے پشمینہ کی ٹوپی ٹاٹ کے کپڑے گلے میں تسبیح، نماز کے اتنے پابند کہ کبھی بلا جماعت نماز نہ پڑھتے اور ساتھیوں میں سے بھی جو نماز نہ پڑھتا اسے علیحدہ کر دیتے جتنے خدام تھے وہ بھی نمازی تھے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ عبادت میں گو انہماک بھی تھا نفلی نماز اور نفلی روزے بھی ایک یا دو یا دس پانچ نہیں بکثرت رکھتے رہتے سب چور ڈاکو اور سب کے سب نمازی و عبادت گزار بڑے بڑے قافلے لوٹتے۔ ڈاکو لوٹ کا سارا مال لا کر آپ کے سامنے رکھ دیتے۔ چونکہ آپ سردار تھے آپ ہی تقسیم کرتے اور حسب پسند مال اپنے لئے رکھ لیتے ایک روز ایک بڑا قافلہ ادھر سے گزر رہا تھا ڈاکو اس پر حملہ آور ہوئے ایک شخص قافلے سے الگ ہو کر اپنی نقدی کسی محفوظ جگہ جنگل میں دفن کرنے نکل گیا۔ اس نے جو دیکھا۔ کہ خیمہ میں ایک شخص تسبیح و مصلے سمیت بیٹھا ہے تو اس نے بزرگ سمجھ کر روپیہ اس کے سپرد کر دیا۔ اور قافلہ میں آگیا۔ قافلہ کو لٹنے کے بعد وہ خیمہ کی طرف روپیہ لینے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ڈاکو وہاں بیٹھے ہوئے لوٹ کا مال تقسیم کر رہے ہیں

وہ بہت پریشان ہوا کہ میں نے اپنی نقدی اپنے ہاتھوں ڈاکوؤں کے حوالے کر دی وہ خوف سے پیچھے ہی پھرا کہ حضرت فضیل نے دیکھ کر دور سے آواز دی یہ ڈرتا ڈرتا گیا۔ پوچھا کیوں آیا ہے، آہستہ آہستہ رک رک کر کہا۔ کہ اپنی امانت لینے آیا تھا۔ آپ نے اس کی امانت بلا تکلف اس کے سپرد کر دی، ڈاکوؤں کے استفسار پر آپ نے اس کی یہ توجیہ کی کہ

اس شخص نے میرے متعلق نیک گمان کیا تھا۔ اور میں بھی اللہ تعالیٰ پر نیک گمان کرتا ہوں میں نے اس کا گمان سچ کر دیا تاکہ اللہ میرے گمان کو سچ کر دے۔

اس کے بعد دوسرا قافلہ گذرا اور وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ قافلہ ہی کے ایک شخص نے پوچھا تمہارا سردار کہاں ہے، بولے کنارِ دریا پر نماز پڑھ رہا ہے کہا نماز کا وقت تو نہیں بولے نفلی نماز پڑھ رہا ہے، پوچھا وہ تمہارے ساتھ کھانے میں شامل نہیں بولے روزے سے ہے، کہا رمضان تو نہیں، بولے نفلی روزہ رکھے ہوئے ہے یہ شخص متعجب ہو کر آپ کے پاس آیا۔ اور پوچھا حضرت نماز اور روزہ کی یہ دھوم دھام اور اس پر چوری اور ڈاکہ زنی، فرمایا کیا تو نے قرآن کی وہ آیت نہیں پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے "کہ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور نیک و برے دونو عمل کئے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ انہیں بخشدے اور ان کے گناہ معاف کر دیگا۔

نہایت دلیر اور جری ہونے کے ساتھ نہایت ذی مروت باہمت اور غربا پرور بھی تھے اور بیکسوں اور ضعیفوں کی امداد میں بہت خوشی محسوس کرتے تھے قافلوں میں جن کے پاس تھوڑا مال ہوتا اس سے نہ لوٹتے بلکہ غریبوں کو اور اپنی طرف سے تھوڑا تھوڑا مال دے کر رخصت کرتے۔ قافلوں میں کبھی کسی عورت کو نہیں لوٹا ہمیشہ مالداروں ہی پر ہاتھ ڈالا اور بھلائی کی طرف نظر رہی، خراسان کے ملک میں ڈاکے ڈالتے تھے اور یہیں کے رہنے والے تھے۔ ایک ماہ پیکر عورت پر عاشق تھے ڈکیتی اور رہزنی و غارت گری سے جو کچھ حاصل ہوتا اسے پہنچا دیتے گاہے گاہے اس کے پاس بھی جاتے اسکی محبت نے قلب میں اور آگ لگا رکھی تھی، اس کے فراق میں رویا بھی کرتے۔ غرض آپ کی ابتدائی زندگی عشق و محبت، غربا پروری ضعفا نوازی اور ظلم و رہزنی اور عبادت و بندگی کا ایک عجیب نمونہ تھے،

سچی توبہ اور حصول کمال

عشق نے قلب میں آگ لگائی، غربا نوازی نے کشش پیدا کی، عبادت و ریاضت نے دل کو نرم کیا آقائے حقیقی کا کرم ہوا، شب کے وقت ایک قافلہ ادھر سے گذرا۔ ایک شخص اونٹ پر بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھتا چلا جا رہا تھا۔ کہ یہ آیت آپ کے گوش زد ہوئی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا

تَخْشَعْ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ یعنی کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ایمانداروں کے دل اللہ کے ذکر سے لرزنے لگیں۔

زنگ برق ہی جو کہ کوند گئی۔ ایک تیر تھا جو جگر میں پیوست ہو گیا۔ ایک چنگاری تھی جس نے ایک آگ لگادی۔ آپ "آگیا" "آگیا" کہتے ہوئے بے تابانہ نکل کھڑے ہوئے زار زار روتے تھے اور جنگل میں ادھر ادھر دوڑتے پھرتے تھے تمام معاصی گذشتہ سے توبہ کی۔ جس جس کا مال لوٹا تھا۔ اور جسے آپ جانتے تھے فرداً فرداً اس کے پاس پہنچے اور قصور معاف کرائے انہی میں ایک قسی القلب یہودی بھی تھا۔ وہ کسی طرح معاف کرنے پر راضی نہ ہوتا تھا پہلے اس نے ریت کے ایک بڑے ٹیلے کو اٹھا کر پھینک دینے کی شرط کی جو ایک ہوائے غیبی سے اڑ کر رات فنا ہو گیا۔ پھر بولا میں قسم کھا چکا تھا۔ کہ جب تک تو میرا مال نہ دیگا میں معاف نہ کرونگا میرے سرہانے روپوں کی ایک تھیلی رکھی ہوئی ہے وہ زمین سے نکال کر مجھے دیدے

آپ نے اسی وقت تھیلی نکال کر اس کے حوالے کی۔ یہودی یہ دیکھ کر فوراً مسلمان ہو گیا۔ بولا میں نے توراۃ میں دیکھا ہے کہ جو شخص سچی توبہ کرتا ہے وہ اگر مٹی پر بھی ہاتھ ڈالے تو سونا ہو جاتی ہے۔ میں نے اسی آزمائش کے لئے ایک تھیلی خاک سے بھر کر رکھ دی تھی اب مجھے علم ہو گیا۔ کہ تیری توبہ سچی ہے اور دین بھی حق ہے۔ پھر آپ نے ایک امیر سے جا کر کہا۔ کہ میں نے بے شمار گناہ و جرم کئے ہیں۔ مجھے بادشاہ کے سامنے پیش کرو کہ مجھ پر حد جاری کرے اور مجھے سزا دے۔ لیکن بادشاہ کے سامنے جو گئے تو اس نے الٹی عزت کی اور پورے احترام و اعزاز کے ساتھ گھر بھیجدیا۔ گھر پہنچے اور بیوی سے بولے کہ میں تو مکہ معظمہ جارہا ہوں اگر تمہاری رائے ہو تو تمہیں آزاد کردوں۔ وہ بولی نہیں آپ جہاں جلیں گے وہیں جاؤنگی اور آپ کی خدمت کرتی رہونگی۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کو روانہ ہو گئے اور حرم کی مجاوری کرنے لگے

خلیفہ ہارون رشید کو نصائح

کہ معظمہ میں عرصہ تک عبادت و ریاضت کرنے سے آپ کی باطن کی آنکھ کھل گئی بڑے بڑے اولیائے کرام سے فیض اٹھایا۔ پھر آپ نے حضرت ابو حنیفہ کے پاس ایک مدت رہ کر علم حاصل کیا اور آخر الامر تو ولایت و غوثیت کے منصب رفیع پر فائز ہو گئے اور آپ کا شہرہ دور

دور تک پہنچ گیا۔ چنانچہ ایک روز خلیفہ ہارون رشید نے اپنے وزیر اعظم فضل برمکی سے کہا میرا دل اس شکوہ و طمطراق سے اکتا گیا ہے چاہتا ہوں کہ کسی بزرگ کے پاس چلوں، پہلے وہ تو حضرت سفیان کے پاس پہنچے، پوچھا کون ہے۔ فرمایا کون ہے جواب ملا امیر المومنین فرمایا مجھے اطلاع کیوں نہ کر دی کہ میں خود ہی حاضر ہو جاتا۔ امیر المومنین بولے کہیں اور چلو دونوں حضرت فضیل بن عیاض کے دروازے پر پہنچے۔ آپ اسوقت تلاوت میں مصروف تھے اور یہ آیت زبان پر تھی۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (جو لوگ بد اعمالیوں میں ہیں وہ سمجھے ہوئے ہیں وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر مرتبہ دینگے جو نیک عمل کرتے ہیں) خلیفہ نے کہا نصیحت کے لئے تو صرف یہ آیت ہی کافی ہے اس کے بعد دروازہ کھٹکھٹانے پر اندر سے آواز آئی۔ کون ہے جواب ملا امیر المومنین۔ فرمایا امیر المومنین کو مجھ سے اور مجھ کو امیر المومنین سے کیا سروکار بہتر ہے کہ مجھے دوسری طرف مشغول نہ کریں۔ فضل نے کہا فضیل امیر المومنین صاحب امر ہیں ان کی اطاعت آپ پر فرض ہے فرمایا مجھے فکر میں مبتلا نہ کیجے وزیر اعظم نے کہا اجازت سے اندر آجائیں یا حکم سے فرمایا اجازت تو دیتا نہیں حکم سے آئیں تو آپ کی مرضی ہے خلیفہ اندر چلا گیا۔ آپ نے فوراً چراغ گل کر دیا۔ کہ آپ کی نظر خلیفہ کے چہرے پر نہ پڑے

اندھیرے میں خلیفہ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ پر پڑ گیا۔ فرمایا کیا نرم ہاتھ ہے مگر دوزخ سے محفوظ رہے یہ کہا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے سلام پھیرتے ہی خلیفہ نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ آخر کوئی بات تو کیجے۔ فرمایا تمہارے باپ آقائے دو جہاں کے چچا تھے ان کی اس استدعا پر کہ مجھے کسی قوم کی سرداری عطا فرمائیے۔ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ میں نے تمہیں تمہارے نفس پر امیر بنایا۔ خلیفہ نے کہا اور کچھ فرمائیے۔ فرمایا جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے احاد بن صبوان، سالم بن عبد اللہ اور محمد بن کعب کو بلا کر کہا۔ کہ اب مجھے کوئی راہ عمل بتلائیے اس پر ایک صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ اگر نجات کی آرزو ہے تو بوڑھوں کو باپ جوانوں کو بھائی چھوٹوں کو فرزند اور عورتوں کو ماں بہن اور بیٹی سمجھے۔ خلیفہ نے کہا اور کچھ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے تیار رہو۔ کل روز

قیامت ایک ایک مسلمان کے متعلق تجھ سے سوال ہوگا اور کہیں ایک ضعیف بڑھیا بھی کسی رات کو بھوکی سو گئی تو حشر کے دن تیرا دامن پکڑے گی یا در کھ بہت سے امیر دوزخ میں جائینگے اور کہیں تو بھی ان ہی میں نہ ہو ۔

خلیفہ زار و قطار رو رہا تھا ۔ اتنا رویا کہ آخر میں بے ہوش ہو گیا فضل نے کہا بس کیجئے آپ نے تو امیر المومنین کو مار دیا ۔ فرمایا خاموش رہ تو نے اور تیری قوم نے خلیفہ کو مار ڈالا ۔ ہارون رشید نے ہوش میں آ کر کہا ۔ کہ آپ قرضدار ہیں ۔ فرمایا ہاں اللہ کا ۔ عرض کیا اب مخلوق کے متعلق سوال کر رہا ہوں ۔ فرمایا اللہ کا شکر ہے اس کی دی ہوئی ہر نعمت موجود ہے ہارون رشید نے ایک ہزار اشرفیاں سامنے ڈال دیں فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتا ہے کہ تجھ پر میری نصائح کا کچھ بھی اثر نہیں یہ کہا اور دروازہ بند کر لیا ۔ ہارون رشید نے باہر نکل کر برمکی سے کہا کہ درحقیقت مرد تو فضیل ہے ۔

تعلیمات و ارشادات

فرمایا جب اللہ تعالیٰ بندہ کو دوست بناتا ہے تو بہت سی تکالیف دیتا ہے اور جب دشمن بناتا ہے تو دنیا اس پر فراخ کر دیتا ہے ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہے اور عقل کی زکوٰۃ غم ہے جس پر خوف الٰہی غلبہ پا لیتا ہے اس کے منہ سے کوئی فضول اور غیر مفید بات نہیں نکلتی اور دنیا کی رغبت کرنا ترک کر دیتا ہے ۔ اور اللہ سے ڈرنے والے سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اس سے نہیں ڈرتا اس سے کوئی نہیں ڈرتا ۔ بندہ کا علم اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے اس وقت تک دنیا میں کسی کو کوئی چیز نہیں ملتی جب تک کہ آخرت کے مرتبے اس کے لئے کم نہ کر لئے گئے ہوں فرمایا تین چیزوں کی تلاش عبث ہے کہ وہ نایاب ہیں ۔ اولاً ایسا عالم جس کا عمل اس کے علم کے برابر ہو ، دوسرا ایسا عامل جس کا اخلاص اس کے علم کے مساوی ہو ، تیسرے ایسا بھائی جو بے عیب ہو ۔ زبان سے اظہار مودت کرنے اور دل میں دشمنی رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے ۔

فرمایا جوانمردی یہ ہے کہ کسی سے امداد نہ طلب کرے ۔ توکل یہ ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی پر بھروسہ نہ رکھے اس کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے اور زاہد وہ ہے جو پیکر تسلیم و رضا ہو

خواہ وہ کچھ بکرے، متوکل وہ ہے جو اللہ پر یقین و اعتماد رکھتا ہو اور اس کی شکایت نہ کرے، فرمایا جب کوئی تجھ سے پوچھے کہ تو اللہ کا دوست رکھتا ہے تو خاموش رہ کر انکار کریگا۔ تو کافر ہو جائیگا اور اقرار کرے گا۔ تو تیرے کام دوستوں جیسے ہونگے اور یہ محض جھوٹ ہوگا۔

بہت سے لوگ طہارت گاہ سے پاک ہو کر آتے ہیں اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو بیت السر شریف سے باہر آتے ہیں تو پلید ہو کر آتے ہیں عقلمندوں کے ساتھ جنگ کرنا بیوقوفوں کے ساتھ حلوہ کھانے سے بہت آسان ہے، دو عادتیں دل کو خراب کر دیتی ہیں، بہت سونا اور بہت کھانا فرمایا، اگر مجھے حکم دیا جائے کہ ایک دعا مانگ لے وہ ضرور مقبول ہوگی تو میں بادشاہ کی اصلاح کے لیے دعا مانگوں، کیونکہ اسکی اصلاح مخلوق کی اصلاح ہے اور اس سے ایک دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے

خوف و عبادت

آپ پر ہمیشہ خوف الٰہی طاری رہتا تھا تیس برس تک کسی نے بھی آپ کے لبوں پر تبسم نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ آپ نے ایک قاری کو نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن شریف پڑھتے سنا فرمایا اے میرے بیٹے کے پاس لے جاؤ مگر سورۃ القارعہ اس کے سامنے نہ پڑھنا اس میں قیامت کا ذکر ہے اور اس میں اس کے سننے کی طاقت نہیں اتفاق سے قاری نے سورۃ القارعہ ہی پڑھنی شروع کر دی صاحبزادہ نے ایک نعرہ مارا اور دم توڑ دیا

آپ نے اپنے وصال کے وقت بیوی سے کہا۔ کہ میں دو بیٹیاں چھوڑ رہا ہوں جب میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جاؤ تو انہیں کوہ بوقبیس پر لے جا کر آسمان کی طرف منہ کرنا اور کہنا بارالہا تیرے فضیل نے وصیت کی ہے کہ میں جبتک زندہ رہا تیری ان امانتوں کو اپنے پاس رکھا اور اب کہ تو نے مجھے زندان گور میں محبوس کر دیا ہے میں انہیں تیرے سپرد کرتا ہوں نیک دل بیوی نے یہی کیا، بہت روئی۔ دعا مانگی۔ گڑگڑائی اسی وقت امیر یمن اپنے دو بیٹوں سمیت ادھر سے گزرا اور عورت کو روتے دیکھ کر حال پوچھا اس نے تمام سرگزشت کہہ سنائی، امیر نے کہا میں ان کو بطور اپنے دونوں بیٹوں سے ان کا عقد کئے دیتا ہوں چنانچہ وہ رضامندی حاصل کر کے انہیں یمن لے گیا اور انکی شادی دس دس ہزار پر اپنے بیٹوں کے ساتھ کر دی

حضرت فضیل بن عیاض مشائخ کبار میں سے تھے جس دن سے توبہ کی اللہ کی عبادت میں مشغول رہے، فقر و فاقہ میں زندگی بسر کی ۳۔ ربیع الاول ۱۸۶ھ کو وصال ہوا مکہ میں مزار ہے

(۵)

حضرت حبیب عجمیؒ

سود کھاتے کھاتے اللہ کو پالیا

سود خواری اور توبہ حضرت حبیب عجمی بہت بڑے صاحب نسب افضل اولیا میں سے تھے۔ ابتدا میں نہایت بدنام اور سخت دل تھے اللہ نے بہت کچھ دے رکھا تھا۔ بہت متمول اور صاحب ثروت تھے مگر جتنی دولت بڑھتی جاتی تھی، بخل و قساوت میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ سود پر روپیہ دیتے تھے اور بڑی ہی قسی القلبی اور قساوت و بیدردی کے ساتھ وصول کرتے تھے روز کا کام تھا۔ کہ صبح اٹھتے اور قرضداروں کے پاس تقاضے اور سود کی وصولی کے لئے پہنچ جاتے اور قرضدار کے ہیں خواہ کچھ کھانے اور دینے کو ہو یا نہ ہو یہ لئے بغیر نہ ٹلتے، قرضدار صورت سے ڈرتے تھے ایک دفعہ آپ ایک شخص کے ہاں گئے، سود کا تقاضا کیا۔ گھر والی نے کہا۔ کہ میرا شوہر تو باہر گیا ہوا ہے، میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے ایک بکری ذبح کی تھی اب بچوں کے کھانے کے لئے صرف ایک سری رکھی ہوئی ہے اور کچھ نہیں،

بولے میں نہیں جانتا سری ہی مجھے دو۔ وہ سری لاکر بیوی کو دی کہ یہ سود میں ایک جگہ سے ملی ہے آج اس کو پکا۔ سری پک رہی تھی ایک فقیر نے دروازے پر صدا لگائی بولے جا ہمارے ہاں تیرے لئے کچھ نہیں جو ہم تجھے کچھ دیں۔ تو اس سے تو کچھ مالدار نہ ہو جائے گا۔ مگر ہم غریب ہو جائیں گے۔ فقیر مایوس ہو کر چلا گیا۔ بیوی نے دیگچی کھول کر دیکھی تو سری کی بجائے زندہ خون اس میں بھرا ہوا تھا۔ اس نے شوہر سے ذکر کیا۔ یہ حالت دیکھ کر آپ بہت متاثر ہوئے اور دل میں ایک دھواں اٹھا۔ وقت آگیا تھا قسمت بیدار ہو چکی تھی۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اسے کیا ادا پسند آگئی تھی۔ بیوی سے بولے۔ آج میں نہ صرف سود لینے سود کھانے بلکہ تمام گناہوں سے

توبہ کرتا ہوں۔ دوسرے دن جمعہ کا دن تھا۔ گھر سے اپنا روپیہ واپس لینے کے لئے نکلے۔ بچے کہیں رہے تھے دیکھتے ہی بولے ہٹو ایک طرف ہو جاؤ دیکھو حبیب سود خوار آرہا ہے، مبادا اس کے پاؤں کی گرد ہم پر پڑے اور ہم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں یہ سن کر دل میں اور شعلے بھڑک اٹھے۔ لوگوں کے پاس جانے کی بجائے سیدھے حضرت خواجہ حسن بصری کی بارگاہ اقدس میں پہنچے انہوں نے چند باتیں جو کہیں تو دل کی پوری دنیا تباہ کر رکھی تھی۔ انہی کے ہاتھ پر صدق دل سے توبہ کرلی۔

اب حبیب وہ حبیب ہی نہ تھے کچھ سے کچھ ہو چکے تھے دل میں روشنی پیدا ہو گئی تھی اور جان و روح میں ایک نئی آگ لگی ہوئی تھی۔ واپسی میں ایک قرضدار نے آپ کو دیکھا اور دیکھتے ہی بھاگ گیا۔ ابا اور پکار کر کہا بھاگنے والے حبیب وہ حبیب نہیں رہا۔ اب نہ بھاگ تیرے بھاگنے کا وقت گیا۔ اور میرے بھاگنے کا وقت آگیا۔ اتفاق سے راہ میں پھر کچھ بچے کھیلتے ملے۔ دیکھتے ہی بولے حبیب آرہے ہیں دور ہٹ جاؤ۔ کہ ہماری گرد ان پر نہ پڑے کیونکہ توبہ کرکے پاک ہو چکے ہیں آپ پر اسی وقت رقت طاری ہوئی بولے بارالہا۔ تیری شان بندہ نوازی کے قربان تجھ سے صلح کئے ہوئے ایک ہی دن گذرا ہے کہ تونے اسکی خبر اپنے دوستوں اور بچوں تک پہنچادی اور میرا نام نیکی کے ساتھ مشہور کر دیا۔ جھومتے تھے اور روتے تھے۔

عشق و عبادت

اسی روز اپنے شہر میں منادی کرادی کہ جس جس کا مال میرے پاس رہن رکھا ہے وہ آکر لے جائے مجھے اپنے روپے کی بھی ضرورت نہیں گھر میں جو کچھ تھا وہ رب راہ خدا میں لٹا دیا۔ انتہا یہ کہ مانگنے والوں کو اپنا پیراہن اور بیوی کی چادر تک دے ڈالی اور دونوں برہنہ ہو گئے۔ اب گھر میں اللہ کے نام کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ بصرہ کا ایک دولتمند آن کی آن میں ایسے سے فقیر ہو گیا۔ اور خوش تھا۔ کہ دولت دیکر بڑی دولت پائی۔ اس کے بعد آپ کنارہ دجلہ ایک جھونپڑی ڈال کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ پھر یہ کیا۔ کہ دن کے وقت تو حضرت خواجہ حسن بصری کی مجلس میں جاکر اور حاضر ہو کر علم سیکھتے رہتے۔ اور رات بھر نماز میں مصروف رہتے کچھ روز تو بیوی کے پاس اس باقی رہنے

اور ڈبے کے چھپے زیور سے جو لے جہیز میں ملا تھا۔ گذر ہوتی رہی، آپ تو عشق الٰہی میں محو تھے کچھ ہوش ہی نہ تھا۔ کہ کہاں سے آرہا ہے کیا ہو رہا ہے کیسے گذر ہو رہی ہے اس کے بعد ایک دن بیوی نے کہا۔ کہ اب بچوں کے لئے کھانے کی ضرورت ہے فرمایا بہتر جا کر مزدوری کرنے جاتا ہوں یہ کہہ کر صبح گھر سے نکل گئے اور جنگل میں جا کر عبادت شروع کر دی، دن بھر نماز میں مصروف رہے، شام کو گھر گئے، بیوی نے کہا، کچھ کما کر لائے، فرمایا، میں جس کی مزدوری کر رہا ہوں وہ نہایت شریف و کریم ہے، مجھے اس سے مزدوری مانگتے شرم آتی ہے خود ہی کہتا ہے کہ میں دسویں روز مزدوری دیا کرتا ہوں وہ وقت پر خود ہی بلا مانگے دے دیگا۔

دس روز یہی گذر گئے، آپ دن بھر عبادت کرکے شام کو گھر آجاتے۔ دسویں روز فکر ہوئی کہ آج بیوی کو کیا جواب دونگا، آپ شرمندہ و نادم گھر میں آگئے، دروازے پر پہنچے تو گھر کے اندر سے کھانے کی خوشبوئیں آئیں متحیر اندر گئے بیوی آپ کو دیکھ کر سامنے آئیں اور نرمی اور منت سے کہا کہ آپ کس کی مزدوری کرتے تھے واقعی وہ بڑا کریم ہے آج دوپہر ہی کو اس نے ایک مزدور کے ہاتھ ایک بوری آٹا، ایک ذبح کی ہوئی بکری کچھ شہد، اور گھی اور تین سو درہم مجھے بھیجدئے اور کہلا بھیجا۔ کہ حبیب سے کہدینا کہ ان کے مالک نے کہا ہے کہ اپنے کام میں ترقی کریں تاکہ مزدوری و اجرت میں ترقی و زیادتی ہو، بولے واقعی میرا آقا بڑا کریم ہے، یہ سب سامان اللہ نے فرشتوں کے ذریعہ بھجوایا تھا۔

اس کے بعد آپ ہمہ تن مصروف عبادت ہوگئے حجابات اٹھتے اور مقامات کھلتے چلے گئے ولایت کے درجہ پر پہنچکر مستجاب الدعوات ہوگئے ایک روز آپ اپنے صومعہ میں مصروف نماز تھے کہ خواجہ حسن بصری تشریف لے آئے اور خود بھی باقتدا باندھ کر کھڑے ہوگئے، آپ عجمی تھے عربی الفاظ کا تلفظ صحیح نہ تھا۔ آپ نے الحمد کو المحد پڑھا۔ حضرت حسن نے فرمایا حبیب تیرے پیچھے نماز جائز نہیں، چنانچہ انہوں نے پیچھے علیحدہ ہو کر نماز ادا کی اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ دربار ایزدی قائم ہے، عرض کیا بار الٰہا تیری رضا کس امر میں ہے، حکم ہوا حبیب کے پیچھے نماز پڑھنے میں، حسن تو نے صحت لفظی کا تو خیال کیا صحت نیت پر نظر نہ کی تجھے کیا خبر کہ ہمیں اس کی زبان سے یہ لفظ کیسا پیارا معلوم ہوتا ہے، یہ تھا حبیب عجمی کا درجہ اور منزلت

کیوں نہ ہو آپ کے قلب میں محبت الٰہی کا ایک تنور گرم تھا عشق کی آگ لگی ہوئی تھی۔ اور اللہ زبان نہیں دل اور نیت بھی دیکھتا ہے

کرامات وخوارق عادات

ایک دفعہ امام شافعی اور امام احمد حنبل دونو تشریف لائے کہ حبیب عجمی سامنے سے ظاہر ہوئے موخر الذکر نے فرمایا کہ آج ہم ان سے کچھ پوچھیں گے اول الذکر نے جواب دیا جانے بھی دیجیے یہ تو لوگ ہی عجیب المخلوقات ہیں۔ آخر آپ کے تشریف لانے پر امام احمد حنبل نے پوچھا۔ کہ اس شخص کی نمازوں کے متعلق کیا کہیں گے جس کی پانچوں نمازوں میں سے ایک قضا ہو گئی اور اسے خیال نہیں رہا کہ وہ کونسی نماز ہے۔ فرمایا ایسے خدا سے غفلت برتنے کے جرم میں انتہاء کرنا کرنا چاہیئے اور کہنا چاہیئے کہ وہ پانچوں وقت کی نماز قضا ادا کرے امام احمد دنگ رہ گئے اور امام شافعی بولے میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔ کہ ان سے کوئی سوال نہ کرنا چاہیئے ان کے رستے اور ہیں۔ اور آئینیں اور۔

حجاج ظالم کسی امر پر حضرت خواجہ حسن بصری سے اظہار حق پر ناراض ہو گیا اس نے ان کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا۔ وہ حضرت حبیب کے عبادت خانے میں آکر روپوش ہو گئے۔ سرہنگان حجاج پیچھے پیچھے گئے۔ ہر طرف دیکھا۔ مگر انہیں نظر ہی نہ آئے۔ بولے حبیب حجاج جو کچھ تمہارے ساتھ سختی روا رکھتا ہے تم اسی کے مستحق ہو۔ کہ کذب بیانی سے کام لیتے ہو۔ فرمایا وہ تو عبادت خانے ہی میں ہیں۔ اگر تمہیں نظر نہ آئیں تو میرا کیا قصور ہے۔ وہ پھر اندر گئے اور نہ پایا ناکام واپس گئے۔ خواجہ نے کہا۔ کہ حبیب خوب حق استادی ادا کیا۔ کہ میرا پتہ بتا دیا۔ فرمایا میرے صحیح بولنے ہی سے نجات ملی ورنہ دونو گرفتار ہو جاتے۔ میں نے دعا کی تھی کہ خدایا میں نے حسن کو تیرے سپرد کیا۔ تو اس کی حفاظت کر دیکھیے خدا نے کیسی حفاظت کی۔ کہ آپ سامنے بیٹھے رہے اور کسی کو نظر نہ آئے۔

ایک عورت نالاں و گریاں حاضر ہوئی اور کہا میرا بیٹا گم ہو گیا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ چاندی ہو تو اسے اللہ کی راہ پر دے اس نے دو درہم خیرات کر دیئے فرمایا جا تیرا بیٹا گھر پر موجود ہے۔ گھر جا کر دیکھا تو بیٹے کو موجود پایا بیٹے نے کہا کہ میں بہت دور

گران میں تھا۔ مالک نے مجھے گوشت لینے بازار بھیجا۔ کہ یکایک ایک ہوا آئی جس نے اٹھا کر مجھے یہاں ڈال دیا۔ میں نے اکساد ازسی ضرورتی۔ کہ اے ہوا اسے اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دے بہت سے لوگ ایسے تھے کہ انہوں نے جس دن آپ کو عرفات میں دیکھا تھا اس روز معلوم ہوا کہ آپ بصرے ہی میں تھے۔ ایک روز آپ اپنی پوستین چھوڑ کر وضو کے لئے چلے گئے واپسی میں دیکھا۔ کہ حضرت حسن بصری وہاں کھڑے ہیں۔ بولے تم یہاں پوستین کس پر چھوڑ کر چلے گئے تھے فرمایا اس کے بھروسہ پر جس نے آپ کو اس کی نگہبانی پر مامور کیا۔

ایک دفعہ بصرہ میں قحط پڑا۔ آپ برابر لوگوں میں کھانا تقسیم کرتے رہتے تھے ایک تھیلی سی کر سرہانے رکھ لی تھی۔ جب لوگ تقاضا کرنے لگتے اور بعض کی قیمت طلب کرتے آپ اس میں سے نکال کر انہیں قیمت دے دیتے اور یہ بھری ہوئی لگتی حالانکہ یہ بالکل خالی تھی۔

ایک روز خواجہ حسن بصری آپ کے پاس گئے اسوقت آپ کے ہاں جو کی روٹی اور نمک کی چند کنکریاں موجود تھیں وہی آپ کے سامنے رکھ دیں۔ اتنے میں فقیر نے صدا دی آپ نے سامنے سے وہ روٹی اٹھا کر فقیر کے حوالے کر دی۔ خواجہ نے فرمایا حبیب تم بہت بزرگ ہو لیکن تھوڑا سا علم بھی ہوتا تو بہتر تھا۔ کہ تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ کھانا سامنے سے نہیں اٹھانا چاہئے۔ بلکہ ایک ٹکڑا دے دینا چاہئے۔ آپ خاموش رہے اتنے میں ایک غلام خوان لئے حاضر ہوا جس میں قورمہ، حلوہ، مرغن روٹیاں اور پانچ درہم تھے آپ نے درہم اسی وقت تقسیم کر دیئے اور کھانا دونوں نے کھایا۔ بعد کو آپ نے فرمایا۔ حسن! علم کے ساتھ یقین کی بھی ضرورت ہے۔

بلندی مرتبت ایک مرتبہ حضرت خواجہ حسن بصری کو دیکھا۔ کہ وہ دجلہ کے کنارے کشتی کے انتظار میں کھڑے ہیں، فرمایا میں نے علم آپ سے پڑھا ہے مگر آپ بھی ذرا یقین سے کام لیجئے پھر کہا۔ اور قدم دریا پر رکھ کر چل دیئے۔ حضرت خواجہ بھی بہت بڑے بزرگ تھے یہ دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ اور لوگوں کے استفسار پر فرمایا۔ اگر کل قیامت کے روز آواز آئی۔ کہ پل صراط سے گذرو تو اگر ہم اس طرح عاجز رہ جائیں گے۔ تو کیا کرینگے حبیب سے پوچھا تم نے یہ درجہ کہاں سے حاصل کیا، فرمایا۔ آپ کاغذ کو سفید

کرتے ہیں۔ میں دل کو سفید کرتا ہوں، خواجہ بولے میرے علم سے دوسروں نے فائدہ اٹھایا ایک مرتبہ ایک قاتل کو دار پر لٹکا دیا گیا۔ اسی رات کو لوگوں نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ جنت میں مصروف خرام ہے پوچھا تجھے یہ مرتبہ کہاں سے مل گیا۔ جواب میں کہا میرے پھانسی پر چڑھتے وقت حضرت حبیب نے مجھے گوشہ چشم سے دیکھ لیا تھا۔ اور ان کے قلب میں رحم کے جذبات پیدا ہوئے تھے یہ رسی کی برکت ہے۔ اللہ کا کرم ہے وہ اپنے دوستوں کو اتنا نوازتا ہے۔ کہ پھر کوئی حد باقی نہیں رہتی۔ جو اس کا ہو جاتا ہے اس کی ہر بات کو وہ بڑھاتا ہے۔

یہ حالت تھی کہ آپ عجمی تھے، عربی سے واقف نہ تھے۔ مگر جب آپ کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تھا۔ تو زار زار روتے۔ کسی نے پوچھا آپ تو عربی سے واقف نہیں فرمایا زبان تو عجمی ہے۔ مگر میرا دل تو عربی ہے مشغولیت کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ کے گھر میں ایک کنیز تیس سال تک مسلسل رہی۔ مگر آپ نے اس کے چہرے پر نظر نہیں ڈالی۔ ایک روز آپ نے اس سے کہا اے عورت ذرا میری کنیز کو تو بلا دے بولی حضور کی کنیز میں ہی تو ہوں۔ فرمایا کہ اس مدت میں حق تعالیٰ کے ساتھ اتنا مصروف رہا کہ تیرا چہرہ دیکھنے کا خیال ہی نہ آیا۔ ساری زندگی فقر و ریاضت اور عشق الٰہی میں گزاری۔ ۳ ربیع الثانی ۱۵۶ھ کو وصال ہوا

———— (۶) ————

حضرت بشر حافیؒ

بسم اللہ کا احترام اور مے خواری

مے نوشی و توبہ

حضرت بشر حافی نہایت بزرگ اور صاحبدل تھے، مرو میں پیدا ہوئے تھے اور بغداد میں توطن اختیار کر لیا تھا، بیت الدار تھے اور معاصی و شراب و کباب میں مصروف رہتے تھے، شراب پیتے تھے اور ہمہ وقت مخمور رہتے تھے ایک دفعہ مست پیئے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا نظر آیا اس پر بسم اللہ شریف

لکھا ہوا تھا، تڑپ گئے، فوراً اٹھایا چوما آنکھوں سے لگایا اسی وقت عطر خرید کر اسے معطر کیا اور تعظیم سے ایک بلند جگہ پر رکھ دیا۔ اسی رات کو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ کی طرف سے انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ بشر حافی سے جا کر کہو کہ تو نے ہمارے نام کی تعظیم کی، ہم بھی اس کے سلسلہ میں تجھے پاک کر کے تیرا رتبہ بلند کرینگے آقا کی تو یہ ادا پسند آگئی نواز دیا۔ اس کے گھر میں کیا کمی ہے۔ بزرگ نے یہ سمجھ کر کہ بشر تو ایک فاسق و فاجر انسان ہے شاید غلط فہمی ہوئی ہو۔ اس کا ذکر نہ کیا جائے مگر سوئے تو پھر بھی ہدایت ہوئی، متواتر تین روز تک یہی خواب دیکھتے رہے حضرت کی رندمشربی اور معصیت کاری اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ یقین آنا محال تھا۔ آخر چوتھے روز ان بزرگ نے بشر کو بلایا معلوم ہوا کہ وہ تو مے خانہ میں رندوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے معروف ناؤ نوش ہیں۔

پھر یہ بزرگ گھر پر گئے تو معلوم ہوا نشہ شراب میں مدہوش پڑے ہیں، بزرگ نے کچھ دیر انتظار کیا۔ اور پھر گھر والوں سے کہا۔ کہ بشر سے کہہ دو۔ کہ میں انہیں ایک پیغام پہنچانے آیا ہوں۔ بشر نے ملازم سے کہا، پوچھو کس کا پیغام ہے؟ بزرگ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آیا ہوں گھر پر بھی رندوں کی صحبت تھی۔ حکم الٰہی تو ہو چکا تھا آپ یہ سن کر آبدیدہ ہوگئے، دوستوں سے کہا چلنے کیا پیغام ہے، عتاب نازل ہوا ہے یا عذاب ہونے والا ہے دوستوں سے کہا جائیے، ہمیشہ کے لئے رخصت، دروازہ پر جا کر پیغام جو سنا دل میں ایک آگ سی لگ گئی۔ کہ الٰہی مجھ رند پر معاصی پر یہ کرم ہے تو نیکوکاروں پر کیا کچھ نہ ہوگا یہ کہا اور بیہوش ہوگئے۔ اسی وقت توبہ کی۔

زہد و اتقا

اپنے ماموں کے مرید ہوگئے اور عبادات و مجاہدات شروع کر دیئے۔ مشاہدۂ حق کے غلبہ اور ادب کی بنا پر جوتے پہننے بھی ترک کر دیئے تھے برہنہ پا رہتے تھے، فرماتے تھے جس وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے معاملت کی تھی میں اس وقت برہنہ پا تھا۔ اب مجھے شرم آتی ہے کہ جوتا پہنوں۔ اور اللہ کی زمین کا ادب نہ کروں، بہت جلد آپ کے زہد و کمال کا شہرہ ہوگیا۔ حضرت امام احمد حنبل کو آپ کی ذات گرامی سے بہت عقیدت تھی وہ آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے شاگردوں نے ایک روز

حضرت امام احمد حنبل سے کہا، آپ اتنے بڑے مجتہد و امام ہو کر ایک دیوانے کے پاس جاتے ہو، اپنا وقت ضائع کرتے ہیں یہ امر آپ کی شان کے منافی ہے، حضرت امام نے کہا بیشک میں علم ان سے بہتر جانتا ہوں۔ لیکن خدا کو وہ مجھ سے بہتر جانتے ہیں حضرت امام جب آتے تو فرماتے مجھ سے خدا کی باتیں کیجیے، یہ نہیں کہ آپ بے علم ہوں۔ لکھا ہے کہ حضرت بشر حافی تعلیم یافتہ بزرگ تھے اور حدیث سے خوب واقف تھے ایک روز آپ کہیں باہر سے گھر کے ایک قدم اندر تھا۔ اور ایک باہر اسی حالت میں صبح تک ساکن و متحیر کھڑے رہے۔

آپ نے ایک روز اپنی ہمشیرہ کے ہاں جانے کا ارادہ کیا، ہمشیرہ منتظر تھی آپ ایک جوش کے عالم میں گھر آئے اور زینہ پر چڑھ گئے چند سیڑھیاں طے کرنے پائے تھے کہ ایک ساتھ ٹھہر گئے اور صبح تک وہیں مبتلائے حیرت کھڑے رہے، بہن نے پوچھا کیا حال تھا۔ فرمایا زینہ پر چڑھتے وقت مجھے یکایک خیال آیا، کہ بغداد میں اور بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا نام بشر ہے، ان میں یہودی بھی ہیں اور مجوسی بھی اور عیسائی بھی، میرا نام بھی بشر ہے۔ آخر مجھ میں کیا بات تھی، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام اور دولت عرفان سے نوازا۔ اور ان دوسروں نے کیا قصور کیا تھا، جو یہ اس نعمت سے محروم رہے نہ مجھ میں کوئی خاص خوبی ہے اور نہ ان میں کوئی خاص عیب اسی کشمکش و پیچ میں حیران کھڑا رہ گیا آپ کا جذبہ بہت بڑھا ہوا تھا۔

کرامات و تعلیمات

ایک روز آپ حضرت معروف کرخی سے ملنے تشریف لے گئے راستہ میں دریائے دجلہ حائل تھا، آپ سطح آب پر اس طرح چلے جس طرح کوئی خشکی پر چلتا ہے، صبح تک حضرت سے باتیں کرتے رہے اور پھر واپس چلے آئے

فرمایا فقیر تین قسم کے ہوتے ہیں اولاً وہ جو اور کسی حالت میں کسی سے کوئی سوال نہیں کرتے اور کوئی دے بھی دے تو لیتے نہیں اور لوگوں سے بھاگتے ہیں اور جو کچھ خدا سے طلب کرتے ہیں فوراً ملتا ہے، اگر یہ روحانی جماعت خدا کو کسی اور کے لیے کہیں تو فوراً پورا کر دیتا ہے، دوسرے وہ جو کسی سے خود کوئی سوال نہیں کرتے۔ مگر انہیں کوئی کچھ دیتا ہے تو اسے قبول کر لیتے ہیں، یہ اوسط درجہ کے فقرا ہیں انہیں اللہ پر پورا بھروسہ ہے اور اسی کے توکل پر قائم ہیں، تیسرے وہ جو صبر کے ساتھ بیٹھے رہتے ہیں اور ان سے جس حد تک

ہوتا ہے اپنے اوقات کی حفاظت کرتے ہیں اور خواہشات نفسانی کو ترک کر دیتے ہیں۔

ایک شخص نے عرض کی میں نے دو ہزار درہم وجہ حلال سے جمع کئے ہیں اور حج کو جانا چاہتا ہوں، فرمایا تیرا مقصد حج نہیں محض سیر ہے اگر تجھے خدا کی رضا درکار ہے تو اس روپے سے کسی غریب کی امداد کر، یا کسی عیالدار کو دیدے کہ وہ اپنے بال بچوں کو اس سے پرورش کرے کیونکہ اس طرح تجھے جو خوشی حاصل ہوگی۔ اور ان لینے والوں کو جو مسرت ہوگی وہ سو حج سے زیادہ بہتر ہوگی۔ اس نصیحت میں کتنی بصیرتیں پوشیدہ ہیں، یہ دل بدست آور کہ حج اکبر است کی زندہ تفسیر ہے، وہ بولا میرے دل میں تو حج کی خواہش بہت زیادہ ہے فرمایا اس کی وجہ یہ اور صرف یہ ہے کہ تیرے اس مال کو وجہ حلال سے پیدا نہیں کیا اور جب تک تو اسے حرام میں نہ خرچ کرے گا۔ صبر نہ پائیگا۔ آپ نے فرمایا مجھے خواب میں رسول اللہ نے نصیحت کی، کہ امیروں کیلئے درویشوں سے شفقت کرنا بہتر ہے اور درویشوں کا تونگروں سے روپے کے معاملہ میں تکبر کرنا اس سے بھی اچھا ہے، دنیا میں عزیز بن کر رہنے کی تین صورتیں ہیں۔ ایک تو مخلوق سے کوئی حاجت نہیں رکھے، دوسرے کسی کو برا نہ کہے، تیسرے کسی کے ساتھ مہمان نہ جائے۔

فرمایا۔ اگر تجھ میں اللہ کی عبادت کی طاقت نہیں تو اس کا گناہ بھی نہ کر مجھے کسی شے پر غرور ہو تو خاموش رہ اور اگر خاموشی پر غرور ہو تو منہ زور بات کر، شہرت کی تمنا ہے تو سمجھ لے تجھے دنیا کی محبت ہے۔ تنگدستی میں سخاوت جس سے ڈر ہو اس سے بات کرنا۔ اور خلوت میں پرہیزگاری یہ تین کام سخت مشکل ہیں، ورع یہ ہے کہ تمام شبہات سے بچو اور ہر لمحہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو، فرمایا یاد رکھو کہ رواں پانی صاف رہتا ہے اور ٹھہرا ہوا پانی متغیر ہو جاتا ہے۔

بزرگی و مرتبہ حضرت خضر آپ سے ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے۔ مستند حقیقت ہے کہ جبتک آپ زندہ رہے کسی چارپائے نے آپ کی حرمت کی وجہ سے سر راہ لید نہ کی، کیونکہ آپ برہنہ پا پھرا کرتے تھے ایک دن ایک بزرگ نے راستہ میں لید دیکھی تو بول اٹھے کہ شاید آج بشر حافی کا انتقال ہوگیا، بعد وفات کے لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا مجھ پر عتاب کیا اور کہا تو دنیا میں

مجھ سے اس قدر ڈرتا کیوں تھا کیا تجھے خبر نہ تھی کہ کرم بھی میری صفت ہے ، پھر بخش دیا اور فرمایا کہ تم مجھے اگر آگ میں بھی سجدہ کرتے تو بھی اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے تھے کہ میں نے لوگوں کے قلوب میں تیری عزت پیدا کی ۔ آپ کی بہن نے ایک روز امام حنبل سے آکر پوچھا کہ میں نے خلیفہ کی مشعل روشنی میں سوت کات لیا ہے وہ جائز ہے ، فرمایا تم بشر حافی کی بہن ہو ؟ اثبات میں جواب پاکر زار زار روے اور فرمایا تمہارے لئے جائز نہیں ، یہ تقوے بشر کے گھر والوں کے لئے ہی ہے ۔ آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو اللہ کے نام کی عزت کرتا ہے اور اس کا ہو جاتا ہے وہ بھی اسے نوازتا ہے اور اتنا نوازتا ہے کہ اس کا بھی متعلق نہیں ہوتا کہ بندہ صرف اسی سے ہر وقت لرزتا رہے

(۷)

حضرت مالک دینارؒ

ایک رات کی مخلصانہ عبادت کا پھل

ریاکارانہ نمازیں اور توبہ حضرت مالک دینار بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ، ابتدا میں بڑے دولتمند اور وجیہہ و شکیل تھے آپ کی آرزو تھی کہ جامع مسجد دمشق کی تولیت حاصل ہو جائے کیونکہ یہ شاہی مسجد تھی اور اور اس کے ساتھ بڑی جائداد وقف تھی اور اس کا متولی بڑے اعزاز و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ اسی مقصد کے لئے حرص عہدہ میں آپ اس مسجد میں جا کر معتکف ہو گئے اور پورے ایک سال تک برابر مصروف عبادت رہے تاکہ لوگ آپ ہر وقت نماز میں مشغول پا کر خلیفہ سے آپ کے تقدس کا ذکر کریں اور آپ کو تولیت کا اعزاز حاصل ہو جائے ایک روز آپ نے دل میں کہا ، میں ایک سال سے منافقانہ عبادت کر رہا ہوں اور یہ بہت شرمناک حرکت ہے کیوں نہ میں مخلصانہ عبادت کروں دوسرے روز آپ نے خود بخود توبہ کر لی اس روز آپ نے مخلصانہ عبادت کی ، جب کوئی اللہ کا ہو جاتا ہے ، تو اللہ ضرور اسے نوازتا ہے ، چنانچہ دوسرے روز

بزرگوں نے ایک مسجد کی ضرورت محسوس کی اور آپ کے پاس گئے کہ آپ اس مسجد کی تولیت قبول کر لیں۔ آپ نے دل میں کہا۔ بار الٰہا میں ایک سال برابر ریاکارانہ عبادت کرتا رہا اور کسی نے بھی میری پرواہ نہ کی اور صرف ایک رات تیری طرف دل سے متوجہ ہوا تو لوگ میرے پاس مسجد لے آئے۔ اب میں تیرا ہی ہو کر رہوں گا۔ چنانچہ آپ اس مسجد سے اسی وقت اٹھ کر چلے گئے اور تولیت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

دل کی دنیا پلٹ چکی تھی آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ عبادت میں مصروف ہو گئے۔ دن کو روزے رکھتے تھے۔ رات کو نماز میں مصروف رہتے کئی سال تک یہ دستور رہا کہ آپ نان بائی کی دکان پر جا کر صرف ایک روٹی خرید لیتے اور اسی سے روزہ افطار کر لیتے۔ نفس برابر گوشت کی آرزو کرتا رہا لیکن بیس سال تک آپ نے گوشت کو ہاتھ نہ لگایا چالیس سال بیت گئے لیکن گوشت کو ہاتھ نہ لگایا اور دل میں اپنا نفس زیر رکھتے۔

ارشادات و تعلیمات

جب آپ ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھتے تو زار زار روتے۔ فرماتے کہ اگر یہ آیت فرائض شریعت میں نازل نہ ہوتی تو میں اسے کبھی نہ پڑھتا کیونکہ کہتا ہوں کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" اور پوجتے نفس کو ہیں کہتے ہیں کہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور لوگوں کے در پر جاتے ہیں اور ان کا شکر و شکایت کرتے ہیں۔ افسوس نعمت تو خدا کی کھاتا ہوں اور فرمانبرداری شیطان کی کرتا ہوں۔ فرمایا الف [illegible] کہ اس نے علم [illegible] کرتے ہیں میرے نزدیک سب سے بہتر عمل اخلاص ہے۔

فرمایا ایک روز ایک قریب الموت شخص کی عیادت کو گیا میں نے بار بار کلمہ شہادت پڑھنے کو کہا۔ مگر زبان سے نہ نکلا بولا یا شیخ ایک پہاڑ ہے جو کلمہ کا قصد کرتے ہی میری طرف حائل ہو جاتا [illegible] کیا تھا [illegible] وہ کم تولتا تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے امت محمدی کو دو ایسی چیزیں عطا کیں جو ان کو اس سے پیشتر کسی نبی کو نہ [illegible] فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ دوسری ادعونی استجب لکم۔ یعنی تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا۔ [illegible]

فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو عالم دنیا کو دوست رکھتا ہے سب سے کم پاداش جو اسے ملتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے دل سے ذکر و مناجات کی حلاوت فنا کر دیتا ہوں۔ ایک شخص نے آپ سے نصیحت کی التجا کی، فرمایا کارسازِ حقیقی کی کارسازی پر راضی رہ۔ تاکہ تجھے نجات حاصل ہو۔ آپ کا مناظرہ ایک دہریہ کے ساتھ ہوا جب بحث میں کوئی صورت طے نہ ہوئی تو قرار پایا کہ دونوں کے ہاتھ باندھ کر آگ میں ڈال دیا جائے۔ جسے آگ جلا دے وہی کاذب ہے، دونوں بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈال دیئے گئے مگر سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آگ خود بخود فرو ہو گئی۔ اور دونوں میں سے کوئی ایک بھی نہ جلا، لوگوں نے فیصلہ کر دیا کہ دونوں حق پر ہیں۔ مگر آپ بہت پریشان ہوئے اور اسی وقت سجدہ میں گر کر دعا مانگی کہ الٰہی ستر سال سے تجھ پر ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن آج معلوم ہوا کہ میں ایک دہریہ کے برابر ہوا ہوں۔ مگر اللہ کے بھید اللہ ہی جانتا ہے، ہاتف غیبی نے ندا دی کہ مالک یہ صرف تیرے ہی ہاتھ کی برکت تھی کہ دہریہ کا ہاتھ آگ میں جلنے سے محفوظ رہا، اگر وہ تنہا ہاتھ آگ میں ڈالتا۔ تو ضرور آگ جلاتی۔

مراتب و کرامات

آپ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جو نہایت ظالم و سخت گیر اور با اقتدار تھا۔ آپ کو بھی اس سے سخت تکلیف پہنچتی تھی۔ مگر آپ صبر سے کام لیتے تھے۔ اور کبھی کسی سے کچھ نہ کہتے تھے۔ ایک روز چند افراد نے آپ سے آ کر کہا۔ کہ یہ شخص ہمیں بہت تنگ کرتا ہے آپ اس کو سمجھانے گئے تو اس نے کہا۔ کہ آپ جانتے نہیں کہ میں بادشاہ کا خاص آدمی ہوں۔ کسی کی مجال نہیں جو مجھے کچھ کہہ سکے، فرمایا تو میں بادشاہ ہی سے شکایت کروں گا۔ بولا کر دیجئے۔ مگر بادشاہ میرے خلاف ہرگز نہ کرے گا۔ اور میں جو اس سے کہوں گا وہی ہوگا۔ فرمایا بادشاہ نہ سنے گا تو رحمٰن و رحیم سے تو شکایت کی جا سکتی ہے بولا جناب وہ بہت مہربان اور رحم دل ہے وہ مجھے ہرگز اپنی گرفت میں نہ لے گا، مجبور ہو کر آپ واپس چلے آئے۔ مگر اس کے مظالم حد سے زیادہ تجاوز ہو گئے اور کچھ لوگ پھر اس کی شکایت لے کر آپ کے پاس گئے، اس مرتبہ آپ نے اسے شہر بدر کا عہد کر لیا۔ اور اسی عزم و ارادہ سے آپ روانہ ہوئے لیکن آپ کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی جب آپ نے ایک غیبی آواز

سنی کہ دیکھو مالک وہ ہمارا دوست ہے اس سے کچھ نہ کہنا۔ آپ اس کے پاس پہنچے، تو بولا اچھا اب آپ پھر دوبارہ میرے پاس گئے ہیں۔

فرمایا گیا تو ہوں۔ مگر اس دفعہ آنے کا مقصد یہ ہے کہ میں تجھے ایک نئے معاملہ سے آگاہ کروں۔ اس کے بعد آپ نے آواز کے متعلق کیفیت بیان کی۔ بولا اچھا یہ بات ہے اور وہ مجھے دوست کہتا ہے۔ تو میں بھی دوست کی راہ میں سب کچھ نثار کئے دیتا ہوں یہ کہا، اور سب کچھ لٹا کر جنگل کو نعرے مارتا ہوا نکل گیا۔ ایک عرصہ کے بعد آپ نے اسے مکہ معظمہ میں دیکھا۔ آخری وقت تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ اس نے مجھے دوست بنایا تھا۔ میں بھی دوست کی راہ میں رہا۔ اور اس کی رضا و طاعت میں زندگی ختم کردی یہ کہا اور دم توڑ دیا

ایک دفعہ آپ کشتی میں سوار ہوئے، بوسیدہ لباس پہنے ہوئے تھے ملاحوں نے آپ سے کشتی کا کرایہ طلب کیا۔ فرمایا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، انہوں نے آپ کو اس شدت سے مارا۔ کہ آپ بے ہوش ہو جاتے تھے اور جب ہوش آتا تھا۔ تو پھر مارتے تھے۔ آخر بولے کرایہ دے ورنہ ہم ابھی دریا میں پھینکے دیتے ہیں۔ اتنے میں بہت سی مچھلیاں دینار منہ میں لئے ہوئے ظاہر ہوئیں۔ آپ نے ان سے ایک دینار لے کر انہیں دیدیا۔ وہ یہ کرامت دیکھ کر پاؤں پر گر پڑے۔ آپ اسی وقت دریا میں کود ے اور پانی پر چل کر نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ اسی وجہ سے آپ مالک دینار مشہور ہو گئے۔

بصرے میں ایک ماہ پیکر امیر زادی نے آپ سے نکاح کی خواہش کی، فرمایا میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں کسی اور کو ڈھونڈو۔

انتقال کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا پوچھا کہئے وہاں آپ پر کیا گذری فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے گناہوں کے باوجود اس حسن ظن کے باعث جو مجھے اس کے ساتھ تھا، بخش دیا، بڑے جلیل القدر بزرگ گذرے ہیں، نہایت آزادانہ زندگی بسر کی، حضرت حسن بصری کے ہم صحبت تھے۔ اور ریاضات و کرامات میں بہت شہرت رکھتے تھے۔

(۸)

حضرت بایزید بسطامی

ماں کی خدمت نے اوتاد بنا دیا

حضرت امام جعفر کی خدمت

حضرت بایزید بسطامی نہایت بزرگ اور اکابر مشائخ میں سے گذرے ہیں مادرزاد ولی تھے بطن مادر سے ہی ظہور کرامات شروع ہو گیا تھا۔ کبھی اتفاق سے آپ کی والدہ کے منہ میں کوئی مشتبہ لقمہ چلا جاتا تھا تو اسی وقت ان کے شکم مبارک میں درد شروع ہو جاتا۔ اور آپ اندر ہی تڑپنے لگتے۔ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو پورے ناز و نعم کے ساتھ پرورش کر رہی تھیں کہ گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ تھا جب آپ نے ہوش سنبھالا تو ماں نے شوہر سے کہا۔ کہ اب بچہ کو تعلیم دینی چاہئے آپ کے باپ بھی بہت بزرگ تھے انہوں نے ابتدائی تعلیم دینی شروع کر دی چونکہ وہ بہت عدیم الفرصت تھے اس لئے شفیق اُن نے آپ کو مدرسہ میں بٹھا دیا۔ آپ قرآن شریف پڑھ رہے تھے کہ سورۂ لقمان کی اس آیت پر پہنچے ان اشکرلی ولوالدیک (میرا بھی شکریہ ادا کرو۔ اور اپنے والدین کا بھی) استاد سے اس آیت کے معنی دریافت کرکے نہایت متاثر ہوئے۔ استاد سے گھر جانے کی اجازت مانگی اور گھبرا کر ماں سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ میرا بھی شکر کرو اور والدین کا بھی۔ تو میں آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تنہا مجھ سے دو گھروں کا انتظام تو ہو نہیں سکتا۔ مجھ پر اس آیت نے اثر کیا ہے بہت اب یا تو تم اپنے ہی لئے مجھے خدا سے مانگ لو کہ تمہاری خدمت کے لئے وقف رہوں یا پھر مجھے خدا کے سپرد کر دو کہ اسی کا ہو رہوں۔ والدہ بھی بزرگ تھیں بولیں جانِ من تجھے اپنا حق بخشدیا۔ اب اللہ ہی کا کام کر۔

یہ سنتے ہی آپ بسطام سے نکل کھڑے ہوئے اور پھرتے پھرتے شام پہنچے وہاں کے جنگلوں میں مجاہدات شروع کر دئے اور پورے تیس برس اس مجاہدہ و ریاضت میں صرف

کر دیئے۔ رات تک عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے زندگی میں ۱۱۳ اولیائے کامل سے فیض حاصل کیا۔ جب آپ حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے پوری محبت کے ساتھ انہیں اپنے پاس رہنے کی اجازت دی ایک روز حضرت امام نے فرمایا ذرا طاق سے کتاب تو اٹھا لاؤ۔ بولے کون سے طاق سے؟ فرمایا اتنے دن یہاں رہتے ہوئے ہو گئے طاق کا پتہ نہیں؟ آپ نے کہا مجھے طاق سے کیا کام میں آپ کو دیکھنے کے لئے آیا ہوں نہ کہ نظارہ و تماشہ کرنے حضرت امام بولے یہ حالت ہے تو بسطام چلے جاؤ کہ تمہارا کام پورا ہو چکا۔

آپ گھر پر جو واپس پہنچے تو آپ نے سنا کہ ماں وضو کر رہی ہیں اور بیٹے کو دعا دے رہی ہیں۔ آپ یہ سن کر رقت طاری ہو گئی آپ کے دروازہ کھٹکھٹانے پر والدہ نے دروازہ کھولا اور دیکھتے ہی گلے لگا کر رونے لگیں اور فرمایا بیٹا تیری مفارقت میں تو میری بینائی بھی جواب دے رہی ہے۔

خود ہی فرماتے ہیں۔ کہ جس امر کو میں نے اپنے نزدیک موخر سمجھا تھا۔ آخر الامر وہی مقدم نکلا میں سمجھتا تھا۔ کہ مقدم مجاہدات و ریاضات ہیں لیکن جو بات میں ان میں حاصل نہ کر سکا وہ میں نے ماں کی رضامندی و خدمت میں حاصل کر لی۔ ایک دفعہ رات کے وقت والدہ کو پیاس لگی۔ پانی مانگا۔ اتفاق سے اس وقت صراحی میں پانی نہ ملا۔ نہر دور میں دوڑ کر نہر پر پہنچا۔ اور وہاں سے کوزہ میں پانی لایا۔ اسی دوران میں والدہ سو گئی تھیں گو سردی شدت کے ساتھ پڑ رہی تھی مگر میں نے بہ نظر ادب بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے کھڑا رہا۔ کوزہ زائد سردی سے ہتھیلی پر جم گیا۔ والدہ بیدار ہو گئیں۔ اور پریشان ہو کر فرمایا۔ بایزید۔ تم نے مجھے بیدار کیوں نہ کر لیا؟ پانی رکھ کر کیوں نہ دیا۔ عرض کی آپ کی تکلیف سے ایسا نہیں کیا۔ پھر ایک دفعہ اور والدہ نے کہا بیٹا آدھا دروازہ کھول دو، دروازہ کے قریب پہنچ کر خیال ہوا۔ کہ دروازہ نصف دائیں طرف سے کھولنا چاہئے یا بائیں طرف سے ایسا نہ ہو کہ ان کے حکم و منشا کے خلاف کوئی امر وقوع آجائے اسی کشمکش میں صبح تک متحیر کھڑا رہا۔ والدہ نے جو دیکھا تو میرے لئے دعا کی اور

جو چیز مجھے ریاضت و مجاہدہ سے نہ ملی تھی وہ والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوگئی سبحان فدا اس جذبہ اطاعت مادر کو آنکھیں کھول کر پڑھیں اور درس بصیرت حاصل کریں

مجاہدات و عبادات

فرماتے ہیں مسلسل بارہ سال تک میں نفس کو مجاہدہ کی آگ میں جلاتا رہا۔ اور اس مدت میں ہر قسم کی محنت کی۔ آپ نے حج کو جانے کا ارادہ کیا۔ مگر چند منزل ہی گئے ہونگے کہ راہ میں ایک شخص ہیبت ناک بولا۔ ابھی واپس جا ورنہ تیرا سر ابھی قلم کر دونگا۔ خدا کو تو لبیک جیسا چھوڑ آیا، اور بیت اللہ جا رہا ہے۔ آپ زیادہ تر سر بزانو رہتے اور جب کبھی سر اٹھاتے آہ کرتے ہر وقت آپ پر ایک جذبہ طاری رہتا۔ "فنا فی اللہ" کا درجہ تھا۔ ایک مرتبہ مراقب بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ زبان سے بیساختہ نکلا۔ "سبحانی ما اعظم شانی" اسی وقت آپ پر ایک جذب مستولی تھا کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی، سکون کے بعد مریدوں اور خادموں نے جو اس حالت سے آپ کو مطلع کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اب سنو تو ضرور قتل کر ڈالنا ہرگز تامل نہ کرنا۔ قضا کار پھر آپ پر وہی حالت طاری ہوئی خدام و مرید ہدایت و حکم کے مطابق چھریاں لئے ہوئے جسم مبارک کو پارہ پارہ کر دینے کے لئے بڑھے۔ مگر کیا دیکھتے ہیں کہ نہ صرف آپ کا خلوت کدہ بلکہ تمام مکان بایزیدیوں سے بھرا ہوا ہے اور گوشہ گوشہ میں آپ کے ہم شکل مجسمے موجود ہیں، جا بجا نظر آ جاتے ہیں بایزید ہی بایزید نظر آتے ہیں، چھریاں مارتے ہیں تو پار ہو جاتی ہیں۔ اور کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اللہ کو منظور نہ تھا۔ کہ اس کا دوست یوں قتل ہو جائے اس لئے تمام مکان ایک آئینہ خانہ بن گیا۔ اور یہ کرامت ظہور میں آئی۔

چالیس سال تک آپ نے اپنی پشت دیوار سے نہیں لگائی۔ اتنی ہی مدت آپ دنیوی نہیں غیبی غذا پر بسر کرتے رہے جب خدا کو یاد کرتے تو یہ حالت ہوتی کہ تمام بدن میں خون ہی خون ہوتا۔ ذات الٰہی کی پہنائیوں میں اس درجہ غرق ہو گئے تھے اور فنائیت کے اس مرتبہ پر پہنچ گئے تھے۔ جہاں پہنچ کر انسان کچھ نہیں رہتا ہر طرف ایک ہی ایک نظر آتا ہے پہلی مرتبہ حج کو گئے تھے، تو کعبہ شریف دیکھا۔ اور دوبارہ حج کو گئے

تو کعبہ کو نہیں رب کعبہ کو دیکھا تیسری مرتبہ جو گئے تو انتہائی منازل طے کر رہے تھے تو کعبہ نظر آیا نہ کعبہ والا دریائے حقیقت میں بالکل گم ہو چکے تھے، ہر طرف حق ہی حق تھا۔ اور اور کچھ نہ تھا۔ کسی نے دروازے پر آکر آواز دی۔ پوچھا کس کی تلاش ہے؟ بولا بایزید کی فرمایا مجھے تو تیس برس بایزید کو تلاش کرتے گذر گئے۔ لیکن نہ ملا۔ تجھے کیا ملیگا۔ یہ تھی محویت اور آپ کی شان فنائیت۔

یہ استغراق تو ملاحظہ فرمائیے ایک مرید بیس سال تک خدمت میں رہا جب بلاتے اس کا نام پوچھتے۔ حضرت ذوالنون مصری سے کسی نے آپ کے استغراق و فنا کی کیفیت بیان کی۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں بخشے کہ وہ فقرا کی اس جماعت میں سے تھے جو ذات احدیت کی پہنائیوں اور وسعتوں میں بالکل گم اور غرق ہو کر رہ گئی تھی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مقام بلند پر فائز کر دیا ہے کہ جہاں میں نے تمام مخلوق کو دو انگلیوں کے درمیان سے دیکھا۔ کسی نے پوچھا آپ رات کو نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ فرمایا مجھے فرصت ہی کہاں ہے میں تو ملکوت کے گرد گھومتا پھرتا ہوں اور جہاں بھی وہ نظر آتے ہیں ہاتھ پکڑ لیتا ہوں

ایک دفعہ فرمایا کہ میں دنیا کو تین طلاق دے کر یگانہ کا یگانہ بن گیا دربار میں جا کھڑا ہوا اور کہا بار الٰہا تیرے سوا میرا کوئی نہیں اور جب تو میرا ہے تو سب کچھ میرا ہے لوگوں نے پوچھا۔ آپ کی عمر کتنی ہے فرمایا "چار برس" دریافت کیا کیونکر فرمایا ستر برس تو دنیا کی قیل و قال میں گذر گئے صرف چار برس ہوئے کہ اسے اس طرح دیکھ رہا ہوں کہ معرض بیان میں نہیں آسکتا۔ جو زمانہ حجابات کی نذر ہو گیا وہ عمر میں شمار نہیں ہو سکتا انتہا یہ تھی کہ کسی نے آپ سے پوچھا عرش کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں۔ پوچھا کرسی کیا ہے۔ فرمایا میں ہوں۔ پوچھا لوح و قلم کیا ہیں فرمایا وہ بھی میں ہوں۔ اس نے چڑ کر پوچھا۔ اللہ کے بہت سے برگزیدہ بندے ہوئے ہیں۔ انبیا وغیرہ۔ فرمایا سب میں ہی ہوں وہ دم بخود ہو گیا۔

پھر فرمایا ذات احدیت میں جو فنا ہو جائے اور خودی درمیان سے اٹھ جائے تو حق ہی حق رہ جاتا ہے اور وہ سب کچھ خود ہی کو سمجھنے لگتا ہے۔ فرمایا میں انتہائی پرواز و ترقی کے بعد اولیاء اللہ کے درجہ انتہا کو پہنچ گیا۔ پھر غور جو کیا تو خود کو انبیاء کے درجہ کی

ابتدا پر ہی نہ دیکھا، پھر میں اتنا چلا کہ کوئی نہ چلا ہوگا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام طے کیا۔ تو اپنا سر انبیاء کے قدموں پر پایا۔ اسوقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ اولیاء اللہ کے درجہ کا آغاز ہے اور ان کے عروج و ترقی کی کوئی انتہا نہیں۔ انتہا یہ تھی کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کو معراج روحانی بھی حاصل ہوئی۔ رب کچھہ دیکھا اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ ذات احدیت کی وسعتوں میں کہاں تک پہنچ گئے ہم خاک نشین تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ البتہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ آپ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے۔

ارشادات عرفانی جب آپ مدینہ منورہ سے واپس گئے تو آپ کو اپنی والدہ کی خدمت و زیارت کا خیال آیا۔ اور وطن بسطام کیطرف روانہ ہوگئے لوگوں نے جو یہ سنا تو جوق جوق آپ کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے آپ نے یہ خیال کرکے کہ ان کی مدارات بھی مجھے اللہ کی طرف سے غافل کردے گی آپ نے ایک روٹی خرید کر کھانی شروع کردی حالانکہ رمضان کا مہینہ تھا، تیر نشانہ پر پڑا یہ دیکھہ کر سب کے سب آپ سے منحرف ہوگئے۔ اسوقت آپ نے مریدوں سے فرمایا کہ تم نے دیکھا شریعت کی اہمیت کس قدر ہے صرف ایک رکن شریعت کے ترک پر خلق نے مسترد کردیا

حضرت ابو تراب کا ایک صاحب حال اور گرم رو مرید تھا۔ حضرت اس سے اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ تجھے بایزید سے ضرور ملنا چاہئے اور انہیں دیکھنا چاہئے ایک روز اس نے عرض کیا۔ کہ جو شخص بایزید کے خدا کو ہر روز سو بار دیکھے وہ بایزید کو دیکھہ کر کیا کرے گا فرمایا اب تو اپنی حالت کے مطابق دیکھتا ہے مگر اس کے سامنے تو ان کی حالت کے مطابق دیکھے گا۔ انکھوں انکھوں میں فرق ہوتا ہے، آخر پیر و مرید دونوں بسطام روانہ ہوگئے آپ پانی لینے گئے ہوئے تھے۔ گھر سے یہ اس طرف چلے دور سے دیکھا کہ آپ ایک ہاتھ میں پانی کا ایک مٹکا، اور دوسرے میں ایک پوستین لئے چلے آرہے ہیں۔ جونہی آپ کی نظر اس مرید پر پڑی تھر تھر کانپنے لگا۔ گرا اور روح پرواز کرگئی۔ حضرت ابو تراب نے کہا یا شیخ ایک ہی نظر میں خاتمہ کردیا۔ فرمایا اس کی فطرت میں غیر معمولی چیز پیدا ہوگئی تھی۔ نظر پڑتے ہی مجھے کشف ہوا اس میں برداشت کی طاقت نہ تھی مر گیا۔

بسطام کے بعض بزرگوں میں سے ایک بزرگ حاضر باش تھے ایک روز بولے کہ تیس سال سے دن کو روزے رکھتا ہوں اور رات کو نماز پڑھتا ہوں، لیکن ہنوز میرے باطن میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا۔ فرمایا۔ تیس برس کیا، تین سو برس بھی کرے تو بھی تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ تیری ترقی کے درمیان تیرا نفس حجاب اکبر بنا ہوا ہے اس کا علاج پوچھنے پر فرمایا بتائے دیتا ہوں لیکن مجھے یقین ہے۔ تو اسے قبول نہ کرے گا فرمایا کہ زری پہن اور اخروٹوں کی ٹوکری لے کر ان لوگوں کے درمیان بیٹھ جاؤ جو تجھے جانتے ہوں، پھر لڑکوں کو جمع کر کے کہہ جو مجھے ایک تھپڑ لگائے گا اسے ایک اخروٹ ملیگا، تمام شہر میں اسی طرح گشت لگا جہاں تیری ذلت سب سے زیادہ ہو وہیں بیٹھ جا، یہی تیرا علاج ہے اس نے یہ سنکر کہا سبحان اللہ لا الہ الا اللہ کہا۔ فرمایا اگر کافر کلمہ پڑھے تو مسلمان ہو جائیگا۔ مگر تو اسے پڑھ کر مشرک ہو گیا۔ کیونکہ اس وقت تو نے کلمہ اللہ کی تعظیم کے لئے نہیں اپنی تعظیم کے لئے پڑھا، بولا یہ تو ضرور مجھ سے نہ ہو سکیگا کوئی اور علاج بتائیے۔ فرمایا اس کے سوا تیرا کوئی علاج نہیں۔ اور میں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ یہ تو نہ کرے گا۔

لوگوں نے ایک گبر سے کہا۔ کہ مسلمان ہو جاؤ۔ بولا اگر اسلام وہ ہے جو بایزید پیش کر رہے ہیں تو مجھے اندر اس کی طاقت نہیں، اور اگر وہ ہے جو تم میرے اور دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہو تو یہ میرے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔

ایک شخص آپ کی عظمت کا منکر تھا ایک روز آپ سے کہا کہ آپ جو کرتے ہیں وہ میں بھی کرتا ہوں، مجاہدہ و ریاضت میں معروف رہتا ہوں لیکن آپ تو باتیں کچھ ایسی کرتے ہیں جو میری فہم سے بالاتر ہیں۔ آپ نے اس پر ایک نظر ڈالی تو پاجامہ نجاست آلودہ ہو گیا۔ اور دو تین روز بے ہوش رہا۔ جب دوبارہ غسل کر کے خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ اب تو تیری سمجھ میں آ گیا۔ کہ ہاتھیوں کا بار گدھوں پر نہیں لادا جا سکتا۔

ایک شخص کو دیکھا۔ کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے فرمایا اگر نماز کو خدارسی کا ذریعہ خیال کرتا ہے تو یہ غرور بھی ہے اور غلط بھی اگر تو نماز نہ پڑھیگا۔ تو کافر ہو جائے گا۔ اور اگر اس پر ذرہ بھر بھی اعتماد کرے گا۔ تو مشرک ہو جائیگا۔ کتنی پاکیزہ بات کہی ہے یعنی ہم صرف

فضل ایزدی پر ہی کیا جا سکتا ہے۔

آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام صاحب نے پوچھا کہ نہ تو آپ کسی سے کچھ طلب کرتے ہیں اور نہ کچھ کام کرتے ہیں۔ پھر آپ کی گذر کس طرح ہوتی ہے۔ فرمایا صبر کر پہلے میں نماز دوبارہ پڑھ لوں، پھر جواب دونگا۔ کیونکہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں جو رزق دینے والے کو نہ جانتا ہو۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید نے آپ کو کانپتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا کیا بات ہے۔ بولا میں واقف اسرار ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ تیس برس تک راہ حق میں گامزن رہ اور اپنی ڈاڑھی سے مزاروں کی خاک صاف کر، اور اندوہ و غم اٹھا۔ تو تو سمجھے گا، کہ مردوں کی حقیقت کیا ہے۔ تو ایک ہی روز میں واقف اسرار ہونے کی سعی کرتا ہے۔

کرامات و خوارق عادات

ایک مرتبہ رومیوں سے مسلم لشکر مصروف جنگ تھا اور قریب تھا۔ کہ اسے شکست ہو جائے ملتے ہیں کہ آواز آئی بایزید مدد کر۔ اسی وقت خراسان کی جانب سے ایک آتش پیدا ہوئی۔ کفار میں ایک دہشت پیدا ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے

ایک روز حضرت ابو تراب اور شفیق بلخی دونوں حاضر ہوئے۔ آپ کھانا کھانے لگے ابو تراب نے مرید سے کہا تم بھی کھا لو۔ بولا میرا تو روزہ ہے۔ ابو تراب نے کہا کھا لے اور ایک مہینہ کا ثواب حاصل کر لے۔ بولا نہیں میں روزہ نہیں توڑ سکتا۔ شفیق بلخی نے کہا کہ کھا لو اور ایک سال کا ثواب حاصل کر لے۔ وہ پھر بھی راضی نہ ہوا۔ آخر آپ کے منہ سے نکل گیا۔ کہ جانے دو یہ راندہ درگاہ ہے۔ چنانچہ کچھ روز بعد گرفتار ہوا اور چوری کے الزام میں ہاتھ کٹ گیا

ایک دن ایک منکر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ فلاں مسئلہ کا انکشاف مجھ پر کر دیجئے۔ فرمایا تم فلاں پہاڑ کے غار میں پہنچکر ہمارے دوست سے اس مسئلہ کا حل کر ڈالو۔ غار میں جا کر دیکھا تو ایک خوفناک اژدہا نظر آیا جسے دیکھ کر پاخانہ خطا ہو گیا اور ننگے پاؤں وہاں سے بھاگا۔ اور آکر پاؤں پر گر پڑا۔ فرمایا ایک مخلوق کی ہیبت سے تو تمہارا یہ حال ہو گیا خالق کی ہیبت کیونکر برداشت کروگے جو کشف کے آرزومند ہو۔

کچھ افراد نے آپ سے بارش کے لئے التجا کی فرمایا جاؤ بارش ہو رہی ہے ۲۲ گھنٹے تک متواتر بارش ہوتی رہی۔ ایک دفعہ آپ حج کو چلے تو آپ نے اپنا اور اپنے مریدوں کا سامان ایک اونٹ پر بار کر دیا۔ ایک شخص بولا آپ نے غریب اونٹ پر اتنا بوجھ لاد دیا ہے یہ تو سراسر ظلم ہے فرمایا غور سے دیکھو کہ آیا یہ اسباب واقعی اونٹ کی پشت پر ہے۔ اس نے پھر جو نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اسباب پشت شتر سے ایک ہاتھ بلند نظر آیا۔ فرمایا تم بھی عجیب لوگ ہو جو حالت ظاہر نہ کروں تو اعتراض کرتے ہو۔ ظاہر کروں تو تمہارے اندر برداشت کی طاقت نہیں دیکھتا۔

ایک معتقد شاہی عہدیدار اپنے تبحر علمی کی بنا پر از راہ غرور مذمت کیا کرتا تھا۔ اور اور آپ کی عظمت کا منکر تھا۔ اس نے چاہا کہ خلوت میں آپ سے کسی طرح گفتگو کرے۔ لوگوں نے کہا جامع مسجد میں آپ سب سے پہلے پہنچتے ہیں آپ بھی وقت نکال کر پہنچ جائیے۔ پہنچ گئے اور قریب بیٹھ گئے خطبہ میں غنودگی جو طاری ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ قیامت قائم ہے۔ ایک شخص نے آ کر ان کا دامن بھی پکڑ لیا۔ کہ میرا دہ مزدوری کا درہم تو دلوائیے۔ ڈانٹا بولا یہ میدان حشر ہے حکم ہو گیا۔ اور یہ دوزخ میں جھونکنے کے لئے پکڑے جائیں گے۔ دہشت طاری تھی۔ لرز رہے تھے اچانک دیکھا۔ کہ دوزخ کے دروازے پر آپ ایک نان کا ٹکڑا اٹھائے ہوئے بیٹھے ہیں جس پر دینار و درہم کے دانگ چنے ہوئے ہیں۔ فرمایا کیا ہے یہ تو ہمارے ہاں کا امیر ہے اسے کیوں پکڑ رکھا ہے۔ بولے ایک درہم اس پر واجب ہے نہیں دیتا۔ فرمایا بس اتنی بات ہے آپ نے سامنے سے ایک درہم اٹھا کر دے دیا۔ فرشتوں نے چھوڑ دیا۔ اسی وقت اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی۔ سب نماز کے لئے کھڑے ہو گئے آپ نے اس کے کان میں کہا میں نے چھڑا لیا ورنہ اس وقت پڑے دوزخ میں بھن رہے ہوتے اس وقت تو جواب کا موقع نہ ملا۔ فراغت نماز کے بعد وہ امیر پاؤں پر گر پڑا معافی مانگی۔ مرید ہو گیا اور خدمت میں حاضر رہنے لگا۔

تعلیمات اور جلالت شان

ولی اللہ سے پوچھا راہ طریقت میں کس چیز کی ضرورت ہے فرمایا اور زاد و دولت کی۔ کہا یہ حاصل نہ ہو۔ فرمایا ’’ہم نشینی‘‘ ہو۔ پوچھا یہ بھی نہ ہو۔ فرمایا گوشہ نشینی کی۔ کہا اگر یہ بھی نہ ہو، فرمایا تو اس کے بغیر کی نجات دشوار ہے۔ فرمایا میں نے ۔۔۔ تک خانہ کعبہ کا طواف کیا لیکن جب واصل

بحق ہو گیا۔ تو میں نے اسے اپنے گرد طواف کرتے ہوئے دیکھا۔

فرمایا مرید کو طاعت و عبادت میں حلاوت ملنے لگتی ہے لیکن جب وہ اس حلاوت پر خوش ہونے لگتا ہے تو یہی حلاوت قربت حق میں حجاب بن جاتی ہے عارف کا سب سے کمتر درجہ یہ ہے کہ اس میں صفات حق پائی جائیں۔

فرمایا معرفت الٰہی کا ایک ذرہ عارف کے قلب میں وہ لذات اور سرشاریاں پیدا کر دیتا ہے کہ بہشت کے ایک لاکھ محل بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ معلوم ہونے لگتے ہیں فرمایا گناہ تمہارے لئے اس درجہ مضر ہرگز نہیں جتنا درجہ مضر ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ذلیل کرنا ہے ان دو نوا امور کو ہر وقت زیر نظر رکھیے کہ یہ ایک جلیل بزرگ کی جلیل تعلیم ہے۔

فرمایا حق کا بوجھ اٹھانے والوں کے سوا اور کوئی نہیں اٹھا سکتا کہ وہ مجاہدے کی سختیاں اور مشاہدے کی ریاضتیں اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں جس نے خود کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کو تین فضیلتیں بخشتا ہے۔ دریا کی طرح سخاوت آفتاب کی طرح شفقت اور زمین کی طرح تواضع۔ علوم میں ایک علم ایسا ہے جسے علما نہیں جانتے اور زہد میں ایک ایسا زہد ہے کہ زاہد جس سے بے خبر ہیں۔

فرمایا نیک لوگوں کی صحبت نیک اعمال سے بہتر ہے اور برے لوگوں کی صحبت برے اعمال سے بھی بدتر ہے جس نے خواہشات کو ترک کیا، وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ گیا، زاہد سیر کرنے والا ہے، عارف اڑنے والا ہے، عارفوں کا نفاق مریدوں کے اخلاق سے بہتر ہے پوچھا کونسی شے ہے جو حق تک پہنچا سکتی ہے، فرمایا اندھا اور گونگا ہونے سے عارف خواب میں بھی خدا کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھتا۔ فرعون اگر بہرہ ہوتا تو انا ربکم الاعلیٰ کہنے کی جرات نہ کرتا۔ متکبر وہ ہے جو ۱۸ ہزار عالم میں سے کسی ایک عالم کو بھی اپنے سے حقیر و ناپاک سمجھے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خودی کو چھوڑ دینا ہے فرمایا خود کو اتنا ہی ظاہر کر جتنا تو ہے، مجاہدہ میں نظر فضل ربی پر رکھنی چاہئے نہ کہ اعمال پر

اس تعلیم میں بڑے بڑے سلسلے بصیرت پوشیدہ ہیں قارئین کرام کو چاہئے کہ اسے غور سے

پڑھیں اور اس سے سبق حاصل کریں۔

بہرکیف حضرت بایزید بسطامی۔ قطب عالم، مرجع اوتاد اور خلیفہ حق تھے ہر زمانہ کے اولیا آپ کی عظمت کا اعتراف کرتے رہے انتہائی مرتبہ ولایت پر فائز تھے ہیزدہ ہزار عالم آپ کی نظر کے سامنے تھے۔ ہمیشہ جذب و استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ خود حضرت جنید فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے درمیان آپ کی وہی حیثیت ہے جو فرشتوں میں جبریل امین کی ہے اور تمام سالکان توحید کی انتہا آپ کی ابتدا ہے خود حضرت بایزید ہی فرماتے ہیں کہ کوئی شخص پوری عمر گلستان میں گزار دے تو پھر کہیں جاکر ہم جیسا ایک پھول دیکھے۔ فضل ربی دیکھیے کہ ایک گبھر کا پوتا آگے چل کر سلطان العارفین اور نازش عالم بنتا اور خلافت الٰہیہ کے منصب پر فائز ہوتا ہے، ۱۴ رمضان المبارک ۲۶۱ھ میں وصال ہوا بسطام (شام) میں مزار ہے۔

(۹)

حضرت شقیق بلخی رح

رئیس کے غلام سے اللہ کی غلامی کا سبق

تجارت و توبہ حضرت شقیق بلخی زہد و طاعت میں یگانہ روزگار اور علم و فضل میں یکتا تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ نے ۱۷۰۰ اساتذہ سے تعلیم حاصل کی تھی حضرت حاتم اصم جیسے بزرگ آپ ہی کے شاگرد تھے بہت متمول تھے تجارت کرتے تھے ایک دفعہ ترکستان میں مال تجارت لے کر گئے ہوئے تھے۔ وہاں دیکھا کہ ایک بت پرست بتخانے میں بت کے سامنے کھڑا زار زار رو رہا ہے۔ فرمایا شرم کر خدائے حی و قیوم کے سامنے سر جھکا، بولا اگر تمہارا خدا ایسا ہی ہے تو کیا وہ تمہارے وطن میں تمہیں روزی نہ دے سکتا تھا، یہ سن کر آپ کے دل میں کچھ حرکت پیدا ہوئی۔ واپس گئے تو شہر میں قحط پڑا ہوا تھا۔ دیکھا بلخ میں ایک غلام ہے جو سر بازار ہنستا اور ناچتا ہوا چلا جا رہا ہے نزدیک گیا تو کہنے لگے کہ شہر کے لوگ تو بڑے مصائب گزر رہے ہیں اور تو ہنستا ہوا جا رہا ہے بولا مجھے قحط کا کیا فکر ہے جس کا میں غلام ہوں اس کے

پاس بڑی جائداد ہے کافی غلہ بھرا ہوا ہے وہ مجھے ہرگز بھوکا نہ رہنے دیگا۔ یہ سن کر آپ کے دل کی دنیا بدل گئی اور جناب باری میں عرض کی کہ خداوندا یہ غلام اپنے مالک پر کس قدر نازاں ہے تو پہلا میں تجھ جیسے رازق حقیقی کے ہوتے ہوئے کیوں فکر مند ہوں۔ اسی وقت توبہ کی۔ دنیا کی طرف سے دل سرد ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں معروف ہو گئے۔ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں حقیقت میں ایک غلام کا شاگرد ہوں۔

موعظت و نصیحت

حضرت ابراہیم ادہم کے مرید ہیں انہیں سے فیض حاصل کیا اور مرتبہ کمال پر پہنچے، بہت سے مشائخین سے ملے۔ کئی بار حج کو گئے، مکہ شریف میں آپ حضرت ابراہیم ادہم سے ملے۔ آپ نے پوچھا حضرت معاش کے متعلق آپ کیا اہتمام کرتے ہیں، فرمایا کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہوں، نہیں ملتا تو صبر کرتا ہوں۔ حضرت شقیق نے کہا۔ کہ یہ تو ہماری گلی کے کتے بھی کرتے ہیں کہ کچھ مل جاتا ہے تو دم ہلا کر کھا لیتے ہیں، نہیں ملتا تو آنکھیں بند کئے پڑے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ فرمایا کچھ مل جاتا ہے تو ایثار کرتے ہیں نہیں ملتا تو شکر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے یہ سنتے ہی آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا مردوں کا یہی کام ہے

آپ نے بیت اللہ شریف جاتے ہوئے بغداد شریف میں قیام کیا تو خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو بلا کر عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے فرمایا اللہ نے تجھے صدیق کی جگہ متمکن کیا ہے وہ تجھ سے صدق طلب کرتا ہے۔ فاروق کی مسند پہ بٹھایا ہے وہ تجھ سے حق و باطل میں امتیاز چاہتا ہے ذوالنورین کا منصب عطا کیا ہے کرم و عطا چاہتا ہے۔ مرتضیٰ کی جگہ پر بٹھایا ہے تجھ سے علم و عدل چاہتا ہے۔ خلیفہ نے کہا کچھ اور فرمایئے ارشاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے دوزخ کا دربان مقرر کر کے تین چیزیں دولت۔ تلوار اور تازیانہ عطا کی ہیں ان تینوں سے لوگوں کو دوزخ سے بچانے کا اہتمام کر۔ مال سے حاجتمندوں کی حاجت روائی کر خلاف ورزی احکام الٰہی کرنے والوں کی تنبیہ تازیانہ سے کر اور انہیں مودب بنا اور ناحق قتل کرنے والوں سے تلوار کے ذریعہ قصاص لے ورنہ ذہن نشین کر لے دوزخیوں کی پیش روی کا شرف بھی تجھے ہی حاصل ہو گا۔

اشارات وکرامات

خلیفہ نے کہا کچھ اور فرمائیے۔ ارشاد فرمایا اگر تو کسی میدان میں شدت تشنگی سے قریب الموت ہو تو اس وقت تو ایک گھونٹ پانی کس قیمت پر خرید لیگا؟ بولا جس قیمت پر بھی ملے۔ فرمایا اگر وہ قیمت میں نصف ملک طلب کرے۔ بولا دیدونگا۔ فرمایا اس گھونٹ کے پینے سے اگر پیشاب بند ہو جائے اور حالت نازک سے نازک تر ہوتی چلی جائے، پھر وہ کہے کہ بقیہ نصف دو۔ تو علاج کروں۔ خلیفہ بولا ضرور دیدونگا۔ فرمایا بھلا ایسی بادشاہی کا کیا اعتبار جس کی قیمت صرف ایک گھونٹ پانی ہو خلیفہ یہ سن کر رو دیا۔ اور با اعزاز رخصت کیا۔

ایک مرتبہ آپ کی مجلس وعظ گرم تھی کہ یکبارگی یہ شور بلند ہوا۔ کہ کفار چڑھ آئے آپ اسی وقت اسلحہ لے کر دوڑے اور انہیں شکست دے کر واپس چلے گئے ایک دن شدت کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی آپ نے حاتم اصم سے فرمایا کہ شاید تو یہ خیال کرتا ہے کہ دن کل کا دن ہے اور تو اپنی بیوی کے ساتھ آرام کی نیند سو رہا ہے یہ کہا اور آپ صفوں کو چیرتے ہوئے درمیان میں پہنچ گئے اور اپنی گوڈی کا تکیہ لگا کر تیروں کی بارش میں اطمینان کے ساتھ لیٹے رہے۔

تعلیمات وہدایات

فرمایا جو شخص اپنی روزی کے متعلق خدا پر اعتماد کرتا ہے اس کی خوش خلقی اور نیک خوئی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، جو شخص مصیبت میں فریاد کرتا ہے۔ گویا وہ خدا سے جنگ کرتا ہے۔ فرمایا تونگری کے لئے پانچ چیز شغل دل، سختی حساب، موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ جب آئے گی تو لوٹ کر نہ جائے گی۔ تقوے کی شناخت تین باتوں سے ہوتی ہے۔ احکام دین کا اتباع، ممنوعات سے احتراز اور دین و دنیا کے متعلق باتیں کرنا۔

فرمایا۔ میں نے سات سو عاقلوں سے دریافت کیا۔ کہ عقلمند اور دولتمند اور درویش کسے کہتے ہیں۔ اور بخیل کی شناخت کیا ہے۔ لیکن سب کی طرف سے ایک ہی جواب ملا۔ یعنی یہ کہ عقلمند وہ ہے جسے دنیا فریب نہ دے سکے اور نہ وہ دنیا کو دوست رکھے۔ تونگر وہ ہے جو خدا کی تقسیم پر راضی ہو، درویش وہ ہے جسے زیادہ کی طلب نہ ہو اور بخیل وہ ہے جو اللہ تعالے

کا حق ادا نہ کرے

حضرت حاتم اصم نے آپ سے التجا کی کہ مجھے بہتر نصیحت و ہدایت کیجے جس سے مجھے خاص نفع پہنچے، فرمایا اپنی زبان کی حفاظت رکھ اور اسوقت تک کوئی بات منہ سے نہ نکال اور جواب نہ دے جب تک تو خوب سوچ اور سمجھ نہ لے اور اگر خاص وصیت کی ضرورت ہے تو اسوقت تک بات نہ کہہ جب تک یہ نہ سمجھ لے کہ اس کے نہ کہنے سے کوئی فتنہ عظیم پیدا ہو جائے گا یا تجھے شدید نقصان پہنچے گا یہ نصیحت و تعلیم اس قابل ہے کہ ہر شخص ہر وقت اسے ذہن نشین رکھے، آپ اپنے وقت کے بڑے بزرگ اور بڑے متوکل اور صاحبِ علم زہد تھے لوگوں کو اپنے وعظ و تلقین سے برابر فائدہ پہنچاتے رہتے تھے، بلخ میں آپ کا مزار ہے۔

(۱۰)

حضرت سہل بن تستری

سلطان عمرو بن لیث پر زر و جواہر کی بارش

بزرگی و عظمت حضرت سہل بن عبداللہ تستری بڑے جلیل القدر ولی گزرے ہیں، معرفت و حقیقت میں آپ کو کمال حاصل تھا، اور بہت متمول تھے، حضرت ذوالنون مصری کے مرید تھے آپ کے پاس جو کچھ جائداد دیہی وسکنی تھی، جتنا اثاثہ وسامان تھا، جو کچھ سونا چاندی موجود تھا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا کر حج کو چلدیئے اور درویشی اختیار کرلی۔ شریعت و طریقت دونوں میں درجہ کمال رکھتے تھے اور ترتیب وروزہ میں صرف ایک جو کی روٹی کھا کر گزارہ کرتے تھے، پھر یہ حالت ہو گئی، کہ بازار سے جو خریدتے خود پیستے اور آٹا رکھ لیتے اور ۲۴ گھنٹہ میں ایک اوقیہ سے زیادہ روٹی نہ کھاتے اکثر ایسا ہوا ہے کہ روزہ پر روزہ رکھا ہے اور پانچ پانچ سات سات روز کیا چالیس روز مسلسل روزے رکھے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے ایک چلہ میں صرف ایک بادام کی گری پر گذر کی، رات رات بھر نماز میں کھڑے رہتے، تستر کے ایک عالم نے آپ کے خلاف سخت پروپگنڈا کیا، اور کفر کا

فتوت لگایا۔ مگر آپ نے پرواہ بھی نہ کی۔ کہ کیا ہو رہا ہے، کمہ شریف پنچکر وہاں کے مشائخین اور اولیٰ کبار سے فیض حاصل کیا۔

پیر کا ادب اتنا تھا۔ کہ جب تک حضرت ذوالنون مصری زندہ رہے کبھی پاؤں دراز نہ کئے اور نہ کبھی منبر پر کھڑے ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ استاد کی زندگی میں شاگرد کو مودب ہی رہنا چاہئے صاحب وجد وحال تھے۔ سماع سنتے تو اکثر پانچ پانچ روز تک حالت وجد میں رہتے نہ کھاتے نہ پیتے سردی کے موسم میں بھی پسینہ جسم مبارک سے ٹپکتا رہتا شیر اور درندے تک آپ کے پاس جمع رہتے وہ دور دراز کے جنگلوں سے شیر اور چیتے آتے آپ کے پاؤں پر گرتے اور گھر میں موجود رہتے آپ کے مریدوں کی تعداد چارسو سے زیادہ تھی جو رب کے رب درجہ کمال پر پہنچے ہوئے تھے دور دور تک اپنی نظر رکھتے تھے۔

سلطان عمر بن لیث کو نصیحت

سلطان عمر بن لیث بیمار ہوا۔ ایسا بیمار کہ زندگی کی تمام توقعات منقطع ہو گئیں اور سارے حاذق اطبا علاج کرتے کرتے عاجز آ گئے۔ امرا اور وزرا نے مشورہ کیا اور سلطان سے عرض کیا۔ کہ کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی۔ کوئی علاج کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور آپ کی حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ ضرورت ہے کہ اب کسی درویش سے دعا کرائی جائے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت سہل مستجاب الدعوات ہیں ان سے دعا کرانی چاہئے۔ فوراً چند بزرگ آپ کو لینے پہنچ گئے۔ وقت ایسا ہی تھا۔ اور کچھ اللہ ہی کو منظور تھا، آپ بلا تکلف اُٹھ چلے گئے اور آ کر سلطان کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ نے سلطان سے فرمایا دعا اس کے حق میں قبول ہوتی ہے جو تائب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تیری جیل میں اس وقت بہت سے بے گناہ قید ہیں پہلے انہیں رہا کر اور پھر صدق دل سے جناب باری میں توبہ کر۔ سلطان نے تمام قیدی چھوڑ دیئے اور صدق دل سے توبہ کی تو آپ نے فرمایا بار الہا جس طرح تو نے اسے گناہوں کی ذلت دکھائی اسی طرح اسے میری طاعت کی عزت دکھا اور اس کے ظاہر کو صحت و عافیت کا لباس پہنا۔

ابھی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی۔ کہ سلطان کو صحت کامل ہو گئی سلطان کی خوشی کا کوئی

کا نانہ تھا۔ اس نے آپ کو بکثرت مال دینا چاہا۔ لیکن آپ نے قطعی انکار کر دیا۔ اور وہاں اٹھ چلے آئے ایک مرید نے عرض کیا۔ کہ آپ کوئی چیز قبول کر لیتے تو اس سے میرا فرمنہ بھی پورا ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تجھے مال و زر کی ضرورت ہے۔ اچھا نظر اٹھا کر سامنے تو دیکھ اس نے جو آنکھ اٹھائی کیا دیکھتا ہے کہ تمام صحرا زر و جواہر سے بھرا پڑا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جسے رب کچھ دیا ہو۔ وہ بھلا مخلوق سے کس چیز کی آرزو کر سکتا ہے

کرامات و اشارات

ایک دفعہ آپ جنگل میں چلے جا رہے تھے کہ ایک بڑھیا سامنے آتی ہوئی نظر پڑی۔ آپ نے سمجھا کہ کوئی غریب بیکس عورت ہے جو شاید کسی قافلہ سے جدا ہو گئی ہے آپ نے اس کی امداد کرنا چاہی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ بڑھیا سمجھ گئی اور اس نے زبان سے تو کچھ نہ کہا۔ دانتوں میں انگلی دبائی اور ایک ہاتھ کو فضا میں بلند کر کے مٹھی جو کھولی تو زر و جواہر سے لبریز تھی۔ بولی سہل تم جیب سے نکالتے ہو اور میں غیب سے پاتی ہوں۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گئی۔ پھر آپ نے اس بڑھیا کو میدان عرفات میں دیکھا۔ اور کچھ دیر وہ بڑھ کر مصروف طواف ہو گئی۔

قریب پہنچے تو بڑھیا نے کہا۔ کہ جو شخص جمال کعبہ دیکھنے کی غرض سے آتا ہے اسے ضرور طواف کرنا چاہیئے اور جو اللہ تعالیٰ کے جمال دیکھنے کا آرزومند ہو ایسے شخص کا طواف خود کعبہ شریف کو کرنا چاہیئے۔ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک شب کو ایک ہو کا دیکھا چنانچہ میں نے اس کو کھانا دیا۔ لیکن اس نے اس کو ہاتھ نہ لگایا۔ کیونکہ وہ مشتبہ تھا۔ بھوک پیاس کی شدت بہت زیادہ تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اس شب کو عبادت بھی نہ کر سکا حالانکہ تیس سال سے ایک رات بھی ایسی نہ گزری تھی کہ وہ عبادت و نماز سے غافل رہا ہو۔ اس ایک رات مشتبہ طعام کو چھوڑ کر بھوکا پڑا رہنے سے جو اسے اجر ملا وہ اس کے تمام اعمال صالحہ کے مجموعی ثواب سے بھی زیادہ تھا۔ اور اس کے مراتب اس کی وجہ سے بہت بڑھ گئے

ثواب جمع و صحبت اور اکل حلال

آپ چونکہ بہت بڑے عالم اور عارف بھی تھے اس لیے وعظ و تلقین کبھی ترک نہ کرتے تھے اور لوگوں کو ہمیشہ راہ راست دکھاتے رہتے تھے جس سے اس عہد کے لوگ بہت

فائدہ اٹھایا۔ آپ کی تعلیمات و نصائح تو بکثرت ہیں۔ مگر ہم ان کا ایک اجمالی خاکہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رات دن میں ایک مرتبہ کھانا صدیقوں کا اور دو مرتبہ کھانا چوپایوں کا کام ہے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ بندے کن امور سے لطف و کرم کے مستحق بنتے ہیں۔

فرمایا بیہ کہ بیماری اور مصیبت میں صبر کرنے اور الا ماشاء اللہ تعالیٰ کہنے سے۔ فرمایا بیماری اور مصیبت میں صبر کرنے سے رب قدیر کے کرم کا اظہار ہوتا ہے۔ فرمایا عمل و عبادت میں ہو کے رہے بغیر اخلاص پیدا نہیں ہوتا۔ فرمایا جو بیکار رہتا ہے شیطان اس سے بھاگتا ہے۔ تمام آفات سیر ہو کر کھانے سے پیدا ہوتی ہیں۔

خلوت حلال روزی کے بغیر جائز نہیں۔ فرمایا حرام کھانے سے سات اعضا گنہگار ہو جاتے ہیں۔ آنکھ، کان، زبان، شکم، شرمگاہ اور دست و پا۔ اور پھر ان سے دانستہ اور نادانستہ برابر سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اور حلال روزی ان ساتوں اعضا کو اچھائی کی طرف آمادہ رکھتی ہے اور نصیب ہوتی ہے۔ فرمایا ہمارے مذہب کے تین اصول ہیں۔ اولاً اعمال و اخلاق میں رسول کریم کا اتباع دوسرے حلال روزی تیسرے اخلاص عمل

فرمایا توبہ خاموشی بغیر، خاموشی اطاعت بغیر اطاعت حلال روزی بغیر اور حلال روزی اللہ کا حق ادا کئے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ کا حق جملہ اعضا کی حفاظت اور احتیاط بغیر ادا نہیں ہو سکتا۔ اور ان تمام امور کے لئے توفیق الٰہی لازمی شے ہے

نکات و تعلیمات

فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت خود نہیں کرتا اسے بجبر دوسروں کی خدمت کرنی پڑتی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے قلبی اطمینان ڈھونڈنا حرام ہے جس وجد و حال پر قرآن شہادت نہ دے رہا ہو وہ لغو ہے۔ علما تین قسم کے ہوتے ہیں، علمائے ظاہر علمائے باطن اور علمائے حقیقت علمائے ظاہر اپنے علم کا اظہار اہل ظاہر پر کرتے ہیں۔ علمائے باطن اپنے علم و فضل کا اظہار اہل باطن پر کرتے ہیں اور علمائے حقیقت وہ ہیں۔ جن کے علم کو وہ خود جانتے ہیں یا خدا جانتا ہے۔ کوئی تیسرا اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔ فرمایا جس عمل میں مرشد کی عبادت نہیں ہوتی، وہ موجب عذاب و معصیت ہوتا ہے۔

فرمایا میرے اصول کار چھ ہیں، کتاب اللہ سے تمسک، سنت رسول کا اتباع، حلال غذا کھانا، لوگوں کو دکھ پہنچانے سے احتراز، ادائیگی حقوق میں عجلت، مشکلات سے اجتناب فرمایا عبودیت کا ابتدائی مقام یہ ہے کہ انسان اپنے اختیارات و قدرت کو فراموش کر دے۔ فرمایا بری عادتوں کو نیک بنانا بزرگترین عمل ہے۔ انسان کی ہلاکت کا موجب دو چیزیں ہیں طلب عزت اور خوف درویشی واخلاص۔ میرا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرصت کا انتظار کرتا ہے۔ فرمایا خوف نر اور رجا مادہ۔ ہر او ایمان دونوں کا فرزند ہے لیکن جب دل میں تکبر ہوتا ہے اس میں خوف و رجا کو جگہ نہیں ملتی خوف منہیات شرع سے باز رہنا اور رجا، اوامر احکام میں عجلت کرتا ہے خوف میں سب سے بلند ترین مقام یہ ہے کہ انسان اس امر سے ڈرتا رہے کہ خدا جانے اللہ کے علم میں اس کی قسمت میں کیا ہونا لکھا ہے

توکل علیہ کی فائز المرامیان

فرمایا گنہگاروں اور کافروں سے توبہ کی توقع بھی کی جا سکتی ہے۔ لیکن تعلیم یافتہ لوگوں سے ناامیدی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی یار و ناصر نہیں رسول کریم کے سوا اور کوئی رہنما و دلیل نہیں۔ تقوے کے سوا کوئی توشہ نہیں اور صبر کے سوا کوئی عمل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا۔ تو فرمایا مجھ سے کچھ نہ کہہ سکے تو مجھے دیکھ اور نہ دیکھ سکے تو مجھ سے اپنی حاجت طلب کر۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک خواہشات نفسانی کی مخالفت سے زیادہ کوئی عبادت نہیں۔ دن بھر راستی سے بچے رہنا رات بھر کی عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ فرمایا جو شخص حرام کی طرف سے اپنی آنکھ بند کر لیتا ہے وہ زندگی بھر مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ فرمایا جو شخص کسب میں طعن کرتا ہے وہ سنت پر طعن کرتا ہے اور جو شخص توکل میں طعن کرتا ہے وہ گویا ایمان میں طعن کرتا ہے۔ فرمایا توکل کا مقام اول یہ ہے کہ تمہاری حیثیت قدرت کے ہاتھ میں وہی ہو جو غسال کے ہاتھ میں میت کی ہوتی ہے وہ جس طرح چاہے میت کو الٹ پلٹ کر رکھے۔ مگر اس کے اندر کوئی خواہش اور حرکت پیدا نہ ہو۔ فرمایا توکل کی علامت تین چیزیں ہیں۔ کسی سے سوال نہ کرے، سامنے آئے تو قبول نہ کرے اور قبول کرے تو خرچ کر دے۔ متوکل کو تین چیزیں عطا ہوتی ہیں، مکاشفہ غیبی، حقیقت یقینی اور مشاہدات

قرب باری تعالیٰ۔ فرمایا۔ توکل اسی کو نصیب ہوتا ہے جو تمام علائق اسباب ترک کر کے زندگی بسر کرے۔ توکل بلا بذل روح درست نہیں اور بذل روح ترک تدبیر ہے فرمایا امور و احوال کا چہرہ بھی ہوتا ہے اور پشت بھی۔ لیکن توکل کا چہرہ ہی چہرہ ہے پشت سرے سے ہے ہی نہیں یعنی یہ کہ رضا قضا کے لئے ہے اور شکر نعمت کے لئے، تفویض و تسلیم رنج و مصیبت میں ہوتی ہے اور خوف و امید اللہ تعالیٰ کے الطاف کے متعلق زہد و تقوے دنیا سے مجتنب رہنے میں ہوتا ہے۔ لیکن توکل صرف اللہ ہی پر ہوتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ توکل کا چہرہ ہی چہرہ ہے، پشت نہیں۔ اگر کوئی دوستی کے متعلق بھی یہی کہے تو میں کہونگا کہ دوستی اللہ کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ پر

مسئلہ جانشینی و انتقال

فرمایا خوف، دہشت سے بالاتر ہے کہ جیسا خاصان خدا کو ہوتی ہے اور خوف علماء کے ساتھ مخصوص ہے درویش کو آسودگی استغراق کے عالم میں نصیب ہوتی ہے۔ کسی نے آپ سے نصیحت کی استدعا کی التجا کی۔ فرمایا تیری نجات چار امور پر منحصر ہے، کم کھانا، کم سونا، خاموشی اختیار کرنا اور تنہا رہنا۔ اور تنہا رہنا۔ اس نے کہا حضور مجھے اپنی صحبت میں ہی پڑا رہنے کی اجازت دیں۔ فرمایا ہم مر جائینگے تو پھر کس کی صحبت میں رہیگا، بولا حق تعالیٰ کے ساتھ، فرمایا تو اب بھی تجھے اس کے ساتھ رہنا چاہئے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے عاجزی اور انکساری سے نزدیک تر اور کوئی راستہ نہیں فرمایا۔ فقرا کو حقارت سے نہ دیکھو کہ یہ انبیاء کے جانشین ہیں۔ حضرت کے چار سو مرید تھے انہوں نے وصال کے وقت پوچھا، کہ حضور آپ کا جانشین کون ہوگا، فرمایا... شاہ دلگیر پھر اسے بلوا کر ہدایت کی کہ میرے مرنے کے تین روز بعد میری مسند پر متمکن ہونا اور مخلوق الٰہی کو وعظ و پند کرتے رہنا۔ چنانچہ تیسرے روز شاہ دل اپنی معمولی ہیئت میں آیا اور کہا لو میں مسلمان ہوتا ہوں مگر جس طرح میں نے زنار باطنی اس وقت تمہارے سامنے توڑ ڈالا ہے اور اسی طرح تم اپنے باطنی زنار کاٹ ڈالو۔ لوگوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا، اور آپ وفات انہوں نے بہت سے خوارق بھی مشاہدہ کئے جو وقت آپکے جنازہ چلا تو ایک ستر سالہ

یہودی نے شور مچایا۔ کہ "وہ دیکھو" "وہ دیکھو" لوگوں نے کہا کیا دیکھیں، بولا دیکھو ملائکہ آسمان سے اتر رہے ہیں اور آپ کے جنازہ کے ساتھ چل رہے ہیں چنانچہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

آپ کے جنازہ کے ساتھ بکثرت انسان تھے اور ہر طرف ایک شور پڑا ہوا تھا۔ اور کہرام پڑے آپ نے نہایت شاندار اور پاکیزہ زندگی بسر کی اور مدتوں خلق خدا کو مشعل ہدایت دکھلاتے اور خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے، جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا بھی اس کا ہو جاتا ہے۔ حضرت سہیل کچھ بھی نہ تھے۔ لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رشتہ بندگی استوار کیا تو بظاہر تو فقیر نظر آتا تھا لیکن باطن میں انوار الٰہیہ جگمگانے لگے

(۱۱)

حضرت ذوالنون مصریؒ

پرندوں کو دانہ کھلانے پر نظر کرم

توبہ و توکل حضرت ذوالنون مصری ارض مصر کے بڑے جلیل القدر بزرگ اور صاحب کمال ولی گزرے ہیں۔ آپ محض دنیادارانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ کہ ایک روز آپ ایک عابد کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے دیکھا۔ کہ وہ ایک درخت پر لٹکا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے میرے جسم طاعت و عبادت میں میری موافقت کر ورنہ میں تجھے اسی طرح مبتلائے اذیت رکھوں گا۔ آپ بہت متاثر ہوئے اور آپ پر رقت طاری ہو گئی، درخت کے لٹکے ہوئے عابد کے کانوں میں آپ کی سسکیوں کی آواز جو پہنچی۔ تو اس نے پکار کر کہا۔ کہ اے شخص تو کون ہے، جو اس شخص کی حالت پر رحم کرنے آیا ہے جو غرق معاصی ہے اور بے حد کم حیا کا سرمایہ دار ہے یہ سن کر آپ سامنے گئے سلام و نیاز کے بعد پوچھا۔ کہ آپ نے خود کو کیوں اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے؟ بولا کیا کروں یہ جسم میرا کہنا مانتا ہی نہیں، دنیا اور دنیا والوں کے ساتھ مشغول رہتا ہے اور عبادت و ریاضت میں میرا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ فرمایا میں آپ کو دیکھ کر یہ سمجھا تھا۔ کہ آپ سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے یا آپ کسی قتل

خون کے مرتکب ہوئے ہیں۔

بولا افسوس ہے تو راز کی بات نہ سمجھ سکا۔ لوگوں سے میل ملاپ اور دنیوی علائق میں پھنسا ہی ان تمام گناہوں کو دعوت دینا ہے فرمایا، ابھی آپ بڑے عابد و زاہد ہیں اس پر اس عابد نے کہا کہ کیا آپ مجھ سے بھی بڑے عابد و زاہد دیکھنے کے آرزومند ہیں۔ اور اگر ہیں تو آپ اس سامنے والے پہاڑ پر چڑھ جائیے، یہ سنکر آپ اس پہاڑ پر آپ چڑھ گئے دیکھا۔ کہ وہاں ایک سرسبز مقام پر ایک صومعہ بنا ہوا ہے اس کے اندر دروازے کے قریب ہی ایک جوان رعنا بیٹھا ہوا ہے۔ قریب پہنچکر میں نے دیکھا کہ دروازے کے سامنے ایک پاؤں کٹا ہوا پڑا ہے جسے کیڑے اپنی غذا بنا رہے ہیں آپ نے اس جوان کو سلام کیا، اور پوچھا کیا حالت ہے اور پاؤں کیسے کٹا پڑا ہے۔ کہا میں ایک دن اس صومعہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک ماہ پیکر حور وش نازنین اس طرف سے گزری، دیکھتے ہی اس پر دل مائل ہو گیا۔ اور بے ساختہ آرزو پیدا ہوئی۔ کہ اس کے قریب جاؤں اور اس سے گفتگو کروں اور ملوں جس وقت میں نے قدم اٹھا اور قدم آگے بڑھایا تو عین اس وقت ایک قدم اندر تھا۔ اور ایک باہر کہ غیب سے ایک آواز میرے کان میں آئی۔ کہ شرم نہیں آتی کہ تیس سال ہماری اطاعت کرنے کے بعد اب شیطان کی اطاعت کا ارادہ کر رہا ہے، ندامت ہوئی۔ میں نے اسی وقت وہ پاؤں کاٹ ڈالا جو کہ صومعہ سے باہر نکلا ہوا تھا۔ اور جو سامنے پڑا کیڑوں کی غذا بن رہا ہے میں ہول کر بیان حیران و پریشان اس انتظار میں بیٹھا ہوں کہ مجھے اس اقدام کی کیا سزا ملتی ہے آپ نے غلطی کی کہ مجھ گنہگار اور معصیت کار کو دیکھنے آئے۔ البتہ اگر آپ کو کسی مرد خدا کے دیکھنے کی آرزو ہے۔ تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائیے، حضرت ذوالنون رح چوٹی پر تو اس کی بلندی اور راستے کی دشوار گزار نوعیت کے باعث نہ گئے انہی سے پوچھا۔ کہ مجھے آپ اس مرد خدا کی حالت اور کیفیت سے آگاہ کیجئے۔ ان بزرگ نے کہا۔ کہ وہ پہاڑ کی چوٹی والے بزرگ ایک مدت مدید سے مصروف زہد و عبادت ہیں۔ اتفاق سے وہ ایک شخص سے مصروف مناظرہ ہوئے اور کہنے لگے کہ روزی کا حصول کسب پر منحصر ہے، پھر پچھتائے اور انہوں نے عزم کر لیا۔ کہ میں آئندہ کوئی ایسی چیز بھی نہ کھاؤں گا جس میں انسان کی کسب و محنت کو دخل ہو گا۔ کئی روز گزر گئے بھوک سے برا حال تک آخر اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دیا جو صومعہ میں آئیں اور اس کے

اور دیگر دو اُن میں اور لے شہد ہیم پہنچاتی ہیں۔

آپ نے جوان دو نوں بزرگوں کو دیکھا۔ اور تیسرے بزرگ کا حال سنا تو بے حد متاثر ہوئے دل میں ایک درد پیدا ہوا۔ اور اسی وقت ذہن نشین ہو گیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے وہ خود اس کا کفیل ہو جاتا ہے اور اس کی سعی و محنت برباد نہیں ہونے دیتا

یہ خیال لئے ہوئے آپ پہاڑ سے واپس چلے آرہے تھے کہ راستہ میں آپ نے دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ ایک درخت پر بیٹھا ہوا ہے چند لمحے بھی نہ گذرے تھے کہ وہ پرندہ درخت سے نیچے اترا۔ اور ادھر ادھر پھرنے لگا۔ آپ کو پھر خیال آیا۔ کہ اس کی بینائی زائل ہو چکی ہے اسے کیا ملے گا۔ اور یہ کہاں سے دانہ پانی کھا ئیگا۔ آپ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اس نے ایک جگہ رک کر اپنی منقار سے زمین کھودنی شروع کر دی کیا دیکھتے ہیں کہ زمین سے دو پیالیاں برآمد ہوئیں ایک سنہری پیالی تھی جس میں دانہ بھرا ہوا تھا اور دوسری پیالی چاندی کی تھی جو پانی سے لبریز تھی آپ کے سامنے ہی سنہری پیالی سے اس نے دانہ کھایا۔ اور نقرئی پیالی سے اس نے پانی پیا اور سیر ہو کر درخت پر جا بیٹھا۔ آپ کی نظروں ہی کے سامنے یہ دونوں پیالیاں بھی غائب ہو گئیں۔

یہ نظارہ دیکھ کر آپ اٹھے اور آپ کو رب قادر کی رزق رسانی اور توکل پر پورا پورا اعتماد ہو گیا۔ اور اسی وقت صدق دل سے توبہ کی۔

غیبی انتباہات یہاں سے آپ آگے بڑھے، جنگل سے گذر رہے تھے کہ ایک جگہ آپ کو سونے کا خزانہ نظر آیا۔ جس پر ایک تختہ رکھا ہوا تھا اور اس تختہ پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ جو افراد آپ کے ساتھ تھے وہ خزانہ انہوں نے تقسیم کر لیا۔ اور وہ تختہ دے کر آپ نے لے لیا۔ کہ اس پر میرے دوست کا نام لکھا ہوا ہے یہ مجھے دیدو اسی رات کو آپ نے خواب میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذوالنون اور لوگوں نے خزانہ لے لیا وہ اسے بڑی چیز سمجھے۔ لیکن تو نے بہت بڑی شے لی ہے اور یہ واقعی رب سے گراں قیمت شے تھی، ہم نے بھی اس کے صلہ میں تیرا رتبہ بلند کر دیا اور اس کی برکت سے تجھ پر علم و حکمت کے باب وا کر دیئے، شہر میں پہنچکر آپ زہد و ریاضت میں

معروف ہوگئے اور دنیا ترک کردی ایک روز آپ دریا پر خراماں خراماں چلے جا رہے تھے کہ آپ کو کنارِ دریا، ایک محل نظر آیا۔ دیکھا۔ کہ اس کی بالائی منزل پر ایک حور جمال خاتون اپنی پوری رعنائیوں اور آراستگیوں کے ساتھ کھڑی ہے آپ نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے برجستگی سے جواب دیا۔ مجھے تو آپ پوچھتے ہیں۔ مگر اپنی تو کہئے۔ میں نے دور سے آپ کو دیکھا تو سمجھا کوئی دیوانہ ہے جب قریب آئے تو خیال ہوا کہ آپ عالم ہیں اور جب آپ بالکل ہی پاس آگئے تو میں نے آپ کو عارف سمجھا۔ لیکن جب میں نے غور کیا۔ تو مجھے نہ آپ عالم نظر آئے نہ دیوانے اور نہ عارف آپ نے پوچھا کہ اس کی توضیح کیجئے جواب دیا۔ کہ آپ دیوانے ہوتے تو طہارت نہ کرتے، عالم ہوتے تو نامحرم پر نظر نہ اٹھاتے اور عارف ہوتے تو ماسوا پر نگاہ نہ کرتے یہ کہا اور وہ خاتون خود بخود غائب ہوگئی۔ آپ نے سمجھ لیا۔ کہ یہ محض ایک انتباہ غیبی تھا اس انتباہ نے آپ کے دل میں ایک آگ لگادی اور آپ وہیں کھڑے کے کھڑے رہ گئے، پھر دریا کے کنارے کنارے چلے ایک کشتی نظر آئی۔ جس میں لوگ سوار ہو رہے تھے آپ بھی اس میں بیٹھ رہے تقدیر کار اس کشتی میں ایک سوداگر سوار تھا۔ جس کا ایک گراں قیمت موتی وہیں گم ہوگیا جتنے لوگ تھے سب کو آپ پر شبہ ہوا۔ وہ آپ کو شرمندہ بھی کرتے اور آزار بھی پہنچاتے بہت پریشان ہوگئے، تو آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اور کہا الٰہی تو جانتا ہے اور میری حالت سے واقف ہے۔ زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے تھے کہ صد ہا مچھلیوں نے دریا سے سر نکالا سب کے منہ میں ایک ایک موتی تھا۔ آپ نے سب کے سامنے مچھلی سے ایک موتی لے لیا۔ اور اس سوداگر کو دے دیا یہ کرامت و کمال دیکھ کر نہ صرف وہ سوداگر بلکہ تمام اہل کشتی آپ کے پاؤں پر گر پڑے روئے اور معافی چاہی اسی روز سے آپ کو ذوالنون کہنے لگے۔

کرامات و خوارق عادات

ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں جمادات کی اطاعت کے متعلق ذکر شروع ہوا۔ فرمایا اولیا اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ ان کی زبان سے جو نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا

کر دیتا ہے اسی طرح جمادات بھی اولیاء کے فرمان پذیر ہیں۔ قریب ہی ایک تخت پڑا ہوا تھا فرمایا اگر میں اس تخت کو حکم دوں تو ابھی یہ گردش کرنے لگے آپ کی زبان مبارک سے ان الفاظ کا نکلنا تھا۔ کہ وہ تخت گردش کرنے لگا۔ اور تمام مکان کے ارد گرد گھوم کر پھر اپنی جگہ پہ قائم ہو گیا۔ اسی مجلس میں ایک جوان بھی موجود تھا وہ یہ کرامت دیکھ کر رونے لگا ایک حالت طاری ہوئی اور اتنا تڑپا۔ کہ وہیں دم توڑ دیا۔ آپ نے اسی وقت اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ اور جنازہ کی نماز پڑھا کر دفن کر دیا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ عیالدار ہوں۔ بڑی تنگدستی سے گذرتی ہے۔ بہت مقروض ہوں۔ آپ نے سامنے سے ایک پتھر اٹھا کر اسے دیدیا جو اسی وقت زمرد بن گیا۔ یہ شخص بہت خوش ہو لتے کر بازار گیا جوہریوں کو جو دکھایا۔ تو انہوں نے چار سو درہم میں خرید لیا۔

ایک اور شخص تھا جو ہمیشہ آپ کی خدمت کرتا رہتا تھا اور صوفیائے کرام کی کرامت کا منکر تھا۔ ایک روز آپ نے اسے ایک انگوٹھی دی اور فرمایا کہ لے اسے لے جا اور نانبائی کے پاس جا کر اسے ایک دینار کے عوض رہن رکھ آ۔ نانبائی بولا میں تو اسے ایک درہم سے زیادہ میں رہن رکھنے پر تیار نہیں ہوں جب وہ واپس آیا تو آپ نے فرمایا اچھا اب اسے صراف کے پاس لے جا۔ اور اس کی قیمت دریافت کر صراف کے پاس جو گیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ اس کی قیمت ایک ہزار دینار ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تیرا علم صوفیائے کے متعلق اس نانبائی کے علم کی طرح ہے کہ وہ انگوٹھی کی قیمت نہ سمجھ سکا۔ یہ سن کر وہ بہت متاثر ہوا۔

ایک روز آپ کے نفس کو آش اور سرکہ کی آرزو پیدا ہوئی۔ مگر دس سال تک آپ نے اس کی آرزو کی چنداں پرواہ نہ کی۔ عید کی رات کو نفس بولا۔ کہ کل تو عید ہے اور دس سال گزر گئی ہے اب تو مجھے آش اور سرکہ کھلا دیں۔ فرمایا۔ اگر تو اس شب دو رکعت کے اندر پورا قرآن شریف ختم کر دینے میں میری موافقت کرے تو میں تیری آرزو اور خواہش پوری کر دوں۔

چنانچہ یہی ہوا۔ اور صبح کو آش اور سرکہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ آپ لقمہ اٹھا کر منہ میں لے جانا چاہتے تھے کہ کچھ خیال آگیا۔ اور لقمہ پیالے میں رکھ دیا۔ اور نماز کے لئے کھڑے

ہو گئے۔ لوگوں نے پوچھا کیا معاملہ تھا۔ فرمایا جس وقت میں نے لقمہ اٹھایا اسی وقت نفس کہنے لگا۔ کہ آخر دس سال بعد آپ نے میری آرزو پوری کر ہی دی اور میں کامیاب ہو ہی گیا۔ میں نے کہا کچھ ہو تیری آرزو ہر گز پوری نہ ہوگی۔ اسی وقت ایک شخص آیا اس کے سر پر آش اور سرکہ کی ایک دیگ تھی۔ بولا میرے بیٹوں کو مدت سے اس کے کھانے کی آرزو تھی مگر مجھے میسر ہی نہ تھا۔ آج عید کے روز میں نے کہیں نہ کہیں سے کچھ کر کے کھانا طیار کیا اتفاق سے مجھے نیند آگئی۔ دیکھا۔ کہ رحمت عالم کھڑے فرما رہے ہیں۔ کہ اگر قیامت میں مجھے دیکھنے کی آرزو ہے تو اس دیگ کو اسی طرح ذوالنون کے پاس لے جا۔ اور کہہ کہ رسول اللہ سفارش کرتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے تو آپ اپنے نفس سے مصالحت کر لیں آپ یہ سن کر رونے لگے اور دیر تک روتے رہے اور فرمایا مجبور ہوں اب حکم ماننے کے سوا چارہ نہیں، چنانچہ آپ نے چند لقمے اس میں سے کھائے۔

ایک روز ایک لڑکے نے حاضر ہو کر مجھے ایک لاکھ درہم ورثہ میں حاصل ہوئے ہیں میں چاہتا ہوں۔ کہ انہیں آپ کی خدمت میں صرف کر دوں۔ آپ نے فرمایا صبر کر۔ ابھی نابالغ ہو بالغ ہونے پر اس نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور وہ تمام دینار درویشوں پر تقسیم کر دیئے چند روز کے بعد چند فقیر گئے۔ کچھ طلب کیا۔ لڑکے نے ایک آہ کی اور بولا اب میرے پاس کیا رکھا ہے جو تمہیں دوں آپ نے اس کی بات کو سن کر کہا ابھی اس میں خامی رہ گئی ہے بلا کر کہا کہ تین درہم کی فلاں دوا لے آؤ۔ آپ نے اس دوا کو کوٹ کر تین گولیاں بنائیں اور کچھ دم کر کے دے دیں وہ گولیاں اسی وقت قدرت رب قدیر سے یاقوت کے ٹکڑے ہو گئے لڑکا انہیں بازار لے کر لیکر گیا تو تین لاکھ دینار قیمت لگی آپ نے واپس لے کر اور ہاون دستہ میں ڈال کر کوٹ دیا۔ اور پانی میں پھینک دیا۔ اور فرمایا درویش روٹی کے بھوکے نہیں۔ اب وہ لڑکا متنبہ ہوا۔ توبہ کی اور پھر دنیا اور مال دنیا کی کوئی وقعت اس کے دل میں نہ رہی اور سمجھ لیا۔ کہ ان کی یہ حالت بے اختیاری ہے

قید و بند کے مصائب

آپ کے مراتب بلند سے بلند تر ہوتے چلے جا رہے تھے مگر لوگ آپ کو زندیق کہتے تھے اور مخالفت کا جذبہ ہر طرف سے

چلا جا رہا تھا. آخر لوگوں نے خلیفہ متوکل عباسی سے شکایت کی اس نے حکم دیا. کہ آپ بغداد کے دربار شاہی میں آکر جواب دہی کریں، چنانچہ آپ پابجولاں بغداد پہنچائے گئے آپ بیڑیاں پہنے گرفتار چلے گئے کہ راستہ میں ایک عورت ملی بولی ذوالنون بادشاہ سے ڈرنا نہیں آپکی طرح وہ بھی اللہ کا ایک بندہ ہے اور جب تک اللہ کو منظور نہ ہو وہ کچھ نہیں کر سکتا،

جب آپ اس طرح دربار میں پہنچے تو خلیفہ نے دیکھتے ہی حکم دیا. کہ اسے بجرم زندیقیت جیل خانہ میں قید کر دیا جائے چنانچہ آپ قید کر دیئے گئے، حضرت بشیر حافی رحمہ کی بہن خود صاحب ولایت اور آپ کی مرتبہ شناس تھیں روز جاتیں اور ایک نکیہ رکھ آپ کو پہنچا آتیں چالیس روز کے بعد آپکو آزادی ملی. جیل خانہ سے نکلے تو دیکھا گیا کہ وہ چالیس کی چالیس ٹکیاں بجنسہ رکھی ہوئی تھیں ہمشیرہ بشر حافی نے یہ سنا تو بہت رنجیدہ ہوئیں. بولیں یہ آپ پر کوئی احسان نہ تھا. اور یہ سب ٹکیاں حلال روزی کی تھیں، فرمایا حلال کی ضرور تھیں مگر اس کے مجھ تک پہنچانے والے ہاتھ تو پاک نہ تھے داروغہ جیل ہی تو انہیں لاتا تھا. چالیس روز فاقہ کشی سے آپ بہت کمزور ہو گئے تھے باہر نکلے تو گر پڑے پیشانی پر زخم آیا. خون جاری ہو گیا. لیکن اس خون سے آپ کے کپڑے بالکل آلودہ نہ ہوئے البتہ چہرہ پر خون لگا. اور جتنا خون زمین پر گرتا تھا. وہ بھی گر کر غائب ہو جاتا تھا.

پھر آپ دربار میں لائے گئے. خلیفہ نے آپ سے چند سوالات کئے جن کا جواب آپ نے اس برجستگی اور خوبی سے دیا. کہ خود خلیفہ اور تمام درباریوں پر رقت طاری ہو گئی خلیفہ پر اتنا اثر ہوا. کہ اس نے اسی وقت بیعت کر کے حلقہ غلامی اپنے کانوں میں ڈال لیا. اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ مصر واپس بھیجدیا.

آپ کا ایک مرید نہایت عابد و زاہد تھا. یہ حالت تھی کہ پورے چالیس سال تک ذکر میں مشغول رہا تھا. چالیس حج کئے تھے اور شبانہ روز عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا تھا. حاضر ہو کر عرض کیا. کہ خدا جانے کیا معاملہ ہے کہ ابتک باری تعالیٰ کی نظر میری طرف نہیں اٹھی اور میرے باطن میں کوئی بات پیدا نہیں ہوئی مجھے کوئی شکوہ تو نہیں مگر شوق میرے قلب میں آگ لگائے ہوئے ہے خدا کے لئے میری دستگیری کیجئے۔

فرمایا اچھا آج رات کو خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھاؤ، عشاء کی نماز بھی نہ پڑھو اور شام سے لیٹ کر سو رہو۔ اگر تمہاری طرف نظر رحمت نہیں اٹھتی تو عتاب کی نگاہ ہی اٹھے اور تو سب کچھ کیا، مگر عشا کی نماز پڑھ لی، رات کو دیکھا حضرت عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کو استقامت پسند ہے تیری آرزو ضرور پوری ہوگی، مگر ہمارا اسلام اس راہزن مدعی ذوالنون مصری کو پہنچا کر کہنا کہ اے جھوٹے مدعی، اگر میں تجھے تمام شہر میں رسوا نہ کردوں تو میں تیرا خدا نہیں تاکہ پھر تو ہمارے درگاہ کے عاجزوں کے ساتھ مکر نہ کرے، مرید بیدار ہوا تو بہت رویا اور شیخ کی خدمت میں آکر خواب کا حال سنایا، تو آپ اپنے متعلق "سلام" اور "جھوٹے مدعی" کے الفاظ سن کر پھولے نہ سمائے اور زار زار رونے لگے۔ اس پر کسی کو اعتراض کی ضرورت نہیں، طریقت میں بہت سے امور ایسے ہیں جو بظاہر تو شریعت کے منافی ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہی کشود کا ذریعہ بن جاتے ہیں، خود حضرت خضر نے بھی تو ایک لڑکے کو قتل کر دیا تھا، بہرکیف اسی روز سے مرید کا باطن کھل گیا۔ اور وہ درجہ کمال کو پہنچ گیا۔

ایک گبر پر نظر کرم

ایک سفر میں آپ کو ایک عورت ملی، آپ نے اس سے پوچھا کہ محبت کی غایت کیا ہے، بولی اے جھوٹے جب محبوب ہی کی کوئی غایت نہیں تو محبت کی غایت کیا ہو سکتی ہے ایک دفعہ آپ کہیں سفر میں تشریف لئے جا رہے تھے اور صحرا و جنگل برف سے پر تھے دیکھا کہ ایک گبر سر پر ایک کپڑا ڈالے ہوئے چنے بکھیرتا پھرتا ہے، آپ کے دریافت کرنے پر بولا، دیکھتے نہیں ہو یہ تمام صحرا تو برف سے پٹا پڑا ہے، میں اس لئے دانہ ڈال رہا ہوں کہ پرندے آئیں اور اپنا پیٹ بھر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم و کرم کرے، فرمایا اے بیگانہ کا دانہ پسند نہیں، بولا نہ سہی جو میں کر رہا ہوں اور جس نیت سے کر رہا ہوں اور جس نیت سے کر رہا ہوں اسے وہ دیکھ تو رہا ہے، فرمایا ہاں دیکھ تو رہا ہے۔ بولا تو بس یہ میرے لئے یہی کافی ہے، کچھ عرصہ بعد آپ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے دیکھا، کہ گبر والہانہ عاشقیت کے ساتھ طواف کعبہ میں مصروف ہے بولا ذوالنون دیکھا، کہ اس نے میرے اس عمل کو قبول کر لیا جو بیج میں نے بوئے تھے وہ پھل

لے گئے اور نہ صرف مجھے اپنی معرفت و دوستی سے مشرف کیا، بلکہ اتنی مہربانی کی کہ مجھے اپنے گھر بلا لیا۔ اسی وقت آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر عرض کیا کہ بار الٰہا تو نے ایک مٹھی بھر دانوں کے عوض میں ایک چہل سالہ گبر کو دولت معرفت بخش دی یہ تو بہت ارزاں فروشی ہے، ندا آئی کہ ہم کسی کو بلانے میں نہ کسی علت کو دیکھتے ہیں اور نہ ترجیح کرنے میں ہمیں کسی علت کی ضرورت ہے ذوالنون خاموش رہ کہ ہماری ذات فعال لما یرید ہے اور ہمارے کام تیری عقل و فہم سے بالاتر ہیں، آپ یہ سنکر سناٹے میں آگئے اور سجدے میں گر پڑے

تعلیمات و نکات

فرمایا چھوٹوں کی توبہ یہ ہے کہ گناہ کئے جائیں اور استغفار پڑھتے رہیں فرمایا صحت جسمانی کا راز کم خوری اور صحت روحانی کا راز کم گناہی میں مضمر ہے۔ فرمایا، بلا میں مبتلا ہو کر صبر کرنا تعجب نہیں بلکہ اس پر راضی ہونا تعجب ہے بندے جب تک اللہ سے ڈرینگے اسی وقت تک کام کے رہیں گے۔

عارف وہ ہے جو مخلوق میں رہتے ہوئے بھی مخلوق سے علیحدہ رہے، فرمایا معرفت کی تین اقسام ہیں۔ اول معرفت توحید، جو عام مومنین کا حصہ ہے دوسرے معرفت حجت جو حکما و علماء کے لئے مخصوص ہے تیسرے معرفت صفات جو اہل ولایت کا حصہ ہے یہ اپنے قلوب سے مشاہدہ حق کرتے ہیں اور اسرار و انوار ان پر کھلتے جاتے ہیں

فرمایا عارف دیکھنے والا ہوتا ہے وہ ذات باری سے واصل ہو چکا ہوتا ہے اس کی بات حق کی بات اور اس کی نظر حق کی نظر ہوتی ہے۔ اللہ کی محبت یہ ہے کہ ہر چیز کو ترک کر دے جو اللہ تعالیٰ سے روکنے والی ہو۔ فرمایا بیمار کی چار علامات ہیں اولاً طاعت و عبادت میں لطف و لذت محسوس نہ ہو، ثانیاً اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے ثالثاً چیزوں پر عبرت کی نظر نہ ڈالے رابعاً جو علم سینہ کے اندر پیدا ہو اسے نہ سمجھے

فرمایا عام توبہ گناہوں سے بچنا اور خاص غفلت سے بچنا ہے، توبہ کی دو قسم ہیں توبہ انابت اور توبہ استجابت، توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ خوف خدا سے توبہ کرے اور توبہ استجابت یہ ہے کہ اللہ کی شرم کے باعث توبہ کرے، دل کی توبہ ترک حرام کی نیت ہی توبہ چشم حرام چیزوں کی طرف نظر نہ کرنا۔ توبہ گوش ناجائز امور کا نہ سننا، توبہ دست ہاتھ سے

ہاتھوں کو بُرے کام سے بچانا، تو بہ پا ممنوعہ امور کی طرف قدم نہ اٹھانا، تو بہ شکم حرام چیز دں سے پرہیز ہے۔ سماع ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ دلوں کو برانگیختہ کرتا ہے اور ان میں اپنی طلب پیدا کرتا ہے جو لوگ تصور مولا کے ساتھ سنتا ہے اس پر اللہ کی راہیں کھلتی ہیں اور جو نفس کے ساتھ سنتا ہے وہ زندیق ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ توکل کے معنی بہت سے خداوندوں کی اطاعت کے حلقہ سے نکل کر ایک ذات کی اطاعت میں مصروف ہو جانا ہے اور اس کے معنی ترک تدبیر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت رکھنا اللہ سے محبت رکھنے کے مترادف ہے یقین کی علامت تین ہیں، ہر امر میں اللہ پر بھروسہ رکھنا، ہر کام میں اسی سے رجوع کرنا اور ہر حال میں اس سے مدد چاہنا۔ فرمایا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ دنیا کیا چیز ہے تو جو چیز اللہ سے غافل کرے وہی دنیا ہے۔ صوفی وہ ہیں جو تمام چیزوں کو چھوڑ کر اللہ کے ہو رہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں میں سے انہی کو پسند کیا

جب آپ کا انتقال ہوا، تو لوگوں نے آپ کی پیشانی پر عنبریں حرف میں یہ لکھا دیکھا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور انہوں نے اسی کی محبت میں دم توڑا ہے۔ جنازہ اٹھا تو گھر سے گور تک پرندے جنازہ پر سایہ کئے رہے۔ اذان کی آواز کان میں آتے ہی کلمہ شہادت پر آپ کی انگلی اُٹھ گئی جو قبر تک نیچی نہ ہوئی۔ اس رات کو ستر علماء افراد نے رسول کریم کو خواب میں دیکھا فرما رہے ہیں کہ ہم ذوالنون کے استقبال کو آئے ہیں۔ اہل مصر آخر تک آپ کو زندیق کہتے اور آزار پہنچاتے رہے وہ مرنے پر یہ حالت دیکھ کر بہت اور توبہ کی زندگی بھر تمام کے تمام لوگ آپ کے منکر رہے اور آپ اپنی حالت کو چھپاتے رہے۔ اسرار توحید میں آپ کی نظر نہایت دقیق تھی آپ کی بہن کاملہ تھیں ان کے لئے من اور سلوے برستا تھا۔

ہمشیرہ ذوالنون کمالات عرفانی

یہ بہن آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھیں اور محض اس خدمت ہی نے آپ کو عارفہ بنا دیا بہت بڑی صاحب وجد و حال تھیں ایک دفعہ قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھیں۔ جس وقت اس آیت پر پہنچیں وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی

تو وجد و استغراق کے عالم میں کھڑی ہو گئیں اور آسمان کی جانب منہ کر کے فرمایا
بار الٰہا یہ کیا بات ہے کہ امہ اسرائیل پر جو حضرت موسیٰ کی امت تھے تو نے من و سلویٰ
عطا کیا لیکن ہم کہ تیرے حبیب خاص رسول کریم کی امت ہیں اور نسبتاً بڑا رتبہ رکھتے ہیں
محروم رہے اور تو نے ہمارے اوپر من و سلویٰ نازل نہیں کیا۔ اب میں اٹھ کھڑی ہوئی ہوں
اور تیری عزت کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ کہ اب تو جب تک ہم پر بھی من و سلویٰ نازل نہ کرے گا
میں ہرگز تیری زمین پر نہ بیٹھوں گی اور اسی طرح آسمان کی طرف نظر کئے کھڑی رہوں گی۔
اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی پیاری اور بڑی شفیق ذات ہے اس نے دیکھا، کہ میری بندی
اڑ گئی ہے تو اسے بھی جوش محبت پیدا ہو گیا۔ حکم کی دیر تھی کہ آسمان سے من و سلویٰ برسنے
لگا۔ اور رب نے اس کا مشاہدہ کیا۔ محبوب حقیقی کی یہ ادا اور یہ ناز برداری دیکھ کر آپ
پر ایک وجدانی حالت طاری ہو گئی تھی تاب نہ گھر سے نکلیں اور حبیب حبیب کے نعرے لگاتی
ہوئی جنگل کی طرف بھاگی اور دوڑی چلی گئیں۔ اور اس کے بعد پھر کسی کو پتہ نہ لگا کہ وہ
کہاں گئیں۔

لوگ اللہ سے غافل ہیں اور اسے چھوڑ کر نفس و شیطان کے پجاری بن چکے ہیں اس
لئے گونا گوں پریشانیوں اور حیرانیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ ورنہ اس کی ذات اتنی دلفریب
اتنی دلکش۔ اتنی دل ربا اور اس درجہ حسین و جمیل اور شفیق و کریم ہے کہ اگر بندہ
اس کی طرف ایک قدم بھی بڑھائے تو وہ سو قدم اس کی طرف بڑھتا ہے اللہ کے سامنے
حقیقت ہی کیا ہے۔ مگر وہ ہماری بے حقیقی کو نہیں بلکہ ہماری نیت اور ہماری محبت کو
دیکھتا ہے اور جسے سمجھ لیتا ہے کہ اسے مجھ سے بھی محبت ہے تو اسے فوراً نوازتا ہے اور
اور اتنا نوازتا ہے کہ اپنی رحمت و کرم کے آغوش میں لے لیتا ہے۔

گو موقعہ نہیں ہے مگر ہم یہیں یہ حقیقت واضح کر دینا چاہتے ہیں، کہ اللہ کے دوستوں
کی یہ لڑائی اور پریشانی محض ظاہری اور نمائشی ہے بادی النظر میں ضرور یہ معلوم ہوتا
ہے کہ رات رات بھر جاگنا۔ ہر قول ایک ایک کلمہ پر لبسر کرنا۔ دن دن بھر روزے رکھنا
تمام علائق دنیوی کو ترک کر دینا۔ اور ہر وقت نماز و عبادت میں مشغول رہنا بہت مشکل

کیا غیر ممکن امر ہے لیکن بباطن یہ نہایت آسان امر ہے، بیمار کو اچھی سے اچھی اور لذیذ سے لذیذ چیز بھی بری لگتی ہے، ہم بیمار ہیں اس لئے ہم اس ذوق اور چاشنی سے لذت اندوز نہیں ہو سکتے آخر کچھ تو انہیں لطف حاصل ہی ہوتا ہوگا، جو تمام لذات اور علایق کو چھوڑ کر یہ فقیری اختیار کر لیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ دنیا والے اور ہم کوتہ اندیش اور کم فہم ہیں جسے فقیری سمجھتے ہیں دراصل شاہی وہی ہے، حضرت ابراہیم ادہم سے کسی نے پوچھا، کہ حضرت شاہی چھوڑ کر یہ جو گدائی لی تو کیا ملا۔ یہی کہ دجلہ کے کنارے بیٹھے گدڑی سی رہے ہو، آپ نے سیتے سیتے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور اس شخص سے جو بڑا معتقد شخص تھا، کہا ذرا تم اپنے اقتدار ظاہری سے میری سوئی ہی منگا دو۔ حکم کی دیر تھی سینکڑوں افراد دریا میں کود گئے، مگر سوئی کا کیا پتہ لگتا نہ لگا۔ آپ نے ہنس کر کہا۔ لا دریا میری سوئی دے اسی وقت ہزاروں مچھلیاں زرین سوئیاں لئے ہوئے موجود ہو گئیں۔

بندگان خاص اور حضرت ذوالنون

کیا بات تھی کہ حضرت ذوالنون نے جنگل کا خزانہ عظیم چھوڑ کر محض ایک تختہ لینے پر کفایت کی وہ جانتے تھے کہ جو لطف و لذت اللہ کے نام میں ہے وہ کسی میں نہیں جس نے اللہ کو پا لیا اسے سب کچھ مل گیا۔

ایک کڑوڑ پتی اور حسین عورت ہے جس کے پاس نہ ختم ہونے والے انبار ہائے زر موجود ہیں عشاق لٹتے ہیں سوال کرتے ہیں اور زر و جواہر سے اپنا دامن بھر کر رخصت ہو جاتے ہو جاتے ہیں ان میں کچھ عشاق ایسے بھی ہوتے ہیں جو داعیہ عشق لے کر آتے ہیں لیکن کچھ اس کے عتاب و رعب میں آ کر رہ جاتے ہیں کچھ ڈر جاتے ہیں، کچھ زر و جواہر لے کر مطمئن ہو جاتے اور چل دیتے ہیں لیکن ایک جو امر دہی آتا ہے وہ نہ عتاب و رعب کی پرواہ کرتا ہے نہ ڈرتا ہے نہ زر و جواہر پر نظر ڈالتا ہے اور سب کچھ چھوڑ کر اسی گلی کا ہو رہتا ہے ٹھوکریں کھاتا ہے پٹتا ہے، ذلیل ہوتا ہے خواریاں دیکھتا ہے، راتیں جاگ جاگ کر گزار کر بسر کرتا ہے نہ کھانے سے کام نہ سونے سے غرض نہ آرام سے سروکار نہ دنیا سے غرض اسے آرام سے ملتا ہے تو اس کے نام میں اور اس کے نام کی رٹ میں لوگ طعنے دیتے ہیں اور ہنستے ہیں مگر آخر

اس کی تجلی عشق اس ماہ پیکر پر اثر کرتی ہے اور وہ اسے اپنا لیتی ہے غور کیجے کہ اس وصل میں اسے جو لذت ملے گی وہ اس کی دولت میں مل سکتی ہے اور وہ جب اس کی ہو گئی اس کا حسن اس کی دولت اور اس کا اقتدار سب اس کا ہو گا جس نے بادشاہ کو ہاتھ میں لے لیا اسے سب کچھ مل گیا، یہی حالت عارفوں کی ہے کہ وہ اس دنیا میں اس کی لذتیں اور اس کا سب کچھ چھوڑ کر اسی کے ہو جاتے ہیں اور جب وہ مل جاتا ہے، تو گویا سب کچھ مل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حسن و صفات و اقتدار میں لاثانی ہے جب اسے پا لیا تو گدائی شاہی بن گئی اور سب کچھ انہیں مل گیا۔ ایک روز لوگوں نے حضرت ذو النون مصری کو روتے دیکھا۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ فرمایا کل بحالت سجدہ نیند آ گئی۔ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے مخلوق کو پیدا کر کے دس حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ان کے سامنے دنیا پیش کی تو نو حصے اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور ایک حصہ نے اسے ترک کر دیا، پھر ترک کرنے والوں کے دس حصے کئے اور بہشت پیش کی، نو حصے اس کی طرف راغب ہو گئے ایک حصہ نے پرواہ نہ کی۔ پھر اس ایک حصہ کے دس حصے کئے ان کے سامنے دوزخ لا کر کھڑی کی نو حصے تو اس کے خوف سے بھاگ گئے صرف ایک حصہ رہ گیا جو نہ بہشت پر فریفتہ ہوا اور نہ دوزخ سے ڈرا۔ میں نے کہا بندو تم کیا چاہتے ہو، انہوں نے سر جھکا کر کہا تو جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔ تب یہ ہی میرے خاص اور عاشق و محبوب بندے ہیں۔

(۱۲)

حضرت داؤد طائی

ایک شعر سنکر دنیا کی دنیا بدل گئی

بندگی و عظمت

حضرت داؤد طائی بڑے جلیل القدر بزرگ گذرے ہیں بہت ذی علم اور صاحب جذب تھے اور جملہ علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے بیس سال

کامل تو آپ حضرت امام ابو حنیفہ سے علم سیکھتے رہے اسوجہ سے فقہ میں بھی درجہ اجتہاد رکھتے تھے، حضرت ابراہیم ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض سے بھی فیض باطنی حاصل کیا تھا۔ حضرت حبیب عجمی کے مرید و خلیفہ تھے ایک مرتبہ آپ نے ایک نوحہ گر کو دیکھا۔ کہ وہ دردناک لہجہ میں میں ایک شعر پڑھ رہا ہے جس کا مفہوم یہ ہے "تیرا کون سا چہرہ تھا جو خاک میں نہ ملا اور کونسی تیری آنکھ تھی جو زمین میں دفن نہ ہوئی۔"

یہ شعر سنتے ہی آپ کے قلب پر ایک چوٹ لگی، حالت متغیر ہوگئی اور دنیا کی بے ثباتی کا نقش آپ کے قلب پر مرتسم ہو گیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پہنچے۔ تو رنگ چہرہ کا فق تھا۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ او دیہ کیا حالت ہے فرمایا یہ صورت ہوئی اور میرا دل دنیا کی طرف سے سرد ہو گیا۔ پھر بولے میرے اندر کوئی ایسی چیز پیدا ہو گئی ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ حضرت امام نے کہا بہتر ہے اب تم یادالٰہی میں رہو اور دنیا والوں سے اعراض برتو چنانچہ آپ خانہ نشین ہو گئے اور دن رات عبادت کرنے لگے۔

ایک عرصہ کے بعد حضرت امام کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا یہ کچھ بے کار سی بات رہی کسی سے نہ ملنا اور محض گھر میں معتکف رہنا تو کوئی فائدہ مترتب نہیں کر سکتا اب تم میری علمی مجلس میں آجایا کرو۔ خود تو کچھ نہ کہا کرو۔ مگر دوسروں کی گفتگو غور سے سنا کرو چنانچہ آپ تقریباً ایک سال تک حضرت امام کے درس میں متواتر شریک ہوتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا حضرت اس خاموشی و صبر سے مجھے اتنا فائدہ پہنچ گیا۔ کہ تیس سال کا کام ہو گیا دل میں خلش موجود تھی آپ حضرت حبیب عجمی کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ ایسا لطف آیا۔ کہ پھر وہیں جانے لگے اور وہیں ان کے مرید ہو گئے اب کیا تھا مقامات کھلنے لگے۔ حجابات اٹھنے لگے اور دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیا یہ حالت تھی کہ آپ کو بیس اشرفیاں ترکہ میں ملی تھیں آپ نے مسلسل بیس سال تک اسی پر گذارا کیا۔

خاص امر یہ تھا۔ کہ آپ روٹی کبھی چبا کر نہ کھاتے تھے بلکہ روٹی کے ٹکڑوں کو پانی میں گھول لیتے اور پی جاتے کسی نے اس کا سبب پوچھا۔ فرمایا چبانے میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ اتنا وقت ضائع ہوتا ہے اتنا وقت کہ اس میں قرآن کریم کی پچاس آیات پڑھی جائیں

ایک دفعہ لوگوں نے دیکھا، کہ ہاتھ میں خشک روٹی کا ایک ٹکڑا ہے اور کھڑے رو رہے ہیں۔ پوچھا، کیوں رو رہے ہو۔ کہا مجھے نہیں معلوم یہ حلال کا ہے یا حرام کا

آپ کا آبائی مکان بہت بڑا تھا اور بوسیدہ ہوتا جاتا تھا۔ ایک حصہ خراب ہو گیا تو آپ دوسرے حصہ میں جا بیٹھے وہ بھی گر گیا صرف ڈیوڑھی باقی رہ گئی اسی میں زندگی بسر کی۔ اتنا استغراق تھا۔ کہ بیس سال تک چھت کی طرف نظر نہ کی۔

لوگوں نے کہا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا میں نکاح کس طرح کروں اس کا نان نفقہ کہاں سے لاؤں۔ اس کے حقوق مجھ سے کیونکر ادا ہونگے۔

ایک مرتبہ چاندنی رات میں کوٹھے پر کھڑے ہوئے تاروں کی گردش دیکھ کر ہیبت خداوندی نے دل پر وہ اثر کیا، کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے، ہمسایہ چور سمجھ کر شمشیر لے کر اوپر چڑھ آیا۔ دیکھ کر پوچھا، آپ کو کس نے گرا دیا۔ فرمایا کچھ خبر نہیں مجھ پر تو خود ایک بیخودی طاری تھی

علم و فضل و حق شناسی

حضرت فضیل بن عیاض کتنے بڑے کامل گزرے ہیں آپ کو زندگی بھر میں دیکھنے کا اتفاق صرف دو مرتبہ ہوا تھا۔ اس پر آپ بہت ناز و فخر کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ایک دفعہ ملا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک بوسیدہ چھت کے نیچے بیٹھے ہیں، میں نے کہا آپ یہاں نہ بیٹھئے کہ چھت بہت شکستہ ہو گئی ہے فرمانے لگے میں نے آج تک چھت کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی تھی کہ بے ضرورت دیکھنا مکروہ ہے، دوسری مرتبہ ملا۔ تو میرے کہنے پر نصیحت کی کہ جہاں تک ممکن ہو دنیا سے دور رہو۔ اور لوگوں سے بھاگو۔

آپ فقہ و حدیث میں درجہ اجتہاد رکھتے تھے مگر جوش محبت الہی میں سب کچھ بھول بیٹھے، تاہم حضرت امام کے دو قابل شاگردوں امام محمد، اور امام یوسف میں جب کبھی اختلاف پیدا ہوتا۔ تو ثالث آپ ہی قرار پاتے اور جب دونوں سامنے آتے تو امام محمد سے تو باتیں کرتے اور ان کی طرف منہ کر کے بیٹھتے، مگر امام یوسف کی طرف پیٹھ پشت رہتی، لیکن جس کا قول درست اور رائے صحیح ہوتی فوراً ظاہر کر دیتے۔ لوگوں نے پوچھا آخر اس کا سبب کیا ہے کہ جب یہ دونوں ایک ہی امام کے شاگرد اور صاحب علم ہیں تو

ان میں ایک کی طرف آپ کا التفات کیوں زیادہ ہوتا ہے اور ایک ہی سے کیوں زیادہ عزت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جواب میں فرمایا۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے جیل جانے اور کوڑوں کی سزا پانے کے باوجود عہدۂ قضا منظور نہیں کیا۔ مگر امام یوسف نے اپنے استاد کے طریق کے خلاف اس عہدہ کو منظور کر لیا۔ اور قاضی بن گئے۔ پھر امام ابو محمد نے اپنے علم کو حصول عزت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ حالانکہ تکلیف اٹھا کر اور دنیوی آسائشوں کے موجود ہوتے ہوئے علم حاصل کیا۔ اس لئے میں انکی عزت کرتا ہوں۔ اور کرنی چاہئے۔

شہنشاہ وقت سے ملاقات

خلیفہ ہارون رشید بہت فقیر دوست اور عظیم الشان خلیفہ گذرا ہے وہ اپنے عہد کے تمام فقرا سے ملتا اور ان سے نصیحت حاصل کرتا۔ اس کے کانوں تک جب آپ کے کمالات باطنی کا شہرہ پہنچا، تو اس کے دل میں آپ سے ملنے کی بھی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ جب وہ آپ کے دروازہ پر پہنچا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے صاف انکار کر دیا اور کہلا بھیجا۔ کہ میں ملنا نہیں چاہتا۔ خلیفہ نے مجبور ہو کر آپ کی والدہ سے کہا۔ کہ آپ اپنے فرزند جلیل کے پاس جائیے اور میری سفارش کیجئے کہ وہ مجھ سے مل لیں والدہ نے سفارش کی۔ لیکن آپ نے یہ سفارش قبول نہیں کی اور فرمایا مجھے دنیادار اور ظالموں سے کیا غرض، میں کسی ظالم کی سفارش قبول نہیں کر سکتا۔ آپ کی والدہ نے فرمایا بیٹا تو جانتا ہے کہ ماں کے حقوق کیا ہیں، میری مرضی یہی ہے کہ خلیفہ کو اندر بلایا جائے ورنہ میں بھی ایسے شخص سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گی جو اپنی ماں کی محبت کا طالب نہیں۔ آپ اپنی والدہ گرامی کے یہ الفاظ سن کر متاثر ہوئے اور ڈر گئے، مجبور ہو گئے اور خلیفہ کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ خلیفہ کچھ دیر تک آپ کی خدمت میں حاضر رہا نصیحت آمیز باتیں ہوتی رہیں رخصت ہوتے وقت اس نے کہا یہ ایک اشرفی بالکل حلال ہے آپ اسے قبول فرمائیے فرمایا جائیے اور اپنی اشرفی اپنے ہی ساتھ لے جائیے مجھے اس کی کوئی احتیاج نہیں میں اپنا مکان مسکونہ حلال روپوں کے عوض فروخت کر چکا ہوں۔ اور اسی پر گذارا کر رہا ہوں۔ اور میں اللہ سے التجا کر چکا ہوں کہ اس روپے کے ختم ہو جانے کے ساتھ ہی میری

زندگی بھی ختم کردی جائے تاکہ میں تیری مخلوق کا محتاج ، دست نگر نہ رہوں ۔ مجھے پوری توقع ہے کہ آپ نے میری دعا ضرور قبول کرلی ہوگی ۔ امام یوسف خلیفہ کے ساتھ تھے انہوں نے پوچھا اب آپ کے پاس اس رقم میں سے کتنی رقم رہ گئی ہے ؟ فرمایا صرف دس درہم باقی رہ گئے ہیں اور ایک درہم روزانہ میرا خرچ ہے امام یوسف برابر حساب لگاتے رہے چنانچہ ٹھیک دسویں روز آپ کا انتقال ہوگیا ۔

فرمایا ونکات فرمایا دنیا سے روزہ رکھ اور آخرت سے افطار کر اور موت کو سمجھ اور لوگوں سے اس طرح بھاگ جس طرح کہ شیر سے بھاگتے ہیں ۔

ایک اور شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے فرمایا اپنی زبان کی پوری حفاظت رکھ اور بے ضرورت بات نہ کہہ فرمایا تنہائی اختیار کر اور اگر ممکن ہو تو لوگوں سے دل نہ لگا ۔

ایک اور شخص نے آپ سے وصیت کی استدعا کی تو آپ نے فرمایا کہ تو جتنی سعی دنیا میں اپنا رتبہ بلند ہونے کے لئے کرتا رہتا ہے کم از کم اتنی ہی سعی آخرت میں بھی اپنا رتبہ بلند کرنے کے لئے بھی ضرور کر ۔

فرمایا جو شخص دوسروں کو توبہ و اطاعت کی ہدایت کرتا رہتا ہے اور خود اس ہدایت پر عمل نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے کہ تنکار تو خود گرم ہے اور کباب دوسروں کو نصیب ہوں ۔

حضرت جنیدؒ کی روایت کے مطابق آپ نے حجامت کی اجرت حجام کو ایک دینار عطا کی لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہنے لگے کہ محض ایک حجامت کی اجرت میں حجام کو ایک دینار دیدینا اسراف ہے ۔ فرمایا کہ

" ہرگز اسراف نہیں مروت ہے اور جس میں مروت نہیں اس کی عبادت اللہ تعالےٰ قبول نہیں کرتا "

لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آپ لوگوں کی صحبت سے بھاگتے ہیں اور تنہائی اختیار کئے رہتے ہیں ؟ فرمایا بیٹھوں کن کے ساتھ ؟ اگر اپنے سے بڑے

کے ساتھ بیٹھوں تو وہ میرے عیوب کا اظہار مجھ پر نہ کرینگے میری تعریف کر کے میرے نفس کو موٹا کرینگے اور اگر چھوٹوں کی صحبت اختیار کروں تو وہ مجھے دینی امور میں کوئی ہدایت نہ کرینگے پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں خلق کی صحبت میں بیٹھنا اٹھنا شروع کر دوں۔

فرمایا کہ دن بھر نا کسی سے بچنا رات بھر نماز پڑھنے اور عبادت کرنے سے کہیں بہتر ہے فرمایا کہ توبہ و عبادت سے بھی بندوں کو وہ فائدہ نہیں پہنچتا جو بندے کو بندوں کی حاجت روائی و خدمت سے پہنچتا ہے۔

کرامات و اشارات ایک دفعہ آپ اپنے دروازہ پر بیٹھے ہوئے روٹی کھا رہے تھے اتنے میں اس طرف سے ایک ترسا گذرا آپ نے اسی خشک روٹی میں سے ایک ٹکڑا توڑ کر اس ترسا کو دیدیا۔ گویا وہ ایک غیر مذہب کا آدمی تھا مگر آپ کو بزرگ اور فقیر کامل سمجھتا تھا اور کچھ اللہ ہی کو منظور تھا کہ اس نے بے تکلف آپ سے وہ ٹکڑا . . . لے لیا اور فوراً چبا کر کھا لیا خدا کی قدرت ملاحظہ فرمایئے کہ اسی شب کو وہ خواہش سے بیتاب ہوا اور اپنی بیوی سے مقاربت کی حمل رہ گیا نو ماہ کے بعد اسکے بعد حضرت معروف کرخی جیسے عارف کامل پیدا ہوئے یہ اسی ٹکڑے کی برکت تھی۔

یہ حضرت معروف کرخیؒ آپ کے مرید و خلیفہ تھے اور بڑے ہو کر برسوں آپ کی خدمت میں رہے اور فیض حاصل کیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قبلہ سے بڑھ کر کوئی ایک شخص بھی دنیائے دنی سے نفرت کرنے اور اس پر حقارت سے نظر کرنے والا نہیں دیکھا۔ دنیا اور دنیا کی تمام دلفریب آرائشیں اور دنیا والے اور انکے تمام شکوہ و جلال آپ کی نظروں میں کلیتہً حقیر و لغو تھے یہی وجہ تھی کہ آپ جب دنیا والوں کو دیکھتے تو نہ صرف شکوہ کرتے بلکہ مکدر و منغض ہوتے کہ میں نے ان کی طرف کیوں نگاہ اٹھائی۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب اپنے کپڑے دھوتا ہوں تو فوراً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کاش میں اپنے قلب کو بھی اسی طرح صاف کر دیتا۔ بخلاف ازیں فقراء سے آپکو بہت محبت تھی اور ان سے حسن و سلوک برتا رکھتے تھے۔

وصال و انتقال جس روز آپ کا انتقال ہوا ہے اس روز آپ رات بھر نماز ہی میں مشغول رہے نماز بھی بڑے خضوع و خشوع کی نماز تھی پورا قرآن صرف

دو رکعت میں ختم کیا شب آخری حصہ میں آپ نے سجدہ جو کیا تو پھر اس سے سر نہ اٹھایا آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب بہت دیر ہو گئی اور نماز فجر کا وقت ختم ہونے لگا تو میں پاس گئی اور کہا بیٹا نماز کا وقت قریب الختم ہے اٹھو اور نماز پڑھو لو جب کوئی جواب نہ ملا تو جسم پر ہاتھ رکھا بالکل ٹھنڈا تھا اور آپ حق تعالےٰ سے واصل ہو چکے تھے۔

ایک اور بزرگ سے روایت ہے کہ آپ علالت کی حالت میں اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے ایک اینٹ آپ کے سر کا تکیہ تھی شدت کی گرمی تھی پسینہ آ رہا تھا حالت غیر تھی زبان پر قرآن کریم تھا تلاوت کرتے چلے جا رہے تھے ان بزرگ نے کہا یہاں تو آپ کو بہت تکلیف ہے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو اور کہیں بہتر اور آرام دہ جگہ لے چلوں شہر میں نہ سہی تو جنگل ہی میں چلئے مگر یہاں سے اٹھ بیٹھئے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے نفس کی خاطر کسی سے کوئی استدعا کروں۔ آج تک تو میں کبھی اس سے مغلوب نہ ہوا بھلا اب آخری وقت میں اس کے سامنے کیونکر سر جھکا سکتا ہوں اسی شب کو آپ نے بحالت نماز وفات پائی۔

آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے زیر دیوار دفن کیا جائے تاکہ کوئی میرے سامنے سے نگذرے چنانچہ یونہی ہوا اور آج تک آپ کا مزار اسی حالت میں اسی جگہ قائم ہے وصال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ہوا میں پرواز کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے زندہ لوگوں سے نجات پائی جس وقت آپ کا انتقال ہوا ہے اسی وقت آسمان سے صدا بلند ہوئی کہ داؤد کا مقصد حاصل ہو گیا اور وہ اللہ سے واصل ہوا۔

آپ کا قلب مبارک درد و غم کا ایک پیکر تھا عشق الٰہی میں ملتہب رہتے تھے اور بڑے بزرگ اور یگانہ عصر تھے اگرچہ علوم و فنون میں دستگاہ کامل حاصل تھی فقہ و حدیث کے متبحر تھے مگر آپ دنیا میں ایک جید عالم کی حیثیت سے نہیں ایک ولی کامل کی حیثیت سے مشہور ہوئے ۲۰ ربیع الاول ١٦٥ھ میں انتقال ہوا۔ مزار بغداد میں ہے

(۱۳) معروف کرخی رح

اسلام و عبادت حضرت معروف کرخی بڑے زبردست مقتدائے طریقت

گذرے ہیں ۔ وہ اندین آتش پرست تھے انہوں نے آپ کو اپنے طریق پر تعلیم دینی چاہی معلم کے پاس مدرسہ میں بھیجا معلم نے ہر چند سعی کی کہ آپ ثالث ثلثہ کہیں مگر آپ ہر بار ھو اللہ الواحد کہتے تھے اور یوں نہ کہتے کہ آپ حضرت داؤد طائی کے دیئے ہوئے روٹی کے ٹکڑے کی اثر کی برکت سے پیدا ہوئے۔ تو معلم نے زدوکوب شروع کی اور جب ایک روز بہت مارا تو آپ مدرسے سے بھاگ کر کہیں غائب ہو گئے ماں باپ نے ہر چند تلاش کی مگر پتہ نہ چلا۔ آخر ماں باپ کہنے دعائیں مانگنے لگے کہ بیٹا آجائے کسی دین میں رہے مگر ہماری نگاہوں کے سامنے تو رہے۔

آپ جو بھاگے تو سیدھے حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں پہنچے اور شرف با اسلام ہو گئے مسلمان ہو کر کچھ مدت بعد آپ اپنے گھر گئے اور دروازہ پر آواز دی پوچھا کون ہے؟ جواب ملا معروف۔ پوچھا کس دین کو اختیار کئے ہوئے ہے؟ فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا دین اختیار کر چکا ہوں۔ خدا معلوم اس جواب میں کیا برقی اثر تھا کہ نہ صرف یہ کہ ماں باپ نے گھر میں بلا لیا بلکہ اتنے متاثر ہوئے کہ خود ہی بولے کہ جب بیٹے نے اسلام قبول کر لیا تو اب ہم بھی اپنے دین پر رہنا نہیں چاہتے چنانچہ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

آپ مادر زاد ولی تھے عبادت میں مصروف ہو گئے حضرت داؤد طائی کی خدمت میں پہنچ کر ان کے مرید ہو گئے ان کی توجہ نے آپ کو کچھ سے کچھ بنا دیا دنیا کی طرف سے دل سرد ہو گیا مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہو گئے۔

عظمت وجلالت پھر تو یہ حالت تھی کہ شوق کے پروں میں اڑتے تھے اور محبت الٰہی کی آگ روز بروز تیز سے تیز تر ہوتی گئی جذب و استغراق کی کیفیت طاری رہنے لگی اور ولایت کبریٰ کے منصب پر فائز ہو گئے اور دور دور تک آپ کا شہرہ ہو گیا حضرت محمد بن منصور طوسیؒ بغداد میں آپ سے ملے اور آپ کی خدمت میں حاضر رہے ایک روز انہوں نے دیکھا کہ آپ چند لمحوں میں غائب ہو گئے اور ایسے غائب ہوئے کہ پھر اس روز کسی کو آپ کا پتہ نہ چلا۔ انہوں نے پوچھا مجھے یہ بتائیے کہ آپ کل کہاں تھے؟ فرمایا تمہیں ان امور سے کیا غرض جن سے تمہارا کوئی مطلب نہیں اور نہ جن کے

پوچھنے سے تمہارا کوئی فائدہ ہے وہی بات پوچھو جس کے پوچھنے کی تمہیں ضرورت ہو انہوں نے کہا کہ آپ کو قسم ہے اپنے معبود کی کہ آپ مجھے اس راز سے ضرور آگاہ کریں مجبور ہو کر فرمایا کہ کل مجھے مکہ معظمہ جانے اور کعبہ شریف کا طواف کرنے کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ میں گیا وہاں نماز پڑھی اور طواف کیا۔ پھر میرا دل چاہا کہ آب زمزم پیوں۔ میں چاہ زمزم پر پانی پینے جا رہا تھا کہ اتفاقاً میرا پاؤں پھسل گیا۔ گر پڑا۔ میرے ٹخنے میں چوٹ آئی جس کا نشان اب تک موجود ہے۔

ایک روز آپ کو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے لذیذ غذائیں کھا رہے ہیں اور دستر خوان سامنے چنا ہوا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا فرمائیے تو آج یہ آپ کیا کھا رہے ہیں، فرمایا مجھے کیا خبر میں تو طفیلی ہوں کھلانے والا مجھے جو کھلا رہا ہے وہ کھا رہا ہوں اور جو دیتا ہے کھا لیتا ہوں۔ جب حضرت سری سقطی نے آپ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے کہا میرے مرنے پر میرا پیراہن کسی ضرورتمند کو بطور صدقہ دینا کہ میری دلی آرزو ہے کہ میں جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا ویسا ہی دنیا سے برہنہ جاؤں حقیقت یہ ہے کہ آپ ترک و تجرید میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔

اخلاق و الطاف ایک روز آپ دجلہ پر تشریف لے گئے رفع حاجت کی ضرورت ہوئی آپ نے اپنا مصلے اور قرآن ایک جگہ کنارہ پر رکھا اور ایک طرف کو چلے گئے ایک ضعیف سال عورت اس طرف سے گذری اور مصلیٰ اور قرآن لیکر چلتی ہوئی آپ جو واپس ہوئے تو دونوں چیزیں وہاں نہ پائیں عورت کی طرف خیال گیا آپ اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے قریب پہنچے تو سر جھکا کر فرمایا کہ کیا تیرا لڑکا قرآن پڑھ سکتا ہے اس کا جواب اس نے نفی میں دیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا تو میرا مصلیٰ اور قرآن مجید مجھے دیدے اس عورت نے فرط ندامت سے گردن جھکا لی اور دونوں چیزیں آپ کو واپس دیدیں۔ فرمایا کہ نہیں مجھے دونوں چیزوں کی ضرورت نہیں مصلے کو میں نے تیرے لئے حلال کر دیا ہے اسے تو ہی اپنے پاس رکھ صرف قرآن دیدے وہ عورت آپ کا یہ اخلاق دیکھ کر حیران رہ گئی کچھ جواب نہ دیا اور شرمندہ ہو کر

جلدی یہ ہیں بزرگانہ اخلاق اگر کسی اور شخص کی کوئی چیز چراتا اور وہ اس کے پاس دیکھ لیتا تو مارتا بھی اور پولیس کے حوالے بھی کر دیتا مگر آپ عارف اور ولی تھے اور عارف لوگ تمام بندگان خدا کو وقعت واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں کبھی ان کی دل آزاری اور نقصان رسانی گوارا نہیں کرتے اور ان سے بلا لطفت پیش آنے کو خوشنودی رب قدیر کا ذریعہ سمجھتے ہیں.

حضرت سری سقطی نے دیکھا کہ عید کا روز ہے اور آپ کھجوریں چن رہے ہیں پوچھا حضرت یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا یہ لڑکا جو میرے پاس کھڑا ہوا ہے میں نے اسے روتا ہوا دیکھا اور جب میں نے اس سے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا آج عید کا روز ہے سب لڑکوں نے نئے نئے کپڑے پہنے ہیں میں یتیم ہوں اسلئے میں کھجوریں چن رہا ہوں کہ انہیں فروخت کر کے اسکے لئے اخروٹ خریدوں تاکہ یہ ان سے بہلے اور اپنا غم بھول جائے. حضرت سری سقطی رح نے عرض کی کہ آپ تکلیف نہ اٹھائیں اسے اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں اس خدمت کو میں انجام دونگا چنانچہ انہوں نے ساتھ لیجا کر اسے نئے کپڑے بھی خرید دیئے اور اس کے کھیلنے کے لئے اخروٹ بھی مول لیکر دیدیئے حضرت سری سقطی رح فرماتے ہیں کہ لڑکا تو خوش ہو گیا اور میرے قلب میں اس شغل واسرے ایک ایسا نور پیدا ہو گیا کہ میری حالت ہی کچھ اور ہو گئی۔

اب ایسے بزرگ کہاں ہیں جو یتیموں اور غریبوں کی دلدہی کریں اور سمجھیں کہ عیال اللہ کی خدمت کتنے بڑے اجر عظیم کا باعث ہے۔

جذبہ خدمت عیال اللہ ایک دفعہ آپ کہیں تشریف لیجا رہے تھے اور کچھ لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے. ایک جگہ دیکھا کہ کچھ جوان ہیں جو شراب پیئے ہوئے ہلڑ مچا رہے ہیں ایک شور برپا کر رکھا ہے کچھ لڑ رہے ہیں اور کچھ ڈھول بجا رہے ہیں اور سب نے ایک طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے چلتے چلتے آپ ان کے قریب پہنچے ان لوگوں نے کچھ پرواہ نہ کی کیونکہ شراب میں وہ مست ہو رہے تھے جب آپ ان کے قریب سے گذر کر لب دجلہ پہنچ گئے تو آپ کے ساتھیوں نے کہا

کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان سب کو غرق و تباہ کر دے۔

آپ نے فرمایا بہت بہتر تم یہی چاہتے ہو نا کہ یہ تباہ ہو جائیں اور ان کی بد افعالیوں کا اثر دوسرے لوگوں تک نہ پہنچے اچھا تم بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اور میں بھی اٹھاتا ہوں آپ کے فرمانے پر سب نے ہاتھ اٹھا لئے تو آپ نے دُعا کی کہ:۔

بار الٰہا ان لوگوں کو جیسا عیش و سرور دنیا میں عطا کیا ہے آخرت میں بھی ایسا ہی عیش و سرور ان کو عطا کر۔

آپ کے ساتھی بد دعا کے بجائے آپ کی زبان سے دُعا سُنکر متحیر ہوئے اور کہنے لگے یا شیخ ہم اس دعا کا راز سمجھنے سے قاصر ہیں۔ فرمایا عجلت نہ کرو ذرا دیکھو کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ چند لمحوں کے بعد ہی ان جوانوں نے آپ کی طرف نظر اٹھائی شراب کے خم کے خم توڑ ڈالے ڈھول اور چنگ زمین پر پٹخ دیئے اور سب کے سب آپ کے قدموں میں جا گرے اور صادق دل سے توبہ کی اور معافی مانگی۔

آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ غرق ہوئے بغیر یہ سب کے سب راہِ راست پر آ گئے فساد ختم ہو گیا اور ان کی نفسانیت فنا ہو گئی تمہارا بھی مدعا پورا ہو گیا اور یہ سب کے سب جوان بھی اپنی مرادوں کو پہنچ گئے

واقعی بزرگی و عظمت یہی ہے کہ ہر حالت میں اہل اللہ کی بہبود و بہتری کو پیش نظر رکھا جائے کوئی برا ہو یا بھلا ہے تو بندہ اللہ ہی کا۔ شامل تو ہیں اہل اللہ ہی میں۔ اسے تو سب کا درد ہے اس کو کب یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ کوئی بندہ اس کا بندہ ہو کر اس کے بندوں کو ستائے ان کا برا چاہے ہم ایسا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو برا لگتا ہے مگر وہ اپنے دوستوں کو ایسی لغزش پر فوراً پکڑ لیتا ہے مگر جب دیکھتا ہے کہ کوئی اس کے بندوں کی فلاح کے لئے ساعی ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول کریم اور بزرگان دین نے اہل اللہ کی خدمت کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور کبھی کسی کے لئے بد دعا نہیں کی۔

نکات و معاملات ایک شخص نے آپ سے عرض کی کہ حضور مجھے کچھ وصیت فرمائیے

ارشاد ہوا کہ اس امر سے ڈرتا رہ کہ اللہ تعالیٰ تیری طرف دیکھ رہا ہو اور تو اس وقت غیر اللہ کے مظاہرہ میں مصروف ہو۔

فرمایا جواں مردی کا اظہار تین امور میں ہوتا ہے۔ سوال کے بغیر بخشش و عطا کی جائے تعریف بلا صلہ و مطلب اور بے غرضانہ کی جائے اور ہر حالت میں وفا شعار رہے۔

فرمایا وفا کی حقیقت یہ ہے کہ غفلت کے بعد انسان ہوشیار ہو جائے اور کسی فضول خیال کو قریب نہ آنے دے۔ فرمایا زبان کو تعریف و ستائش سے بھی اسی طرح بچانا اور محفوظ رکھنا چاہیے جس طرح اسے درشت اور برائی سے بچایا جاتا ہے

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ فرمایا اللہ پر بھروسہ اور توکل کر تاکہ وہ تیرا کفیل ہو جائے اور تیرے ساتھ رہے۔ اسکی طرف رجوع کر اور تمام شکایات اُسی کے حضور میں پیش کر۔ اس لئے کہ تمام مخلوق بحیثیت مجموعی نہ تو تجھے اسکی مرضی کے بغیر کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ اس میں اتنی قوت ہے کہ وہ اس کی منشا کے بغیر تجھ سے تیرے کسی نقصان یا تکلیف کو دفع کر سکے۔

فرمایا اگر تجھے کچھ کہنا اور عرض کرنا ہے تو اسی سے کہہ اور عرض کر جو تیری تمام تکالیف اور جملہ مصائب کو دور کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ:-

"تجھ پر مصیبت بھی پڑے تو سمجھ لے کہ اس کا علاج اس کے چھپانے اور پوشیدہ رکھنے ہی میں مضمر ہے۔"

وفورِ شوق و وصال ایک روز اتفاقیہ طور پر آپ کا وضو ٹوٹ گیا۔ آپ اسی وقت اٹھے اور عجلت کے ساتھ تیمم کر لیا۔ لوگوں نے عرض کیا دریائے دجلہ کچھ دور نہیں سامنے ہی بہہ رہا ہے پھر آپ کو تیمم کی کیا ضرورت تھی آپ نے کیوں نہ اس پر جا کر وضو کر لیا؟ جواب میں ارشاد فرمایا اتنی دیر کیونکر اور کیسے ناپاک رہنا ممکن تھا کہ اتنے فاصلہ پر پہنچنے سے بیشتر میرا دم نکل جاتا اور موت آکر میرا گلا دبا لیتی۔

ایک دفعہ آپ پر شوق کا غلبہ جو ہوا تو انتہائی جذبہ پیدا ہو گیا۔ سامنے ہی ایک ستون تھا آپ اٹھے اور جھپٹ کر اسے اپنے آغوش میں لے لیا اور اسے اتنی قوت اور شدت زور سے دبانا شروع کیا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ستون پارہ پارہ ہو کر رہ جائیگا۔ دیر تک یہی حالت رہی۔

حضرت سری سقطیؒ آپ کے بہت معتقد تھے اور آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے فرماتے ہیں کہ

"جب تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو اللہ تعالیٰ کو قسم دے کہ اے رب بحق معروف
کرخیؒ میری حاجت روائی کر۔"

وہ حاجت ضرور اسی وقت قبول ہوگی اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مقصد پورا ہو جائیگا۔ آپ کے وصال پر عجیب صورت حالات رونما ہوئی۔ جملہ مذاہب کے لوگ مصر تھے کہ ہم آپ کا جنازہ اٹھائینگے۔ ایک خادم آگے بڑھا اور عرض کیا کہ آپ وصیت فرما گئے ہیں کہ جس قوم کے لوگ بھی میرا جنازہ زمین سے اٹھالیں وہی مجھے دفن کریں۔ سب سے پہلے یہودیوں نے سعی کی پھر آتش پرست آگے بڑھے لیکن دونوں ناکامیاب رہے۔ سب سے آخر میں مسلمان جو آئے تو انہوں نے جنازہ زمین سے اٹھا لیا اور انہیں نے آپ کی تجہیز و تکفین کی حضرت محمد بن الحسینؒ فرماتے ہیں کہ وصال کے بعد میں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے مرنے کے بعد آپ کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے بخش دیا۔ پھر پوچھا کہ کیا آپ اپنے تورع و زہد کے باعث بخشے گئے؟ فرمایا نہیں۔ اسی امر کے باعث کہ میں تمام تعلقات ترک کر کے صرف خدا طرف مشغول ہو گیا تھا حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپکو عرش کے نیچے مدہوش دیکھا ندا آئی کہ یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا بارالٰہا! تو ہی واقف ہے فرمایا یہ ہمارا معروف کرخیؒ ہے جو ہماری محبت میں متوالا و مست ہو گیا ہے یہ ہمارا جمال دیکھے بغیر ہرگز ہوش میں نہ آئیگا اور نہ اسے ہمارے دیدار کے سوا کسی طرح بھی تسلی ہوگی۔ آپ کی قبر بھی تریاق مجرب کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی قبر پر جو لوگ حاجت لے کر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ پوری کر دیتا ہے۔ ساری زندگی شوق و محبت الٰہی میں بسر کر دی ۲ر محرم ۲۰۰ھ کو وصال ہوا۔ بغداد میں مزار ہے۔

(۱۴) حضرت سری سقطی رح

تجارت و عبادت

حضرت سری سقطیؒ تصوف کے امام اور بہت بڑے باکمال بزرگ تھے۔ کتب سیر میں مرقوم ہے کہ جس بزرگ نے بغداد کے اندر حقائق طریقت اور اسرار توحید کے متعلق سب سے پہلے لب کشائی کی وہ حضرت

سری سقطی ہی تھے۔ حضرت جنیدؒ آپ کے بھانجے تھے بہت بڑے عالم تھے بغداد شریف کے بازار میں آپ کی دکان تھی تجارت کیا کرتے تھے دکان کے اندر ایک پردہ پڑا رہتا تھا اکثر اوقات اسی کے اندر رہتے اور روزانہ ایک ہزار رکعت نماز بلاناغہ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی بزرگی اور کمالات کا شہرہ سن کر ایک شخص کوہ لگام سے آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ دوکان پر حسب معمول پردہ پڑا ہوا تھا اس نے پردہ اٹھا کر پہلے تو خود سلام کیا پھر بولا کہ میرے وطن کے فلاں بزرگ نے بھی آپ کو سلام کہلا ہے۔ فرمایا وہ تو پہاڑ میں مصروف عبادت ہو گئے ہیں اور معلوم ہوا ہے کہ رات دن وہیں معتکف رہتے ہیں۔ پھر بولے کہ:۔

"دنیا چھوڑ کر پہاڑ کے غار میں معتکف ہو جانا کوئی جوان مردی نہیں مرد وہ ہے جو بازار میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے اور اس میں گم ہو کر رہ جائے"

لکھا ہے کہ آپ اپنا مال صرف بیس فی صدی منافع پر فروخت کیا کرتے تھے اور دس دینار کے مال پر صرف نصف دینار نفع لیتے تھے ایک دفعہ یہ صورت ہوئی کہ آپ نے ۶۰ دینار (اشرفیاں) کے بادام خریدے چند ہی روز کے بعد بادام کی قیمت چڑھ گئی، اور بہت گراں ہو گئی ایک دلال نے آپ کے پاس آکر کہا کہ کیا آپ اپنے باداموں کا ذخیرہ فروخت کرنا چاہتے ہیں؟ پوچھا کس قیمت پر خرید و گے بولا ۹۰ دینار میں خریدنے پر تیار ہوں، فرمایا میں نے تو اپنا یہ اصول کار مقرر کر رکھا ہے کہ مال صرف بیس فیصدی منافع پر فروخت کرتا ہوں۔ بولا تو میں آپ کا مال نقصان پر فروخت نہیں کر سکتے اور میں اپنا اصول توڑ نہیں سکتا۔

ایک مرتبہ بازار میں آگ لگ گئی آپ نے یہ سمجھ کر کہ میری دکان بھی ضرور جل گئی ہو گی فرمایا شکر ہے کہ اب مجھے فرصت مل گئی جا کر جو دیکھا تو صرف آپ ہی کی دکان کو آگ نے کوئی نقصان نہ پہنچایا تھا اس سے آپ اور متاثر ہوئے اور اپنا ہزار ہا روپے کا مال غربا کو تقسیم کر کے حضرت معروف کرخیؒ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور مرید ہو کر عبادت و طاعت میں مصروف ہو گئے دل تو آپ کا اسی روز سرد ہو گیا تھا جس روز کہ حضرت حبیب عجمیؒ کو آپ نے کچھ مال درویشوں کو تقسیم کرنے کے لئے دیا تھا اور آپ نے اسی وقت دوکان پر کھڑے کھڑے "خیرک" فرمایا تھا پھر جب حضرت معروف کرخی نے ایک یتیم لڑکا آپ کے سپرد کیا اور آپ نے عید کے روز اسے کپڑے پہنائے تو ان کی ذوق و شوق کی آگ اور بھڑک اٹھی۔

مجاہدات و عبادات کا یہ عالم تھا کہ بقول حضرت جنیدؒ پورے ۹۸ برس آپ کبھی زمین پر بیماری کے دنوں کے سوا لیٹے تک نہیں خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ اس زہد و عبادت کے باوجود دن میں کئی کئی بار آئینہ دیکھا کرتے کہ کہیں گناہ کی وجہ سے میرا چہرہ مسخ تو نہیں ہو گیا فرمایا کرتے تھے کاش تمام دنیا والوں کا غم میرے دل ہی کے اندر سما جاتا اور سب لوگ مطمئن ہو تے۔

حضرت بشر حافی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی کے سوا کبھی کسی سے کوئی چیز طلب نہ کی جانتا تھا کہ آپ کا زہد کامل تھا اور جب کوئی چیز جاتی رہتی تھی آپ اس کے ضایع ہونے پر خوش ہوا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ خوب ہوا۔

راہِ عام و راہِ خاص

کوئی شخص آپ کو سلام کرتا تو معمول تھا کہ آپ اسے ترش روئی کے ساتھ جواب دیتے جس کا سبب آپ نے یہ بتایا کہ حضور نبی کریمؐ کی حدیث کے مطابق جو شخص سلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سو نعمتیں نازل کرتا ہے اس میں سے ۹۰ نعامہ اس شخص کے لئے جو اپنا چہرہ شگفتہ رکھتا ہے میں اسلئے کچھ ترش رو سا ہو جاتا ہوں کہ وہ ۹۰ نعمتیں بھی اس سلام کرنے والے ہی کے حصہ میں آ جائیں۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت یعقوبؑ کو خواب میں دیکھا فرمایا یہ آپنے دنیا میں کیا شور ڈال رکھا ہے اگر آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت کامل ہے تو یوسفؑ کا خیال ترک کیجئے اسی وقت ندا آئی سنبھلیو پھر یوسفؑ آپ کو دکھائے گئے جنہیں دیکھتے ہی آپ نے ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئے اور تیرہ روز کامل اسی حالت میں پڑے رہے۔ پھر آواز آئی کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو

ہماری ندگاہ کے مشتاق کو ملامت کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ ایک دفعہ آپ وعظ فرما رہے تھے بکثرت ہجوم تھا کہ اسی اثنا میں خلیفہ کا ایک معتمد مصاحب احمد بن یزید بڑے شان و شکوہ کے ساتھ اس طرف سے گذرا اور کہا آخر ہم ممنوع جگہوں پر بھی تو جاتے ہیں یہ جگہ تو متبرک ہے چلو یہاں بھی ہوتے چلیں جس وقت یہ امیر آپ کی مجلس میں آیا ہے اس وقت آپ فرما رہے تھے کہ اللہ کی پیدا کردہ اٹھارہ ہزار مخلوق میں کوئی مخلوق بھی انسان سے زیادہ کمزور نہیں اور اس کمزوری اور ضعف کے باوجود سب سے زیادہ نافرمان پذیر بھی یہی ہے۔"

امیر اتنا متاثر ہوا کہ روتے روتے ہچکی بندھ گئی گھر گیا تو نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ کسی سے کوئی بات کی دوسرے دن پیادہ پا مجلس میں حاضر ہوا اور تیسرے روز خقیرانہ لباس پہنے ہوئے نہایت افسردہ و رنجیدہ حالت میں پہنچا اور عرض کی کہ میں آپ کے وعظ سے بہت متاثر ہوا ہوں اب متکف ہونا چاہتا ہوں مجھے راہ سلوک بتائیے اور تعلیم کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ :۔

"یہ بتا کہ تجھے کونسی راہ چلنا مقصود ہے؟ شریعت کی یا طریقت کی؟ "راہ عام" درکار ہے یا "راہ خاص" راہ عام تو یہ ہے کہ نماز پنجگانہ ادا کرے سال میں ایک ماہ روزے رکھے اور استطاعت ہو تو زکوٰۃ بھی ادا کرے۔ اور راہ خاص یہ ہے کہ دنیا کو ٹھوکر لگا اس کی دلفریبیوں اور آرائشوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھ اور اگر کوئی تجھے کچھ دے بھی تو ہرگز نہ قبول کر۔"

وہ یہ سنکر گریبان چاک کر کے جنگل کو نکل گیا کچھ روز بعد اس کی ضعیف ماں آئی اور بہت روئی کہ میرا بیٹا آپ کے یہاں آیا کرتا تھا اب غائب ہے آپ نے فرمایا غم نہ کرو وہ تائب ہو کر دنیا ترک کر چکا ہے اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہے جب وہ آئیگا تو میں تجھے اطلاع دونگا۔ ایک شب کہ وہ آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے حسب وعدہ اس کی ماں کو اطلاع کرائی۔ اس نے آکر دیکھا کہ بیٹے کا چہرہ زرد ہے

بہت کمزور ہو گیا ہے اس نے دیکھتے ہی کہا کہ جس طرح آپ نے مجھے راحت قلب سے دوچار کیا اسی طرح باری تعالیٰ آپ کو راحت عطا کرے اسی وقت اس کی بیوی اور ننھے بچے آگئے سب کے سب یہ دیکھ کر رونے لگے بچہ آکر گود میں بیٹھ گیا سب بلکا مگر آپ نہ رکے بیوی بولی تم نے تیرے بعد مجھے بیوہ اور اسے یتیم کر دیا نہیں مانتے تو آپ اس بچے کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائیں امیر نے کہا بہتر ہے پھر بچے کو کمبل کے کپڑے پہنا کر ہاتھ میں زنبیل دیدی۔ ماں یہ دیکھ کر تڑپ گئی اور بچہ کو اٹھا لیا۔ پھر جنگل کو چلا گیا کچھ عرصہ بعد اس نے رات کے وقت آپ کو بلایا جا کر دیکھا تو حالت نازک تھی، آپ نے امیر کا سر اٹھا کر گود میں رکھا عرض کی آپ اچھے وقت تشریف لے آئے بجہیں یہ گھڑیاں سخت گذر رہی تھیں یہ کہتے ہی جان جان آفرین کے سپرد کر دی آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے سامان تجہیز و تکفین کے لیے شہر کی طرف روانہ ہوئے کچھ دور گئے تھے دیکھا کہ شہر کی طرف سے خلقت امڈی چلی آرہی ہے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ بولے ہم نے آسمان سے یہ صدائیں بلند ہوتی سنیں کہ جسے ولی اللہ کے جنازے میں شرکت کی تمنا ہو وہ شونیز قبرستان میں چلا جائے اور اپنی آرزو پوری کر لے۔

یہ تھی آپ کے فیض کی حالت اور یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی بندہ پروری کے مظاہر جو اس کا ہو جاتا ہے وہ اسے اسی طرح نوازتا ہے حضرت جنید جیسے یگانۂ روزگار بھی آپ ہی کے مرید تھے

نکات و تعلیمات ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مسلسل تین سال سے میں صرف ایک شکر ادا کرنے مصروف استغفار ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ ادائے شکر پہ استغفار سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا ایک روز بازار بغداد میں آگ لگی جس سے میری دکان جلنے سے محفوظ رہ گئی اس وقت میری زبان سے "الحمد للہ" نکلا پھر متنبہ ہوا کہ اس سے تو یہ واضح ہوا کہ میں خود کو تمام مخلوق سے بہتر خیال کرتا ہوں اور دوسروں کی تکلیف کا مجھے احساس نہیں، اس قصور پر برابر توبہ کر رہا ہوں یہ ہے

شلن بزرگانہ ہم دنیاداروں کی یہ حالت ہے کہ دوسروں کی مصیبت پر اور خوش ہوتے ہیں۔
فرمایا عارف وہ ہے جو بیماروں کی طرح کھانا کھائے اور مار گزیدہ کی طرح سوئے اور اس کا عیش پانی میں ڈوبے ہوؤں کی طرح ہو۔ فرمایا کہ:۔
گناہ تین وجہوں سے ترک کیے۔ خوف دوزخ، رغبت بہشت اور شرم مولا۔
فرمایا بندہ اس وقت تک ہرگز کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ دین کو اپنی خواہشات پر ترجیح نہ دے۔ ایک دفعہ آپ منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ اس دوران میں ایک زہریلے بچھو نے آپ کے چند بار نیش زنی کی۔ لوگوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا کہ آپ نے اس بچھو کو دور کیوں نہ کیا اور بار بار نیش زنی کا موقعہ کیوں دیا؟ فرمانے لگے میں اس وقت صبر کے متعلق گفتگو کر رہا تھا مجھے شرم محسوس ہوتی تھی کہ لوگوں کو تو صبر کی تلقین کروں اور خود بے صبری کا مظاہرہ کروں۔ جو شخص اس امر کا اظہار کرتا ہے جو خود نہیں کرتا اور خود کو وہ ظاہر کرتا ہے جو خود نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گر جاتا ہے۔
فرمایا اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جب بندوں پر میرا ذکر غالب آجاتا ہے تو میں اس پر عاشق ہوجاتا ہوں۔ فرمایا عارف اپنی صفات وحسنات میں آفتاب کی طرح ہے جو سب پر یکساں روشنی ڈالتا ہے۔ زمین کی مانند ہے جو تمام مخلوق کا بار اٹھاتا ہے۔ مثل پانی کے ہے جس سے قلوب کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ آگ کی مانند ہے کہ تمام جہان اس سے روشن ہوجاتا ہے۔
فرمایا تصوف سے مراد تین امور ہیں۔ اول تو یہ کہ اس کی معرفت زہد وورع کے نور کو بجھنے نہ دے۔ دوسرے باطنی علوم کے متعلق کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالے جس سے کتاب ظاہر کا نقص ثابت ہو تیسرے اس کی کرامات ذکام کریں کہ لوگ حرام سے محفوظ دامن رہیں۔
فرمایا عبادت کا سرمایہ زہد ہے اور قناعت کا سرمایہ دنیا سے روگردانی ہے۔ زاہد کا عیش اچھا نہیں اس لئے کہ وہ کام میں مشغول ہوتا ہے۔ البتہ عارف کا عیش اچھا ہے کیونکہ وہ اپنے سے بالکل علیحدگی اختیار کرلیتا ہے۔ فرمایا دولتمند عالموں سے امیر ہمسایوں اور بلزاری قاریوں سے ہمیشہ دور رہو فرمایا جو شخص اس امر کا آرزومند ہے کہ اس کا دین

سلامت و محفوظ رہے اور اسے جسم و روح دونوں کی راحت نصیب ہو اور اس کے فکر و غم میں کمی ہو، اُسے چاہیئے کہ دنیا سے علیحدگی اختیار کرے۔ فرمایا دنیا میں مشغولیت محض فضول ہے۔ انسان کو صرف اتنی ضرورت ہے کہ اسے اس قدر کپڑا مل جائے جس سے وہ ستر پوشی کر سکے۔ اتنی روٹی ملتی رہے جس سے اس کی زندگی قائم رہے۔ اتنا پانی جس سے اس کی پیاس رفع ہو سکے۔ ایسا گھر جس میں وہ بیٹھ اٹھ سکے۔ اتنا علم جس پر عمل کیا جا سکے۔ فرمایا سب سے زیادہ قوی اور طاقتور وہی ہے کہ اپنے نفس پر قابو حاصل ہو۔ جو گناہ محض خواہشات کے جوش میں ہو جائے اسکی بخشش و مغفرت کی تو امید بھی ہو سکتی ہے مگر جو گناہ بربنائے غرور و تکبر ہو اسکی بخشش کی کوئی توقع نہیں۔ کیونکہ ابلیس کا گناہ غرور و تکبر ہی کی وجہ سے تھا اور حضرت آدمؑ کی لغزش خواہش کی بنا پر تھی۔ جس شخص کو نعمت کی قدر نہیں ہوتی اس کی نعمت اسی وقت زوال پذیر ہونی شروع ہو جاتی ہے اور اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ اسے گمان ہی نہیں ہوتا۔ فرمایا دلوں کی تین قسمیں ہیں۔ اولاً وہ جو پہاڑ کی طرح ہیں اور انہیں کوئی شے بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتی ثانیاً وہ جو درخت کی طرح ہیں جو کبھی کبھی ہواؤں کی تیزی و تندی سے جھک جاتے ہیں مگر اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں۔ ثالثاً وہ جو پر کی طرح ہیں جو ہرگز ایک جگہ قائم نہیں رہتے معمولی ہوا کا جھونکا انہیں اڑا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے۔

فرمایا جو اپنے نفس ہی کی تادیب اور اپنی اصلاح ہی سے قاصر ہے وہ دوسروں کی تادیب و اصلاح کیا کر سکے گا۔ سب سے دانا اور عقلمند وہ لوگ ہیں جو نہ صرف اسرار قرآنی کو سمجھتے بلکہ ان پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں فرمایا حسن خلق یہ ہے کہ یہی نہیں کہ مخلوق کو نہ ستائے بلکہ کسی سے کینہ بھی نہ رکھے اور خود سب کا رنج اٹھائے۔ فرمایا محض شک و گمان پر کسی سے علیحدگی اختیار نہ کرو۔

وصال حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں بیماری کی حالت میں آپ کی عیادت کے لئے گیا تو میں نے قریب رکھا ہوا پنکھا اٹھا لیا اور جھلنے لگا۔ فرمایا جنیدؒ رہنے دے کیونکہ آگ ہوا سے زیادہ تیز تر اور روشن ہوتی ہے۔ آخر حضرت جنیدؒ نے دریافت کیا کہ یہ تو

فرمائیے کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ جواب دیا
مجبور ہو کر کہا کہ اچھا مجھے کوئی وصیت تو کیجئے۔ فرمایا دیکھو ایسا نہ ہو کہ صحبت خلق تجھے
اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے۔ یہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ یہ حال سے پیشتر آپ
نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں بغداد میں مرنا نہیں چاہتا۔ اس خوف سے کہ کہیں زمین مجھے قبول
کرنے سے انکار نہ کر دے اور رسوائی اٹھانا پڑے۔ ... اور جو لوگ اس وقت تک مجھ پر نیک
گمان کئے ہوئے ہیں وہ بدگمان نہ ہو جائیں۔

حضرت سری سقطیؒ تصوف کے امام سمجھے جاتے ہیں نہایت سیر چشم و ذی مرتبت تھے۔
اپنے عہد کے نامور اور صاحب کمال ولی گذرے ہیں تمام شرق تا غرب آپ کی شہرت محیط تھی۔
چونکہ آپ عالم بھی تھے اس لئے آپ جو کچھ بھی کہتے تھے اس میں علمی شان و شکوہ بھی نمایاں
ہوتا تھا۔ ۳ رمضان سنہ ۲۵۳ھ میں وصال ہوا۔ بغداد شریف میں مزار ہے۔

(۱۵) شیخ وقت احمد خضرویہ رحؒ

عظمت و بزرگی

حضرت احمد خضرویہؒ سلطانان ولایت اور مشائخین خراسان
میں بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ بہت ذی علم اور صاحب تصانیف تھے
زندگی میں آپ سے بکثرت کرامات ظہور میں آئیں اور بڑے بڑے مجاہدے کرتے رہے۔
حضرت ابوحفصؒ فرماتے ہیں کہ طائفہ صوفیاء میں نہایت عالی ہمت اور بلند حوصلہ تھے اور
میں نے اس طبقہ عالیہ میں آپ سے زیادہ صادق الاحوال اور کوئی بزرگ نہیں دیکھا اگر
وہ نہ ہوتے تو مروت فتوت نظر نہ آتی۔ مرید آپ کے بکثرت تھے اور کمال یہ ہے کہ سب کے سب
درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور یہ حالت تھی کہ سطح آب پر اس طرح چلتے تھے جیسے لوگ
خشکی پر چلتے ہیں اور پرندوں کی طرح ہوا میں پرواز کرتے تھے۔ حضرت حاتم اصمؒ کے
مرید تھے۔ بڑی بڑی ریاضتیں کیں اور درجہ ولایت کو پہنچے لاکھوں روپے مستحقین
کو تقسیم کرتے رہے۔

اہل عرفان کے اسرار

آپ ایک روز متوکلانہ جنگل کی طرف چل کھڑے ہوئے راستہ

برقرار تھا کچھ ہی دور چلے تھے کہ آپ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا چبھا اور ٹوٹ گیا اور کانٹا بھی تھا ببول کا بہت اذیت اور تکلیف تھی چلنا دشوار تھا۔ مگر آپ نے کانٹا نہ نکالنا تھا نہ نکالا اس لئے کہ آپ کانٹے کے نکالنے کو توکل اور اعتماد علی اللہ کے خلاف سمجھتے تھے آخر ورم آگیا پاؤں میں لنگ پیدا ہوگئی لیکن اس اعتماد و ہمت کو دیکھئے کہ اسی حالت میں خراسان سے چل کر مکہ معظمہ جا پہنچے حج کرکے پھر اسی حالت میں واپس چلے۔ اب پاؤں میں پیپ پڑ گئی تھی راستے میں لوگوں نے دیکھ کر سمجھ لیا اور آپ کا پاؤں پکڑ کر وہ ٹوٹا ہوا کانٹا نکالا۔

آپ یہیں سے بسطام کی طرف چلے گئے اور حضرت بایزید سے ملے۔ انھوں نے مسکرا کر پوچھا احمد جو تکلیف تیرے پاؤں کو پہنچی ہے اس کے متعلق تو نے کیا کیا؟ فرمایا کچھ نہیں میں نے اپنے اختیار کو اسی کے اختیار پر چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت بایزیدؒ نے فرمایا تو کیا چیز ہے جو اپنے اختیار کا لفظ اپنے لئے استعمال کر رہا ہے کیا تو اور تیرا اختیار تو نے جو اس کے اختیار کے ساتھ اپنے "اختیار" کا لفظ استعمال کیا تو کیا یہ شرک نہیں؟ اللہ اللہ! یہ خاصان خدا کی باتیں ہیں یہ ہے تفویض کی شان اور فنائیت کی عظمت کہ اپنا اور اپنے اختیار کا نام لینا بھی شرک ہے اس راہ میں "قدر" کو تو کچھ دخل ہی نہیں یہاں تو صرف "جبر" ہی "جبر" "قدر و اختیار" کا نام بھی زبان پر لانا شرک سمجھا جاتا ہے۔ آپ ہمیشہ بالوں کے بنے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے۔

جذبۂ خدمتِ اہل اللہ ایک دفعہ شب کے وقت آپ کے گھر میں ایک چور گھسا۔ بہت تلاش کیا ادھر ادھر ٹٹولا مگر فقیر کے گھر میں کیا رکھا تھا جو ہاتھ آتا، مایوس ہو کر جانے لگا۔ شانِ بزرگانہ دیکھئے کہ آپ کو اس کی محرومی پر ترس آگیا اور اس کے مایوس لوٹنے پر آپ کے دل میں درد کی ایک چمک پیدا ہوئی فرمایا اے نوجوان ڈول اٹھا اور کنوئیں سے پانی بھر لے اور وضو کرکے نماز ادا کر جب کوئی چیز ہمیں ملیگی تو ہم تجھے ضرور دیں گے تاکہ تو ہمارے گھر میں آکر تہی دست نہ جائے نوجوان نے تعمیل ارشاد کی صبح جو ہوئی تو ایک شخص نے خدمت میں حاضر ہو کر

سو اشرفیاں نذر پیش کیں۔ آپ نے وہ اشرفیاں چور کو دیکر کہا کہ یہ لے یہ تیری ایک رات کی نماز کا صلہ ہے۔ نوجوان چور پر یہ الفاظ سنکر ایک حالت طاری ہوگئی اور پھر تھرتھرا اٹھا اور بولا کہ افسوس میں آج تک بالکل غلط راستہ اختیار کئے رہا۔ میں نے صرف ایک ہی رات اللہ کے کلام میں صرف کی اس کا بدلہ مجھے یہ ملا اور مجھپر یہ کرم ہوا تو خدا جانے اگر میں برابر عبادت کرتا رہتا تو مجھے کیا کچھ ملتا۔ اس نے اسی وقت توبہ کر کے آپ سے بیعت کی اور عبادت میں مصروف ہوگیا ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ایک نور میں سوار ہیں جسے ملائکہ طلائی زنجیروں کے ذریعہ ہوا میں اڑائے لئے چلے جارہے ہیں پوچھا یا شیخ اس شکوہ و عظمت کے ساتھ آپ کہاں تشریف لئے جارہے ہیں؟ فرمایا جاتا کہاں اپنے دوست کی زیارت کو جارہا ہوں بولا کیا اس منزلت اور مرتبت کے باوجود آپ کو جمال دوست دیکھنے کی آرزو ہے؟ فرمایا بیشک نہ جاؤنگا تو وہ خود چلا آئیگا اس وقت زائرین کا اجر اسے حاصل ہوگا نہ کہ مجھ کو۔

ضرورتمند کی حیرت انگیز امداد

آپ کی خدمت میں ایک شخص نے آکر عرض کی کہ میں بہت تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہوں تنگدستی کے ہاتھوں بری طرح تنگ ہوا ہوں کوئی ایسی صورت بتایئے کہ مجھے اس عذاب و مصیبت سے مخلصی حاصل ہو فرمایا اچھا تو تمام پیشوں کے نام لکھ کر ایک تھیلے میں ڈالدے اس نے یہی کیا آپ نے بسم اللہ کہہ کر ہاتھ ڈالا اور ایک پرچہ نکالا تو اس پر چوری لکھا ہوا تھا۔ فرمایا بس تمہیں چوری کرنی چاہیئے بولا حضور ولی اللہ ہیں شیخ وقت ہیں اور پھر مجھے چوری کی ہدایت کرتے ہیں، معتقد تھا کہ سے اعتراض نہ کیا اور ایک جگہ ڈاکوؤں کے سردار سے ملکر کہا آپ مجھے اپنے شاگردوں میں شامل کرلیجئے اس نے کہا ایک شرط پر داخل کرتا ہوں کہ جو حکم دوں اس پر بلا چون و چرا عمل کرتے رہو اس شرط کو منظور کرکے وہ ڈاکوؤں کے گروہ میں شامل ہوگیا کچھ روز کے بعد ڈاکوؤں نے ایک قافلہ لوٹا ان میں سے ایک شخص کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لائے۔ سردار نے اس کو [illegible] کر سے اس قافلہ والے کو قتل کر

اس نے دل میں سوچا کہ اس ڈاکو نے اسی طرح خدا جانے کتنے بندگان خدا کی جان لی ہوگی میں جو بلا عذر اس کا حکم مانوں اور گناہگار رہوں تو کیوں نہ اللہ ہی کا حکم مانوں سردار بولا قتل کرتا ہے تو کر ورنہ اور کام میں مصروف ہو اور یہاں سے نکل جا اس نے جھپٹ کر سردار کے سامنے سے تلوار اٹھالی اور اسے قتل کر دیا اور دوسرے ڈاکوؤں کی طرف دوڑا۔ وہ لیٹے تھے بھاگ کھڑے ہوئے جو شخص گرفتار ہو کر آیا تھا وہ بہت بڑا سوداگر تھا تمام لوٹا ہوا مال بھی سوداگر کو مل گیا اور اس کی جان بھی بچ گئی اس نے اظہار ممنونیت کے طریق پر اسے اتنا روپیہ دیدیا کہ زندگی بھر کے لئے بے نیاز ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ اللہ والوں کا کوئی حکم بھی خواہ وہ بظاہر کتنا ہی نامناسب نظر آئے حکمت و اسرار سے خالی نہیں ہوتا۔

نکات و تعلیمات فرماتے ہیں کہ جو شخص درویشوں اور اللہ والوں کی خدمت کرتا ہے اس کے اندر تین باتیں خصوصیت کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہیں :۔ سخاوت حسن خلق اور تواضع دلوں کی حیثیت مکانوں جیسی ہے جب یہ انوار الٰہیہ سے لبریز ہو جاتے ہیں تو ان کا اثر تمام اعضاء و جوارح پر بھی مترتب ہونے لگتا ہے اور اگر یہ باطل سے پر ہوں تو تمام اعضا بھی برائی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا دین اور دنیا دو متضاد چیزیں ہیں اسلئے انسان کو اس معاملہ میں متضاد زندگی ہی بسر کرنی پڑتی ہے فرمایا اعمال میں سب سے افضل عمل یہ ہے کہ دل کو ماسوائے اللہ سے بچائے رکھنا چاہیئے فرمایا تعلیم اس شخص کو دی جاتی ہے جو بارگاہ ایزدی اور دربار ربانی کا سب سے فراری ہوتا ہے فرمایا اپنے نفس کو ہلاک کر دے کیونکہ جب تک یہ ہلاک نہ ہو گا تو خود زندوں میں شمار نہ ہو گا۔ فرمایا صابر وہ ہے جو صبر پر صبر کرتا چلا ئے۔ نہ وہ جو صبر تو کرتا ہے مگر ساتھ ہی شکایت بھی کرتا رہتا ہے۔ فرمایا معرفت یہ ہے کہ تو باری تعالیٰ کو دل سے دوست رکھے خیالات کو ماسوا سے پاک کرے اور زبان سے اس کی یاد کرتا رہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سے قریب تر وہ شخص ہے جس کا خلق زیادہ ہے۔

زوجہ محترمہ کے عارفانہ کمالات آپ کی زوجہ محترمہ کا نام فاطمہ تھا جو

کے ایک بہت بڑے اور دولتمند کی صاحبزادی اور نہایت حسین خاتون تھیں یا بھی دوشیزہ ہی تھیں کہ ان کے قلب مبارک پر رحمت ایزدی نے سایہ کیا اور تمام گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی عبادت میں مصروف رہنے کا عزم راسخ کر لیا۔

اس کے بعد انھوں نے اپنی ایک کنیز کو حضرت احمد خضرویہؒ کی خدمت میں بھیجا جس نے آکر عرض کی کہ ہماری بانو نے کہا ہے کہ آپ ان کے باپ کو ان کے لئے اپنے نکاح کا پیغام بھجوائیں۔ حضرت مرتبہ ولایت پر فائز ہو چکے تھے صاف انکار کر دیا اور منظور نہ کیا۔ یہ جواب نطقی سنکر انہوں نے پھر کنیز بھیجی اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ یہ تو کوئی حیرت انگیز امر نہیں میں تو آپ کو اس سے بھی زیادہ بزرگ اور بالاتر سمجھتی تھی اور میں پہلے سب کچھ سمجھتے ہوئے اور جانتے ہوئے پیغام دیا تھا۔ مجھے علم ہے کہ آپ عارف ہیں اور راستہ دیکھے ہوئے ہیں۔ مگر آپ رہبر بنیں نہ کہ راہرو۔

اس پر حضرت تیار ہو گئے اور ایک شخص کو پیام لیکر ان کے باپ کے پاس بھیجا وہ امیر بھی بہت نیکدل اور درویشوں کا معتقد تھا اس نے اس پیغام کو منظور کر لیا اور اپنی نوجوان اور صاحب جمال بیٹی کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا۔

حضرت فاطمہ دلہن بنکر آپ کے کاشانہ عرفان میں آگئیں اور آتے ہی دنیا اور آسائش دنیا کو ترک کر دیا اور عزلت گزینی اختیار کر لی کچھ روز بعد حضرت نے ارادہ کیا کہ بسطام پہنچکر حضرت بایزید سے بیعت ہوں اور روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں حضرت فاطمہ نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ چلونگی حضرت رضامند ہو گئے چنانچہ دونوں میاں بیوی بسطام پہنچے حضرت بایزید کے سامنے پہنچتے ہی انھوں نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا دیا گفتگو شروع کر دی اور گفتگو بھی ایسی جس میں گو نہ بے ادبی اور گستاخی کا رنگ جھلک رہا تھا۔

حضرت فاطمہ اور حضرت بایزید کی ملاقات

حضرت معتقدانہ و مودبانہ حاضر ہوئے تھے بیوی کے انداز گفتگو سے بہت ہی مکدر ہوئے بلکہ غیرت و شرم بھی پیدا ہوئی ضبط نہ ہو سکا تو فرمایا فاطمہ یہ گستاخی ہے اور حضرت سے اس بے ادبی کے ساتھ کیوں بات چیت کر رہی ہو؟ انھوں نے جواب

اس لئے کہ آپ تو میری طبیعت کے محرم اور بہ طریقت کے محرم ہیں آپ سے تو میں اپنی خواہشات نفسانی پوری کرتی ہوں اور ان سے معرفت خداوندی سے میں وصال ربانی چاہتی ہوں۔

حضرت فاطمہ رح کا مدعا اس سے یہ تھا کہ ان کے بزرگ شوہر سمجھ لیں کہ وہ تو ان کی صحبت کے ہمیشہ محتاج ہیں اور حضرت اس سے بے نیاز ہیں دونوں بزرگ میاں بیوی بسطام میں مقیم رہے اور یہ محترم بی بی حضرت بایزید سے پوری آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ ملتی رہیں اور وہ بھی اسی بے تکلفانہ شان کے ساتھ ملتے اور گفتگو کرتے رہتے تھے .... ہم انہی صفحات میں کسی دوسری جگہ واضح کر چکے ہیں کہ حضرت بایزید کس رتبہ و جلالت شان کے بزرگ اور مرجع اقتاد تھے ایسے بزرگ کا ان پر مہربان رہنا اور دونوں میں بے تکلفانہ گفتگو کا ہونا اس امر کا مظہر ہے کہ حضرت فاطمہ بڑی بلند پایہ بیوی تھیں۔ ایک روز حضرت بایزید کی نظر آپ کے ہاتھ پر پڑ گئی۔ فرمایا فاطمہ! ہاتھوں میں مہندی کیوں لگا رکھی ہے؟ بولیں جب تک آپ کی نگاہ میرے ہاتھ اور ہاتھ کی حنا پر نہ پڑی تھی مجھے آپ کی مجلس بہت پر لطف اور مسرور معلوم ہوتی تھی مگر اب کہ نگاہ پڑ چکی ہے میری صحبت آپ پر حرام ہو گئی۔

اس کے بعد دونوں میاں بیوی بسطام سے نیشاپور چلے آئے نیشاپور والے آپ کی مجلس میں نہایت خوشی کے ساتھ آتے اور دونوں کی بہت قدر و منزلت کرتے اسی اثنا میں حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ بعزم بلخ نیشاپور میں مقیم ہوئے حضرت احمد نے ان کی دعوت کے متعلق مشورہ کیا۔ بولیں کہ بیس بوریاں آٹے کی ہونی چاہئیں اور اتنی تعداد بکریوں اور شمع و عطر وغیرہ کی۔ فرمایا اس اہتمام سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ بولیں کہ جب ایک کریم و فیاض شخص ہمارا مہمان ہے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے محلے کے کتوں کو بھی محروم نہ رہنے دیں اور انہیں بھی کھلائیں۔

حضرت فاطمہ کے فضائل اخلاق حضرت فاطمہ بہت بڑی عارفہ اور

زاہدہ خاتون تھیں بہت کم سوتی تھیں پوری پوری رات نمازوں میں گذار دیتیں عبادت میں بہت شغف تھا بکثرت مجاہدے اور ریاضتیں کیں اس انہاک اور عشق ربانی کے باوجود اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتیں گھر کا کام کاج کرتیں اور شوہر کی تمام خدمات پوری تن دہی سے انجام دیتیں اور موٹے کپڑے پہنتیں چہرہ پر ہمیشہ نقاب پڑا رہتا نہایت نہایت سیر چشم اور ذی مروت تھیں بلخ کی اس نازک اندام امیرزادی نے ایک ولی کے گھر آکر ایسی بزرگانہ اور نورانی زندگی بسر کی کہ دیکھنے والے انگشت بدندان تھے۔ حضرت فاطمہ کی جلالت شان کے اظہار کے لئے صرف اتنا واضح کر دینا بہت کافی ہے کہ حضرت بایزید بسطامی جیسے نامور اور سربرآوردہ روزگار ولی یہ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"جو شخص مرد کو عورت کے لباس میں دیکھنا چاہے وہ فاطمہ کو دیکھے"

غرض دونوں میاں بیوی اپنے عہد کے زبردست اور مشہور ولی اللہ گذرے ہیں جن سے بیشمار کرامات سرزد ہوئیں اور ایک دنیا کو فیض پہنچا راہ خدا میں بیشمار روپیہ خرچ کرتے تھے یہ حالت تھی کہ وصال کے وقت ستر ہزار اشرفیاں قرض تھیں قرضخواہ سرہانے آکھڑے ہوئے۔ اللہ کی کرنی کہ آپ کی مناجات پر ایک شخص آیا اور تمام قرضخواہوں کو بلا کر سب کا روپیہ ادا کر دیا۔ زندگی بھر دونوں غریبوں بیکسوں اور یتیموں کی پرورش و امداد میں روپیہ پانی کی طرح بہاتے رہے۔

۱۶۔ یحیٰی معاذ رح

اُمید و رجا کے پیکر حضرت یحیٰی معاذ الرازی بڑے زبردست اور شیخ وقت گذرے ہیں بہت بڑے عالم اور بہت بڑے واعظ تھے آپ کا نقطۂ نظر حد درجہ پر امید تھا اور رجائے غالب رکھتے تھے بعض بزرگوں نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یحیٰی نام کے دو بندے پیدا کئے ایک حضرت یحیٰی کہ اللہ کے نبی تھے اور دوسرے یحیٰی۔ یحیٰی بن معاذ تھے کہ اللہ کے ولی

تھے اوّل الذکر پر خوف الٰہی اس درجہ غالب تھا کہ صدیقین تک آپ کے خوف و دہشت کو دیکھ کر مغفرت و نجات ہی سے ناامید ہو گئے تھے اور لوگ خدا سے اس طرح ڈرنے لگے تھے کہ انھیں وہ ایک ہیکر دہشت و ہیبت ہی نظر آتا تھا اور آپ اس درجہ پر امید تھے اور رحمت الٰہی سے ایسی ایسی توقعات رکھتے تھے کہ جو آپ کا وعظ سنتا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی رحمت سمجھتا۔

بہت فیاض و مخیر تھے اور بندگانِ خدا کی امداد اور حاجت روائی میں مصروف رہتے زندگی بھر لاکھوں روپے غرباء اور ضعفاء میں تقسیم کئے اسی لئے ہمیشہ قرضدار رہتے تھے اور آخر تک رہے خود تو مدام فقر و فاقہ میں زندگی بسر کردی اور لوگوں پر روپیہ نچھاور کرتے رہے علوم و فنون میں درجہ تبحر رکھتے تھے متعدد کتابیں بھی آپ نے تصنیف کیں اتنی محنت و ریاضت کرتے تھے کہ دیکھنے والے حیران رہجاتے تھے کسی میں اتنی طاقت اور ہمت نظر نہ آتی تھی کہ وہ آپ کی برابر عبادت کرسکے۔

آپ کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ آپ کی غیبت و مذمت کرتے ہیں۔ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشدیا تو انکی غیبت و برائی سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور اگر مغفرت نہ کی تو واقعی میں اسی لائق ہوں اور میں اپنے اندر ایسی چیز نہیں پاتا جو میری بخشش کا باعث ہوسکے۔

صاحبزادی کی خدا دوستی آپ کی ایک بیٹی تھیں ایک روز انہی ماں سے اس نے کوئی چیز مانگی ماں نے کہا بیٹی اللہ سے مانگ بیٹی بولی مجھے اپنے خواہش نفس کی خاطر اللہ سے کچھ مانگتے ہوئے شرم آتی ہے مجھے تو آپ ہی جو دینا ہے دیدیں کیونکہ آپ بھی مجھے جو کچھ دینگی وہ بھی تو اسی کی ملکیت ہے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ ملک الموت کے ہونے سے دنیا کی قیمت ذرہ برابر بھی نہیں فرمایا اگر ملک الموت نہ ہوتا پھر بھی دنیا کی قیمت ذرہ برابر نہ ہوتی موت تو ایک پل ہے جس سے گذر کر دوست دوست سے ملتا ہے۔ آپ کا ایک بھائی تھا جو مکہ شریف جاکر مجاور بن گیا وہاں سے اس نے ایک عرصہ کے بعد خط لکھا کہ میرے قلب میں جو آرزوئیں تھیں وہ تینوں پوری ہوگئیں۔ ایک آرزو یہ تھی کہ میں اپنی بقیہ عمر بقعۂ مبارک میں گذار دوں۔

چنانچہ میں کعبہ شریف میں آگیا جو افضل ترین بقعہ ہے دوسری آرزو یہ تھی کہ مجھے خدمت کے لئے ایک خادم مل جائے تو اللہ تعالے نے میری یہ آرزو بھی پوری کردی اور ایک لائق کنیز مجھے مل گئی۔ تیسری تمنا یہ تھی کہ مرنے سے پیشتر آپ کو دیکھ لوں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری یہ تمنا بھی ضرور پوری کردیگا۔ آپنے جواب دیا کہ تیری پہلی آرزو کے متعلق یہ ہے کہ تو خود بہترین مخلوق ہے جس مکان میں چاہے رہ۔ بقعہ مردوں سے بزرگ و مشرف ہوتا ہے نہ کہ مرد بقعہ سے دوسری آرزو کے متعلق سمجھ لے کہ اگر تیرے اندر جوانمردی ہوتی تو اللہ تعالے کے خادم کو تو اپنا خادم نہ بناتا اور اسے اللہ کی خدمت سے باز نہ رکھتا تجھے خادم ہونا چاہیئے تھا نہ کہ مخدوم۔ مخدومی اللہ تعالیٰ کی صفت اور خادمی بندوں کی جب بندہ اللہ تعالےٰ کی صفت حاصل کرنے کی آرزو کرتا ہے تو فرعون بنجاتا ہے۔ تیسری آرزو کے متعلق یہ ہے کہ اگر تمہیں معرفت حاصل ہوتی تو میں یاد ہی نہ آتا اللہ تعالےٰ سے ایسی محبت رکھو کہ مجھے بھائی یاد ہی نہ آئے۔

ایک روز آپ کے سامنے جو شمع روشن تھی وہ بجھ گئی آپ رونے لگے خدام نے عرض کیا کہ آپ فکر نہ کریں ہم ابھی روشن کئے دیتے ہیں فرمایا مجھپر رقت طاری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کہیں بے نیازی کی ہوا سے توحید و ایمان کے وہ چراغ بھی اسی طرح بجھ کر نہ رہ جائیں جو ہمارے سینوں کے اندر ہیں۔

نکات و تعلیمات

فرمایا درویشی یہ ہے کہ انسان خدا کے سوا تمام چیزوں سے بے نیاز ہوجائے۔ فرمایا جب بندہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے لگتا ہے تو تمام اعضاء عبادت کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ فرمایا ہر چیز کے لئے ایک زینت ہے اور عبادت کی زینت خوف ہے اور خوف کی زینت آرزوؤں اور امیدوں کا کم ہونا ہے۔ فرمایا بھوکا رہنا ایک نور ہے اور سیر ہوکر کھانا ایک نار ہے۔ فرمایا دنیا میں عبرت کے انبار موجود ہیں جو شخص ان سے عبرت حاصل نہیں کرتا اس کے لئے دنیا میں ذرہ برابر بھی کوئی عبرت نہیں۔ فرمایا تین قسم کے لوگوں سے ہمیشہ پرہیز کرو، غافل علماء سے۔ دوسرے کاہل قاریوں سے۔ تیسرے جاہل صوفیوں سے۔ فرمایا تین صفات اولیاء اللہ

کی خاص صفات ہیں، تمام چیزوں سے بے نیاز ہونا۔ ہر امر میں اسی کی طرف رجوع کرنا اور ہر امر میں اللہ ہی پر اعتماد رکھنا۔ فرمایا دنیاداروں کی خدمت کرنے والے لونڈی غلام ہیں اور آخرت والوں کی خدمت کرنے والے آزاد اور بزرگ ہیں۔

فرمایا مردان تین صفات کے بغیر حکیم نہیں ہوتا۔ اوّل یہ کہ امیر لوگوں کو اخذ نصیحت کے لئے دیکھے نہ کہ حسد کے طور پر۔ دوسرے عورتوں کو شفقت کی نظر سے دیکھے نہ کہ شہوت کی نظر سے۔ تیسرے درویشوں کو تواضع کی نظر سے دیکھے نہ کہ تکبر و رعونت کی نظر سے۔

جس کی تونگری اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر ہے وہ ہمیشہ تونگر رہتا ہے اور جس کی تونگری اپنے کسب و قوت کے بھروسہ پر ہے وہ ہمیشہ فقیر ہے۔

فرمایا مومن کے ساتھ تین امور ہمیشہ ملحوظ رکھے جائیں کہ اگر تم اسے فائدہ نہ پہنچا سکو تو نقصان بھی نہ پہنچاؤ۔ اگر تم اسے خوش نہ کر سکو تو ناراض بھی نہ کرو اگر تم سے اس کی تعریف نہ ہو سکے تو برائی بھی نہ کرو۔

فرمایا سب سے بڑی حماقت یہ ہے کہ کام تو جہنم کے لئے کئے جائیں اور آرزو بہشت کی رکھی جائے فرمایا توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کرنا توبہ کے پیشتر کے ستر گناہوں کے برابر ہے۔

فرمایا اللہ تعالےٰ کے متعلق نیک گمان رکھنا تمام نیکیوں سے بہتر ہے۔

سخاوت و دریادلی

ایک دفعہ آپ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ بار آلہا تو نے فرعون سرکش و باغی کے پاس حضرت موسیٰ کو بھیجا تو حکم دیا کہ اس سے نرمی و آہستگی سے گفتگو کرو اور سختی کے ساتھ نہ پیش آؤ جب تیری شان کرم و لطف اس شخص کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو بھلا اس شخص کے ساتھ تیرے لطف کا کیا ٹھکانا ہوگا جو صدق و خلوص کے ساتھ تیری بندگی کرتا ہے خداوندا! اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہنے والے کے ساتھ تیرے کرم کا یہ مظاہرہ ہے تو نہ معلوم سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے والے کے ساتھ تیرا کیا سلوک ہوگا۔

ایک دفعہ جوشش فیاضی میں آپ پر ایک لاکھ درہم قرض ہو گئے جو آپ نے غربا و صلحا کی امداد میں بہ اوقات مختلف خرچ و صرف کئے تھے۔ قرضخواہوں کے تقاضوں سے آپ قدرتاً پریشان تھے اسی عالم میں آنکھ لگ گئی خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے اور فرمایا کہ تیری پریشانی کا مجھے خیال ہے۔ خراسان کا سفر کرو وہاں ایک شخص تیرے لئے تین لاکھ درہم لئے بیٹھا ہے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ فرمایا تو قصبہ بہ قصبہ وعظ کہتا ہوا چلا جا۔ ہم خود اس شخص کو تیرے سامنے لا کھڑا کرینگے۔ چنانچہ دوسرے ہی روز آپ عازم خراسان ہوئے۔ خراسان پہنچکر وعظ فرمایا۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ لوگو! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تمہارے اس شہر میں آیا ہوں کہ مجھے بشارت ہو چکی ہے کہ یہاں کے لوگ میرا قرض ادا کرینگے جب تک یہ قرض ادا نہ ہو جائیگا میرے بیان کا حجاب دور نہیں ہو سکتا چنانچہ اسی وقت دو تین اشخاص کھڑے ہو گئے اور قرض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کی فرمایا نہیں میں آپ لوگوں سے نہیں لونگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک شخص ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے تقریر شروع کی۔ بیان میں تھا سحر و فسوں یہ حالت تھی کہ سات آدمی تو پہلے ہی روز فرط تاثر سے فوت ہو گئے کچھ روز نیشاپور میں رہے اور تقریریں کیں جب وہاں قرض ادا ہوتا نظر نہ آیا تو بلخ پہنچ گئے۔

واعظانہ کمالات

بلخ کے لوگوں نے آپ کی بہت قدر و منزلت کی آپنے یہاں بھی وعظ و تقریر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک روز آپ نے اپنی تقریر میں لوگوں کو دولت کے مفاد و اسرار سمجھائے . . . . . . اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک ہی شخص نے مجمع میں کھڑے ہو کر آپ کو ایک لاکھ درہم دیدیئے۔

مجلس وعظ میں ایک شخص موجود تھے انہوں نے کہا کہ بارالہا! چونکہ اس شخص نے درویشی پر دولت کو ترجیح دی ہے اسلئے تو اس کے مال میں برکت نہ دے چنانچہ شہر سے جو آپ باہر نکلے تو ڈاکوؤں نے سب روپیہ لوٹ لیا آپ سمجھ گئے کہ یہ اس شیخ ہی کی بددعا کا اثر ہے مرو پہنچکر آپنے وہاں بھی وعظ فرمائے آپ کے وعظ میں ایک امیر کی بیٹی

بھی تھی اس نے آپ کے وعظ میں جو قرض کی طرف اشارہ دیکھا تو کہنے لگی کہ مجھے
بھی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ کا قرض ادا کرنے کی ہدایت کی ہے
میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کو روپیہ دینے والی تھی مگر حضورؐ نے
منع فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ وہ خود تیرے شہر میں آئیگا اسی لئے میں آپ کا
انتظار کر رہی تھی میرے پاس طلائی ونقرئی برتن بکثرت ہیں جو مجھے جہیز میں ملے
تھے ان کی فروخت سے آپ کا یہ آسانی ادا ہو سکتا ہے۔ آپ نے مواعظ و لقاریر
کا سلسلہ برابر جاری رکھا وعظ میں پہلے روز دس دوسرے دن میں تیسرے روز
چالیس اور چوتھے روز پچاس آدمی وعظ سنتے ہی سنتے شہید ہو گئے جاتے وقت اس
امیرزادی نے آپ کو اتنے نقرئی برتن دیئے جو چار اونٹوں پر لادے گئے اس کی
فروخت سے آپ نے تمام اپنا قرض ادا کر یا اور باقی روپیہ غربار اور مساکین میں تقسیم کیا
ایک روز آپ نماز پڑھ رہے تھے سجدہ میں جو گئے تو اوپر سے ایک پتھر آکر گرا اور آپ
جان بحق ہو گئے آپ دولت سے گریزاں نہ تھے مگر جو کچھ ملتا تھا وہ صرف کر دیتے
تھے لیکن راہِ خدا میں۔

(۱۷) ابو تراب بخشی رح

حضرت ابو تراب بخشی سردار طائفہ صوفیاء تھے ارض خراسان
رازو نیازِ عشق کے بڑے بلند پایہ شیخ تھے علم و فضل میں بھی یکتا تھے زہد و
عبادت کا یہ عالم تھا کہ مسلسل چالیس سال تک سر مبارک تکیہ پر نہ رکھا ایک مرتبہ
حرم شریف میں بحالت سجدہ غنودگی جو غالب ہوئی تو دیکھا کہ حوران بہشتی کی ایک
جماعت ہے جو کہہ رہی ہے کہ آپ ہمیں اپنے پاس رکھ لیں فرمایا نہیں یہ نہیں
ہو سکتا مجھے تو اللہ کے ساتھ اس درجہ محویت و استغراق ہے کہ میں تمہاری
جانب ملتفت ہو ہی نہیں سکتا۔ بولیں یا شیخ ہمیں آپکے استغراق و محویت
کا اندازہ ہے۔ گر جنت عالے جب سنیں گے کہ آپ نے ہمیں شرف قبولیت نہیں بخشا

تو ہمارا مذاق اڑائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ کل جب میں بہشت میں بیر رکھول اگر تمہیں منظور ہو تو صرف خدمت کے لئے چلی آنا ورنہ مجھے اپنے کام سے فرصت تو وہاں بھی نہ ہوگی۔

ابن جلاّد فرماتے ہیں کہ میں اب تک تین ہزار بزرگوں سے مل چکا ہوں ان میں سے صرف چار بزرگوں کو باکمال اور صاحب عظمت پایا جن میں سے ایک حضرت ابو تراب بھی تھے اور انھیں میں بقیہ تینوں سے بزرگ جلیل سمجھتا تھا۔ تمام زندگی فقر و زندگی فقر و فاقہ میں بسر کر دی دنوں اور مہینوں نہ کھاتے تھے برابر روزے رکھے رہتے تھے اور عبادات و مجاہدات میں مصروف رہتے۔

ایک مرتبہ جنگل میں چلے جا رہے تھے کہ نفس نے خواہش کی کہ روٹی کے ساتھ انڈے کھائے جائیں یہ محض اتفاق تھا کہ زندگی میں پہلی مرتبہ آپ بھی کسی قدر اِدہر ملتفت ہو گئے فوراً متنبہ ہوا۔ راستہ بھول گئے اور ایک اجنبی قبیلہ میں جا پہنچے وہ آپ کو دیکھتے ہی آپ کے پیچھے پڑ گئے اور کہنے لگے کہ یہ چور ہے اور ہمارے ہاں چوری کرنے آیا ہے چنانچہ انہوں نے آپ کے دو سو تازیانے لگائے آپ تازیانے کھا رہے تھے کہ اسی قبیلہ کے ایک کہن سال شخص نے پہچان لیا اور شور مچایا کہ بدبختو کیا غضب کر رہے ہو یہ تو شیخ الشیوخ حضرت ابو تراب ہیں ان کے ساتھ یہ بے ادبی اور گستاخی قبیلہ والے یہ سن کر سہم گئے اور رونے لگے اور پاؤں پر گر کر معافی چاہی فرمایا تم معافی مانگتے ہو اور میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان لمحوں سے اچھا وقت مجھ پر کبھی نہ گذرا اور میرے نفس نے اپنا انجام دیکھ لیا اس کے بعد وہی شخص آپ کو اپنے گھر لے گیا اور آپ کے نفس کی پرانی خواہش کے مطابق اس نے آپ کے سامنے روٹی اور انڈے لاکر رکھدیئے آپ ان کی طرف ہاتھ بڑھانا ہی چاہتے تھے کہ یہ غیبی آواز آپ کے کان میں آئی کہ اے ابو تراب کھاؤ اور ضرور کھاؤ اور یہ سمجھ لو کہ تمہارے قلب میں جو آرزو بھی پیدا ہو گی وہ دو سو ضرب تازیانوں کے بغیر ہرگز پوری نہ ہو گی۔

یہ رازہائے عشق ہیں جنھیں عوام نہیں سمجھ سکتے جب اللہ کے ہو گئے پھر اللہ کے سوا کوئی آرزو کیسی! غیرت الٰہی ہرگز یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ کوئی اس کا عاشق کہلا اس کے سوا اور کسی آرزو کو اپنے قلب میں دے اور حقیقت بھی یہی ہے وہ تو پھر معشوق حقیقی ہے۔ مجازی معشوق بھی سچے عشق میں یہ کبھی گوارا نہیں کر سکتے کہ کوئی ان کا عاشق ہو کر دوسرے کو نظر بھر کر بھی دیکھے۔

یہ راز و نیاز عشق ہیں اس کے اسرار و نکات کو عشق والے ہی سمجھ سکتے ہیں اور جو لوگ اس راہ پر خار سے نا واقف ہیں وہ ان اسرار اور نکات کو کیا جانیں اور کیا سمجھیں اور پھر عشق بھی عشق مجازی نہیں بلکہ عشق حقیقی اس راہ کے رموز و نکات تو وہی سمجھ سکتا ہے جو اس راہ پر خار سے کچھ واقفیت رکھتا ہو۔ یہ تو خاصان خدا ہی کا حصہ ہے

سمجھ لینے والے ہر طرح سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن جن کے قلب سخت ہیں وہ ہرگز ان اسرار الٰہیہ کی تہ تک نہیں پہنچ سکتے اور کیونکر پہنچ سکتے ہیں وہ تو ان اسرار و نکات کو جانتے ہی نہیں۔

کرامات و خوارق عادات

یہ دستور تھا کہ آپ جب اپنے مریدوں میں سے کسی کو کوئی مکروہ حرکت کرتے دیکھتے تو توبہ کرتے اور اپنے مجاہدات میں اور زیادتی کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ یہ غریب میری ہی وجہ سے مبتلائے مصائب ہوا ہے۔

مریدوں کی طرف مخاطب ہو کر کہتے کہ تم میں سے جس نے فقیرانہ لباس زیب بر کیا گویا اس نے دست سوال دراز کیا۔

جو خانقاہ میں بیٹھا اس نے بھی سوال کیا۔

جس نے روپیہ حاصل کرنے کے لئے قرآن شریف پڑھا اس نے بھی سوال کیا۔

آپ کو ایک دفعہ علم ہوا کہ آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے تین روز سے کچھ نہیں کھایا اس لئے اس نے ایک خربوزہ کا چھلکا اُٹھا لیا۔

آپ نے اسے بلا کر کہا جا تو نے اب تک اتنا بھی نہ سمجھا کہ تصوف کیا ہے تجھے تو بازار میں جانا چاہیئے۔

ایک مرتبہ آپ جنگل میں چلے جا رہے تھے مرید بھی ہمراہ تھے سب مرید ایک جگہ بیٹھ گئے آپ نے انگشت مبارک سے زمین پر ایک لکیر کھینچ دی جس کے کھینچتے ہی زمین سے پانی ابلنے لگا جس سے سب نے وضو کیا اور نماز پڑھی جب تک آپ قیام گزیں رہے پانی برابر ابلتا اور جوش مارتا رہا۔

اسی طرح ابوالعباس کی روایت کے مطابق آپ کسی صحرا میں تھے جہاں دور دور تک پانی کا کوئی پتہ نہ تھا ایک مرید نے کہا کہ مجھے تو سخت پیاس لگی ہے آپ نے اسی وقت زمین پر زور سے قدم جو مارا تو پانی کا چشمہ اُبلنے لگا۔

ایک اور ساتھی نے کہا میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ میں ہاتھوں کے بجائے پیالہ سے پیوں آپ کے پاس کیا رکھا تھا وہاں تو ہاتھوں ہی سے پیالہ کا کام لیا جاتا تھا۔ آپ نے اسی وقت زمین پر جو ہاتھ مارا زمین شق ہو گئی اور اس کے اندر سے ایک پیالہ برآمد ہو گیا جو دودھ سے بھی زیادہ سفید رنگ کا تھا اور اتنا خوبصورت تھا کہ ایسا پیالہ کبھی نظر سے نہ گذرا تھا۔ اس ساتھی نے صحرا میں اسی پیالہ سے پانی پیا اور دوسروں کو بھی پلایا۔ لطف یہ ہے کہ وہ غیبی پیالہ موجود رہا اور مکہ معظمہ تک اسی سے ضروریات پوری کرتے رہے۔ یہ ہیں خاصان خدا کے اسرار و رموز۔

نکات وتعلیمات

آپ سے کسی نے پوچھا کہ دل کی اصلاح کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

فرمایا کہ:۔ دل کی اصلاح کے لئے تو کوئی چیز بھی عبادت و نماز سے زیادہ نفع پہنچانے والی نہیں۔"

فرمایا جس شخص کے قلب میں دنیا کی ذرہ برابر بھی محبت ہو تو وہ ہرگز رضائے الٰہی کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔

فرمایا توکل بندہ یہ ہے کہ خود کو دریائے عبودیت میں غرق کر دے دل کو اللہ کے ساتھ وابستہ رکھے۔ اگر وہ کچھ عطا کرے تو شکر ادا کرے اور اگر وہ کچھ چھین لے تو اس پر صبر کرے۔

فرمایا عارف تو وہ چیز ہے کہ اسے دنیا کی کوئی شئے بھی اس کے راستے سے گم نہیں کر سکتی بلکہ اس سے تمام ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں اور وہ تمام تاریکیوں کو روشن کر دیتا ہے۔

فرمایا اپنے خیالات کی حفاظت کرتا رہ خیالات ہی تمام امور کا سرچشمہ ہیں اگر خیالات کو درست اور صاف کر لیا تو پھر تو بھی صاف ہو جائے گا اور تیرے اعمال و افعال کی رفتار بھی صحیح رہے گی۔

فرمایا مجھے کسی سے کیا خدا سے بھی کوئی حاجت نہیں۔ جب بندہ کے اندر صادق سچائی پیدا ہو جاتی ہے تو عمل میں حلاوت آنے لگتی ہے اتنی کہ وہ عمل سے پہلے ہی حلاوت محسوس کرتا ہے اور جب اخلاص پیدا ہو جاتا ہے تو عبادت میں مزہ آنے لگتا ہے۔

فرمایا تم تین چیزوں سے محبت رکھتے ہو حالانکہ وہ تینوں چیزیں تمہاری نہیں اللہ کی ملکیت ہیں۔

نفس کو دوست رکھتے ہو وہ خدا کا بندہ ہے۔ روح کو دوست رکھتے ہو وہ خدا کی ملکیت ہے۔ مال سے محبت کرتے وہ بھی اللہ ہی کا

ہے۔

تم دو چیزیں طلب کرتے ہو لیکن دونوں تم کو نصیب نہیں ہوتیں خوشی، اور آرام۔ یہ دونوں تو جنت ہی میں نصیب ہو سکتی ہیں۔ دنیا میں تو محض ان کا نام ہی نام ہے۔ غنا کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے ہم جنسوں سے ممتاز ہو۔ اور فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے ہم جنسوں سے ممتاز ہو۔ اور فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے ہمجنسوں کا محتاج ہو۔

آپ کی وفات کے کئی سال بعد لوگ جو اس جنگل میں گئے جہاں آپ نے وفات پائی تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کئے اور عصا ہاتھ میں لئے خشک لب کھڑے ہیں اور ایک پیالہ سامنے رکھا ہے۔ آپ کی وفات بصرہ کے قریب ایک جنگل میں ہوئی تھی۔

۱۸۔ حاتم اصمؒ

بزرگی و عظمت حضرت حاتم اصمؒ ایک یگانۂ روزگار اور جلیل القدر شیخ گذرے ہیں آپ بھی خراسان کے ممتاز ترین شیوخ میں تھے عبادت و ریاضت زہد و ورع اور صدق و عطا میں عدیم المثال تھے جب سے ہوش سنبھالا اس وقت سے لیکر آخر زندگی تک ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا کہ آپ محاسبہ نفس اور مراقبۂ قلب سے غافل رہے ہوں۔ آپ کی عظمت اور جلالت شان کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت جنید جیسے بزرگ یہ فرماتے ہیں کہ آپ ہمارے زمانہ کے صدیق ہیں ذی علم و صاحب تصنیف تھے حضرت احمد خضرویہ جیسے بزرگ تو آپ ہی کے مرید و خلیفہ تھے آپ نے خرقۂ خلافت حضرت شقیق بلخی سے حاصل کیا تھا اور انہی سے تعلیم باطنی حاصل کر کے درجۂ کمال کو پہنچے تھے خراسان میں آپ کی بڑی عزت و تکریم تھی خلق و سیرت میں بھی اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور جس سے ملتے تھے اس سے بخندہ پیشانی پیش آتے تھے۔

ذرا یہ شانِ بندہ نوازی ملاحظہ فرمائیے کہ ایک خاتون آپ سے کوئی فقہی مسئلہ کو پوچھنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اتفاق سے اُس کے ریاح خارج ہوجاتے ہیں وہ شرم سے پانی پانی ہوجاتی ہے ندامت سے سراونچا نہیں ہوتا ۔ آپ اس کی حیا و شرمندگی کا احساس کر کے فرماتے ہیں کہ میں اونچا سنتا ہوں بلند آواز سے کہو کہ کیا کہنا چاہتی ہو؟ یہ سن کر عورت کی جان میں جان آئی اس نے سمجھا کہ انھوں نے میرے گوز کی آواز نہیں سُنی ۔ آپ نے اسے اس کے سوال کا جواب دیدیا جب تک وہ زندہ رہی آپ نے خود کو بہرہ ہی بنائے رکھا تاکہ اس کو شرمندگی نہ ہو اس کے مرنے کے بعد لوگوں کو یہ راز معلوم ہوا ۔ اللہ اللہ ایک یہ بزرگ تھے کہ ایک عام عورت کی دلدہی اور رفع شرم کے لئے برسوں بہرے بنے رہتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ لوگوں کے عیوب کی تلاش و تجسس میں لگے رہتے ہیں اور ہوتعہ مل جاتا ہے تو پھر انہیں رسوا و بدنام اور شرمندہ کرنے میں کوئی بھی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ امر سخت ناگوار ہوتا ہے کہ اس کے بندے ہی اُسکے کسی بندے کی پردہ دری کر کے اس کی رسوائی پر تیار ہوجائیں ۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ فرمایا جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو ظاہری وضو پانی سے کرتا ہوں اور باطنی وضو توبہ سے کرتا ہوں پھر مسجد چلا جاتا ہوں اور مسجد الحرام کو دیکھتا ہوں ۔ مقام ابراہیم کو اپنی دونوں ابروؤں کے درمیان رکھتا ہوں بہشت کو اپنی دائیں جانب لیتا ہوں اور دوزخ کو بائیں جانب سمجھ لیتا ہوں پل صراط کو پاؤں کے نیچے رکھتا ہوں اور موت کو اپنی پیٹھ پیچھے خیال کرتا ہوں دل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں پھر پوری تعظیم کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں نہایت حرمت کے ساتھ قیام کرتا ہوں ۔ پوری ہیبت کے ساتھ قرأت پڑھتا ہوں نہایت عجز کے ساتھ رکوع کرتا ہوں نہایت زاری کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں ۔ نہایت حلم و بردباری کے ساتھ تعوذ کرتا ہوں اور شکر کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں ۔ یہ میری نماز ہے ۔

نکات و اشارات

ایک دفعہ آپ نے حضرت امام احمد حنبلؒ سے پوچھا کہ کیا آپ بھی روزی تلاش کرتے ہیں؟ جواب اثبات میں پاکر پوچھا کہ وقت سے پہلے تلاش کرتے ہو یا وقت کے بعد یا وقت پر؟ اس سوال پر حضرت امام حنبلؒ شش و پنج میں پڑ گئے اور سوچنے لگے کہ کیا جواب دوں ۔ اگر وقت سے پہلے کہتا ہوں تو یہ فرمائیں

کہ تضیع اوقات کرتے ہو اور اگر وقت کے بعد کہوں تو جواب میں فرمائینگے کہ گذری ہوئی چیز کی تلاش عبث ہے اور اگر یہ کہتا ہوں کہ وقت پر تلاش کرتا ہوں تو ضرور یہ ارشاد ہوگا کہ موجودہ چیز کی تلاش کے معانی ہی کیا ہیں۔ کوئی جواب بن سکا حیران رہ گئے ایک اور بزرگ نے سنا تو کہا انھیں یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ روزی کی تلاش نہ فرض ہے نہ سنت اور نہ واجب اس چیز کو کیا تلاش کروں جس کا تعلق ہم دونوں سے نہیں اس چیز کی تلاش ہی کرنا عبث ہے جو بقول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تمہاری تلاش میں ہے خود تمہارے پاس آئے گی۔

آپ نے اپنے دوستوں اور مریدوں سے ایک روز فرمایا کہ اگر لوگ تم سے پوچھیں کہ تم حاتم اصم سے کیا سیکھتے ہو؟ تو بتاؤ انہیں اس کا کیا جواب دو گے؟ جواب دیا کہ کہینگے "علم" سیکھتے ہیں فرمایا اگر وہ کہیں کہ وہ علم نہیں جانتے تو بولے کہینگے "حکمت" فرمایا اگر وہ اس سے بھی انکار کردیں بولے پھر آپ ہی فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہو ایک تو وہ "خوشی" حاصل کرنا جو اپنے قبضہ و اختیار میں ہے۔ دوسرے وہ ناامیدی جو دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔

آپ ایک دن مجلس میں وعظ فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ بار الٰہا! اس مجلس میں تیرے بندوں میں سے جو بندہ سب سے زیادہ عاصی و گنہگار ہے تو اسے بخشدے۔ ایک کفن چور بھی وعظ سن رہا تھا۔ اسی شب کو اس نے قبرستان میں پہنچکر کفن چرانے کے لئے ایک قبر کھودی اسی وقت اس نے ایک غیبی آواز سنی کہ تم تو آج ہی حاتم اصم کی مجلس میں بخش چکے اور اب تو پھر گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔ یہ سنتے ہی چور کے دل کی دنیا بدل گئی توبہ کی اور آپ کا مرید ہوگیا ایک شخص نے آپ کی مجلس میں آکر عرض کی کہ میرے پاس بہت سا مال ہے چاہتا ہوں کہ اسے آپ اور آپ کے مریدوں کو دیدوں۔ فرمایا تو پھر تیرے ایسا کرنے کے بعد مجھے یہی کہنا پڑے گا کہ اے آسمانی رزاق تیرا زمینی روزی دینے والا مرگیا۔

ایک روز مریدوں سے فرمایا کہ بہت مدت ہوگئی کوئی تم میں سے مردانگی کے رتبہ کو نہیں پہنچا بولے فلاں مرید نے بہت سے جہاد کئے ہیں۔ فرمایا تو وہ غازی ہوگا۔ بولے فلاں مرید نے اس قدر مال خیرات کیا ہے۔ فرمایا فیاض ہے۔ بولے فلاں مرید نے اتنے حج کئے ہیں فرمایا وہ حاجی ہے مجھے تو شائستہ و لائق مرید کی ضرورت ہے۔ دیکھو شائستہ و لائق مرید وہ ہے

جو اللہ سے ڈرے اور اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ رکھے۔
ایک شخص کہیں سفر کو جا رہا تھا آپ نے اسے نصیحت کی کہ دیکھ اگر یار چاہتا ہے تو اللہ کافی ہے۔ ہمراہیوں کی آرزو ہے تو کراماً کاتبین کافی ہیں۔ عبرت کی ضرورت ہے تو دنیا کافی ہے۔ مونس کی تمنا ہے تو قرآن بس ہے۔ کام کی ضرورت ہے تو عبادت بہت ہے۔ وعظ چاہتا ہے تو موت کافی۔ اور اگر یہ سب کچھ تجھے پسند نہیں تو تیرے لئے دوزخ کافی ہے۔

کرامات و تعلیمات

آپ نہایت با اخلاق اور دوسروں کے احساسات کی پرواہ کرنے والے تھے جیسی کہ ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ ایک خاتون کو محض شرم و ندامت سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ برسوں بہرے بنے رہے۔ غصہ بھی آپکو کبھی نہ آتا تھا۔ بقول محمد رازی صرف ایک مرتبہ زندگی بھر میں آپ کو اس بناء پر غصہ آیا کہ آپ نے بازار میں چلتے ہوئے دیکھا کہ آپکے مرید کو ایک بنیا پکڑے ہوئے کہہ رہا ہے کہ تو میری دکان سے سیدا تو لیکر کھا گیا۔ اب مجھے اس کی قیمت دے۔ بنئے سے فرمایا کہ بھائی کچھ مروت سے بھی کام لے۔ اس نے صاف جواب دیا کہ میں مروت نہیں کیا کرتا۔ اس جواب پر آپ کو غصہ آگیا۔ دوش مبارک سے چادر اتار زمین پر دے ماری تو وہ راستہ کا راستہ سیم وزر اور روپے پیسوں سے پٹ گیا۔ فرمایا لے جتنا تیرا واجب ہے لے لے۔ مگر زیادہ ایک پیسہ نہ لینا ورنہ تیرا ہاتھ سوکھ جائے گا۔ بنیا آخر بنیا ہی تھا اس نے زیادہ لے لیا۔ اسی وقت اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔

فرمایا کہ نیکی اس طرح کر کہ اللہ کے سوا اور کسی کو خبر نہ ہو تا کہ باری تعالیٰ تجھے ظاہری عزت اپنی طرف سے انعام عطا کرے اور جہاں رہے اللہ کی اطاعت کرتا رہ تا کہ اس کی مخلوق تیری خدمت کرے۔
ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کچھ کرتے تو ہیں نہیں کھاتے کہاں سے ہیں۔
فرمایا

ایک مرتبہ آپ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں عالم ہی عالم جمع تھے۔ فرمایا دیکھو اگر تم تین باتیں ہیں تو خیر ورنہ دوزخ ہی کا ایندھن ہو گے۔ اول یہ کہ اس دن پر حسرت جس دن تم

اس کی اطاعت نہ کرسکو۔ ثانیاً یہ کہ میسر شدہ فرصت کو مغتنم سمجھو اور اپنی طاعت وعبادت سے اللہ کو خوش کرو اور اسے ناخوش ہرگز نہ ہونے دو۔ ثالثاً یہ کہ اس امر سے ڈرتے اور لرزتے رہو کہ کل کیا پیش آنے والا ہے۔ نجات ہو گی یا ہلاکت۔

فرمایا تین حالتوں میں موت سے ضرور ہی ڈرا کرو کبر وغرور کی حالت میں۔ اکڑ فوں اور غصہ کی حالت میں اور حرص وطمع کی حالت میں۔

ایک مرتبہ آپ نے بڑے جوش کے ساتھ لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا کہ :۔

"حریص اور لالچی لوگوں کو اس وقت تک موت نہ آئیگی جب تک وہ مفلس ومحتاج نہ ہو لینگے۔ مغرور اور متکبر لوگ اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھائے جائینگے تک کہ اس گھر اور خاندان والوں میں سے کسی ادنیٰ شخص کے ہاتھوں انھیں ذلیل وخوار نہ کر دیا جائیگا اور خود پسند اور غصہ ور لوگ اس وقت تک شکار اجل نہ ہونگے جب تک انھیں غلاظت میں نہ لتھیڑ لیا جائیگا اور وہ کسی اور کے غصہ وغضب کے مورد بن کر اپنی سبکی نہ کرا چکے ہونگے اور مصیبت وذلت نہ اٹھا چکے ہوں گے۔

دل کی اقسام و تشریح

فرمایا اگر ہمارے زمانہ کے زاہدوں اور عالموں کے غرور وتکبر کو وزن کیا جائے تو وہ امراء اور بادشاہوں کے غرور وتکبر سے بہت زیادہ ہوگا۔ افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے قریب قریب بہت سے "علماء وزہاد" کی یہی حالت ہے اور تقریباً سب کے سب اسی غلاظت اور آفت کا شکار ہیں۔ فرمایا جو کوئی ہماری راہ میں آتا ہے اسے تین قسم کی موت کے لئے تیار رہنا چاہئے موت الابیض۔ موت الاسود۔ اور موت الاحمر۔ اول الذکر موت جوع وگرسنگی ہے ثانی الذکر موت احتمال ہے۔ اور ثالث الذکر موت خرقہ پہننا ہے۔

ایک مرتبہ آپ وعظ کہہ رہے تھے جس کے دوران میں آپ نے فرمایا:۔

"جو شخص رات دن میں ایک منزل قرآن شریف اور چند اوراق حکایات مشائخ پڑھنا اپنے لئے لازمی اور ضروری قرار دے لے تو دین وایمان کو ضرر وسلامت رکھ سکتا ہے۔" نیز فرمایا "دل کی پانچ اقسام ہیں۔ دل مردہ۔ دل بیمار۔ دل غافل۔

دل منقبہ اور دل صحیح۔ دل مردہ کافر کا دل ہے۔ دل بیمار گنہگاروں کا دل ہے
دل غافل شکم پروروں اور بسیار خواروں کا دل ہے۔ دل منقبہ یہودیوں کا دل ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقالوا قلوبنا غلف اور دل صحیح دینی ہوشیاروں
کے پہلو میں دھڑکتا ہے اور جو لوگ طاعت و عبادت میں مصروف رہتے ہیں یہ
انہیں میسر ہوتا ہے"

فرمایا آراستہ اور عالیشان مکانوں اور کوٹھیوں پر غرور نہ کرو کہ بہشت سے زیادہ کوئی مکان بھی تو بہتر مکان نہیں ہے فرمایا اعمال نیک کی فراوانی اور زیادتی پر ہرگز نہ غرور کرو کہ ابلیس اسی غرور کی بدولت ڈوب گیا۔ کثرت کرامت و عبادت پر بھی غرور نہ کرو کہ بلعم باعور کو بھی یہی تکبر تباہ کر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فمثلہ کمثل الکلب فرمایا عالم اور پرہیزگاروں کی صحبت و معیت پر بھی غرور نہ کرو۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بلند مرتبہ عالم و پرہیزگار اور کون ہو سکتا ہے شعلبہ کو آپ کی صحبت و خدمت میں رہنے کا شرف حاصل تھا۔ لیکن اس سے اُسے کوئی فائدہ بھی نہ پہنچا۔ فرمایا جب کوئی کام کرو تو یاد رکھو کہ خدائے قدوس دیکھ رہا ہے۔ جب کوئی بات کرو تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سُن رہا ہے۔ اور جب خاموش ہو تو یاد رکھو کہ باری تعالیٰ سب کچھ جانتا اور سمجھتا ہے کہ تم کیوں چپ اور خاموش ہو فرمایا شہوت بھی تین قسم کی ہے۔ کھانے کی۔ بات کرنے کی۔ دیکھنے کی۔ کھانے میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھو۔ بات کرنے میں سچائی اور راستی کا خیال رکھو اور دیکھنے میں عبرت ہمیشہ ملحوظ رہے فرمایا نفس کو چار جگہ سے باز رکھو۔ جب کوئی عمل صالح کرو تو ریا و نمود کو پاس نہ آنے دو جب بات کرو تو کوئی طمع نہ رکھو جب کسی کو دینے لگو تو احسان و منت کی آرزو نہ رکھو اور جب حفاظت امانت کا موقع آئے تو اس وقت بخل کو قریب بھی نہ پھٹکنے دو اور بہت ہوشیار رہو فرمایا کسی شخص سے کوئی چیز نہ لیا کرو اور نہ مانگا کرو کہ لینے میں ذلت ہوتی ہے۔ حضرت حاتم کی یہ تمام نصائح اور تعلیمات اس قابل ہیں کہ ناظرین انہیں بار بار پڑھیں ذہن نشیں کر لیں اور کبھی نہ بھولیں۔ آپ نے خلیفۂ وقت سے بھی صاف کہہ دیا تھا کہ تو نے ایک تھوڑی سی شے کے لئے احکام الٰہی کو بھلا رکھا ہے۔ کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو

متعلق صاف طور پر قل متاع الدنیا قلیل فرمایا ہے۔ اس نے آپ کو بہت کچھ نذرانہ دینا چاہا۔ آپ نے فرمایا میں تو عہد کئے ہوئے ہوں کہ کبھی کسی سے کچھ نہ مانگونگا اور نہ لونگا تو مجھے سیم وزر دیتا ہے اور میری یہ حالت ہے کہ دنیا عقبیٰ بھی لینے کے لئے تیار نہیں کہ میرے لئے خدا کافی ہے۔

(۱۹) آفتاب خراسان احمد بن حرب رح

شانِ اتقا حضرت احمد بن حرب بھی خاکِ پاک خراسان ہی سے اٹھے تھے اور اپنے عہد کے ایک جلیل القدر اور صاحب کمال ولی تھے۔ آپکی عظمت و جلالت کے لئے صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ حضرت یحییٰ معاذ رح نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد میرا سر حضرت احمد بن حرب کے قدموں پر رکھنا۔ زہد و تقویٰ اور تورع و پرہیز گاری میں ثانی نہ رکھتے تھے جسکی انتہا یہ ہے کہ آپ کی شفیق ماں ایک مرتبہ نہایت شوق و توجہ سے ایک مرغی ذبح کرکے پکائی۔ جانتی تھیں کہ باہر سے خریدی گئی تو متقی بیٹا اسے مشتبہ سمجھ کر کھانے سے انکار کر دیگا اس لئے انہوں نے گھر کی پلی ہوئی مرغی کو ذبح کرکے پکالیا اور اسے بیٹے کے سامنے رکھکر کہا کہ دبیٹا اسے کھاؤ یہ طیب و پاک غذا ہے آپ نے فرمایا واقعی یہ مرغی، تو گھر کی پلی ہوئی تھی لیکن میں نے ایک دن اسے اپنے ہمسائے کے کوٹھے پر پھرتے اور چگتے دیکھا تھا۔ ہمسائے کے متعلق مجھے علم ہے کہ وہ شکری ہے اس لئے یہ ہرگز اس قابل نہیں کہ میں اسے کھاؤں۔ ماں کے پاس اس نازک توجیہ و اتقار کا جواب نہ تھا۔ خاموش ہوگئیں۔ یہ حالت تھی کہ زندگی بھر ایک رات بھی نہ سوئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بہشت آراستہ ہے اور دوزخ دہک رہا ہے۔ خدا معلوم میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ پھر بھلا مجھے اس غم میں نیند کہاں آسکتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی مجلس میں ایک مرتبہ ایک ایسی بات کہی کہ میرا قلب روشن ہوگیا۔ چالیس سال ہوگئے کہ ابھی تک وہ ذوق میرے دل سے محو نہیں ہوا۔

نیشاپور میں دو احمد تھے۔ ایک احمد بن حرب دوسرے احمد بازرگان۔ اول الذکر تو زہد

عبادت کے ایک پیکر تھے اور ذکر اللہ کر سراپا دنیا میں غرق تھے۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ ہر وقت ذکر الٰہی میں محو رہتے تھے۔ ایک روز حجام آپ کی حجامت بنانے کے لئے آیا اور اس نے لبیں تراشنی چاہیں۔ حجام نے کہا ذرا توقف فرمائیے کہ میں لبیں درست کر لوں فرمایا نہیں اس سے کیا مطلب ملنے دو۔ تم اپنے کام میں لگو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔ چنانچہ آپ کے لب کئی جگہ سے کٹ گئے۔ مگر آپ نے ذکر الٰہی سے زبان بند نہ کی۔

آپ کو آپ کے ایک دوست نے خط لکھا۔ مدت تک جواب کی سعی کرتے رہے مگر فرصت ہی نہ ہوتی تھی۔ آخر آپ نے ایک مرید سے کہا کہ میرے اس دوست کو لکھ دو کہ آئندہ کوئی خط نہ لکھے کہ مجھے جواب دینے کی فرصت نہیں۔ نیز یہ بھی لکھ دو کہ ذکر خدا میں مشغول رہو۔ والسلام

بچہ کو توکل کی تعلیم

احمد بازرگان بہت بڑا امیر اور دولتمند شخص تھا اور حرص دنیا اس پر حد درجہ غالب تھی۔ ایک روز اس نے اپنی کنیز سے کہا کہ میرے لئے کھانا لا۔ وہ کھانا لائی لیکن یہ روپئے کا حساب کرتے کرتے سو گیا جب آنکھ کھلی تو اس نے کنیز سے ذرا ڈانٹ کر کہا کہ میں نے تجھ سے یہ نہ کہا تھا کہ میرے لئے کھانا لا۔ وہ چپ رہی اور وہ دوبارہ کھانا لے آئی مگر وہ پھر حساب کرتا کرتا سو گیا۔ کنیز نے یہ دیکھ کر کہ میں بار بار کھانا لاتی ہوں اور یہ بار بار سو جاتا ہے اور ناراض ہو جاتا ہے تو اس نے یہ کیا کہ ایک انگلی سالن میں ڈبو کر اس کے لب و دہن میں لگا دی بیدار ہوا تو اس نے پھر کھانا مانگا۔ کنیز نے کہا کہ حضور ابھی کھانا تناول تو فرما چکے ہیں۔ دیکھئے ابھی تک آپ کے لب آلودہ ہیں۔ بولا تو اچھا کلی کرنے کے لئے طشت لا۔ چنانچہ کلی کی اور سمجھ لیا کہ اسے جو بھوک لگی ہے وہ بے وقت لگی ہے۔ دوبارہ کھائیگا تو فضول مزید رقم خرچ ہو گی یہ بخل و دنیا پرستی کی انتہا تھی۔

اللہ کی قدرت ہے کہ ایک ہی نام کے دو انسان ہیں۔ ایک اللہ کی یاد میں محو ہے اور دوسرا روپیہ پیسے کے حساب میں لگا ہوا ہے اور خدا کو بالکل بھولے ہوئے ہے۔ آپ بہت متوکل تھے اور اللہ تعالیٰ پر بہت بھروسہ رکھتے تھے۔ آپ نے چاہا کہ اپنے بچہ کو بھی ابتدا ہی سے توکل کی تعلیم دیں بچہ کو تاکید کر دی کہ دیکھو جب کوئی چیز مانگا کرو تو اللہ سے مانگا کرو اور

سوراخ پر جا کر کہا کرو کہ الٰہی مجھے فلاں چیز عطا کر۔ ساتھ ہی گھر والوں کو ہدایت کر دی کہ بچہ جو چیز مانگا کرے اس سوراخ کے اندر ڈال دیا کرو۔ ایک عرصہ تک یہی حالت رہی۔ بچہ جو کچھ مانگتا گھر والے اس سوراخ سے ڈال دیتے اور بچہ یہی سمجھتا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے یہ چیزیں بھی عطا کی ہیں۔ ایک عرصہ تک یہی صورت رہی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ ایک روز کوئی گھر میں نہ تھا بچہ کو بھوک لگی اس نے حسب معمول سوراخ پر جا کر کھانا طلب کیا اللہ تعالیٰ نے غیب سے بھیج دیا جب گھر والے باہر سے واپس آئے تو انھوں نے گھر میں بچہ کو کھانے دیکھا۔

پوچھا یہ کھانا تجھے کہاں سے ملا؟ بچے نے بے تکلفی سے جواب دیا ملتا کہاں سے جہاں سے روز ملا کرتا تھا وہیں سے ملا اور میرے اللہ نے مجھے دیا چنانچہ یہ بچہ توکل میں کامل ہو گیا۔

قدرت خداوندی دیکھئے کہ ایسے جلیل القدر بزرگ کا ایک بیٹا بگڑ کر رند نکلا۔ ایک دفعہ کچھ سادات آپکی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے یہ نشہ میں بدمست رباب ہاتھ میں لئے ہوئے بے برتہامی کے ساتھ ادھر سے گذر گیا۔ اس کی اس حرکت سے سادات کرام کو افسوس ہوا فرمایا میں بیٹے کی اس حرکت کے لئے آپ سے معذرت طلب کرتا ہوں۔ میں نے ایک روز ہمسائے کے ہاں کھانا کھا لیا تھا اور مجھے یہ علم نہ تھا کہ یہ کھانا بادشاہ کے ہاں کا کھانا ہے اسی روز بیوی کے ساتھ خلوت ہوئی جس کا نتیجہ یہ فرزند نابکار جسمنہ ہے۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مشتبہ اور غیر صاف روزی کس درجہ باطنی نقصان کا موجب ہوتی ہے

آتش پرست بہرام کے سوالات

آپ کے پڑوس میں ایک آتش پرست بہرام رہتا تھا۔ بڑا تاجر۔ آپ کو یہ سن کر کہ کہیں ڈاکوؤں نے راستے میں اس کا تمام مال اسباب لوٹ لیا بہت افسوس ہوا۔ اور مریدوں سے کہنے لگے کہ گبر ہے تو کیا ہے۔ ہے تو ہمارا ہمسایہ اس کی غمگساری ہم پر لازم ہے چلو اظہار افسوس کر آئیں کہ بے چارہ بہت غمگین ہے۔ چنانچہ آپ اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس نے بھی آپ کا بہت ادب کیا اور گھر کے اندر لیجا کر ایک آراستہ کمرہ میں بٹھا دیا۔ چونکہ سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ عزت و ادب تو کیا مگر سمجھا یہ کہ آپ شاید کچھ کھانے پینے کے لئے آئے ہیں۔ آپ نے نور باطن سے سمجھ لیا اور فرمایا بہرام اطمینان رکھو ہم تمہارے

ہاں کھانے پینے کے لئے نہیں آئے۔ صرف تمہاری غمخواری کے لئے آئے ہیں کہ ہم نے تمہارے نقصان عظیم کا حال سُنا تھا۔ بولا واقعی مال تو میرا لُٹا اور مجھے نقصان بھی بہت پہنچا پھر بھی تین امور ایسے ہیں جن کا شکر مجھ پر واجب ہے۔

اوّلاً یہ کہ میں ہی تو لُٹا میں نے تو کسی کو نہیں لوٹا۔ ثانیاً یہ کہ پھر بھی نصف مال تو میرے پاس باقی رہ گیا۔ ثالثاً یہ کہ دنیوی متاع ہی پر ڈاکہ پڑا۔ متاع آخرت تو بچ گئی۔ آپ نے مریدوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس کی باتوں میں دوستی کی بو آتی ہے۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ تم آگ کو کیوں پوجتے ہو؟ بولا صرف اس لئے کہ قیامت کے روز میں اس میں جلنے سے محفوظ رہوں میں نے دنیا میں اس لئے اسے لکڑیوں کی خوراک دی ہے کہ یہ عقبیٰ میں میرے ساتھ بیوفائی نہ کرے۔ فرمایا تیرا یہ خیال ہی باطل ہے جو چیز اتنی عاجز و کمزور ہو کہ ایک بچہ کے پانی ڈالنے سے بجھ جائے اور خاک کو بھی اپنے اوپر سے نہ ہٹا سکے بھلا وہ تجھے اللہ تبارک و تعالےٰ تک کیونکر پہنچا سکے گی اور تیرے کچھ کام آسکیگی دیکھو تم تو ایک عرصہ سے اس کی پرستش کر رہے ہو اور میں نے کبھی ایک دن بھی اس کی اہمیت نہ سمجھی آؤ ہم تو دونوں اس میں ہاتھ ڈالیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ تمہاری کتنی رعایت کرتی ہے۔ یہ بات کچھ بہرام کے دل کو لگ گئی۔ اس نے کہا اچھا آپ چار امور مجھے سمجھا دیجئے (۱) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا؟ (۲) پیدا کیا تو رزق کیوں دیا؟ (۳) رزق دیا تو موت کیوں دی؟ (۴) اور موت دی تو پھر زندہ کیوں کیا؟ فرمایا پیدا کیا اس لئے کہ وہ مالک کو پہچانے۔ رزق دیا اس لئے کہ اس کی وجہ ہی سے جان لیں۔ موت یوں دی کہ اس کی قہاری ہی کے سبب اسے سمجھیں۔ پھر زندہ اس لئے کیا کہ اسے اس کی قدرت سے پہچانیں۔

بہرام نے کہا اچھا لاؤ اس آگ کو بھی آزمالیں۔ آپ نے ہاتھ ڈالا تو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا بہرام نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ لیکن آپ ایک نعرہ مار کر اسی وقت بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آجانے پر لوگوں نے سبب بے ہوشی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ عین اسی وقت ایک غیبی آواز سُنی کہ بہرام ستر سال کے بعد ایمان لایا۔ تم ستر سال کے اسلام

کے بعد کیا لیکن آ نہ گئے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میرا دشمن کون ہے جو میری غیبت کرتا ہے تو میں سیم و زر اس کے پاس بھیجتا۔ اس لئے کہ جو اپنا کام کرے اُسے یہ بھی حق ہے کہ وہ مجھ سے میری اُجرت وصول کرے۔

آپ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو خدا سے ڈرتے رہو۔ اُس کی اطاعت میں سرگرم رہو۔ اور دنیا کی دلچسپیوں میں مبتلا ہو کر خدا کو نہ بھلاؤ۔

(۲۰) پیر وقت ابو سلیمان دارائی رح

عبادت و عظمت حضرت ابو سلیمان دارائی رح بہت زبردست اور یگانہ روزگار شیخ گذرے ہیں۔ تمام زندگی فقر و فاقے میں بسر کی۔ اتنے اتنے دن بھوکے رہتے اور فاقے کرتے کہ دنیا میں شاذ ہی کوئی کر سکتا ہے۔ اس فقر و فاقہ پر محنت و ریاضت بھی اتنی کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کا زہرہ آب ہوتا تھا۔ نہایت خلیق و مہربان تھے اور سب سے نہایت نرمی و لطف کے ساتھ پیش آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ریحان القلوب مشہور تھے۔ شام کے ایک قصبہ "دار" کے رہنے والے تھے۔ اس لئے "دارائی" کہلاتے تھے ایک دن شب کے وقت ایک مسجد میں مصروف عبادت تھے سردی شدت کی پڑ رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں ٹھٹھرے جاتے تھے آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ایک ہاتھ کو گرمی پانے کے لئے بغل میں دبا لیا۔ نیند جو آئی تو ایک آواز سُنی کہ ابو سلیمان جو ہاتھ تو نے پھیلایا تھا ہم نے اس کا حصہ تمہیں بخش دیا۔ اگر دوسرا ہاتھ بھی پھیلاتے تو اس کا حصہ بھی تمہیں ضرور ملتا۔ جھٹ آپ بیدار ہو گئے اور اُس روز سے عزم کر لیا کہ خواہ کتنی ہی سردی ہو دعا دونوں ہی ہاتھ پھیلا کر مانگا کریں گے۔

محض اتفاق تھا کہ ایک روز آپ کی آنکھ لگ گئی اور وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے خواب میں دیکھا کہ حور بہشتی کھڑی ہوئی کہہ رہی ہیں خیریت تو ہے آج یہ غفلت کیسی طاری ہو گئی ہم تو بہشت میں پانچ سو سال سے تمہارے لئے آراستہ ہو رہے ہیں اور تم یہ غفلت برتتے ہو ایک دفعہ اور ایک حور کو دیکھا کہ کھڑی مسکرا رہی ہے اور اس کی رخسار کی روشنی سے پورا

مکان کے مکین منور رہتے ہیں تو اور زیادہ چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ نے پوچھا یہ اس نعمت باقی تم نے کہاں سے حاصل کر لی؟ بولی کہ ایک رات دوران عبادت میری آنکھیں سے آنسو نکل آئے تھے۔ وہ ہمیں پہنچائے گئے ہم نے انہیں چہرہ پر جو ملا تو یہ چمک اور نور پیدا ہو گیا تم جیسے پاک نفس بزرگوں کے آنسو بھی بہشت میں ہمارے لب و عارض کے گلگونہ بنتے ہیں معمول تھا کہ آپ روٹی پر پیسا ہوا نمک چھڑک لیا کرتے تھے۔ ایک روز نمک جو لائے تو اس میں ایک تل بھی ملا ہوا تھا آپ نے اسے بھی کھا لیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک سال تک آپ کی باطنی ترقی نہ صرف یہ کہ رک گئی بلکہ حجاب پر حجاب عائد ہوتے رہے۔ کاش مسلمان سمجھیں کہ حلال و جائز اور طیب روزی کتنی اہم چیز ہے۔

نکات و اشارات آپ مکہ معظمہ گئے تو اپنے ایک مرید کو دیکھا کہ وہ پانی کی جگہ صرف آب زمزم پیتا تھا گویا نہ کچھ کھاتا تھا اور نہ پیتا تھا صرف آب زمزم پر گذر تھی۔ آپ نے فرمایا تو جو اس زمزم پر تکیہ کئے بیٹھا ہے تو اگر یہ خشک ہو جائے تو کیا کرے؟ اس نے کہا سبحان اللہ! میں تو واقعی آج تک زمزم پرست ہی بنا رہا۔"

آپ کا ایک دوست۔ آپ جو کچھ اس سے مانگتے تھے وہ برابر آپ کو دیتا رہتا تھا چنانچہ ایک دفعہ جو آپ نے اس سے کوئی چیز مانگی تو اس نے کہا کہ آپ آخر کب تک مجھ سے مانگتے رہینگے۔ اس کے یہ الفاظ سن کر آپ کے قلب اس کی دوستی کی حلاوت جاتی رہی۔ واقعی یہ ذات باری تعالےٰ ہے کہ بندوں کے مانگنے اور مانگتے رہنے سے کبھی نہیں اکتاتا اس لئے مانگے تو اسی سے مانگے جو ہمارے مانگنے سے اگر ہم صد لاکھ مرتبہ بھی مانگیں کبھی نہ اکتائے بلکہ برابر دیتا اور بخشتا چلا جائے۔ دوست تو دوست وہ تو دشمنوں کے مانگنے سے کبھی بھی نہیں اکتاتے۔ بندے اگر اس راز کو سمجھ لیں تو کبھی کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔

تعلیمات فرمایا ہر شخص کی نجات کا انحصار صرف خدا پر ہے جب امید و رجا خوف پر غالب ہو گئے بس تو دل میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور اگر خوف قائم رہتا ہے تو خشوع رونما ہوتا ہے فرمایا حکیم لقمان نے جو اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اللہ سے ڈرتا رہ مگر اتنا

کہ اس کی رحمت ہی سے ناامید نہ ہو جائے اور اس سے امید رکھ ملے۔ اتنی کہ اس کا خوف ہی دل سے نہ جاتا رہے۔"

فرمایا کہ" تمام دن نماز پڑھنے سے میں ایک رات لقمہ حلال کھانا زیادہ پسند کرتا ہوں۔" فرمایا کہ

جو شخص نکاح کرتا ہے یا سفر کرتا ہے یا حدیث نگاری میں مشغول رہتا ہے
وہ یقیناً دنیا کی طرف مائل ہے البتہ نیک عورت دنیا سے نہیں بلکہ آخرت سے ہے
کہ وہ اپنے شوہر کو آخرت کی طرف مشغول رکھتی ہے نیز جو مال اور اہل و عیال
اللہ کی یاد سے غافل کریں وہ سب منحوس ہیں۔" وہ آہ سرد جو کسی غمزدہ کے
دل سے نامرادی اور ناکامی آرزو کے وقت نکلتی ہے ہزار سالہ طاعت و
عبادت سے بہتر ہے جو شخص اپنے آپ کو کچھ خیال کرتا ہو وہ حلاوت خدمت
سے محروم ہے۔

فرمایا جس عمل سے تیرے دل کو دنیا میں لذت نصیب نہیں ہوتی آخرت میں بھی اس سے کوئی ثواب نہ ہوگا۔ فرمایا اگر غفلت کرنے والوں کو اپنی غفلت کے نقصان کا صحیح احساس ہو جائے تو وہ سب اس کے صدمہ سے مر جائیں۔ عارف کی باطنی آنکھ کھلنے پر ظاہری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ فرمایا اگر معرفت کو ایک شکل قرار دیکر کسی جگہ رکھیں تو کوئی شخص اس کے جمالِ رعنا کی تاب نہ لا سکے اور اس کے سامنے تمام روشنیاں گل ہو جائیں۔ فرمایا دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر سے بھی کم ہے۔

جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو مریدوں نے عرض کیا کہ ہمیں بشارت دیجئے اس لئے کہ آپ تو رب قدیر کے دربار میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کہتے کہ اس کی بارگاہ میں جا رہے ہو جو گناہ کبیرہ پر عذاب کرتا ہے اور گناہ صغیرہ کا حساب لیتا ہے یہ کہا اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ وصال کے بعد چند بزرگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ وہاں آپ کے ساتھ کیا گذری؟ فرمایا اس نے اپنی رحمت سے مجھے بخش دیا۔

(۲۴) فلک عبادت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

رہبری عشق اور بزرگانہ طاعت

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بڑے عامل اور یگانۂ روزگار شیخ گذرے ہیں شریعت طریقت اور علم و عرفان میں کامل تھے۔ مقبول بارگاہ ربانی تھے۔ علوم و فنون میں تبحر حاصل تھا بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں۔ اللہ تعالیٰ نے دولت بھی دے رکھی تھی۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ ایک سال حج کرتے دوسرے سال جہاد کرتے اور تیسرے سال تجارت میں مصروف رہتے تھے راہ خدا میں بکثرت روپیہ خرچ کرتے تھے۔ ابتداء میں ایک بڑے تاجر تھے۔ ہزاروں روپیہ کا کاروبار کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک مہ پارہ دوشیزہ سے عشق ہو گیا اور پھر یہی عشق عشق حقیقی کا باعث بن گیا۔ اس پری جمال دوشیزہ کے عشق میں شبانہ روز بے قرار رہنے لگے ایک عرصہ اسی مخمور عشق میں گذر گیا۔ ایک روز سردی شدت کی پڑ رہی تھی اور آپ مغرب کی نماز پڑھنے کو گھر سے نکلے۔ کہر کی فراوانی سے اندھیرا ہو چلا تھا۔ دل بیقرار کوچہ جاناں کی طرف لے گیا۔ اتفاق وقت کہ محبوبۂ طناز غرفہ ہی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آنکھیں جو چار ہوئیں تو سب کچھ بھول گئے "نہ خدائی" کی پرواہ رہی نہ "خدا کی" کی خبر۔ کھڑے ہو گئے۔ باتیں شروع ہوئیں مدہوشی طاری ہو گئی۔ اتنے میں صبح کی اذان ہو گئی اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادائے وارفتگی پسند آگئی خزانہ کا منہ کھول دیا غیبی آواز سنائی دی۔ عبداللہ ایک فانی بندے کے عشق میں اتنی لمبی چوڑی سرد رات کھڑے کھڑے اس محویت کے ساتھ گذار دی کہ نماز عشاء کا بھی ہوش نہ رہا اور صبح کی اذان کو مغرب کی اذان سمجھا مگر ہمارے لئے کہ ہم آقا ہیں کبھی نصف شب بھی یہ والہیت نہ دکھائی۔ یہ آواز سنتے ہی قلب کی حالت بدل گئی چہرہ متغیر ہو گیا اور دل میں ایک درد اٹھنے لگا۔ اسی وقت توبہ کی اور عہد کیا کہ آئندہ اپنی تمام بے قراریاں محبوب حقیقی کے لئے وقف رکھوں گا۔

زہد و اتقا

چنانچہ گھر پہنچے تو حالت ہی اور تھی۔ عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ دینے پر آتا ہے تو لینے والے سے سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ عالم ہو گیا کہ سینہ گنجینۂ اسرار تھا۔ اور رفعت مراتب کا یہ عالم تھا کہ ایک روز آپکی والدہ گرامی باغ میں جو پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ بیٹا گلاب

کے گھنے درخت کے نیچے پڑا سو رہا ہے اور ایک سیاہ اور خوفناک سانپ نرگس کی شاخ منہ میں لئے مصروف مگس رانی ہے۔ جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو اس کی تمام مخلوق اس کی ہو جاتی ہے۔ پھر جو فراوانی شوق نے مجبور کیا تو آپ اپنے وطن مرو سے اٹھ کر بغداد جا پہنچے اور ایک مدت مدید تک یہاں کے مشائخین و متصوفین سے کسب ضیاء کرتے رہے پھر مکہ معظمہ پہنچکر وہاں بیت اللہ شریف کے مجاور بن گئے اور عرصہ بعد نور علی نور ہو کر مراجعت فرمائے وطن ہوئے آپ کا تقوی بھی حد انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے گھوڑے کو چھوڑ کر خود نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ سلام پھیر کر جو دیکھا تو گھوڑا ایک کھیت میں گھسا ہوا ہے گھوڑا بہت قیمتی تھا۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر اس گھوڑے کو وہیں چھوڑ دیا کہ جو گھوڑا دوسرے کے کھیت میں چرے وہ میری سواری کا اہل نہیں۔ پھر ایک دفعہ مرو سے شام کا طویل طویل سفر محض اتنی بات کے لئے اختیار کیا کہ آپ نے وہاں کسی ضرورت کے لئے کسی سے ایک قلم لیا تھا اور وہ غلطی سے آپ کے پاس ہی رہ گیا تھا۔ گو اس قلم کی قیمت کچھ نہ تھی مگر آپ کو سخت اضطراب تھا کسی کے ذریعہ بھیجنے میں اندیشہ تھا کہ ضائع نہ ہو جائے اس لئے خود ہی عازم شام ہو گئے۔

خدمت اہل اللہ کے شاندار مظاہر ایک دفعہ آپ حج کو تشریف لیگئے ہوئے تھے کہ صحن حرم میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے دو فرشتے نازل ہوئے ہیں اور باہم گفتگو کر رہے ہیں۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ حج تو ہو گیا مگر خبر ہے کہ اس سال کتنے زائرین حج کے لئے آئے؟ جواب ملا (۶) لاکھ۔ پوچھا اور ان میں سے حج کتنے حاجیوں کا قبول ہوا؟ جواب میں کہا گیا کہ کسی ایک کا بھی قبول نہیں ہوا۔ یہ سن کر آپ کو اضطراب ہوا اور کہنے لگے کہ لوگوں نے حج کے لئے کیا کیا تکالیف اٹھائیں کتنے زیر بار ہوئے لیکن یہ سب محنتیں محض اکارت گئیں اسپر فرشتہ بولا صرف ایک ایسے شخص کا حج قبول ہوا ہے جو حج میں شریک نہ تھا۔ اس نے پوچھا وہ کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ اور اس کا حج گھر بیٹھے بیٹھے کس طرح قبول ہو گیا کہا وہ کوئی بزرگ اور بڑا مشہور شخص نہیں محض ایک موچی ہے۔ پارہ دوزی کا کام دمشق

میں کرتا ہے علی ابن الموفق نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ اس کا حج قبول کر لیا بلکہ اس کے طفیل میں اس سال آنے والے چھ لاکھ کے چھ لاکھ حاجیوں کو بخش بھی دیا۔

فوراً آپ کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے مکہ معظمہ سے چل کر دمشق پہنچنے اور اس شخص سے ملاقات کرنے کا عزم کر لیا اور رختِ سفر باندھ کر روانہ ہو گئے۔ دمشق پہنچکر اور اسے تلاش کر کے ملے اور خواب کا تمام واقعہ سنایا۔ بولا کہ تیس سال سے مجھے حج کی آرزو تھی اور میں نے پارہ دوزی کر کے تین ہزار درہم حج کے لئے فراہم کئے تھے۔ اس سال بیت اللہ شریف پہنچنے اور حج کرنے کا پختہ عزم کئے ہوئے تھا۔ ایک روز میری حاملہ بیوی بولی کہ آج ہمسائے کے گھر سے کھانا پکنے کی خوشبوئیں آرہی ہیں جا کر تھوڑا سا سالن میرے لئے بھی لے آؤ۔ آپ ہمسائے کے ہاں گئے تو بولا بھائی کیا کہوں بال بچوں کو فاقے میں تڑپتے ہوئے سات روز ہو گئے تھے اور میرے پاس کچھ نہ تھا۔ آج مجھے ایک مرا ہوا گدھا پڑا مل گیا مجبور تھا اس کے جسم سے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا اتر اس لایا اور اسی کو پکا رہا ہوں۔ وہ تمہارے لئے حلال نہیں علی ابن الموفق نے فرمایا ہمسائے کی اس مصیبت کا حال سن کر میرے قلب و روح میں شعلے بھڑک اٹھے۔ میں گھر گیا اور میں نے حج کے لئے جو تین ہزار درہم پس انداز کر رکھے تھے وہ لا کر اسے دیدیئے اور کہا کہ اس سے اپنا گذارہ کرو کہ میرا حج یہی ہے۔

خدا کے لئے آنکھیں کھولیئے اور سمجھیئے کہ خدمتِ اہل اللہ کی اللہ کے نزدیک کتنی قدر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اولین خوشنودی و رضا جوئی کی راہ کونسی ہے۔

سیدوں اور پاکباز غلاموں کی عظمت

آپ ایک روز نہایت شکوہ وشان کے ساتھ مسجد سے جو باہر نکلے تو ایک سید زادے نے کہا کہ اے ہندو زادے یہ کیا بات ہے کہ میں فرزندِ رسولؐ بھی ہوں اور دن بھر محنت بھی کرتا ہوں تب کہیں جا کر مجھے روزی نصیب ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے باپ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھے اور میرا باپ گمراہ تھا تمہارے بزرگتر ین باپ نے جو میراث چھوڑی میں نے اسے حاصل کر لیا اور یہ مرتبہ پایا اور تم نے میرے باپ کی میراث حاصل کی اور خوار ہو گئے اسی شب آپ نے خواب

میں دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں آپ نے ناراضی کا سبب پوچھا تو فرمایا تم ہمارے فرزند پر نکتہ چینی کرتے ہو، آپ بیدار ہوتے ہی اس سید زادے کی تلاش میں روانہ ہوئے اور اس سے معافی مانگی اس سید زادے نے بھی اسی رات کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپ فرما رہے ہیں کمبخت نہ تو ایسا ہوتا اور نہ دوسروں کے طعنے سنتا چنانچہ دونوں نے توبہ کر لی۔

آج کون ہے جو آل رسول کا احترام ملحوظ رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آل رسولؐ کے عدم احترام و اذیت رسانی پر خفا ہوتے ہیں

آپ کے پاس ایک غلام تھا جس نے آپ سے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ میں آپ کو ایک درہم روزانہ دیدیا کرونگا اور جب ایک معینہ رقم پوری ہو جائیگی تو آزاد ہو جاؤنگا چنانچہ وہ آپ کو ایک درہم روزانہ دیتا رہتا تھا ایک روز آپ سے ایک شخص نے شکایت کی کہ یہ شخص رات کو کفن چراتا ہے اور ان کی فروخت سے آپ کو رقم دیتا ہے چنانچہ آپ اسی شب کو چپ چاپ اس کے پیچھے ہو لئے وہ واقعی قبرستان میں پہنچکر ایک قبر کھودنے لگا آپ نے دیکھا کہ قبر کے اندر سے ایک محراب برآمد ہوئی اور وہ نماز میں مشغول ہو گیا اب تو آپ قریب آ گئے دیکھا کہ گلے میں زنجیر ہے اور جسم پر ٹاٹ کا لباس ہے اور بہ خشوع وزاری مصروف عبادت ہے آپ یہ حالت دیکھ کر دور ہٹ گئے اور بہت روئے صبح ہونے کے قریب اس نے قبر کا منہ اسی طرح بند کر دیا اور مسجد میں آکر نماز صبح ادا کی پھر دعا مانگی کہ بارالٰہا! صبح ہو گئی اور میرا مالک مجازی مجھ سے درہم مانگتا ہے۔ میں مفلس ہوں اور مفلس کو دینے والا تیرے سوا اور کوئی نہیں جہاں سے مناسب مجھے عطا کر دے۔

آپ نے دیکھا کہ اسی وقت ایک شعلۂ نور رونما ہوا اور ایک درہم اس غلام کے ہاتھ میں آگیا اب تو آپ کو تاب ضبط نہ رہی، دوڑ کر گئے غلام کو سینے سے لگا لیا اور کہا کہ کاش تم آقا ہوتے اور میں تمہارا غلام۔ غلام نے راز افشا ہوتے ہی دعا کی کہ الٰہ العالمین تیرے بندے کا راز افشا ہو گیا بہت رسوائی ہو گی تجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ

اب تو میری روح قبض کرلے اسی وقت وہ ٹھنڈا ہو گیا اور آپ نے اسی ٹاٹ میں دفن کر دیا اسی شب رسول کریم کو خواب میں دیکھا کہ حضور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ ٹہلتے چلے آرہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے عبداللہ! تم نے ہمارے دوست اور اللہ کے محبوب کو ٹاٹ میں کیوں دفن کیا۔

خدمت اہل اللہ کی شکوہ آرائی

ایک مرتبہ آپ حج کے آرزومند تھے ماہ ذی الحجہ شروع ہو گیا تھا آپ نے سوچا اگر میں عرفات میں نہیں ہوں تو عرفات والوں جیسے کام تو مجھے کرنے چاہئیں اس طرح مجھے وہی ثواب عطا کر دیگا آپ یہ سوچ رہے تھے کہ اسی صحرا میں ایک ضعیف عورت عصا ہاتھ میں لئے ہوئے ایک طرف سے آتی ہوئی نظر آئی۔ کمر جھکی ہوئی تھی۔ بولی عبداللہ! شاید تمہیں حج بیت اللہ کی بڑی آرزو ہے؟ آپ نے اثبات سے میں جواب پاکر بڑھیا نے کہا مجھے بھی تیرے ہی لئے بھیجا گیا ہے آمیرے ساتھ چل میں تجھے مکہ معظمہ پہنچا دوں آپ نے دل میں سوچا کہ حج میں صرف تین روز باقی رہ گئے ہیں یہ کیونکر اس قلیل عرصہ میں مجھے اتنی دور پہنچا سکے گی۔

بڑھیا نور باطن سے آپ کے قلب کا حال معلوم کر کے بولی عبداللہ! جس نے صبح کی سنتیں سنجاب میں ادا کی ہوں اور فرض دریائے جیحون پر پڑھے ہوں اور طلوع آفتاب کے وقت مرو میں پہنچ گئی ہو کیا تم اس کے ساتھ چل سکتے ہو؛ آپ بہ شوق ساتھ ہو لئے جب دریا آتا تو وہ آنکھیں بند کرالیتی برابر راہ چلتے چلے جاتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین کی طنابیں کھنچ گئی ہیں رفتار وہی معمولی رفتار تھی چلنے میں بھی کوئی تغیر نہ تھا مگر شہر قریب ہوتے چلے جاتے تھے چنانچہ عین وقت پر آپ میدان عرفات میں پہنچ گئے آپ نے اسی بڑھیا کے ساتھ تمام مناسک حج ادا کئے اور فراغت کے بعد بولی کہ آؤ اب ایک اور جگہ چلیں وہاں ایک غار میں میرا بیٹا مصروف عبادت ہے آپ لے غار پر پہنچ کر دیکھا کہ اس غار کے اندر ایک نحیف الجسم جوان بیٹھا ہے جس کے چہرہ پر نور برس رہا ہے۔

اس نے دیکھتے ہی ماں کے تلوؤں سے اپنی آنکھیں رگڑیں اور کہنے لگا اماں میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے دیکھنے خود نہیں آئیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے کہ آپ میری تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں کیونکہ میرا وقت آگیا ہے چنانچہ اسی وقت وہ جوان مرگیا اور دونوں نے اسے دفن کر دیا اس کے بعد بڑھیا نے کہا آپ جائیے میں تو اب یہیں رہوں گی اور آئندہ سال تم مجھے بھی نہ پاؤ گے۔

مشاہدہ حور دکرامات سہل بن عبداللہ آپ کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہا کرتے تھے ایک روز آپ سے کہنے لگے کہ آج آپ کی کنیز میرے سامنے بالمشافہ آکھڑی ہوئی اور میں نے دیکھا کہ وہ بام پر کھڑی ہوئی مجھے اشاروں سے اپنی طرف بلا رہی تھیں اس کے بعد میرا نام لیکر مجھے پکارا اسلئے اب میں آپ کے یہاں نہ آیا کروں گا آپ کو چاہیئے کہ آپ انھیں اس پر تنبیہ کریں یہ سنکر آپ نے مریدوں سے کہا کہ اٹھو اور سہیل کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کرو۔ چنانچہ باہر نکلتے ہی سہیل نے انتقال کیا: ہر سنج مل کران کی نماز جنازہ ادا کی لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ انتقال ہونے والا ہے؟ فرمایا وہ سمجھ نہ سکے حالانکہ وہ حوریں تھیں جو انھیں اپنی طرف بلا رہی تھیں۔ میرے یہاں تو کوئی کنیز بھی نہیں۔

ایک دفعہ دوران جہاد میں آپ کا مقابلہ ایک کافر سے ہو گیا نماز کے وقت مہلت لیکر آپ نے نماز ادا کی لیکن جب آپ نے سلام پھیر کر دیکھا کہ وہ بت کی پوجا میں مصروف ہے تو آپ کو غصہ آگیا اور چاہتے تھے کہ تلوار کھینچکر اس کا سر تن سے جدا کر دیں کہ غیب سے صدا آئی عبداللہ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُولاً۔ آپ یہ صدا سُن کر رونے لگے کافر کو جو اس گریہ وبکا کا سبب معلوم ہوا تو اس نے ایک نعرہ مارا اور کہا کہ اب ایسے خدا سے بغاوت کرنا نہایت کمینگی ہے جو دشمن کی خاطر دوست پر عتاب کرتا ہے چنانچہ اس پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ کہیں تشریف لئے جا رہے تھے کہ آپ کو راستے میں ایک اندھا شخص ملا اور اس نے آپ سے عرض کی کہ میں آپ کے بزرگانہ کمالات کا حال سن چکا ہوں خدا کے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دو آنکھیں عطا کرے یہ سنکر آپ نے سر جھکا لیا اور دعا کی اسی وقت اس کی آنکھوں میں نور پیدا ہو گیا۔

ایک مرتبہ آپ کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے لوگ آپ کے پاس تعزیت کے لئے آئے ان میں ایک گبر (آتش پرست) بھی تھا۔ بولا خوب سمجھ لیجئے کہ عقلمند وفرزانہ شخص وہ ہے جو پہلے ہی روز وہ کرے جو جاہل اور بیوقوف لوگ تین روز کے بعد کیا کرتے ہیں آپ یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور مریدوں سے کہا کہ اسے لکھ لیا جائے کہ یہ بات حکمت وعقل کی بات ہے سو واقعی بچہ کو صبر تو رب ہی کرا جاتا ہے۔ مرد وہ ہے جو پہلے ہی صبر کرے۔

نکات و تعلیمات

لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ انسان کے لئے کونسی عادت سب سے زیادہ مفید ہے؟ فرمایا فراوانی عقل۔ پوچھا اگر کسی کو یہ میسر نہ ہو تو؟ فرمایا حسنِ ادب۔ لوگوں نے کہا کہ اگر کسی میں یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا پھر ہمیشہ خاموش رہنا۔ پوچھا یہ بھی نہ ہو؟ فرمایا تو اس کے لئے مرگ مفاجات بہتر ہے فرمایا جو شخص ادب کو معمولی شئے سمجھتا ہے اس کی سنن میں خلل واقع ہوتا ہے اور فرائض سے بھی محروم رہتا ہے اور جو فرائض کو آسان و سہل خیال کرتا ہے وہ معرفت سے بیگانہ رہتا ہے۔

فرمایا زیادہ علم سے تھوڑا ادب بہتر ہے" ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ :-

"جس شخص کے اہل وعیال ہوں اور وہ انھیں اچھی اور نیک تعلیم دیتا ہو ان کے لئے رزق مہیا کرتا ہو اور انہیں کپڑا پہناتا ہو تو اس کا یہ عمل جہاد سے افضل ہے ایک درم لیا ہوا اس کے مالک کو ادا کرنا ہزار درم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ جو شخص ایک پائی بھی حرام سے حاصل کرے وہ متوکل نہیں اور خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ توکل مانع کسب رزق نہیں۔

فرمایا امیروں سے بہ تکبر پیش آنا اور درویشوں سے عاجزی کرنا حقیقی تواضع ہے فرمایا جو شخص دنیا میں تجھ سے بڑھ کر ہو اس سے تکبر کر اور تجھ سے کمتر ہو اس سے بعجز و انکساری پیش آ۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ایک نہایت خوفناک گناہ کا مرتکب ہوا ہوں یہ کہہ کر وہ زار زار رونے لگا اور آپ کے قدموں پر گر پڑا آپ نے فرمایا مجھے بتلا تو سہی آخر وہ کونسا گناہ ہے جس کا ارتکاب تو نے کیا ہے بولا میں نے زنا کیا ہے فرمایا میں تو ڈر گیا تھا کہ شاید تو نے کسی کی غیبت کی ہے؟ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ غیبت کتنا سخت و شدید گناہ ہے۔ فرمایا دنیا میں رہنا ہے تو اس طرح رہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے اگر یہ خیال کئے رہو گے تو تم ضرور گناہوں سے بچے رہو گے۔

اللہ سے معاملہ اور بیوی کو علیحدگی آپ متمول بزرگ تھے تجارت کرتے تھے آخر میں آپنے اپنا تمام مال و زر فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیا تھا اور زندگی گزر فقر و تنگدستی میں بسر ہوتی تھی ایک روز آپکے یہاں کوئی مہمان آ گیا تھا اتفاق سے اس روز آپ کے ہاں تنگی تھی پھر بھی جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ آپ نے اس مہمان پر خرچ کر دیا آپ کی بیوی کو یہ امر برا معلوم ہوا وہ آپ سے لڑنے اور جھگڑنے لگی کہ گھر میں تو کچھ ہے نہیں اور آپ مہمانوں کی دعوت کرتے پھرتے ہیں آپ کو بیوی کی یہ حرکت ناگوار گذری اسے طلاق دیدی اور مہر ادا کر دیا اور فرمایا جو عورت مجھ سے جھگڑے اور لڑے میں اسے گھر میں رکھنے پر تیار نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے لئے کرو وہ اس کا بدلہ ضرور دیتا ہے چونکہ آپ نے بیوی کو آپ کی مہمانداری میں باغیانہ مداخلت کی بناء پر طلاق دی تھی اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس سے اچھی بیوی عطا کر دی اس طرح کہ آپ کی مجلس وعظ میں ایک سردار کی لڑکی بھی شریک ہوئی اسے آپ کا وعظ ایسا پسند آیا کہ اس نے گھر جاتے ہی باپ سے کہا کہ میرا نکاح آپ حضرت عبداللہ کے ساتھ کر دیں۔

چنانچہ نکاح ہو گیا لڑکی کا باپ تھا بہت دولتمند اس نے پچاس ہزار دینار نقد لڑکی کو جہیز میں دیئے اسی شب کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ عبداللہ تم نے اپنی بیوی کو ہمارے لئے طلاق دی اسلئے ہم نے تجھے یہ امیرزادی اس کے عوض میں عطا کر دی تاکہ تجھے یہ علم ہو جائے کہ جو کوئی بھی ہمارے ساتھ معاملہ کرتا ہے وہ نقصان میں نہیں رہتا۔

مسلمانوں غور سے پڑھو اور سمجھو اور تم بھی اللہ سے معاملہ کرنے پر تیار رہو یہ تو قدیم زمانہ کی بات ہے ابھی نصف صدی بھی نہیں گذری کہ نواب وقارالملک مرحوم نے بھی اللہ سے ایک معاملہ کیا تھا یعنی نماز کی اجازت نہ ملنے پر آپ نے ۲۵ روپے ماہوار کی سرکاری ملازمت سے استعفٰے دیدیا تھا۔ لوگوں نے اس کی ہنسی اڑائی تھی۔ مگر پورا ایک سال بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ سر سالار جنگ بھوپال سے علیگڈھ آئے اور آپ کو بھوپال لے گئے اور وہاں پہنچکر آپنے وزارت کے عہدۂ جلیل تک ترقی پائی پچیس کی چھوڑی دو ہزار کی ملی۔ اللہ جب دیتا ہے اسی طرح دیتا ہے۔

انتقال کے وقت آپ نے پھر اپنا تمام مال راہِ خدا پر لٹا دیا لوگوں نے عرض کی کہ آپ کی تین بیٹیاں ہیں آپ نے ان کے لئے بھی کچھ چھوڑا اور آپ تو دنیا کو جا رہے ہیں یہ کیا کرینگی؟

جواب میں فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہدیا ہے کہ صالحین کا کارساز وہی ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ جب وہ کارسازِ حقیقی موجود ہے تو پھر عبداللہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وصال کے وقت برابر آنکھیں کھولتے اور ہنستے اور فرماتے تھے لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ لوگوں نے خواب میں حضرت سفیان ثوری سے پوچھا کہ کچھ معلوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک سے اللہ تعالے نے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: ان لوگوں میں ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ کی حضوری کا شرف حاصل رہتا ہے۔

شاندار زندگی سے شاندار سبق حضرت عبداللہ کی سیرت سے قارئین

کرام کیلئے کتنے اہم سبق ملتے ہیں اور آپ نے کتنی پاکیزہ زندگی بسر کی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو صحت عقل علم دولت زن اولاد اور معرفت تام غرضکہ تمام نعمتیں عطا کر دیئے تھے اور اسی عیش و تنعم میں آپ نے منازل عرفان طے کیں عشق مجازی کے عوض عشق حقیقی نصیب ہوا۔ بدزبان وغریب بیوی کے عوض امیر بیوی ملی۔ دولت لٹائی تو یک بیک پچاس ہزار اشرفیاں مل گئیں پھر اولاد رسولؐ کے احترام خدمت اہل اللہ کی عظمت اللہ سے معاملہ کرنے کی فائز المرامیوں وفائے عہد کی اہمیت بڑھیوں اور غلاموں کی دعوت اور توکل و معرفت کے اس سیرت کے اندر کتنے گراں بہا درس مضمر ہیں ایسی پرشکوہ زندگی اور پھر کیسا مبارک خاتمہ کہ ہنس ہنس کر جان دی اور اللہ تعالےٰ کی حضوری کا شرف حاصل کیا شریعت میں بھی تبحر اور طریقت میں بھی کمال! روزی بھی پیدا کر رہے ہیں۔ تجارت بھی ہو رہی ہے۔ بیوی بھی ہے بچے بھی ہیں عالم بھی ہیں صاحب تصانیف و حدیث بھی ہیں۔ سب کچھ ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ واعظ کامل اور شیخ وقت ہیں۔ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اور صالح بندوں کا کفیل خود ہوتا ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں اور سوچیں اور عمل پر تیار ہوں۔

(۲۲) حضرت سفیان ثوری رحؒ

زہد و عبادت حضرت سفیان ثوری بڑے فاضل اجل اور قطب وقت تھے لوگ انھیں انتہائے ادب سے امیر المومنین کہا کرتے تھے بہت بڑے عالم اور متقی بزرگ تھے اتنے کہ مجتہدین پنجگانہ میں شمار کئے گئے ہیں۔ ابتداء سے لیکر آخر تک یکساں حالت رہی بڑے بڑے فقراء اور مشائخین سے ملاقات کی اور فیض اٹھایا نہایت متواضع خلیق اور خدا ترس بزرگ تھے۔ اولیائے متقدمین میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا تمام سیرت نگاروں نے یہی لکھا ہے کہ آپ بطن مادری سے خلیق اور متواضع و زاہد پیدا ہوئے تھے۔

ایک روز آپ کی والدہ گرامی بام پر تشریف لے گئیں آپ شکم میں تھے اتفاق سے انہوں نے ہمسائے کے اچار میں سے ایک انگلی چاٹ لی۔ اسی وقت آپ نے بطن مادر ہی میں پھڑکنا اور سر مارنا شروع کر دیا آپ کی والدہ صاحبہ سمجھ گئیں کہ اس کا سبب کیا ہے؟ چنانچہ وہ مجبور ہو کر لوہ اپنی ہمسائی کے گھر گئیں اور معافی مانگی۔ ایک روز آپ جو مسجد میں گئے تو آپ نے داہنے پاؤں کے بجائے بایاں پاؤں اندر رکھ دیا اسی وقت ندا آئی کہ اے سفیان ثوری بیل نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ ثوری مشہور ہو گئے۔ آپ کے گوش مبارک میں جو یہ آواز پہنچی تو آپ اسی وقت ایک نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ ہوش میں جو آئے تو یہ حالت تھی کہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی ڈاڑھی پکڑ کے منہ پر طمانچے مارتے اور روتے تھے اور کہتے تھے کہ تو نے مسجد میں جو دیا قدم نہ رکھا تو تیرا نام انسانوں کی فہرست سے کاٹ دیا گیا۔ شب بیدار اور قائم اللیل اور صائم الدہر بزرگ تھے۔

ایک مرتبہ آپ بصرہ میں تھے کہ بیمار ہو گئے۔ امیر بصرہ نے آپ کو بلایا مگر آپ نہ ملے تلاش کیا تو پتہ نہ چلا پیٹ میں سخت درد تھا مگر اس پر بھی ایک لمحہ آرام نہ کرتے تھے اور برابر عبادت میں مصروف رہتے تھے یہی حالت اس علالت میں تھی۔ صرف اس ایک شب میں آپ نے ۶۰ مرتبہ وضو کیا لوگوں نے کہا کہ آپ کو تکلیف ہے تیمم کر لیا کریں مگر آپ نے یہی جواب دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ جب ملک الموت آئے تو میں پاک نہ ہوں کیونکہ کوئی پلید اور ناپاک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ پہنچ سکتا ہے اور نہ اس کا رخ اللہ کی جانب ہو سکتا ہے۔ آپ کی مجلس میں درویشوں کی تعظیم امرا کی تعظیم کی طرح ہوتی تھی

عبرت اور خوف خدا

ایک مرتبہ آپ مکہ شریف حاضر ہوئے اثنائے سفر میں محمل پر سوار تھے اور رو کے چلے جاتے تھے سخت رقت طاری تھی۔ آپ کے رفیق سفر نے کہا کہ کیا گناہوں سے آپ رو رہے ہیں؟ یہ سنکر آپ نے ہاتھ بڑھا کے گھاس کا ایک پتہ توڑ لیا اور فرمایا ذرا میرے گناہ

زیادہ ہیں لیکن میرے گناہ اس کی رحمتِ کاملہ کے مقابلہ میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے جو اس گھاس کے پتہ کی ہے میں تو اس لئے ڈرتا ہوں کہ میں جو ایمان لایا ہوں وہ اصلاً ایمان بھی ہے یا نہیں اس خوف سے میں ہر وقت کانپتا لرزتا ہوں۔

ایام جوانی ہی میں آپ کی کمر جھک گئی تھی لوگوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا بھائی کیا پوچھتے ہو۔ پوچھو کہ یہ بہت خوفناک اور دہشت خیز امر ہے۔ واقعی میں جوان ہوں ابھی میری عمر ایسی نہ تھی کہ میں خمیدہ کمر ہو جاتا۔ ایک روز میرے استاد نے جو بہت بزرگ اور کامل انسان تھے مجھ سے کہا سفیان! دیکھتے ہو کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے پچاس سال ہو گئے کہ میں برابر بنی نوع انسان کی ہدایت میں مصروف ہوں اور لوگوں کو راہِ راست دکھا تا رہا ہوں مگر اب مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ جا تو ہمارے دربار کے قابل نہیں ہاس سے میرے قلب میں خوف تو پیدا ہوا ہی تھا کہ پھر میں نے دیکھا کہ میرے تین استاد تھے اور تینوں بڑے متورع عابد اور بزرگ تھے تمام قرآن ان کے جنتی ہونے کے موجود تھے مگر آخری وقت جو آیا تو ایک تو یہودی ہو کر مرا۔ دوسرے کو آتش پرستی کی موت نصیب ہوئی اور تیسرا ترسا ہو کر مرا۔ اس حالت کو دیکھنے سے مجھ پر ایسا خوف طاری ہوا اور ایسی دہشت چھائی کہ میری کمر جھک گئی۔

آپ نے ایک شخص کو آہیں بھرتے دیکھا پوچھا تو بولا کہ یہ غم ہے کہ مجھے حج کی آرزو تھی مگر اس مرتبہ بھی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی اور حج فوت ہو گیا آپ نے فرمایا میں نے چار حج کئے ہیں تم یہ چاروں حج لے لو اور اس کے عوض میں اپنی یہ آہیں مجھے دیدو۔ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالےٰ فرما رہا ہے کہ سفیان! تم نے یہ ایسا معاملہ کیا ہے کہ اگر اس کے ثواب کو تمام اہل عرفات پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ تونگر ہو جائیں۔

خلیفہ سے ملاقات و کرامات ایک دفعہ خلیفۂ وقت آپ کے سامنے نماز پڑھ رہا تھا اور حالت نماز میں اپنی داڑھی پر برابر ہاتھ پھیر تا جاتا

تھا آپ نے اسے بلاخوف وہراس فوراً ٹوکا اور صاف الفاظ میں کہا کہ یہ نماز نماز نہیں۔ ایسی نمازیں قیامت کے دن اٹھا کر تمہارے منہ پر ماردی جائینگی خلیفہ نے کہا ذرا آہستہ آہستہ کہئیے۔ فرمایا اگر میں ایسی ضروری بات نہ کہوں اور تمہارے خوف سے اپنی زبان بند کردوں تو میرا پیشاب اسی وقت خون ہوجائے

خلیفہ کو اپنی شہنشاہی کا زعم تھا اس نے بہت برا سمجھا سخت ناگوار گذرا اور اسی وقت حکم دیا کہ انہیں سولی دیدی جائے تاکہ پھر کسی کو ایسی گستاخی اور بے ادبی کی جرأت نہ ہو جب سولی گاڑی جارہی تھی تو وہ بزرگ آپکے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے آپ کو اطلاع کی کہ خلیفہ نے آپکے لئے سزائے موت کا حکم صادر کر دیا اور سولی گاڑی جارہی ہے فرمایا غم نہ کرو مجھے اپنی جان کی چنداں پرواہ نہیں مگر یہ تو مجھ سے کبھی بھی نہ ہوگا کہ میں تبلیغ حق سے باز آجاؤں بس یہ کہا اور آپ پر رقت طاری ہوگئی اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بجوش میں بولے خدا وندا! انھیں پکڑ اور نہایت سختی کے ساتھ پکڑ جس وقت آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے اس وقت خلیفہ اپنے سریر حکومت پر بڑے طمطراق کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا دربار قائم تھا تمام اعیان دولت صف بستہ کھڑے تھے کہ یکایک ایک دھاکہ ہوا، زمین پھٹی اور خلیفہ اس کے اندر دھنس گیا یہ تھی آپ کی بزرگی اور یہ تھا آپ کی قبولیت دعا کا عالم

اس خلیفہ کے بعد جو دوسرا خلیفہ ہوا وہ پہلے خلیفہ کے خلاف حضرت کا بہت معتقد تھا چنانچہ وہ برابر حاضر خدمت ہوتا رہتا ایک دفعہ آپ بیمار ہوگئے خلیفہ نہ صرف یہ کہ آپ کی عیادت کے لئے آیا بلکہ ایک حاذق طبیب کو بھی اپنے ساتھ لایا جو گبر تھا اس نے آپ کا قارورہ جو دیکھا تو ایک ساتھ اس کے منہ سے نکلا کہ یہ وہ بزرگ اور مرد خدا ہیں جن کا قلب خوف الٰہی سے پارہ پارہ ہوگیا ہے اور خون ہی خون مثانہ سے باہر نکل رہا ہے پھر بولا جس دین و ملت میں ایسے مردان خدا ہوں وہ دین ہرگز باطل نہیں ہوسکتا اور اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

خلیفہ نے جو یہ سنا تو بہت خوش ہوا اور کہا میرا خیال تھا کہ طبیب بیمار کے پاس جا رہا ہے لیکن حقیقت کچھ اور تھی اصلاً بیمار طبیب کے پاس گیا تھا۔

ایک روز آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ قریب ہی ایک کتا بھی کھڑا تھا جسے آپ برابر روٹی ڈالتے اور کھلاتے چلے جاتے تھے یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ آپ اپنے بال بچوں کے ساتھ کیوں کھانا نہیں کھاتے؟ فرمایا اگر میں کتے کو کھلاتا ہوں تو دن بھر وہ میری حفاظت کرتا ہے تاکہ میں اطمینان سے نماز پڑھتا رہوں بیوی بچوں کو ساتھ کھلاتا ہوں تو وہ مجھے اطاعتِ خداوندی سے باز رکھتے ہیں اور میرے خیالات میں فرق پیدا کرتے ہیں۔

نکات و تعلیمات

فرمایا ہر نامحرم عورت کے ساتھ ایک اور ہر نوخیز لڑکے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں جو انھیں دیکھنے والوں کی نظر میں بہ شکل دوست پیش کرتے ہیں ان سے احتراز برتنا چاہیئے

لذیذ اور غیر لذیذ اغذیہ کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ زبان چند لحہ کو کچھ مزا حاصل کرے وہ حلق سے اتر جانے کے بعد لذیذ اور غیر لذیذ سب یکساں ہو جاتا ہے۔ اس طرح بسر کرو کہ تمہارے نزدیک اچھا اور برا ایک ہو جائے۔ ایکدفعہ فرمایا:۔

رونے کے دو حصے ہیں جس میں سے ایک حصہ صرف خدا کے لئے ہے اگر ایک سال میں خدا کے لئے آنسوؤں کی ایک بوند بھی نکلے تو وہ بھی بہت ہے۔

فرمایا:۔ کوئی نیک عمل کرتا ہے اور وہ اس کی پاکیزگی کے باعث فرشتوں میں مشہور ہو جاتا ہے اور دفتر خداوندی میں اس کا اندراج بھی ہو جاتا ہے پھر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے دل میں اس عمل سے فخر پیدا ہو جاتا ہے وہ بار بار اور جابجا اس کا ذکر کرتا ہے تاآنکہ وہ عمل ریا بن جاتا ہے اور انتہا یہ ہے کہ دفتر خداوندی میں وہ عمل گناہ بن جاتا ہے۔

فرمایا:۔ ہدیہ ہے کہ دل کو دنیا میں نہ الجھائے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ کے سامنے اللہ کے گناہ کے ساتھ جانا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی ایسے گناہ

کے ساتھ جانا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی ایسے گناہ کے ساتھ جائے جس کا تعلق بندوں کے ساتھ ہو۔ فرمایا اب زمانہ ایسا آگیا ہے جس میں زبانوں کو خاموش رکھنا بہتر ہے۔ کسی نے کہا گھر میں بیٹھ رہیں تو گذر کس طرح کریں؟ فرمایا چپ رہو۔ خدا سے ڈریں۔ میں نے کسی خدا سے ڈرنے والے کو روزی کا محتاج نہیں دیکھا۔ فرمایا بہتر بادشاہ وہ ہے جو علماء کی صحبت میں بیٹھے۔ فرمایا اولین عبادت تنہائی ہے پھر طلب علم۔ پھر عمل اور پھر اس کی اشاعت۔

فرمایا:۔ دنیا کو جسم کے لئے اور آخرت کو دل کے لئے اختیار کرنا چاہیئے جو خود کو دوسروں سے افضل سمجھتا ہے وہ متکبر ہے۔ جس کی نماز میں عجز و انکسار نہیں ہوتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

فرمایا جو شخص حرام کے مال سے صدقہ دیتا ہے وہ گویا ناپاک کپڑے کو خون سے دھو کر پاک کرتا ہے۔ فرمایا نیک خصلتی و نیک مزاجی اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ فرمایا الیقین یہ ہے کہ جب تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو اللہ تعالیٰ پر الزام نہ لگائے بلکہ اسے راحت تصور کرتے ہوئے اس کا شکر یہ ادا کرے۔

شفقت مخلوق و وصال

آپ کا کوئی وارث بخارا میں انتقال کر گیا تھا اس کا مال علماء کی مجلس کے پاس محفوظ تھا۔ آپ خبر پا کر بخارا گئے جہاں آپ کا شاندار استقبال کیا گیا کیونکہ آپ کی عمر ہنوز اٹھارہ ہی سال کی تھی مگر اس کم عمری ہی میں آپ کی بندگی و شیوخت کی خبر دور دور تک پہنچ چکی تھی۔ آپ اس دولت کو لیکر واپس چلے آئے اور اس روپے کو اس لئے حفاظت سے رکھا کہ آپ کو زندگی میں کسی سے کچھ طلب کرنے کی ضرورت نہ ہو۔

جس وقت آپ کا وقت قریب ہوا تو آپ نے دوستوں سے فرمایا کہ میرا منہ زمین پر رکھ دیں اس کے بعد لوگ جوق جوق اندر آنے لگے جنہوں نے کہا کہ شب کو ہم نے خواب میں دیکھا تھا کہ آج فلاں وقت حضرت وصال فرمائیں گے اس لئے ہم آئے ہیں۔

نزع کے وقت آپ نے ہاتھ بڑھا کر سرہانے سے ایک تھیلی نکالی جو اشرفیوں سے لبریز تھی فرمایا کہ اسے اسی وقت صدقہ کر دو۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت تو فرمایا کرتے تھے کہ کسی کو مال و دولت فراہم کر کے نہ رکھنا چاہیئے۔ فرمایا تمہیں علم نہیں یہ روپیہ اور یہ دولت میرے دین کی پاسبان تھی۔ اسی سے میں نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا تھا اور اسی باعث شیطان لعین مجھ پر قابو نہ پا سکا۔ کیونکہ جب میرا نفس مجھے روزی کے متعلق کسی خلجان میں ڈالنا چاہتا تھا تو میں کہہ دیا کرتا تھا کہ دیکھ وہ اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی رکھی ہے حالانکہ مجھے کبھی اس کی ضرورت پیش نہ آئی۔ اس کے بعد آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی

جس شب آپ نے انتقال کیا لوگوں نے آسمان سے متواتر یہ آوازیں سنیں مات الورع۔ مات الورع پرہیزگار مر گیا متقی مر گیا۔ بعد وصال بزرگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہئیے آپ پر کیا گذری اور اللہ تعالے نے آپ کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا؟ جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے بخشدیا اور میری قبر میرے لئے بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دی۔

ایک اور بزرگ نے آپ کو دیکھا کہ آپ پرندوں کی طرح ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑتے پھر رہے ہیں۔ پوچھا آپ نے یہ درجہ کیونکر حاصل کیا اور اس مرتبہ پر کس طرح پہنچے؟ فرمایا محض اتقا اور خوف خدا کے باعث۔

آپ کی شفقت انسانوں سے گذر کر پرندوں اور حیوانوں تک متجاوز ہو چکی تھی۔ ایک روز آپ بازار سے گذر رہے تھے کہ ایک پرندے کو پنجرے میں بند دیکھا۔ اس کی قید اور پھڑکنے پر آپ کو رحم آ گیا اور اسی وقت خرید کر آزاد کر دیا۔ اس پرندے کی یہ حالت تھی کہ پھر روزانہ آپ کے پاس آتا تھا اور

دیکھتا رہتا اور کبھی کبھی اڑ کر آپ کے جسم مبارک پر بھی آ بیٹھتا جنازہ پر برابر پر دسارتا اور چلاتا چلا جاتا تھا جس سے لوگ بھی چیخیں مار کر رو تے تھے۔ پھر قبر پر برابر آتا رہتا تھا۔ ایک روز لوگوں نے قبر سے آواز سنی کہ ہم نے سفیان کو اس شفقت کی بنا پر جو اسے ہماری مخلوق کے ساتھ تھی بخش دیا تھا۔

(۲۳) یوسف حسینؒ

مرتبہ اور امیر عرب کی لڑکی کا عشق حضرت یوسف ابن حسینؒ شہر رے کے رہنے والے تھے اور شیوخت و ولایت میں یگانۂ روزگار تھے متقدمین میں آپ بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں حضرت ذوالنون مصری کے خلیفہ تھے بڑی عمر پائی اور زندگی بھر عبادت اور مراقبوں میں مصروف رہے بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کیں چونکہ بہت خوبصورت شکیل اور سجیلے جوان تھے ایک قافلہ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ عرب پہنچ گئے۔ اثنائے سفر میں ہی ایک عربی قبیلہ کے متمول سردار کی مہ پارہ اور زہد شکن بیٹی آپ کو دیکھتے ہی آپ پہ ہزار جان سے فریفتہ ہو گئی اور لوگوں کی نگاہ بچا کر اور موقعہ پا کر بہ ہزار آراستگی جمال آپ کے سامنے آئی اس وقت آپ بھی نوجوان تھے نفس کو رغبت ہونی چاہیئے تھی اور رہی بالکل تنہائی تھی مگر توفیق ایزدی سے آپ پر یکایک خوف الٰہی طاری ہوا لرزنے لگے اور وہاں سے جان بچا کر بھاگ نکلے کچھ دور جا کر قیام کیا واقعہ بہت اہم تھا رات بھر نیند نہ آئی سر بزانو بیٹھے رہے غنودگی جو آئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نہایت پر فضا اور نزہت خیز باغ ہے جس میں سبز پوش جوان گروہ در گروہ ادہر ادہر گھوم رہے ہیں سامنے ایک زمردین تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک بزرگ نہایت شکوہ و طمطراق کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ بعالم خواب ہی اٹھے اور ان لوگوں سے پوچھا کیا معاملہ ہے اور یہ تخت

نشین بزرگ کون صاحب ہیں؟ سبز پوشوں نے کہا کہ ہم ملائکہ ہیں اور یہ جو تخت پر متمکن ہیں حضرت یوسفؑ ہیں جو حضرت یوسف حسین کی زیارت کیلئے تشریف لائے ہیں۔

آپ نے اپنا نام جو سنا تو آپ پر بے ساختہ رقت طاری ہو گئی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے اور سوچا کہ میری حقیقت ہی کیا ہے جو مجھ سے ملنے کے لئے ایک جلیل القدر پیغمبر تشریف لائے ہیں اس خیال ہی میں تھے کہ حضرت یوسفؑ تخت سے اتر کر آپ کے پاس آئے معانقہ کیا اور اپنے قریب تخت پر بٹھا لیا۔

عرض کی عالی جاہ! میری حیثیت کیا ہے جو آپ میری اتنی توقیر فرما رہے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ جس وقت تم امیر عرب کی پری جمال بیٹی کی بیتابی خواہش سے بچ کر محض خوف خداوندی کے باعث بھاگے ہو۔ اسی وقت اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا کہ یوسفؑ جاؤ اور میرے یوسف کو دیکھو کہ یوسف میرے خوف سے میری طرف بھاگ کر آیا ہے اور یہ میرے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔

پھر حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ ہر زمانہ میں ایک عظیم قطب وقت ہوتا ہے اور اس زمانہ میں قطبیت کا تاج دنیا میں حضرت ذوالنون مصری کے سر پر جگمگا رہا ہے انھیں اسم اعظم معلوم ہے ان کے پاس چلے جاؤ اور ان سے اسم اعظم سیکھ لو۔

خوف خدا سے گناہ نہ کرنا

آپ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور سیدھے مصر پہنچے حضرت ذوالنون مصری کی مسجد میں تشریف لے گئے اور سلام کر کے ایک گوشہ میں جا بیٹھے لیکن آپ کو ان سے کچھ کہنے اور عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی پورا ایک سال گذر گیا تو انھوں نے خود ہی پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ خدام نے عرض کی کہ رَے کا رہنے والا ہے اور

آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے یہ سُنکر وہ خاموش رہے اسی طرح تین سال گذر گئے ہر سال کے اختتام پر پوچھتے اور خاموش ہو رہتے۔ چوتھے سال انھوں نے آپ کو ایک ڈھکا ہوا پیالہ دیا اور فرمایا کہ اسے لیکر دریائے نیل کے اس پار فلاں بزرگ کے پاس جاؤ اور دے آؤ۔ آپ کو پیالہ کے اندر جو حرکت نظر آئی کھول کر دیکھا تو اندر ایک چوہا تھا جو پھدک کر بھاگ نکلا۔

یہ دیکھ کر آپ کشمکش میں پڑ گئے کہ کدھر جاؤں۔ غور کر کے آپ انہیں بزرگ کے پاس پہنچے جنھوں نے فرمایا شاید تم حضرت ذوالنون مصری کے پاس اسم اعظم دریافت کرنے آئے ہو؟

عرض کی بیشک حاضر تو اسی غرض سے ہوا ہوں۔ فرمایا تو اسی لئے حضرت ذوالنون نے بطور آزمائش یہ چوہا بھیجا تھا کہ تمہارے صبر و ضبط کا اندازہ کریں۔ آپ یہ سنکر شرمندہ ہو گئے۔

حضرت ذوالنونؒ کے پاس جو واپس گئے تو دیکھتے ہی انھوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے تمہیں اسم اعظم بتانے کے لئے سات مرتبہ اجازت چاہی مگر نہ ملی۔ آخر حکم ہوا۔ کہ تمہیں چوہے کے ذریعہ آزمایا جائے۔ اچھا اب تم اپنے ملک واپس چلے جاؤ وقت آجائے گا تو تمہیں بتا دوں گا۔ آپ نے عرض کی تو پھر مجھے کچھ نصیحت تو فرمایئے ارشاد ہوا تین نصیحتیں کرتا ہوں ایک بڑی دوسری متوسط۔ تیسری چھوٹی۔ اول الذکر یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا ہے اسے اپنے صفحۂ قلب سے بالکل محو کر دو۔ متوسط یہ ہے کہ اب تم چونکہ مرید ہو چکے ہو کسی سے ہرگز یہ نہ کہنا کہ میں ذوالنون کا مرید ہو چکا ہوں اور میرے شیخ نے مجھے یہ ہدایت کی ہے کیونکہ ایسا کہنا بھی ایک قسم کی خودستائی ہے اور مجھے بھولنا۔ تیسری نصیحت یہ ہے کہ لوگوں کو ہدایت کرتے رہنا اور انھیں اللہ تعالےٰ کی طرف بلانا۔ عرض کی اول الذکر دونوں نصائح

کی پابندی تو مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ البتہ تیسری نصیحت کی تعمیل کے لئے میں ہر طرح تیار ہوں۔ حضرت ذوالنون نے فرمایا اچھا مگر ایک شرط یہ ہے کہ خود کو درمیان نہ رکھنا عرض کی بہتر ہے چنانچہ آپ رے واپس چلے آئے۔

زہد و عبادت رے والوں نے واپسی پر آپ کی بہت تعظیم کی اب آپ کا یہ طریقہ تھا کہ رات کو عبادت میں مصروف رہتے اور دن کو ہدایت خلق میں مصروف ہو جاتے اور وعظ فرماتے کہ باطنی فیض مصر سے حاصل ہو چکا تھا۔ دل جلا ہوا تھا سینہ رشک وادی ایمن بنا ہوا تھا تقریر جو کرنے کھڑے ہوئے وعظ جو فرمایا تو نکات باطن اور اسرار تصوف زبان پر آنے لگے علمائے ظاہر نے مخالفت شدید شروع کر دی۔ مذمتیں اور ملامتیں شروع ہو گئیں اور آپ کے خلاف اس شدت و سعت کے ساتھ پروپیگنڈا کیا گیا کہ آپ کی مجالس بالکل خالی رہنے لگیں اتنے بڑے شہر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو آپ کی مجلس کی طرف رخ کرتا چنانچہ ایک روز جو آپ مسجد میں وعظ فرمانے گئے تو ایک شخص کو بھی موجود نہ پایا۔ سوچنے لگے کہ یہاں سے کہیں اور جا کر وعظ و پند کرنا چاہئیے یہ سوچ کر مسجد سے نکلے ہی تھے کہ راستے میں ایک بڑھیا ملی اور بولی۔ یوسف حسین! کیا حضرت ذوالنون کی نصیحت کو بھول گیا انہوں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ اللہ کی طرف بلاؤ تو خود کو درمیان میں نہ دیکھنا پھر کیوں یہاں سے جانے کا ارادہ کر رہے ہو؟ آپ بڑھیا کی یہ بات سن کر ششدر رہ گئے اور پھر وعظ کہنا شروع کر دیا۔

کچھ عرصہ تک تو چند آدمی مجلس میں شریک ہوتے رہے اور اختلاف کا طوفان برابر امڈتا رہا اس کے بعد جو رنگ بدلا ہے تو یہ حالت تھی کہ لوگوں کی وہ کثرت ہوتی تھی کہ جگہ نہ ملتی تھی تمام شہر معتقد تھا اور ہر وقت لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ پھر آپ مصر تشریف لے گئے اور اپنے مرشد گرامی سے اسم اعظم اور فیوض باطنی حاصل کئے۔

حسین کنیز سے عشق و نصیحت

نیشاپور میں ایک سوداگر نے نہایت حسین ماہ پیکر ترکی کنیز ایک ہزار دینار میں مول لی مگر اسے اپنے ایک مقروض کے پاس وصولی قرض کے لئے جانا تھا جو قرض لیکر بھاگ گیا تھا۔ پردیس میں پریشان تھا کہ کنیز کہاں رکھے آخر اس نے حضرت ابو عثمان حیری رح کو قابل اعتبار سمجھ کر . . . .
اور ان کے انکار پر منتیں کرکے اسے ان کے ہاں واپسی تک رکھ دیا۔ کنیز تھی نہایت خوبصورت ایک روز نگاہ جو پڑ گئی تو ہزار جان سے شیدا ہو گئے۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں مجبور ہو کر حضرت شیخ ابو حفص حداد رح کے پاس پہنچے اور ان سے ذکر کیا۔ انھوں نے فرمایا تمہیں حضرت یوسف حسین رح کے پاس جاکر ان سے مشورہ کرنا چاہئے۔

انھوں نے شہر میں جاکر پتہ جو پوچھا تو لوگ بولے کہ آپ کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ آپ ایک روشن قلب اور پاکباز ہو کر ایک ملحد و زندیق اور مخلم و بدعتی کے پاس جا رہے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ واپس تشریف لے جائیں۔ حضرت ابو عثمان رح یہ سن کر واپس نیشاپور چلے آئے حضرت ابو حفص رح نے پوچھا گئے تھے؟ عرض کی کہ لوگ تو ان کے متعلق ایسا کہتے ہیں؟ فرمایا تمہیں لوگوں سے کیا غرض! پھر جاؤ اور انھیں سے پوچھو۔ مجبوراً پھر گئے۔ لوگوں نے پھر وہی کہا۔ مگر آپ پتہ پوچھ کر چلے ہی گئے۔ اندر جو دیکھا تو واقعی ایک نہایت خوبصورت لڑکا سامنے بیٹھا ہے اور برابر ایک صراحی رکھی ہوئی ہے۔ باتیں جو شروع کیں تو ان پر از خود وارفتگی طاری ہونے لگی۔ عرض کی کہ حضور یہ حالت ہے تو پھر شراب اور اس خوبصورت لڑکے کا یہاں کیا کام ہے؟ فرمایا یہ لڑکا میرا بیٹا ہے جسے میں قرآن کریم کی تعلیم دیتا ہوں اس صراحی میں صرف پانی ہے۔ اسے میرا بیٹا کہیں سے اٹھا لایا تھا کہ باپ کے پاس پانی پینے کے لئے پیالہ نہیں ہے۔ اس سے کام لے لیا کریں گے۔ مگر لوگ اس راز سے کم واقف ہیں پوچھا جب صورت یہ ہے تو پھر آپ لوگوں کی بدگمانی رفع کیوں نہیں کرتے فرمایا صرف اس لئے کہ لوگ میرے پاس کسی "ترک کنیز" کو بطور امانت نہ رکھیں۔ یہ سنتے ہی ابو عثمان رح پاؤں پر گر گئے اور کہا۔ آپ اپنے کام میں مشغول ہیں۔ آپ کو ملامت سے کیا سروکار

اس کے کچھ عرصہ بعد حالات بالکل بدل گئے۔

اللہ کی محبت

عبدالواحد بن زید ایک نہایت نافرمان اور بداخلاق لڑکا تھا اں کو بہت تنگ کرتا تھا۔ یہی لڑکا ایک روز آپ کی مجلس میں چلا آیا آپ اس وقت وعظ فرما رہے تھے اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:۔

"دعاهم بلطفه كانه محتاج اليه اللہ تعالیٰ اپنے گنہ گار بندے کو بلاتا ہے تو اپنے رحمت و کرم سے اس طرح بلاتا ہے جیسے کوئی حاجتمند اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے کسی کو بلاتا ہے۔

یہ سنتے ہی اس لڑکے پر ایک بیخودی طاری ہو گئی۔ اس نے ایک چیخ ماری۔ نعرہ لگایا اور کپڑے پھاڑ کر قبرستان کی طرف نکل گیا اور تین روز تک مدہوش وہیں پڑا رہا۔ اسی روز آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس نوجوان کو جاکر تلاش کرو۔ آپ پہنچے۔ اس کا سر اپنے زانوں پر رکھ لیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر کہا۔ آپ کو تین روز ہوئے کہ کہا گیا تھا مگر اب آپ تشریف لائے ہیں۔ انتقال کے وقت آپ نے عرض کی کہ بارالٰہا! میں نے تیری مخلوق کو قول سے نصیحت کی اور اپنے نفس کو عمل سے سمجھایا میری خیانت نفس کو خلق کی نصیحت کے عوض میں بخش دے۔ لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا استفسار پر فرمایا کہ اللہ نے مجھے بخش دیا۔

نکات و تعلیم

فرمایا: "جو دریائے توحید میں گرتا ہے اُس کی پیاس اور تشنگی روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے۔" فرمایا: "خود کو ہر اُس چیز سے علیحدہ رکھو جو تمہیں دوست کے ذکر میں مانع نظر آئے۔" ایک دفعہ آپ نے حضرت جنیدؒ کو لکھا کہ "اللہ تعالےٰ تمہیں تمہارے نفوس کا ذائقہ چکھا دے۔ مگر اس کا مزہ چکھ کر تمہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔"

فرمایا: "قریہ میں کچھ برگزیدہ اور مخصوص لوگ ہوتے ہیں وہ اللہ کی ودیعت ہیں انھیں علام خلق کی نظر سے پوشیدہ رکھتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو صوفی وولی کہلاتے ہیں۔"

فرمایا: "عورتوں اور خوبصورت لڑکوں کی صحبت سے خود کو بچائے رکھو کہ یہ صحبت آفت خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔" فرمایا: "سب لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر ان کے قول

پر رہتی ہے۔ اور جب کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو ان میں نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو اس سے خود شرم محسوس ہوتی ہے کہ میرا بندہ یہ کہہ رہا ہے حقیقی پیاس اُسی کی ہوتی ہے جسے معرفت حاصل ہوتی ہے" فرمایا" دنیا میں عزیز ترین اور بہترین شے اخلاص عمل ہے"۔ فرمایا" میں اس امر کی جتنی سعی کرتا ہوں کہ ریا و نمایش کو اپنے دل سے نکال دوں وہ اتنی ہی اور پیدا ہوتی ہے اور نئے نئے طرق پر پیدا ہوتی ہے" فرمایا" عبودیت کی غایت و انتہا یہ ہے کہ تو ہر امر میں اُس کا بندہ ہو جائے"۔

اس پاکیزہ زندگی سے یہ سبق حاصل ہوا کہ اگر بندہ اللہ کے خوف یا اُس کی خاطر سے اپنی کسی ناجائز خواہش کو روک لے یا کسی گناہ کی آلودگی سے خود کو بچائے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ بہت خوش ہوتا ہے بلکہ اسے بلند مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے:

(۴۲) کعبۂ کمال ابو حفص حدادؒ

عشق وجادو اور توبہ حضرت ابو حفص حداد، حضرت ابو عثمان جریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ صوفیاء و شیوخ میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے صاحب علم و کمال تھے۔ تقریر میں بلا کا سحر تھا۔ صائم الدہر اور قائم اللیل بزرگ تھے نہایت اولوالعزم اور ذی مرتبت ولی گذرے ہیں۔

ابتداء میں آپ ایک پری جمال خاتون پر عاشق تھے۔ اس سے ملنے کی ہر چند انتہائی سعی کی مگر نائز المرامی نصیب نہ ہوئی۔ جب بیقراری عشق حد سے زیادہ فزوں ہوتی نظر آئی تو آپ نواح نیشاپور میں ایک یہودی جادوگر کے پاس پہنچے۔ اس نے کہا کہ میں آپ کا کام کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ ایک چلہ تک آپ اس امر کا عہد کئے رہیں کہ نہ اس دوران میں کوئی نیک کام کریں گے اور نہ نماز روزہ سے کوئی سروکار رکھیں گے۔ دل کے ہاتھوں بہت مجبور تھے۔ یہی کیا اور اس جادوگر کے پاس پہنچے اور کہا مجھے تو ہنوز کوئی اثر بھی نمایاں نظر نہیں آتا۔ جادوگر نے کہا آپ نے اس اثناء میں ضرور کوئی نیک کام کیا ہے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ اثر نہ ہوتا۔ بولے جہاں تک میں خیال کرتا ہوں مجھے بظاہر اور بالارادہ تو نیکی ظہور میں نہ آئی۔

نہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ میں نے اس لئے راستے سے ایک پتھر ہٹا کر کنارے لگا دیا تھا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔

یہ سُن کر یہودی جادوگر بھی متاثر ہو گیا اور کہنے لگا جا اُس خدا کو ناراض نہ کر جو تیری اتنی نافرمانیوں اور غداریوں کے باوجود تیری اس ادنیٰ سی تکلیف کو بھی ضائع نہیں کرتا جو پتھر کے راستے سے ہٹانے میں تجھے اٹھانی پڑی تھی۔ ایسے مہربان کو کریم آقا سے بغاوت مردانگی کے خلاف ہے۔ دل آتشِ عشق سے پہلے کباب ہو رہا تھا۔ یہودی کے ان الفاظ نے آپ کے سینہ کو شعلہ زار بنا دیا اور اس درجہ بے قرار و بے خود ہوئے کہ وہیں توبہ کر لی۔

ترتیل قرآن کا معجزہ

توبہ کر لینے کے بعد آپ نے لوہاری کا پیشہ اختیار کر لیا اور ایک ڈھکی چھپی خاموش اور بے ہنگامہ زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ اس محنت مشقت سے آپ کو اچھا خاصا نفع ہو جاتا تھا۔ ایک اشرفی (دینار) مل جاتی تھی آپ شام کو نانبائی سے ایک خشک روٹی خرید کر لاتے۔ چونکہ دن بھر روزہ دار رہتے تھے اسی روٹی سے روزہ کھولتے اور بقیہ تمام روپیہ کبھی تو محتاجوں اور مسکینوں کو تقسیم کر دیتے اور اکثر راتوں کو نکل جاتے اور بیوہ اور غریب عورتوں کے گھروں میں روپیہ اس طرح پھینک آتے کہ بالکل خبر نہ ہوتی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ جو شام کو ملتا وہ سب کا سب راہِ خدا میں دے دیتے اور خود اس حوض کے کنارے پہنچ جاتے جہاں سبزی فروش بیٹھ کر سبزی دھویا کرتے تھے وہاں سے جو بچے کھچے تبے ملتے انھیں کتر کر اور دھو کر اُبال لیتے اور انھیں کھا کر سو رہتے عرصہ دراز تک آپ اسی طرح گذارتے رہے۔ ایک روز آپ اپنی دُکان میں بیٹھے ہوئے بھٹی میں لوہا گرم کر رہے تھے کہ اس طرف سے ایک اندھا یہ آیت پڑھتا ہوا گذرا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَبَدَا لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مَا لَمْ یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ سنتے ہی ازخود رفتگی طاری ہو گئی اور اسی عالم میں اپنا ہاتھ بھٹی میں ڈال دیا۔ اندر گرم گرم سرخ لوہا نکال کر سندان پر رکھ دیا۔ شاگردوں نے یہ حالت دیکھ کر عرض کی کہ حضور اس وقت کس عالم میں ہیں؟ آپ نے اسی بیخودانہ انداز میں جواب دیا "ہتھوڑا مارو کوٹو۔ دیر نہ کرو۔ ضرب لگاؤ" بولے "لوہا تو آپ کے ہاتھ میں کوٹیں کس طرح؟" اب جو ہوش

میں آئے تو فوراً لوہا ہاتھ سے پھینک دیا۔ اسی وقت دکان لٹا دی۔

حضرت جنید سے عرفانی گفتگو

اس کے بعد آپ مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

آپ کے گھر کے برابر ہی ایک بہت بڑی درس گاہ حدیث تھی جہاں بکثرت لوگ احادیث پڑھنے اور سننے کے لئے آیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ سے بھی جا کر کہا کہ یا شیخ درس قریب ہی ہے آپ بھی جا کر حدیث سن لیا کریں۔ فرمایا کیا کروں تیس سال کی مدت منقضی ہو چکی ابھی تک ایک ہی حدیث کی داد پوری طرح نہ دے سکا۔ دوسری سننے کی کسے تاب ہے پوچھا وہ کون سی حدیث ہے؟ فرمایا "من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ" خوبی اسلام یہ ہے کہ جو کار آمد اور مفید مطلب نظر نہ آئیں انھیں قطعی چھوڑ کر ان سے بے تعلقی اختیار کی جائے۔

ایک دفعہ آپ نے حج بیت اللہ کا عزم کیا۔ آپ عربی سے قطعی واقف نہ تھے اور بغداد شریف میں عربی بولی جاتی تھی۔ مریدوں نے کہا یہاں کیونکر کام چلیگا بہتر ہے کہ آپ کے لئے کوئی ایسا مترجم تلاش کرنا چاہیئے جو فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں ماہر ہو۔ حضرت جنیدؒ کو جو آپ کے آنے کی خبر ہوئی تو انھوں نے اپنے مریدوں کو آپ کے استقبال کے لئے بھیجا آپ براہ راست ان کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں پہنچتے ہی ان سے آپ نے عربی زبان میں گفتگو شروع کر دی پھر زبان بھی اتنی فصیح اور شیریں تھی کہ اہل بغداد اسے سن کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ حضرت جنیدؒ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ میرے نزدیک "فتوت" یہ ہے کہ جو جواں مردی کا کام بھی کسی نے کیا ہو اسے اپنی طرف سے نہ سمجھے اور اس کا ذکر کسی سے نہ کرے اور اسے اپنی جانب ہرگز نسبت نہ دے۔ اور یہ نہ کہے کہ میں نے کیا۔ آپ نے فرمایا واقعی آپ نے جو کچھ کہا ہے درست ہے۔ لیکن میرے نزدیک فتوت، یہ جوانمردی یہ ہے کہ انصاف کیا تو جائے لیکن انصاف طلب نہ کیا جائے۔

حضرت جنیدؒ نے مریدوں سے کہا کہ اسے لکھ لو اور یاد کر لو۔

مہمانی و ضیافت کی بہترین تعلیم

جب آپ حج سے واپس آئے تو حضرت

شبلیؒ کے ہاں آپ مسلسل چار مہینے تک مہمان رہے۔ آپ روزانہ نئی نئی قسم کا کھانا ان کے ہاں کھاتے رہے۔ چلتے وقت آپ نے کہا کہ آپ نیشاپور تشریف لائیں تو میں آپ کو جواں مردی سکھاؤں اور بتاؤں کہ مہمانی کس طرح کی جاتی ہے۔ پوچھا کہ آخر مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا؟ فرمایا کہ :۔

آپ نے دعوت و ضیافت میں بہت تکلف برتا اور میرے نزدیک تکلف برتنے والا جواں مرد نہیں ہوتا۔ مہمان کو اس طرح رکھنا چاہئے کہ اس کے آنے سے کسی قسم کا تکلف اور بار محسوس نہ ہو۔ اگر تکلّف کیا جائیگا تو یقینی تکلیف محسوس ہوگی اس کا آنا بار معلوم ہوگا اور اس کا جانا آپ کے لئے باعثِ مسرت ہوگا۔ اور یہ جواں مردی نہیں۔ مہمان کو سادگی کے ساتھ رکھنا چاہئے۔

جب حضرت شبلیؒ نیشاپور پہنچے تو چالیس مریدوں کے ساتھ تھے۔ آپ نے گھر میں اکتالیس چراغ روشن کئے۔ حضرت شبلیؒ نے کہا کہ آپ تو فرماتے تھے کہ مہمانوں کے ساتھ تکلف نہ برتنا چاہئے۔ پھر آپ نے اب تکلّف کیوں برتا ہے؟ فرمایا اچھا اٹھو اور ان چراغوں کو گل کر دو۔ ہر چند سعی کی مگر ایک چراغ تو بجھ گیا باقی سب بدستور جلتے رہے۔ حضرت شبلیؒ نے پوچھا آخر اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ :۔ آپ کل چالیسؓ افراد ہیں۔ مہمان خدا کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں چنانچہ میں نے آپ میں سے ہر ایک کے لئے ایک چراغ جلایا اور ایک اپنے لئے جلایا۔ میں نے یہ جو کچھ کیا تھا اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے کیا تھا کہ ہر ایک مہمان کے لئے ایک ایک چراغ روشن کیا۔ یہی وجہ تھی کہ جو چالیس چراغ میں نے اللہ کیلئے روشن کئے تھے وہ تو بجھائے نہ بجھ سکے اور جو ایک میرے لئے تھا وہ بجھ گیا۔ آپ نے بغداد میں جو کچھ کیا تھا وہ سراسر تکلف تھا۔ مگر یہ ہرگز تکلف نہیں۔ آپ نے جو کھانا بھی ان معزز مہمانوں کے سامنے پیش کیا وہ بھی بالکل سادہ تھا۔ حالانکہ بغداد کی ضیافت میں ہر قسم کی اغذیات موجود ہوتی تھیں۔

مُریدوں کی تہذیب و تادیب

مریدوں پر آپ کی بڑی ہیبت تھی اور آپ خود بھی بہت رعب داب رکھتے تھے۔

کسی میں اتنی مجال و قوت نہ تھی کہ بات کرنا تو ایک طرف اپکی طرف نگاہ بھی اٹھا سکے۔ انتہا یہ ہے کہ سب کے سب آپ کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے تھے اور کسی کی یہ طاقت نہ تھی کہ کوئی بلا اجازت آپ کی مجلس میں بیٹھ جائے جس وقت آپ مریدوں میں بیٹھتے تھے تو بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک پر شکوہ فرماں روا بیٹھا ہوا ہے۔ خود حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپ مریدوں میں بادشاہ کی طرح بیٹھتے اور بادشاہوں ہی کی طرح انھیں ادب و تعظیم سکھاتے۔ آپ نے جب سُنا تو کہلا بھیجا کہ لطف تو جبھی ہے کہ عنوان نامہ دیکھ کر نامہ کے مضمون کو سمجھ لیا جائے۔

ایک روز آپ کے فرمانے کے مطابق حضرت جنیدؒ نے آپ کے لیے حلوا تیار کیا۔ جب تیار ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک مزدور کو بلا لیا جائے۔ مزدور کے آنے پر آپ نے اسے حکم دیا کہ حلوے کی اس دیگ کو اپنے سر پر رکھ کر اتنی دور لے جائے کہ بالکل تھک جائے اور جس جگہ تھک جائے وہیں دیگ کو زمین میں رکھ کر قریب کے مکان پر آواز دے اور جو شخص اس مکان سے نکلے اُسی کو یہ حلوی دیدے۔ چنانچہ آپ کا ایک مرید ساتھ لے کر دور چلا۔ جب وہ دور پہنچکر ایک جگہ تھک گیا تو اس نے دیگ زمین پر رکھ دی اور قریب کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس مکان میں سے ایک بوڑھا شخص باہر نکلا اور نکلتے ہی کہا کیا تم میرے لئے حلوی لائے ہو جواب میں کہا کہ ہاں حلوی ہی لائے ہیں۔ مرید یہ سُن کر حیران رہ گیا اور سمجھا کہ یہ بھی کوئی بہت بڑے بزرگ ہیں اور پوچھا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ اور آپ کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ آپ کے لیے حلوی بھیجا گیا ہے۔

پیر مرد نے کہا کہ کل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ میرے بیٹے ایک مدت سے حلوی مانگ رہے ہیں اور مجھے میسر نہیں۔ مگر میں نے اللہ سے سوال کرنا مناسب نہ سمجھا اس لئے کہ میں نے خیال کیا جب وہ سب کچھ جانتا ہے تو مجھے اُس سے کہنے کی حاجت کیا ہے۔ یہ اُس کی کریمی ہے کہ اس نے خود ہی میری آرزو پوری کر دی اور بن مانگے اُس نے مجھے پکا پکایا حلوی بھیج دیا۔

اشارات و کرامات ایک دفعہ آپ مکہ شریف حج بیت اللہ کے لئے گئے تو کیا

دیکھتے ہیں کہ وہاں بہت سے درماندہ اور غریب و مسکین موجود تھے آپ کے قلب میں خود بخود یہ آرزو پیدا ہوئی کہ انہیں کچھ نہ کچھ روپیہ دیکر ان کی امداد کرنی چاہیئے۔ اسی وقت آپ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ ہاتھ بڑھا کر آپ نے ایک پتھر اُٹھا لیا اور جوش کے عالم میں کہا کہ قسم ہے تیرے عزت و جلال کی کہ اگر تو مجھے اس وقت کچھ نہ دیگا تو میں اس مسجد کی تمام قندیلیں توڑ دوں گا۔ یہ کہا اور آپ اس کے بعد طواف میں مصروف ہو گئے ابھی کچھ لمحے بھی نہ گذرے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر آیا اور اشرفیوں سے لبریز ایک تھیلی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے شکریہ کے ساتھ اسے لیکر غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی۔ یوں تو آپ کے تمام مرید نہایت مودب و مہذب تھے مگر ایک مرید بہت مستعلیق واقع ہوا تھا۔ حضرت جنید ؒ کو اس کا ادب بہت پسند آیا اور بار بار اس کی طرف استحسان کی نظروں سے دیکھتے رہے۔ نہ رہا گیا تو حضرت جنید ؒ نے آپ سے پوچھا کہ یہ مرید کتنی مدت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہے؟ فرمایا صرف دس برس گذرے ہیں بولے واقعی بہت مؤدب ہے خوب شائستہ ہے اور اس کے اندر ایک شان پنہاں ہے۔ فرمایا ستر ۷۰ ہزار دینار اس مدت میں میرے لئے خرچ کر چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہنوز یہ حوصلہ نہ ہوا کہ مجھ سے کچھ کہہ سکے۔

یہ حالت تھی کہ جس وقت نماز پڑھتے اور اللہ کا ذکر کرتے تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا۔ حضرت عبد اللہ سلمی ؒ کی وصیت تھی کہ مرتے وقت میرا سر آپ کے قدموں میں رکھ دینا۔

خوف دل کا چراغ ہے

فرمایا خوف دل کا چراغ ہے جس سے قلب کے اندر روشنی پیدا ہوتی ہے۔

فرمایا فقر اُس وقت تک درست نہیں جب تک کسی شے کے دینے کو لینے کے مقابلہ میں عزیز رکھے۔ ایک دفعہ آپ نے مریدوں سے فرمایا کہ:۔

جو دے کر نہیں لیتا وہ مرد ہے اور جو دے کر لیتا ہے وہ نابینا ہے اور جو لیتا ہے دیتا نہیں وہ مکھی ہے۔

فرمایا "جو اپنے اعمال و افعال کو ہمہ وقت کتاب و سنت کی میزان میں نہیں تولتا

رہتا وہ ہرگز مرد نہیں۔ فرمایا"اگر بات کرنے والا بات کرنے کی آفات اور خاموشی کی لذت کو سمجھ لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے عمر نوح جتنی زندہ ہری عمر خاموشی میں گذارنے کی حاجت اس کے سامنے پیش کرے۔" دنیا وہ چیز ہے جو ہر لمحہ بندوں کو ایک دوسرے گناہ میں مبتلا کرتی ہے۔ فرمایا ہر حالت میں اور ہر وقت خود کو قصور وار سمجھتے اور متہم کرتے رہو کیونکہ جو ایسا نہیں کرتا وہ متکبر و مغرور رہتا ہے۔ فرمایا عبادت ظاہری میں خوشی اور بشر ضرور ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ غرور ہے اس لئے کہ اس سے لوگوں پر سبقت حاصل کرنے کا گمان ہوتا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کفر کا ڈنک ہیں۔" فرمایا تقویٰ اگر کہیں ہے تو وہ خالص حلال روزی کے حصول میں ہے۔" فرمایا "حقیقت میں اندھا وہ ہے جو اشیاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے اور اشیاء کو اللہ کے ذریعہ نہ دیکھے۔ اور بینا وہ ہے جو موجودات کو اللہ تعالیٰ سے دیکھتا ہے۔ ایک شخص نے آپ سے نصیحت کی استدعا کی۔ فرمایا:۔

ایک دروازہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لے تاکہ تمام دروازے تجھ پر کھل جائیں۔
ایک سردار کو اپنا بنا لے تاکہ تمام دوسرے سرداروں کی گردنیں تیرے سامنے خم ہو جائیں

(۲۵) امام طریقت جنید بغدادی رح

جلالت شان و عظمت حضرت جنید بغدادی رح اپنے عہد کے صوفیاء کے مقتدی تصوف کے امام اور سلطان المشائخ تھے آپ تفسیر، حدیث اور فقہ و ادب میں بھی درجہ عظیم رکھتے تھے واعظ، مقرر بھی تھے اور عالم متبحر بھی اور طریقت کو مدون کیا اور اشارات باطنی کو علمی حیثیت سے دنیا کے سامنے لائے اور حقائق تصوف سے دنیا کو آشنا کیا۔ آپ سے پہلے جتنے بزرگ گذرے ہیں ان پر زیادہ تر سکر و جذب کا عالم طاری رہتا تھا اور وہ دنیا سے قطعی بے تعلقی رکھتے تھے۔ مگر آپ نے سب سے پہلے راہ سلوک پیش کی اور معترضین کے جوابات علمی رنگ میں دیئے اور بتلایا کہ تصوف کتاب و سنت سے کوئی جداگانہ شے نہیں۔ تاہم عاشق ربانی تھے اور عشق و

مشک کی یہ خصوصیت ہے کہ اسے ہزار پردوں میں بھی چھپائیے مگر چھپائے نہیں چھپتا یہی وجہ ہے کہ گو ہر چند آپ عالمانہ لباس میں رہتے تھے، ہوش و حواس قائم رکھتے تھے تصانیف و تالیف میں بھی انہماک رکھتے تھے سب سے ملتے تھے پھر بھی آپ پر جذب طاری ہو جاتا تھا اور آپ کے بعد جتنے مشائخ گذرے وہ قریب قریب سب کے سب آپ ہی کے طریق پر تھے ورنہ پہلے حضرت بایزید کا طریق فقر عام تھا۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں اور سب کی سب معانی و حقائق اور مجتہدانہ نوعیت کی سرمایہ دار ہیں۔ کیوں نہ ہوں آخر سلطان المحققین طاؤس العلماء مرجع مشائخ اور شیخ الشیوخ عالم تھے اور اتنا بڑا مرتبہ رکھتے تھے کہ جب آپ کے پیر و مرشد حضرت سری سقطیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ دنیا میں کوئی ایسا مرید بھی ہوا ہے جس کا رتبہ اپنے پیر سے بڑھ گیا ہو؟ تو فرمایا خود میرے مرید حضرت جنیدؒ کو دیکھیے کہ ان کا رتبہ مجھ سے بلند ہو چکا ہے۔ آپ نے دو سو کاملین کی خدمت کی ہے جنھیں آٹھ کا درجہ تو بہت بلند تھا۔

حضرت سہل تستریؒ بھی آپ کی اس عظمت و جلالتِ شان کے معترف تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ صوفیاء میں آپ استثنائی مرتبہ کے حامل تھے۔

چار سو مشائخ کے جلسہ میں تقریر عرفانی

ابھی بچہ ہی تھے مدرسہ سے پڑھ کر گھر پر جو آئے تو دیکھا کہ باپ بیٹھے رو رہے ہیں۔ باپ کو روتے دیکھ کر آپ بیقرار ہو گئے۔ سبب پوچھا تو بولے کہ میں نے ماموں جان کے پاس ایک درہم بھیجا تھا مگر انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تمام عمر عسرت میں گذری بمشکل پانچ درہم پس انداز کر سکا مگر اللہ کے دوست میرا ایک درہم بھی قبول کرنے پر تیار نہیں، شاید وہ میری کمائی کو پاک نہیں سمجھتے۔ کہنے لگے بس اتنی بات ہے، آپ درہم مجھے دیجیے میں خود جا کر ابھی دے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ جو حضرت سری سقطیؒ کے پاس پہنچے تو انھوں نے اسے قبول کرنے سے پھر انکار کر دیا۔ آپ نے کہا کہ آپ کو قسم ہے ربِ ذوالجلال کی جس نے آپ پر فضل کیا اور میرے باپ کے ساتھ عدل روا رکھا کہ آپ اس درہم کو قبول فرما لیں۔ حضرت نے فرمایا بیٹا ذرا مجھے بھی تو بتاؤ کہ یہ فضل و

عدل کیا ہے اور اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ بولے آپ پر یہ فضل نہیں کہ آپ کو خلعت درویشی اُس نے عطا کر دیا ہے باپ اُن کے ساتھ یہ عدل ہی ہے کہ انھیں دُنیا میں مشغول کر دیا ہے۔

حضرت سری سقطیؒ یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بیٹا اس درہم کو قبول کرنے سے پیشتر تجھے قبول کرتا ہوں۔

اس کے بعد ہی آپ کی اگرچہ عمر ہنوز سات سال کی تھی کہ حضرت سری سقطیؒ آپ کو اپنے ساتھ بیت اللہ شریف لے گئے۔ ذرا یہ ہونہاری ملاحظہ فرمائیے کہ وہاں چار سو مشائخ کی ایک مجلس میں "شکر" کے مسئلہ پر ایک گفتگو شروع ہوئی سب نے اپنی اپنی رائے پیش کی آپ بچہ تھے مگر حضرت کے کہنے پر آپ نے کہا:۔

شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت عطا کی ہے اُس کے پیش نظر اس کی نافرمانی ہرگز نہ کی جائے اور اُس کی دی ہوئی نعمت کو معصیت کاری اور نافرمانی کا ذریعہ ہرگز نہ بنایا جائے۔

جملہ مشائخین یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور بولے نور نظر تم نے جو کچھ کہا ہے وہ بہت بہتر بہت درست اور بہت خوب ہے۔ حضرت نے فرمایا بیٹا تو نے یہ باتیں کہاں سے سیکھ لیں؟ فرمایا سیکھ کہاں سے لیتا۔ آپ ہی سے سیکھیں۔ بغداد میں آپ ہی کی مجلس میں آپ کی باتیں سنا کرتا تھا۔

عبادات و مجاہدات

حضرت سری سقطیؒ کی صحبت نے اثر نے آپ کے قلب کو منور کر دیا تھا جوان ہوئے تو آپ نے بغداد کے بازار میں شیشہ آلات کی ایک دُکان کھول لی جو نہایت کامیابی کے ساتھ چلنے لگی۔ خوب نفع ہونے لگا۔ مدت تک آپ اس تجارت میں مشغول رہے اس حالت میں بھی خدا کو نہیں بھولتے تھے مرید ہو ہی چکے تھے۔ دُکانداری میں جتنا وقت بچتا عبادت الٰہی میں بسر کرتے تھے ایک پردہ ڈال رکھا تھا۔ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر روزانہ چار سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور نماز کے دوران میں آپ پر ایک خشوع طاری رہتا تھا۔ پھر آپ نے یہ تجارت بھی ترک

کر دی اور دکان سے اُٹھ کر اس کوٹھڑی میں آبیٹھے جو حضرت سری سقطیؒ کی ڈیوڑھی کے اندر واقع تھی اور وہیں معتکف ہو کر مجاہدے اور ریاضت شروع کر دی۔ عبادت کے جوش کا یہ عالم تھا کہ خواب و خور ترک کر دیا تھا تیس سال تک متواتر عشار کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے رہے اور بالکل آنکھ نہ لگائی۔ چالیس برس تک یہی رنگ عبادت قائم رہا۔

اب آپ کو یہ گمان گذرا کہ میں کامل ہو چکا ہوں۔ فوراً ایک غیبی آواز سنی وہاں خودی غرور اور کسی امر پر فخر کا گذر نہیں۔ علی الخصوص راہ طریقت میں تو یہ عظیم ترین گناہ ہے ہاتف نے آواز دی کہ تو ابھی سے خود کو کامل سمجھ بیٹھا۔ ٹھہر جا ہم تجھے ابھی تیرے زنار کا ایک گوشہ دکھلاتے ہیں۔ یہ سن کر آپ پر رقت طاری ہو گئی اور عرض کیا بار آلہا یہ عتاب کس گناہ پر کیا جا رہا ہے؟ فرمایا جو گمان تو نے کیا ہے اس سے زیادہ بھی اور کوئی گناہ ہو سکتا ہے آپ بہت نادم ہوئے اور دیر تک روتے رہے۔ بیس برس تک تکبیر اولیٰ فوت نہ کی۔ اگر کبھی نماز میں دنیا کا کوئی خیال آبھی جاتا تو اسے پھر ادا کرتے اور دوبارہ پڑھتے اور کہیں بہشت یا دوزخ کا خیال آجاتا تو آپ سجدۂ سہو کرتے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے اور کبھی دن میں نہ کھلتے مگر یہ حالت تھی کہ مریدوں سے فرمایا کرتے کہ:-

> اگر مجھے یہ علم ہو جاتا کہ دو رکعت نماز نفل ادا کرنا تمہارے پاس بیٹھنے سے افضل ہے تو میں کبھی تمہارے پاس نہ بیٹھتا۔ جب کبھی آپ کے دوست آجاتے تو نفلی روزہ افطار کر دیتے اور اسی وقت فرماتے کہ اپنے برادران اسلام کی موافقت نفلی روزوں سے افضل ہے۔

وعظ و تقریر کا سحر و کمال

جب آپ کی باطنی ترقی کامل ہو چکی تو آپ کے ماموں اور پیر و مرشد حضرت سقطیؒ نے آپ سے فرمایا کہ اب تم وعظ کہا کرو اور مخلوق کو راہ ہدایت دکھاؤ جو بزرگ چالیس برس تک مجاہدے اور عبادت کی لذات کا خوگر ہو چکا ہو۔ بھلا اُسے وعظ و پند سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ آپ مشورہ سُن کر گھبرا گئے اور فکر مند ہوئے اور بولے کہ یہ تو میرے نزدیک بڑی بے ادبی ہے کہ میں وعظ کہوں اور شیخ کی موجودگی و زندگی میں زبان کھولوں۔ تیسرے روز آپ نے خواب میں

دیکھا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ جنید اب اٹھو اور مخلوقِ خدا کو راہ ہدایت دکھاؤ اور وعظ شروع کر دو۔

آپ صبح اٹھ کر مرشد گرامی کے پاس خواب بیان کرنے کے لئے جانے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ حضرت سری سقطیؒ تشریف لے آئے اور مسکرا کر فرمایا کہو جنید! اب بھی وعظ کہو گے یا نہیں۔ اب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جنید کے پاس بھیجا ہے کہ وہ اسے وعظ و پند کا حکم دیں۔ چنانچہ آپ نے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ خود ہی فرماتے ہیں کہ میں تیس سال تک تو عام وعظ کہتا رہا اور اسرار و غوامض کی باتیں بیان نہیں کیں۔ کیونکہ مجھے ان کے بیان کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد البتہ میں نے سب کچھ بیان کیا پھر فرمایا میں نے اُس وقت تک وعظ شروع نہیں کیا جب تک کہ چالیس ابدال مے اور اس کے بعد رسول کریمؐ نے مجھے وعظ کہنے پر مجبور نہیں کر دیا۔

آپ علمائے باطن میں بھی بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ دل آتش عشق سے کباب ہو رہا تھا درد و عشق کے پیکر تھے۔ وعظ و تقریر جو شروع کی ہے تو ایک خلقت تھی کہ ٹوٹی پڑتی ہزار ہا انسان آپ کی مجلس میں شریک ہوتے اور ہدایت کی روشنی پا کر جاتے۔

آپ کے وعظ میں وہ زور اور جوش ہوتا کہ لوگ چیخیں مار مار کر روتے تھے۔ کچھ وہیں جاں بحق ہو جاتے۔ ابتدا میں تو یہ حالت تھی کہ ہر مجلس میں دو چار میتیں خوف خدا سے ضرور واقع ہوتی تھیں۔ رفتہ رفتہ آپ نے تیزی کم کر دی پہلے روز آپکی مجلس وعظ میں کل چالیس آدمی تھے جن میں سے اٹھارہ تو مجلس کے اندر ہی ختم ہو گئے اور بائیس کے ہوش و حواس غائب تھے۔ انھیں بیہوشی ہی کے عالم میں لوگ اٹھا کر گھر لے گئے۔

اللہ! اللہ! وہ کیا جلسے ہوتے ہونگے۔ جن میں حضرت جنیدؒ جیسے شیخ الشیوخ وعظ کہتے ہوں گے۔ ایک وہ مبارک زمانہ تھا اور ایک زمانہ آج ہے کہ راہ ہدایت دکھانے والوں کا پتہ ہی نہ ملتا۔ ہر طرف سیاسیات و اقتصادیات کے جلسے ہیں اور مذہبیات کی کسی کو پرواہ نہیں نہ وہ جوش ہے اور نہ وہ عرفان۔

خلیفۂ وقت کی مخالفت اور اُس کا انجام

بندوں میں ہر رنگ اور ہر مزاج کے لوگ ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں۔ ایسے جلیل القدر شیخ کو بھی اُس وقت جبکہ آپ مجاہدات و عبادات میں مصروف تھے بُرا کہنے اور مخالفت کرنیوالے موجود تھے۔ انتہا یہ تھی کہ وہ خلیفۂ وقت سے آپ کی شکایت کرنے اور آپ کو نقصان پہنچانے سے بھی باز نہ آتے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے خلیفۂ وقت سے کہا کہ جنید رات رات بھر اللہ اللہ کرتا رہتا ہے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ آپ انھیں سزا دیں۔ خلیفہ نے کہا بلا کسی وجہ و حجت کے تو انھیں نہیں روکا جا سکتا۔ تاہم میں اس کا انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ خلیفہ نے اپنی ایک بری جمال اور نہایت حسین کنیز کو گراں بہا ملبوسات اور قیمتی زیورات سے آراستہ کرکے اور دلہن بنا کے حکم دیا کہ تو جنید کے پاس جا اور اپنے چہرۂ زیبا سے اچانک نقاب اٹھا کر کہہ کہ میں ایک امیرزادی ہوں، دنیا سے میرا دل سیر ہو چکا ہے۔ چاہتی ہوں کہ آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہوں اور اس جگہ سے کہیں نہ جاؤں اور اگر وہ انکار بھی کریں تو منت و خوشامد اصرار سے انھیں راضی کر۔ خلیفہ نے احتیاطاً اپنا ایک آدمی بھی ساتھ کر دیا تھا کہ وہ اس مہ پارہ کے حرکات و سکنات کو نگاہ رکھے۔

خلیفہ سمجھتا تھا کہ اس کنیز کا عالم آشوب حُسن ضرور آپ کو مسحور کرے گا اور پھر مجھے باز پُرس اور سزا کا موقعہ مل جائیگا۔ لیکن وہ نہ جانتا تھا کہ جس کی نظر حُسن حقیقی پر پڑ چکی ہو اُس کے سامنے حُسن مجازی کی کوئی حقیقت بھی نہیں رکھتا۔ کنیز نے سامنے پہنچکر جو نقاب اٹھایا تو آپ نے ایک نظر ڈالی اور سر جھکا لیا اور سب کچھ سُن کر ایک آہ جو بھری تو کنیز یکبارگی بیہوش ہو کر گری تڑپی اور تڑپ کر دم توڑ دیا۔ خلیفہ کے آدمی نے جو یہ واقعہ جا کر اُسے سُنایا تو بہت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ جو کوئی بھی ان بزرگ کے ساتھ ناروا عمل اختیار کرے گا اس کا انجام یہی ہو گا جو میری اس محبوب کنیز کا ہوا۔ خلیفہ پر بھی دہشت طاری ہو چکی تھی وہ خود دربار سے اٹھکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ادب سے عرض کی کہ یا شیخ آپ نے یہ کیا کیا کہ ایسی حسین کنیز کو آپ نے اپنی ایک آہ سے خاکستر بنا کر رکھدیا۔ فرمایا امیرالمومنین! غور تو کیجیے کہ کیا آپ کو اپنی رعایا کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے جو آپ نے میرے ساتھ روا رکھا۔ آپ نے

تو میری چہل سالہ عبادت کو برباد کرنے کی سعی کی تھی۔ آپ کو تو شفقت کرنی چاہئے۔ خوف سمجھ لیجئے کہ نہ میں نے کچھ کیا نہ میں کچھ چیز ہوں۔ جو کچھ کیا کرنے والے نے کیا۔ خلیفہ یہ سنکر خاموش ہو رہا

اشارات ایک دفعہ آپ کے کہیں درد ہوا تھا۔ آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کر دی درد جاتا رہا۔ اسی وقت آپ نے آواز سنی کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو ہمارے کلام کو اپنے نفس کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

ایک دفعہ ابلیس کو دیکھنے کی خواہش کی مسجد سے جب باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا چلا آرہا ہے۔ آپ کے قلب مبارک کو اس کی صورت دیکھتے ہی وحشت سی پیدا ہوئی۔ آپ نے جو اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ بولا کوئی نہیں تمہاری آرزو ہوں آپ نے فوراً کہا ملعون! تجھے کس نے یہ مشورہ دیا تھا کہ آدم کو سجدہ نہ کرنا۔ انکساری سے جواب دیا کہ جنید! سوچئے تو میں کس طرح اللہ کے سوا دوسرے کو سجدہ کرتا۔ مجھے تو بڑی غیرت آئی کہ اسے چھوڑ کر غیر کو سجدہ کروں۔ لگتی ہوئی بات تھی۔ آپ یہ جواب سن کر سوچنے لگے کہ بات تو سچ کہتا ہے۔ اسی وقت آسمان سے ندا آئی کہ اس سے کہا کہ ملعون تو جھوٹ بولتا ہے اگر تو بندگی میں کامل ہوتا تو آقائے حقیقی کے حکم سے کبھی اعراض کی جرأت نہ کرتا جواب سنا تو سٹپٹا گیا چیخ ماری اور یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ واللہ آپ نے میرے تن میں آگ لگا دی۔

فرمایا دیکھو شبلی اگر اللہ تعالیٰ کو غائب سمجھتے ہو تو غائب کا ذکر غیبت ہے۔ اور اگر اسے حاضر موجود سمجھتے ہو تو اس کے سامنے اُس کا نام لینا خلاف ادب ہے۔

آپ کہیں تشریف لئے جا رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو پھانسی پر لٹکانے کے لئے پکڑے کھڑے ہیں۔ پوچھا اس نے کیا جرم کیا ہے؟ جواب دیا کہ اسے بارہا سزائیں دی گئیں۔ مگر یہ چوری سے باز نہ آیا۔ اتنے میں اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ آپ نے اس کے پاؤں چومے اور کہا اللہ تعالیٰ اس پر ہزار رحمت کرے کہ اپنے کام وعزم میں پختہ تھا جو کام شروع کیا اسے انجام کو پہنچایا اور اسی پر اپنی جان دیدی۔

آپ کے ایک مرید نے یہ سمجھ کر کہ اب میں کامل ہو گیا ہوں عزلت گزینی اختیار کر لی۔ ہر شب فرشتوں کو خواب میں دیکھتا کہ وہ اسے ایک پرفضا باغ میں لے جاتے ہیں جہاں

پری جمال عورتیں اور تمام نعمتیں موجود ہیں۔ وہ وہاں قیام کرتا ہے۔ اس نے لوگوں سے بھی کہنا شروع کر دیا کہ مجھے یہ کمال حاصل ہو چکا ہے کہ روزانہ شب کو بہشت کی سیریں ہوتی ہیں آپ نے جو سنا تو اسی وقت اس کے پاس پہنچے دیکھا کہ بڑے کر و فر اور تجبر سے بیٹھا ہے آپ نے اس سے کہا کہ آج کی شب جب بہشت میں پہنچو تو ذرا "لاحول" پڑھ دینا تمہیں اپنے کمال کی حقیقت کھل جائے گی۔ گو اب اسے اپنے شیخ کے کمال کا بھی اعتراف نہ رہا تھا تاہم اس نے "لاحول" پڑھی۔ کیا دیکھتا ہے کہ سب چیخ کر بھاگ گئے اور سامنے صرف مُردوں کی ہڈیاں پڑی نظر آئیں۔ یہ دیکھ کر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ توبہ کی۔ معافی مانگی اور سمجھ گیا کہ مرید کے لئے تنہائی ستم قاتل ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے کسی مرید نے آپ سے گستاخی کی اور چلا گیا۔ کچھ دن بعد آپ جو ادھر سے گذرے۔ دیکھتے ہی ہیبت سے گر پڑا۔ سر پھوٹ گیا۔ مگر خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا تھا زمین میں کلمہ شریف کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ فرمایا اچھا تو مجھے اپنا کمال دکھلا رہا ہے کہ تیرا یہ رتبہ ہے بدبخت چھوٹے چھوٹے بچے بھی ذکر میں تجھ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مرد کو تو مذکور تک پہنچنا چاہیے۔ اس بات کو سن کر وہ اتنا متاثر ہوا کہ وہیں تڑپ کر جان دیدی۔

نکات و تعلیمات

فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو وحی میں کہا تھا کہ وہ شخص جھوٹا ہے جو ہماری محبت کا مدعی ہے اور پھر آرام کرتا ہے

ایک مرید نے صرف اتنا کہدیا کہ "آج بہت گرمی ہے" آپ نے اسے اسی وقت اپنی خانقاہ سے نکلوا دیا کہ جو اللہ کا شکوہ کرے وہ ہماری مجلس میں شرکت کا اہل نہیں۔ فرمایا خوشحال وہ شخص ہے جسے زندگی بھر میں ایک دفعہ ہی حضوری کا شرف حاصل ہو جائے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ بندوں سے صرف دو علموں کا متمنی ہے۔ شناخت عبودیت اور شناخت ربوبیت۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب حظ نفس کے لئے۔ فرمایا کہ:۔

جو کتاب و سنت کی پیروی نہ کرے اُس کی تقلید ہرگز نہ کرو۔ اس راستے میں تو وہ شخص قدم رکھے جو کتاب کو اپنے دست راست پر اور سنت کو دست چپ پر رکھے ہوئے ہو اور ان دو شمعوں کی روشنی میں بڑھے کیونکہ جو الیا

نہیں کرتا وہ یا تو بدعت کی تاریکی میں گرتا ہے یا شبہات کے غار میں"
فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔ فرمایا کہ:۔
بلائیں عارفوں کے لئے خراج۔ مریدوں کے لئے انتباہ اور غافلوں کے لئے
ہلاکت ہیں۔ فرمایا کہ:۔ اگر کوئی شخص پوری دنیا کا بھی مالک ہو جائے مگر اسمیں
حرص طمع ہو گی وہ ضرور نقصان میں مبتلا ہو گا۔ فرمایا بندہ وہ ہے جس سے
نہ خدمت میں کوتاہی ہو اور نہ کسی سے شکوہ کرے اور جب اس کے دوست
اور بھائی اس کے پاس آئیں تو وہ اپنی نفلی عبادت کو موقوف کر دے"!

فرمایا جو آنکھ صنعت کردگار کو بنظر عبرت نہ دیکھے اُس کا اندھا ہونا ہی بہتر ہے اور جو تن اسکی خدمت میں مصروف نہ ہو اُس کا مُردہ ہونا ہی اچھا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو جس کی بھلائی مقصود ہوتی ہے وہ اُسے زمرہ صوفیاء میں داخل کر دیتا ہے۔ فرمایا مرید کو نماز کی چیزوں کے سوا اور کچھ نہ سیکھنا چاہیئے۔ سورۂ فاتحہ اور سورہ اخلاص کافی ہے۔ فرمایا صوفی وہ ہے جس کا قلب حضرت ابراہیمؑ کی طرح دنیا دوستی سے پاک ہو۔ وہ زمین کی مانند ہوتا ہے کہ تمام غلاظت اُس پر ڈال دی جاتی ہے اور وہ سر سبز ہو کر نکلتی ہے۔ اور تصوف تو وہ نعمت ہے کہ بندہ کا قیام ہی اس پر منحصر ہے۔ تصوف ایک ذکر ہے ایک جد ہے اور نہ یہ ہے نہ وہ ہے صرف ایک تیسی ہے
فرمایا سچے فقیر کی شناخت یہ ہے کہ نہ وہ کسی سے سوال کرے گا اور اگر کوئی اس سے جھگڑے گا بھی تو خاموش ہو جائے گا۔ فرمایا توکل ترک تدبیر کسب کا نام نہیں بلکہ اللہ کے وعدوں پر دل کو مطمئن رکھنے کا نام ہے۔

فرمایا جوانمردی یہ ہے کہ اپنا بار کسی پر نہ ڈالے بلکہ جو اپنے پاس ہو اُسے دوسروں پر خرچ کرے اور فقراء کا امتحان نہ لے۔ فرمایا مجھے نیک عادت والے فاسق کی صحبت بد خو بدمزاج عالم کی صحبت سے زیادہ پسند ہے اور خلق الفت، شفقت، سخاوت اور نصیحت کا نام ہے۔

فرمایا شفقت یہ ہے کہ لوگ جب چیز مانگیں اُنھیں دے دی جائے یہ اُن پر اس کا احسان نہ رکھا جائے کہ اس کے برداشت کی طاقت ان میں اور جو بات وہ نہ جانتے

ہوں انہیں بتائی جائے۔ اور توبہ کے تین معنی ہیں۔ ندامت، ترکِ عادت اور خود کو جھگڑے اور ظلم سے بچانا۔ پوچھا کہ ہم کن لوگوں سے صحبت رکھیں؟ فرمایا اُن سے جو نیکی کریں اور بھلا دیں۔ اور اگر کوئی قصور سرزد ہو تو معاف کر دیں۔

فرمایا بندوں کی فضیلت یہ ہے کہ رونے پر روئیں اور بندہ وہ ہے جو دوسروں کی بندگی سے آزاد ہو اور بندہ اسی وقت عبودیت کی حقیقت کو پہنچتا ہے جب وہ شئے کا مالک اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتا ہے۔

وصال و انتقال وصال سے کچھ دیر پہلے آپ نے قرآن خوانی شروع کر دی۔ قرآن ختم کر دیا تو لوگوں نے کہا نزع کا وقت ہے اللہ اللہ کیجئے۔ فرمایا مجھے کیوں یاد دلاتے ہو۔ میں نے اسے فراموش تو نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھنی شروع کر دی جب انگشتِ شہادت پر پہنچے تو آپ نے انگلی اٹھا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور آنکھیں بند کر لیں اور واصل بحق ہو گئے۔ لوگوں نے آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو ایک غیبی آواز سنی "ہمارے دوست کی آنکھوں سے ہاتھ اٹھا لو کہ جو آنکھیں ہمارے ذکر پر بند ہوئی ہیں وہ ہمارے دیدار کے بغیر اب ہرگز نہ کھلیں گی۔ انگلیاں کھولنی چاہیں تو پھر آواز آئی کہ جو انگلیاں ہماری تسبیح پر بند ہوئی ہیں وہ ہمارے حکم کے بغیر اب ہرگز نہ کھل سکیں گی۔ ایک سفید پرند آ کر آپ کے جنازہ پر بیٹھ گیا جو اُڑائے نہ اُڑا۔

لوگوں نے وصال کے بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا آخرت میں کیا گذری؟ فرمایا منکر نکیر ہیبت و جلال کے ساتھ آئے تو میں نے کہا آئیے جس نے بادشاہ کو جواب دیا ہو وہ بھلا غلاموں سے کیا ڈرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت سے بخش دیا۔

آپ بغداد شریف میں دفن ہوئے۔ اپنے عہد کے زبردست ترین شیخ اور یگانۂ عصر ولی گذرے ہیں۔ آپ کے زمانہ سے فقراء کی عزلت پسندی ترک ہوئی۔ وہ سالکوں کی حیثیت سے باہر آئے اور ہدایتِ خلق میں مصروف ہوئے۔

۲۷ رجب ۳۲۰ھ میں وصال ہوا۔ مزار بغداد شریف میں ہے۔

(۲۶) شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

عبادت و عظمت حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ بڑے صاحب مقامات اور ہادی طریقت بزرگ تھے۔ بہت بڑے عالم اور صاحب تصانیف بھی تھے عقل و فراست میں بھی نظیر نہ رکھتے تھے۔ مرآۃ الحکمار آپ کی ایک نہایت گراں قدر تصنیف ہے جس وقت آپ نیشاپور تشریف لے گئے ہیں تو حضرت ابوحفص جیسے باکمال بزرگ ولی آپکو دیکھ کر بیحد مسرور ہوئے اور خصوصیت کے ساتھ استقبال فرمایا اور فرمایا کہ مجھے مدت سے آپ کو دیکھنے کی آرزو تھی جو اللہ تعالیٰ نے آج پوری کردی۔

عبادات و مجاہدات کا یہ عالم تھا کہ مسلسل چالیس سال تک شب بیدار رہے۔ اور کسی رات ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سوئے۔ برابر نماز پڑھتے رہتے تھے۔ نیند کے غلبہ سے بچنے کے لئے آپ اپنی آنکھوں میں نمک لگالیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی دونوں آنکھیں ہر وقت سُرخ اور خونیں رہتی تھیں۔

اتنی مدت کے بعد ایک روز رات کو نیند آگئی تو آپ کو شرف حضور حاصل ہوا اور اللہ تعالےٰ کا جمال اقدس نگاہوں کے سامنے آگیا۔ عرض کی بار الٰہا چالیس سال کی طویل راتوں میں میں نے تجھے ڈھونڈا اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سویا لیکن اسپر بھی بیدار ہوا تو خواب ہی میں ہوا۔ ندا آئی شجاع! یہ تیری بیداریوں ہی کا ثمرہ تو ہے جو تجھے خواب میں دیکھ رہا ہے۔ بیدار رہتا تو آج خواب میں یہ لطف حاصل نہ کرسکتا۔ پھر تو یہ حالت ہوگئی کہ یا تو سوتے ہی نہ تھے یا شوق دیدار الٰہی میں کہیں ہوتے رات کو ضرور سو جاتے۔ چنانچہ ایک دفعہ پھر وہی نظارہ روح افروز سامنے ہوا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے خواب کے ایک ذرہ کو دو عالم کی بیداری سے زیادہ قیمتی اور گراں بہا سمجھتا ہوں کہ اس میں جو کچھ دیکھا وہ کسی صورت بیان ہی نہیں ہوسکتا ہے۔

فرزند اکبر کی جلالت شان آپ کے بیٹا جو پیدا ہوا تو اس کے سینہ پر بخط سبز اللہ جل شانہٗ ثبت تھا بہت خوش ہوئے

ہوش جو سنبھالا تو اسے غنا و موسیقی سے عشق ہو گیا ایک شب رباب ہاتھ میں لیے ہوئے اسے بجاتا جو محلہ سے گذرا تو لوگوں پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ انتہا یہ تھی کہ ایک عروس تو اپنے شوہر کے آغوش گرم سے اٹھ کر دیکھنے کے لئے دروازہ پر آ گئی۔ شوہر پہلو خالی پا کر گھبرا گیا۔ دروازہ پر آیا گانا سنا اور سن کر باآواز بلند کہا کہ کیوں میاں کیا ابھی تمہاری توبہ کا وقت نہیں آیا؟ یوں کب تک رباب بجاتے اور گا کر ہمارے قلوب کو تباہ کرتے رہو گے۔

وقت آ گیا تھا۔ دولہا کی یہ تعریف تیر و نشتر کا کام کر گئی۔ دل کا آبلہ پھوٹ بہا۔ وقت آ گیا اور ضرور آ گیا۔ اسی وقت رباب کو زمین پر دے مارا، کپڑے پھاڑ ڈالے۔ گھر آ کر نہایا توبہ کی اور عزلت نشین ہو کر اس شان سے عبادت شروع کی کہ نہ چالیس روز تک پلک جھپکی نہ دانہ اڑ کر منہ میں گیا۔ اکتالیسویں روز باہر جانے کا عزم جو کیا تو باپ بولے بیٹا ہم نے جتنا چالیس سال میں حاصل کیا تھا تم نے چالیس ہی دن میں حاصل کر لیا۔ جوان بہت بڑا ولی ہو گیا۔

دختر نیک اختر کا کمال عرفان

یہ تو حالت تھی بیٹے کی اب بیٹی کی سنئے کہ اس کی شانِ فقر کی درخشانیوں کا کیا عالم تھا بھی نہایت حسین و ماہ پیکر۔ اسی لئے فرماں روائے کرمان نے اس کے لئے اپنے عقد کا پیغام آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے تین روز کی مہلت غور کے لئے مانگی، مسجد کے قریب ادھر اُدھر گھومنا شروع کیا تیسرے روز ایک درویش کو بطریق بزرگانہ نماز پڑھتے دیکھ کر اُس کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم میری بیٹی کے ساتھ شادی کر لو۔ بولا آپ کو شاید یہ علم نہیں کہ میں بہت غریب اور ایک مفلس و تہیدست درویش ہوں۔ بھلا میں کہاں شادی کر سکتا ہوں اور کون مجھے اپنی لڑکی دے سکتا ہے۔ فرمایا اگر تیرے پاس صرف تین درہم ہوں تو ابھی میں اپنی بیٹی کو تیرے عقد میں دینے کو تیار ہوں۔ ان میں سے ایک درہم کی خوشبو، ایک درہم کی شیرینی اور صرف ایک درہم مہر کے لئے بہت کافی ہے۔ چنانچہ آپ نے صرف تین درہم میں اپنی لختِ جگر کی شادی اس درویش کے ساتھ کر دی۔

دُلہن فقیر کے گھر جو پہنچی تو اس نے دیکھا کہ ایک مٹی کے برتن میں خشک روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا ہے۔ پوچھا سرتاج من یہ روٹی کیسی ہے؟ بولا یہ کل کی بچی ہوئی ہے اور اس لئے رکھی ہے کہ اسے آج کھاؤں۔ دلہن نے اسی وقت باپ کے ہاں گھر جانے کی تیاری شروع کر دی۔ فقیر نے کہا میں تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ کی لڑکی مجھ جیسے فقیر کے ہاں ہرگز نہ رہیگی۔ بولی میں آپ کی عسرت و ناداری سے پریشان و آشفتہ ہو کر باپ کے ہاں نہیں جارہی۔ بلکہ آپ کے ضعف یقین نے مجھے مضطرب کر دیا ہے۔ آپ کی حالت تو یہ ہے کہ اللہ پر روزی کے لئے بھی یقین نہیں رکھتے کہ آج کے لئے روٹی رکھ چھوڑی ہے مجھ کو تو آپ سے زیادہ اپنے باپ پر تعجب ہوتا ہے کہ بیس سال کی عمر تک مجھے اس لئے گھر میں بٹھائے رکھا کہ وہ کسی پرہیزگار متقی سے ہی میری شادی کرینگے۔ شادی ہوئی تو ایسے شخص کے ساتھ جسے اپنے رزق کے لئے بھی خدا پر بھروسہ نہیں۔ درویش بھی کامل تھا۔ یہ سن کر بہت متفکر و متحیر ہوا اور بولا عزیز دُلہن! آخر اس کا کوئی کفارہ بھی ہے؟ بولی یہی کہ یا مجھے گھر میں رکھئے یا اس روٹی کو۔

اللہ کا کرم و فضل دیکھئے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت شجاع کو بادشاہی بھی عطا کی اور راہ طریقت کی شہسواری بھی دی اور اولاد بھی ایسی دی جس پر ایک دنیا فخر کر سکتی ہے۔

وصال و تعلیمات

آپ کے وصال پر خواجہ علی سیرجانی کا یہ طریقہ عمل تھا کہ وہ آپکی تربت پر کھانا پکواتے اور وہیں غریبوں کو روٹیاں تقسیم کرتے۔ اسی طرح ایک روز آپ کھانا تقسیم کرنے کے لئے مزار مبارک پر چڑھ گئے تو وہاں کوئی نہ تھا۔ دعا مانگی کہ الٰہی کوئی مہمان بھیجدے تاکہ میں اسے کھانا کھلاؤں۔ قریب ہی ایک مسجد کے اس طرف سے اسی وقت ایک کتا نمودار ہوا خواجہ علی نے اس کتے کو للکار کر بھگا دیا۔ ندا آئی اور قبر سے آواز سُنی گئی۔ خواجہ تیری استدعا پر ایک کتا بھیجا گیا جو تیرا مہمان اور تیری ہی طرح اللہ کی مخلوق تھا تو نے اسے کتا تو سمجھا مگر یہ نہ جانا کہ یہ خود بخود تو پیدا نہیں ہو گیا اور اسے بھی روزی دینے والا وہی ہے جو تجھے روزی دیتا ہے۔ خواجہ یہ آواز سن کر بہت گھبرا گئے اور کتے کی تلاش میں نکلے۔ بہت تلاش کیا۔ نہ ملا تو آپ اسے ڈھونڈنے کے لئے جنگل کی طرف گئے۔ کیا دیکھتے

ہیں کہ ایک گھنے درخت کے نیچے وہی کتا اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے لیٹا ہے خواجہ کے پاس جتنا کھانا تھا وہ سب کا سب اس کتے کے سامنے رکھدیا۔ لیکن کتے نے اس کھانے کی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

اب تو خواجہ اور شرمندہ اور پریشان ہوئے اور اپنی دستار اتار کر کتے کے سامنے رکھدی اور توبہ کی۔ کتے نے انسانی آواز میں کہا کہ :-

خواجہ خوش رہو اگر تمہیں مہمان کی تلاش ہے تو پہلے آنکھیں پیدا کرو۔ خیر ہوئی کہ تم شاہ شجاع کے خادم تھے ورنہ خدا ہی جانتا ہے کہ کیا ہو جاتا۔

ایک روز آپ نے احباب سے فرمایا "دیکھو خیانت، جھوٹ اور غیبت سے ہمیشہ بچتے رہو۔ ان کے سوا تمہیں اختیار ہے کہ جو چاہو وہ کرو" فرمایا۔ اگر تم نے دنیا چھوڑ دی تو سمجھ لو کہ تم نے توبہ کرلی۔ اور اگر خواہشات نفسانی پر غلبہ پالیا تو جان لو کہ تم کامیاب ہو کر اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ کسی نے پوچھا آپ کی رات کیسے کٹتی ہے؟ فرمایا جس مرغ کو تم نے سیخ پر لگا کر آگ پر بھونا ہو اس کے متعلق کچھ پوچھنا عبث ہے۔

(۲۷) ابوالحسن نوری رح

مرتبہ و بزرگی حضرت ابوالحسن نوری رح یگانہ عہد اور فاضل وقت بزرگ اور حضرت سری سقطی رح کے مرید تھے۔ آپ نہ صرف حضرت جنید رح کے ہمعصر تھے بلکہ انہی کی طرح تصوف میں جدید طریقہ کے موجد تھے۔ یعنی آپ راہ سلوک و صحبت کو پسند کرتے تھے اور عزلت نشینی اور فقر و دلق پوشی کو اپنے لئے مناسب نہ سمجھتے تھے متقدمین میں آپ کو بڑا درجہ حاصل تھا سب کو اعتراف ہے کہ آپ علماء و مشائخ میں قیادت کی حیثیت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ عزلت ناپسندیدہ شے ہے اور درویشوں اور مریدوں کے ساتھ صحبت رکھنا اور اٹھنا بیٹھنا فرض عین ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ حضرت جنید رح کے وقت سے صوفیاء کا اصول بڑی حد تک بدل گیا تھا۔ جہاں پہلے صوفیاء اور اولیاء تنہائی اور عزلت کی زندگی کو فوقیت دیتے تھے، خلق خدا سے

دور رہتے تھے ایک گوشۂ عزلت میں بیٹھکر زندگی بسر کر دیتے تھے اور فقیرانہ سج دھج اور مدہوشانہ وضع رکھتے تھے وہاں اب تصوف نے سلوک اور رشد و ہدایت کی صورت اختیار کر لی تھی اور اب صوفیاء عالمانہ اور فقیرانہ تقدس کے ساتھ مسندِ ارشاد پر بیٹھے تھے۔

آپ کے اندر ظرافت و فراست بھی تھی اور اشیار کا ذرہ بھی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جب بات کرتے تھے تو آپ کے دہن مبارک سے ایک نور نمایاں ہوتا رہتا تھا جس سے گھر روشن ہو جاتا تھا۔ عبادت خلنے میں بھی یہی صورت تھی۔ جب عبادت میں مصروف ہوتے تو سر مبارک پر نور روشن رہا کرتا تھا۔

عبادات و مجاہدات میں بھی بہت انہماک تھا رات رات بھر نماز میں کھڑے رہتے تھے اور برابر روزے رکھتے تھے بیس سال تک متواتر یہی حال رہا۔ جذبات کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک پتھر پر بیٹھ کر اللہ اللہ جو شروع کی تو تین رات دن اسی طرح اور اسی جگہ عالم مدہوشی میں بیٹھے رہے۔ نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ کسی نے حضرت جنیدؒ سے جا کر کہا کہ یہ حالت ہے پوچھا نماز بھی پڑھ لیتے ہیں؟ فرمایا ہاں وقت آتا ہے تو پڑھ لیتے ہیں اور پھر وہی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ فرمایا نہ بو بیٹھا رہنے والا وہ ہوشیار ہیں فانی نہیں کہ فانی ہر چیز اور ہر شے سے غافل ہوتا ہے۔ تو ان کا رتبہ نہیں جان سکتا۔ آپ اپنے کمالات و عرفان کے باعث "قمر الصوفیا" اور شفقت علی الخلق اور اشیار کی بنا پر "امیر القلوب" مشہور ہو گئے تھے درد و عشق کا پیکر تھے اور صدیقین میں شمار کئے جاتے تھے۔

بے دینی وکفر کا الزام ومخالفت

حضرت جنیدؒ، ابو حمزہؒ، رقیم، شبلیؒ اور آپ سب ایک صحبت میں جمع ہوا کرتے تھے اور ان محبت و عرفان کی نورانی گفتگوئیں اور ذکر و شغل رہا کرتے تھے۔ سب کے سب کامل اور عاشقان خدا تھے۔ اس وقت بغداد شریف میں خلیل ایک مقتدر امیر تھا اور اس کی بڑی جماعت تھی غالباً معتزلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے خلیفہ وقت سے شکایت کی کہ امیر المؤمنین آپ کو کچھ علم بھی ہے کہ خاص دار السلطنت میں بیدینوں اور زندیقوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جس نے ایک شور مچا رکھا ہے۔ گاتا ہے ناچتا ہے اچھلتا ہے کودتا ہے اور اپنے گیتوں

اور گانوں میں کفر آمیز اشارات و کنایات سے کام لیتا ہے۔ آپ اسے فوراً قتل کر کے اس مذہب زندقہ کا خاتمہ کر دیجئے۔ آخر میں یہاں تک کہدیا کہ اگر امیر المومنین انھیں قتل کر ڈالیں تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ آپکو اجر جزیل عطا فرمائیگا۔

خلیفہ نے ان کے کہنے سے بلا تحقیق و جستجو اس جماعت کے قتل کا حکم صادر کر دیا اور پوری کی پوری مقدس جماعت گرفتار ہو کر مقتل میں پہنچا دی گئی۔ جہاں جلاد برہنہ شمشیر لئے ہوئے ان کے سر اڑانے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ جلاد سب سے پہلے حضرت رقام کا سر اڑانے کے لئے بڑھا کہ آپ فوراً کود کر اس کی جگہ آ گئے اور ہنسی خوشی بولے کہ پہلے میرا تن سے جدا کر۔ یہ دیکھ کر خلیفہ اور تمام اعیانِ سلطنت متحیر رہ گئے کہ موت کو اس طرح لبیک کہی جا رہی ہے۔ کہنے لگے کہ کیا موت بھی ایسی چیز ہے جس کے قبول کرنے کے لئے تو عجلت و سرعت سے کام لے رہا ہے۔ ابھی تیرے قتل کی باری کہاں ہے۔

فرمایا: "گو میں جانتا ہوں ہوں کہ میرے نزدیک دنیا کا ایک سانس آخرت کے ہزار سال سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ سرائے خدمت ہے اور وہ سرائے قرابت ہے اور خدمت ہی کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ تاہم میرا طریق طریق ایثار رہے۔ میں چاہتا ہی ہوں کہ میں اپنے یارانِ طریقت کے مقابلہ میں ایثار سے کام لوں اور پہلے خود جان دے دوں۔"

حکمِ قتل اور خلیفہ کا عجز و تحیر

خلیفہ آپ کے صدق و ایثار پر متعجب ہوا اور حکم دیا کہ ان کا معاملہ قاضی کے سپرد کیا جائے قاضی نے نصاف کہہ دیا کہ جب تک کوئی جرم ان پر عائد نہ ہو بروئے شریعت انھیں قتل نہ کیا جائے۔ قاضی کو یہ علم تھا کہ حضرت جنیدؒ اور حضرت نوریؒ علم میں کامل ہیں۔ اس لئے ان سے تو کوئی سوال نہ کیا۔ مگر حضرت شبلیؒ کو دیوانہ سمجھ کر پوچھا کہ بیس دینار کسی کے پاس ہوں تو اُسے کتنے دینار بطور زکوٰۃ نکالنے چاہئیں؟ قاضی کو خیال تھا کہ یہ فقہی مسئلہ کا جواب نہ دے سکیں گے اور دینگے بھی تو اینٹھا بینڈا اس طرح حجت قائم ہو جائیگی اور ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا جائیگا۔ مگر اس کم نگاہ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ دیوانہ عشق ربانی ہیں۔ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ "ساڑھے بیس دینار بطور زکوٰۃ دینے چاہئیں۔ قاضی نے یہ جواب

سنکر کہا کہ یہ کیونکر؟ جواب کی کوئی توجیہہ و سند پیش کیجئے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کیا تجھے علم نہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس چالیس ہزار دینار موجود تھے اور انھوں نے سب کے سب دیدیئے تھے۔ قاضی نے پھر پوچھا کہ اچھا یہ نصف دینار کیسا ہے؟ فرمایا یہ اس کا جرمانہ ہے کہ اس نے بیس دینار جمع ہی کیوں ہونے دیے۔ پھر فرمایا تینے سب کچھ پوچھا مگر یہ نہ پوچھا کہ اللہ کے مرد کیسے ہوتے ہیں؟ سُن اور مجھ ہی سے سُن کہ اللہ تعالیٰ کے مرد ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا کا قیام انہی کی ذات پر ہوتا ہے یہ اسی کے حکم سے کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور حرکت کرتے ہیں اور انھیں جس چیز کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اسی سے طلب کرتے ہیں۔

قاضی سمجھا کچھ اور تھا اور دیکھا کچھ اور حیرت زدہ رہ گیا اس نے خلیفہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اگر یہ لوگ بیدین اور زندیق ہیں تو پھر دنیا میں کوئی ایک بھی موحد اور دیندار نکلیگا" خلیفہ نے بھی سب سے معافی چاہی اور انھیں نہایت عزت و تکریم سے لیا۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا بس اب آپ ہم سب کو بالکل بھلادیں کہ ہمیں آپ کے اعزاز کی ضرورت نہیں خلیفہ یہ سنکر رونے لگا اور ان سب بزرگوں کو بڑی عزت و ادب کے ساتھ رخصت کیا۔

اشارات و کرامات

ایک روز آپ آکر حضرت جنیدؒ کے سامنے فرش خاک پر دراز ہو گئے اور فرمایا تیس سال سے میں عجیب خلجان میں مبتلا ہوں۔ جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو میں غائب و معدوم ہو جاتا ہوں۔ اور جب میں ظاہر ہوتا ہوں تو وہ محجوب ہو جاتا ہے میں بہت عجز و زاری سے کام لیتا ہوں۔ لیکن جواب ملتا ہے کہ یا تو تو رہیگا یا میں ہی رہونگا۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا یہ ہے محبت اور یہ ہے ناز بہتر ہے کہ آپ خود کو معدوم ہی کر دیں اور اس کو رہنے دیں۔

ایک دفعہ دیکھا کہ ایک شخص نماز میں اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ فرمایا اللہ کی ڈاڑھی سے نہ کھیل۔ لوگوں نے خلیفہ سے جا لگایا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ بلایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔ سوچئے تو بندہ کس کی ملکیت ہے اور جب

وہ جو اس کی ملکیت ہوا تو داڑھی کا مالک کون ہوا۔

ایک روز آپ غسل فرما رہے تھے کہ چور آپ کے کپڑے لیکر بھاگ گیا۔ تھوڑی دیر میں اس نے کپڑے لاکر دیدیے کہ اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو چکے تھے۔ آپ نے اسی وقت دعا کی کہ بار الٰہا جب اس نے میرے کپڑے لاکر دیدیے تو اب اس کے ہاتھ بھی تو اسے واپس دیدے۔

بغداد شریف کے بازار میں آگ لگ گئی۔ صاحب جمال غلام شعلوں میں گھر گئے۔ آپ بسم اللہ کہہ کر گھس گئے اور انہیں نکال لائے۔ مالک نے آپ کو دو ہزار اشرفیاں دینی چاہیں۔ فرمایا اٹھالے اپنے دنیار کو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ مرتبہ نہ لینے ہی سے عطا کیا ہے۔ آپ نے ایک جنگل میں دیکھا کہ ایک غریب شخص اپنا اسباب لئے حیران و پریشان کھڑا ہے اور برابر اس کا گدھا مرا پڑا ہے۔ آپ کو رحم آیا تو آپ نے ایک ٹھوکر مار کر کہا کہ اٹھ بیٹھ اب کب تک پڑا سوتا رہیگا۔ چنانچہ گدھا زندہ ہو گیا اور وہ شخص دعائیں دیتا چلا گیا۔

تعلیمات و وصال

فرمایا صوفی وہ ہے جو نہ تو وہ کسی کی قید میں ہو۔ نہ کوئی اس کی قید میں ہو۔" فرمایا تصوف نہ رسم میں ہے اور نہ علوم میں۔ وہ تو سراسر اخلاق ہی اخلاق ہے۔

فرمایا اللہ کی دوستی دنیا کی دشمنی کا نام ہے۔ فرمایا مرید اللہ تعالیٰ کے ذکر کے مقابلہ میں اٹھارہ ہزار کو بھی قبول نہیں کرسکتا۔ فرمایا کہ:۔

دنیا کا ایک لحظہ عقبے کے ہزار سالہ لمحوں سے بہتر ہے کہ اس لمحہ میں خدا کی اطاعت کیجائے

ایک روز آپ نے جنگل میں ایک نابینا شخص کو دیکھا کہ اللہ اللہ کر رہا ہے۔ فرمایا تو اللہ کو کیا جانتا ہے۔ اگر جانتا ہے تو بتا کہ تو زندگی کیونکر بسر کرتا ہے؟ یہ کہتے ہی آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور جب ہوش آیا تو نعرے مارتے ہوئے جنگل میں گھسے چلے گئے۔ جنگل کانٹوں سے لبریز تھا جنھوں نے آپ کے جسم مبارک کو خونا خون کر دیا۔ جو قطرہ زمین پر گرتا وہ کلمہ شریف کا نقش بن جاتا۔ کچھ دن بعد گھر آئے تو وقت قریب آچکا تھا حضرت ابو نصرؒ نے کہا کلمہ پڑھو فرمایا وہیں تو جا رہا ہوں یہ کہا اور جان بحق ہو گئے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کو بہت افسوس

فرمایا کرتے تھے کہ جب سے حضرت نوری نے وصال فرمایا کسی سے کوئی صدق کی بات نہ سنی کہ وہی صدیق زمانہ تھے۔

(۲۸) ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ

امارت واقتدار اور توبہ حضرت ابوبکر شبلیؒ بہت بڑے جلیل القدر ولی اور شیخ عالم و بزرگ گزرے ہیں عشق الٰہی کے غلبہ سے زندگی بھر گریباں چاک اور جگر بریاں رہے اور مدتوں میدان دیوانگی کی خاک چھانی تصوف میں شیوخیت و امامت کا درجہ رکھتے ہیں۔ تمام اہل طریقت آپکی عظمت اور بلندی مرتبت کے معترف ہیں۔ بغداد ہی کی خاک پاک سے آپ کا خمیر اٹھایا گیا۔ جوان ہوئے تو گھر میں اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتیں موجود تھیں نہاوند کے رئیس اعظم اور بڑے مقتدر امیر تھے۔ ایک دفعہ کسی تقریب پر جہاں اور تمام امراء دربار خلافت میں مدعو کیے گئے تھے وہاں آپ بھی طلب ہوئے۔ خلیفہ کی بارگاہ سے تمام امراء کو علی قدر مراتب خلعت تقسیم ہو رہے تھے۔ کہیں ایک امیر کو عین دربار ہی میں چھینک آگئی بے سبب اتنا زیادہ مہذب نہ تھا۔ اس نے خلعت ہی کے دامن سے اپنا منہ اور اپنی ناک صاف کی۔ لگانے اور بجھانے والے ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں۔ انھوں نے خلیفہ سے جا لگائی کہ دیکھئے اپنے خلعت کی وقعت کہ آپ نے تو بطور اعزاز خلعت تقسیم کئے اور فلاں امیر نے اس سے ریزش صاف کرنے کا کام لیا۔

خلیفہ کو یہ سنتے ہی غصہ آگیا۔ اس نے نہ صرف خلعت چھین لینے کا حکم دیدیا بلکہ اسے امارت سے بھی معزول کر دیا۔

وقت آگیا تھا اس واقعہ نے آپ کے قلب پر بہت اثر کیا اور سوچنے لگے کہ جو شخص مخلوق کے دیے ہوئے خلعت کی بے احترامی کرتا ہے اس کا یہ حشر میرے سامنے یہ ہے خدا جانے آخرت میں اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جائیگا جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے بے پرواہی برتتا ہے اور خلعت ربانی سے بے ادبی کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ اپنی

جگہ سے اٹھے خلیفہ کے پاس پہنچے اور فرمایا آخر آپ بھی مخلوق ہیں اور اپنے خلعت کی بے توقیری نہیں دیکھ سکتے حالانکہ اس کی حقیقی قدر و قیمت جو کچھ ہے وہ آپ پر اور مجھ پر دونوں پر ظاہر ہے۔ تو فرمایئے اللہ العالمین کب گوارا کرے گا کہ کوئی اس کے خلعت سے لعب برتے۔ مجھے جو خلعت انسانیت دیا گیا ہے میں نہیں چاہتا کہ اسے مخلوق کے عطا کردہ خلعت سے ناپاک کر دوں۔ یہ کہا اور دربار سے مردانہ وار اٹھے چلے آئے۔

اسی وقت حضرت خیر نساج کی خدمت میں پہنچکر توبہ کی۔ ہم انہی صفحات پر بار بار یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ بندوں میں سے جو بندہ بھی کوئی کام اللہ کے لئے کرتا ہو وہ اسی وقت محبوب بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرکے کوئی زیاں میں نہیں رہتا۔ آپ نے بھی یہ جو کچھ کیا تھا محض اللہ کے لئے اخلاص کے ساتھ کیا تھا۔ اس لئے نتائج بھی فوری بہتر ہوئے۔ ادھر آپ نے توبہ کی۔ ادھر دروازے کھل گئے اور آپ پر ایک عالت طاری ہوگئی اور خود بخود حجابات اٹھنے لگے حضرت خیر نے جوہر اصل سمجھ کر آپ کو حضرت جنید کی بارگاہ رفیع میں بھیجدیا۔

حضرت جنید کی بارگاہ میں حاضری

کیفیت ہی اور تھی حالت ہی بدلی ہوئی تھی سامنے جاتے ہی بولے کہ نشان گوہر آشنائی آپ کے پاس ملا ہے یا تو آپ اسے مجھے ویسے ہی بخش دیجئے نہیں تو میرے ہاتھ فروخت کر دیجئے۔ حضرت جنید نے آپ کے چہرہ پر ایک نگاہ ڈال کر آپ کے دل کی گہرائیوں کا عمق دیکھا فرمایا شبلی کیا کہتے ہو ابھی تو ابتدائے عشق ہے در اسوزش والتہاب تو پیدا ہونے دو اگر مفت دیدوں تو تمہیں اس کی کیا قدر ہوگی ضائع کر دو گے اور اگر فروخت کر دوں تو تم ہرگز کوئی قیمت اس کی ادا نہ کرسکو گے۔

بہتر یہ ہے کہ مردانہ وار میدان عمل میں اتر د اور بحر معرفت میں صبر وانتظار کے ساتھ غوطے لگاؤ پھر ایک روز ضرور گوہر مقصود تمہیں مل جائیگا عرض کی تو بتایئے میں کیا کروں؟ فرمایا ایک سال تک گیہوں کی بھوسی سر پر رکھ کر

فروخت کرتے پھرو۔ دل میں آگ لگ ہی چکی تھی اور اب ہفتند یا امیر نہاوند بغداد کے بازاروں میں ٹوکری سر پر رکھے ہوئے بھوسی فروخت کر رہا تھا دوسرے سال۔۔۔۔ حکم دیا کہ ابھی نہیں ایک سال اور صرف کرو اور بغداد کی گلیوں میں پہنچ کر بھیک مانگو اور کسی طرف ہرگز مشغول نہ ہو۔ سال بھر تک آپ شیخ کے حکم سے بغداد کے بازاروں اور گلیوں میں بھیک مانگتے رہے۔ مگر کسی ایک دن کسی ایک دروازہ سے بھی بھیک نہ ملی۔ حضرت نے فرمایا شبلی مدت تک امیری کی ہے اب تو تمہیں اپنی حیثیت کا کچھ اندازہ ہوا کہ کوئی بھیک تک نہیں دیتا اور مخلوق میں تمہاری قدر و قیمت کیا ہے دیکھو اب مخلوق سے دل نہ لگانا اور انہیں کسی شئے پر بھی فوقیت نہ دینا۔ پھر فرمایا نہاوند کی امیری اور فرمانروائی کر چکے ہو جاؤ اب شہر والوں سے معافی مانگو چنانچہ آپ نہاوند کے ایک ایک دروازہ پر پہنچے اور ایک شخص کے سوا جو گھر پر موجود نہ تھا آپ نے سب سے معافی مانگی۔

غرض آپ نے ایک سال تک بھوسی فروخت کی دو سال تک دریوزہ گری کی اور چوتھا سال معافی مانگنے میں گزار دیا واپس جو آئے تو بہت امید تھی مگر حکم ہوا کہ ہنوز دماغ میں بوئے حکومت اور جاہ طلبی باقی ہے۔ ایک سال اور دریوزہ گری کرو۔ اس مرتبہ جو کچھ بھی ملتا آپ شیخ کے سامنے رکھدیتے اور وہ اسی وقت خیرات کر دیتے۔

آخر پانچ سال گذر جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب تم ہماری صحبت کے قابل ہوئے ہو۔ اچھا بتاؤ اب تمہارے نزدیک تمہاری حیثیت کیا ہے؟ عرض کی کہ خود کو دنیا بھر سے کمتر سمجھتا ہوں۔ فرمایا ہاں اب تمہارا ایمان ٹھیک ہوا ہے۔ اسی وقت نگاہ ڈالی، دولت عرفان سے مالا مال کر دیا۔

دیوانگی عشق کے مظاہر

آپ علوم شریعت میں بھی کمال رکھتے تھے اور فقہ و حدیث میں تبحر رکھتے

تھے کہ سالہا سال مدارس میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی لیکن میدانِ معرفت میں اتر کر کسی بات کا ہوش نہ رہا عشقِ الٰہی کا غلبہ جو ہوا تو سب کچھ بھول گئے دیوانگی طاری ہو گئی ہر وقت مدہوش رہنے لگے اور لوگوں نے آپ کو دیوانہ اور پاگل سمجھ لیا۔

پہلے تو یہ حالت تھی کہ آپ بچوں کو جمع کر لیتے اور فرماتے جو "اللہ" کہیگا اسے شکر کھلاؤں گا کچھ عرصہ گذرا تو فرمایا جو اللہ کہیگا اسے دینار و درہم دوں گا اس کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ آپ جوش کے عالم میں شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے پھرنے لگے فرماتے جو بھی میرے سامنے اللہ کا نام لیگا اس کا سر فوراً تلوار سے اڑادونگا معتقدین نے پوچھا کہ حضرت یہ انتہائی تغیر کیا ہے؟ فرمایا کہ پہلے تو میں سمجھتا تھا کہ لوگ معرفت وحقیقت سے اللہ کا نام لیتے ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا لوگ محض غفلت اور عادت سے ایسا کرتے ہیں اور میں اسے ہرگز روا نہیں رکھ سکتا کہ کوئی اس کا نام غفلت سے لے۔

جس جگہ اللہ لکھا ہوا دیکھتے آپ اسے بوسہ دیتے چومتے اور ادب کرتے۔

ایک روز آپ نے غیبی ندا سنی کہ شبلی کب تک اس رسمی گورکھ دھندے میں مبتلا رہو گے؟ اگر سچا طالب ہے تو مسمّی کو تلاش کر یہ آواز جو سنی تو گویا . . . . . دماغ میں ایک برق کوند گئی دیوانگی اور بڑھ گئی شعلے بھڑک اٹھے اور عشق اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

اب تو آپ سچ مچ دیوانے تھے دردو شوق نے جو غلبہ کیا تو آپ نے خود کو دریائے دجلہ میں پھینکدیا۔ مگر ایک لہر نے پیدا ہو کر آپ کو کنارے پر پھینکدیا اس کے بعد آپ نے بیقراری عشق میں خود کو آگ میں ڈال دیا۔ مگر آگ کی کیا مجال تھی جو خانۂ اکبر کے عاشق کو جلا سکتی سرد ہو گئی۔ درندوں کے سامنے گئے نہ بولے پہاڑ پر سے خود کو گرایا کوئی گزند نہ پہنچا برابر جوشِ جنون میں خود کو ہلاک کرنے کی نئی نئی تدابیر کرتے مگر محفوظ رہتے

آخر ناکامی میں ایک روز بہت روئے اور عرض کی "رَبِّ لِمَنْ یُقْتَلُ الْمَاءُ وَالنَّارُ وَالسِّبَاعُ وَالْجِبَالُ" افسوس ہے اس شخص کی محرومی و نامرادی پر جسے پانی آگ درندے اور پہاڑ کوئی چیز بھی ہلاک کرنے اور مار ڈالنے پر تیار نہیں ہوتی اسی وقت ہاتف غیبی کی صدا سنی "مَنْ کَانَ مقتول الحق لا یقتله غیره" جو شخص خود مقتول الحق ہو اور اللہ کی محبت میں قتل ہو چکا ہو اسے کس شے کی مجال ہے جو قتل کر سکے نہ غیروں کے ہاتھ ہرگز ہلاک نہ ہو گا) دیوانہ را ہوئے بس است۔ یہ ندا سنکر دل آگ بھڑک اٹھی اور ہوش و حواس بالکل ہی غائب ہو گئے

پاگل خانے میں قیام

آپ کی فریاد و فغاں اور چیخ و پکار سے لوگ تنگ آگئے۔ خوف کھانے لگے۔ ڈرنے لگے۔ مجبوراً آپ کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا لیکن دیوانے کس کے تھے جو باندھے جا سکتے بلا مبالغہ کوئی دس بار زنجیروں میں جکڑا گیا مگر آپ نے ایک ایک جھٹکے میں موٹی موٹی آہنی زنجیروں کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا کسی صورت قرار ہی نہ آتا تھا۔ مجبور ہو کر آپ کو پاگل خانے بھیج دیا گیا۔ جب آپ کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے پاگل خانے پہنچایا جا رہا تھا تو لوگ راستے میں کہتے تھے کہ "دیوانہ ہے دیوانہ" آپ اس کے جواب میں فرماتے جاتے تھے کہ "میں ہرگز دیوانہ نہیں دیوانے تم ہو" کبھی فرماتے تمہارے نزدیک میں ضرور دیوانہ ہوں۔ مگر میرے نزدیک دیوانے تم ہو۔ اللہ میری اس دیوانگی کو زیادہ کرے۔

لوگ پاگل خانے میں آپ کے دیکھنے کے لئے گئے آپ ایک کمرے میں بند تھے۔ آپ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ عرض کی آپ کے دوست ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ میرا دوست ہے۔ تم کہاں سے دوست ہو گئے ٹھہرو میں تمہیں اس جھوٹ کا مزا چکھاتا ہوں یہ کہہ کر آپ نے مارنے کے لئے پتھر اٹھایا۔ سب خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔ کہنے لگے دیکھو تو جھوٹے کہیں کے آئے میری دوستی کا دعوے کرنے والے تھی آپ کی دیوانگی

دیوانوں جیسی دیوانگی نہ تھی کسی کو گزند نہ پہنچاتے تھے ایسے دیوانگی کہہ لو یا کچھ اور کہ آپ عشق ربانی میں مدہوش بنے ہوئے تھے اور ہمہ وقت فریاد و فغاں میں مصروف رہتے تھے۔ قرار ہی نہ آتا تھا ورنہ جو کچھ اس حالت میں بھی کہتے تھے وہ بھی سچ کہتے تھے۔ آپ کی زبان سے جو فقرے اور جملے نکلتے تھے وہ بامعنی ہوتے تھے مگر لوگوں کو کفر معلوم ہوتے تھے۔

اس لئے آپ نے جاہلوں ظالموں اور نااہلوں کے ہاتھوں مصائب بھی اٹھائے۔ آپ کی بعض باتیں ایک حد تک حضرت منصور حلاج سے ملتی جلتی تھیں اس لئے لوگ بھڑک اٹھتے تھے انتہا یہ ہے کہ بارہا آپ کے قتل کے ارادے کئے گئے۔ خلیفہ سے شکایات کی گئیں دربار سے قتل کے احکام بھی صادر ہو گئے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے آپ کو تمام اعداء سے محفوظ رکھا اور کبھی چشم زخم نہ پہنچنے دیا۔ ایک دفعہ قاضی نے آپ کو دیوانہ سمجھ کر آپ کے قتل کے لئے حجت پیدا کرنے کی غرض سے یہ فقہی مسئلہ پوچھا تھا کہ کسی کے پاس بیس دینار ہوں تو اسے کتنی زکوٰۃ دینی چاہیئے اور جس کا آپ نے برجستگی کے ساتھ یہ جواب دیا تھا کہ ساڑھے بیس دینار اور اس کی دلیل وحجت پوچھنے پر کہہ دیا تھا کہ آخر حضرت صدیق اکبر نے چالیس ہزار دینار دل میں سے اپنے لئے کیا رکھ لیا تھا۔ رہا نصف درہم وہ اس کا جرمانہ ہے کہ اس نے اتنے دینار جمع کر کے ہی کیوں رکھے آخر زبردست عالم تھے قاضی بھی چپ ہو گیا۔

اشارات وخوش ایک مرتبہ آپ ہاتھ میں آگ لئے ہوئے تیزی کے ساتھ چلے جارہے تھے لوگوں نے پوچھا شیخ کہاں جارہے ہو؟ فرمایا جاتا کہاں ہوں کعبہ کو آگ لگانے جارہا ہوں تاکہ لوگ مکان چھوڑ کر مکین کی طرف متوجہ ہوں۔ دوسرے روز دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں لکڑی ہے جو دونوں طرف جل رہی ہے پھر پوچھا یا شیخ

آج کدھر کا ارادہ ہے؟ فرمایا آج بہشت اور دوزخ دونوں کو خاکستر بنانے کے لئے جا رہا ہوں کہ لوگ یا تو بہشت کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں یا دوزخ سے بچنے کے لئے اسے پوجتے ہیں۔ اس کے لئے اسے کوئی نہیں پوجتا۔ حالانکہ وہ خود بڑی ذلر با فوات ہے۔

ایک دفعہ لوگوں نے دیکھا کہ آپ ایک درخت پر چڑھے ہوئے رقص اور "ہو ہو" کر رہے ہیں۔ مریدوں نے پوچھا حضرت یہ کیا حالت ہے اور یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا آنکھیں بھی ہیں دیکھتے نہیں کہ اسی درخت پر وہ قمری بیٹھی ہوئی "کوکو" کر رہی ہے۔ میں اس کے ساتھ ہو ہو کرتا ہوں۔ جب تک وہ قمری "کوکو" کرتی رہی آپ برابر ہو ہو کرتے رہے۔

جب آپ نے مجاہدات شروع کئے تو عادت تھی کہ آپ اپنی آنکھوں میں نمک بھر لیا کرتے تھے تاکہ آپ تمام رات جاگتے رہیں اور نیند نہ آئے۔ جس سے آپ کی آنکھیں بہت سرخ اور خوفناک معلوم ہوتی تھیں۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ جو شخص سوتا ہے وہ غافل ہوتا ہے اور جو غافل ہوتا ہے اس کے سامنے حجابات آجاتے ہیں۔

وعظ وتقریر جب آپ کی حالت محکم و استوار ہو گئی تو آپ کو حضرت جنیدؒ نے خرقۂ خلافت عطا کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے وعظ و تقریر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حضرت جنیدؒ کو جو معلوم ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہم نے جو راز ایک مدت تک تہ خانوں میں پوشیدہ و مخفی رکھا تم اسے بر سرِ منبر کھڑے ہو کر عام لوگوں پر ظاہر کر رہے ہو۔ آپ نے جواب دیا۔ یا شیخ! سوچئے تو کہ لوگوں میں سمجھنے والے کتنے ہیں۔ جن امور کے متعلق آپ کو اعتراض ہے اُن کی یہ حالت ہے کہ میں ہی کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں۔ میرے سوا اور کون ان کا سننے والا ہے۔ میں جو کہتا ہوں وہ باتیں حق کو پہنچتی ہیں۔ حق حق کو سنتا ہے شبلیؒ تو درمیان میں کوئی حقیقت وحیثیت بھی نہیں رکھتا۔ حضرت نے فرمایا یہ بات ہے تو تمہارے لئے جائز ہے جو جی چاہے کہو۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ آپ کی مجلس وعظ میں تل رکھنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ ہزارہا مخلوق آپکی مجلس وعظ میں شریک ہوتی اور فیض پاتی۔ گو کاملین وقت کامل ہو کر علوم ظاہری کے محتاج نہیں رہتے۔ ان پر تمام اسرار علوم واضح کر دیے جاتے ہیں تاہم آپ عالم و فقیہ بھی تھے

اور جب وعظ کہنے کھڑے ہوتے تھے۔ تو آیات و احادیث کی وہ تفسیر کرتے اور وہ نکات بیان فرماتے تھے کہ سننے والے عش عش کرتے تھے جس مسئلہ پر بولتے اُس کے تمام پہلو روشن کر دیتے آپ کا قلب تجلی گاہِ انوار اور آتشکدۂ عشق تھا اس لئے ہر لفظ اور ہر فقرہ جو زبان سے نکلتا تھا درد و اثر میں ڈوب کر نکلتا تھا۔ لوگوں پر ایک محویت طاری رہتی تھی۔ بلاد و امصار سے لوگ آپ کا وعظ سننے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اکثر ایسا ہوا کہ لوگ آپ کا پُر اثر وعظ سُن کر جان بحق اور بیہوش ہوگئے ہیں اور یہ تو کبھی بھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ کی مجلس میں لوگوں پر رقت طاری نہ ہوئی ہو اور کوئی دوسری طرف متوجہ ہو سکا ہو۔

آپ ایک مدت کیا آخری وقت تک وعظ و پند کا سلسلہ جاری کئے رہے بیشمار مخلوقِ خدا کو آپ نے فیض پہنچایا۔ لاکھوں قلوب میں دینداری کا جوش پیدا کر دیا۔ ہزارہا فاسقوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

آپ کے وعظ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہر مذہب و ملت والے لوگ آپکی مجلس میں شریک ہوتے تھے جتنے غیر مسلموں نے آپ کے مواعظ سن کر اسلام قبول کیا اُن کا کوئی شمار ابتک نہ ہو سکا۔ ہر درجہ اور ہر رتبہ کے لوگ آپ کے وعظ میں شریک ہوتے تھے آپ کی خانقاہ ایک روحانی یونیورسٹی تھی جس سے ہزاروں افراد کامل ہو کر نکلے۔ بکثرت مرید تھے اور سب آپ کا انتہائی ادب کرتے تھے۔

نکات و تعلیمات

آپ سے کسی نے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا "صوفی وہ ہے جو تمام جہان کو اپنی عیال سمجھے اور سب سے یہ شفقت و مرافقت پیش آئے۔ فرمایا "شریعت یہ ہے کہ تو اس کی پرستش کرے۔ طریقت یہ ہے کہ تو اس کی طلب کرے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تو اُسے دیکھے۔

فرمایا فقیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی شے کے ساتھ مشغول نہ ہوتا ہو۔ فرمایا۔ شکر یہ ہے کہ نعمت کو نہ دیکھے بلکہ نعمت والے کو دیکھے۔ فرمایا جو شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور محبوب کے سوا اور طرف مشغول ہوتا ہے وہ حبیب کا نہیں بلکہ کسی اور شے کا طلبگار ہوتا اور وہ گویا اپنے محبوب کا مذاق اڑاتا ہے۔ فرمایا محبت یہ ہے کہ دوست پر ہر چیز کو

نثار کر دے۔

فرمایا ہیبت گداز کرنے والی ہے۔ محبت جانوں میں گدازگی پیدا کرتی ہے اور شوق نفس کو گداز کرتا ہے۔ فرمایا عارف وہ ہے جو کبھی تو ایک مچھر کی بھی تاب نہ لاسکے اور کبھی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اپنے نوک پلک سے اٹھا کر پھینک دے۔ فرمایا بندے کو کوئی دعویٰ نہیں ہوتا اور ڈرنے والے کو قرار نہیں آتا۔

وصال کے وقت ایک شخص نے آپ کو کلمۂ شہادت پڑھنے کی تلقین کی۔ فرمایا لطف دیکھئے کہ وہ زندہ کو تلقین کرنے آیا ہے۔

فرمایا علم حقیقت ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اپنی حقیقت سمجھ لے۔

وصال کے وقت وصال

وقت رحلت قریب آیا ہے تو آپ بہت بے قرار تھے لوگوں کے سوال پر فرمایا کیا بتاؤں مجھے تو اس وقت ابلیس لعین پر رشک آ رہا ہے اور غیرت کی آگ میں جل رہا ہوں۔ معنی یہ ہیں لعنت بھی انہیں کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا میں چاہتا تھا کہ یہ حصہ بھی مجھے ہی ملتا۔ اگرچہ لعنت ہے مگر ہے تو دوست ہی کی طرف سے۔ ابلیس دوست کی کوئی چیز لینے کا اہل کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ ہے غیرتِ عشق کی انتہا۔

آپ کے وصال سے بیشتر ہی آپ کے مرنے کی خبر مشہور ہو گئی تھی۔ لوگوں کی ایک جماعت نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جو آئی تو گو انھوں نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا مگر آپ قیافہ سے سمجھ گئے اور اسی وقت بستر سے سر اٹھا کر فرمایا کہ:-

"یہ تماشا بھی دید نی ہے کہ مُردوں کی جماعت زندہ پر نماز پڑھنے آ رہی ہے۔"

حقیقت بھی یہی ہے کہ زندہ وہی ہے جس کا دل زندہ ہے۔ اس اعتبار سے اولیاء عظام ہی زندہ سمجھے جا سکتے ہیں۔ ورنہ عام انسان تو گو بظاہر زندہ اور متحرک سمجھے جا سکتے ہیں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ مگر وہ اصلاً زندہ نہیں مردہ ہیں۔ اولیائے کرام مرنے پر بھی نہیں مرتے اور عوام بظاہر زندہ ہونے پر بھی مردہ ہیں۔

کچھ دیر گذری تھی کہ لوگوں نے پوچھا حضور کیا حالت ہے؟ فرمایا محبوب سے مل گیا ہوں۔

یہ کہا اور: اُس بحق تھی کہ لوگوں نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ پر کیا گزری؟ فرمایا جب منکر نکیر نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے کہا کہ میں اُس کا بندہ ہوں جس نے تمہیں اور تمام فرشتوں کو میرے باپ آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ میں اُس وقت پشت آدم میں موجود تھا اور سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ بولے اس نے تو تمام بنی نوع انسان کی طرف سے جواب دے دیا۔ ایک اور بزرگ سے خواب میں فرمایا کہ اُس نے اپنی رحمتِ کاملہ سے مجھے بخش دیا۔ آپ نے پورے ستر برس کی عمر پائی ۳۳۴ھ میں بتاریخ ۲۷ ذی الحجہ وصال فرمایا۔ مالکی مذہب کے پیرو تھے۔ علوم طریقت میں وحید عصر و یگانہ روزگار تھے بڑے مشائخ سے استفادہ کیا اور بڑے بڑے مشائخین کو تعلیم دی۔ مزار شریف بغداد میں ہے۔

(۲۹) منصور حلاجؒ

غلط فہمیوں کا ہجوم

حضرت حسین منصور حلاجؒ شیر بیشۂ تصوف اور بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں آپ کی ذات گرامی اور عظمت و منزلت کے متعلق سیرت نگاروں عالموں اور مؤرخوں میں گونہ اختلاف رہا ہے بعض نے آپ کو کافر کہا بعض نے ملحد و زندیق بتایا اور بعض نے جادوگر کہا۔ حضرات شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ و شیخ ابوالقاسم گورگانی امام ابو یوسف ہمدانی اور شیخ ابو علیؒ نے آپ کے معاملہ میں سکوت اختیار کیا اور کہا کہ آپ کی ذات ایک پیکر راز و اسرار تھی حضرت ابوالقاسم قشیری جیسے بعض لوگ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر آپ کامل و مقبول تھے تو خلقت کے رد کرنے سے ہرگز مردود نہ ہو سکیں گے اور اگر واقعی مردود تھے تو مقبول خالق نہ ہوں گے اسی طرح مختلف جماعتیں ہیں۔ کوئی جادوگر کوئی ملحد اور کوئی کافر کہتی ہے یہ کوئی جدید امر ہی نہیں عشاق کی یہ جہج ہمیشہ یہی رہی ہے

کوئی انھیں آوارہ بتا رہا ہے کوئی فریب کار اور کوئی صادق۔ جب مجاز میں یہ حالت ہوتی ہے اور اچھا برا کہنے والے دونوں ہوتے ہیں اور کچھ دوست

ہیں اور کچھ دشمن تو حقیقت والوں کی ہی نگاہیں حقیقت تک پہنچتی ہیں بیشک آپ نے
انا الحق کہا۔ لیکن قرآن کو پڑھیے جب حضرت موسیٰ آگ لینے گئے تو کیا ایک درخت
سے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ کی صدا نہ سنی گئی تھی اور کیا کوئی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہے
کہ وہ صدا درخت کی صدا تھی حالانکہ درخت ہی سے پیدا ہو رہی تھی اگر نہیں
اور یقیناً نہیں تو غریب منصور پر کیا الزام تھا اگر اس کی حلق سے انا الحق کی آواز
پیدا ہو گئی اگر بہ نظر حقیقت دیکھا جائے تو نہ وہاں درمیان میں درخت تھا اور
نہ یہاں درمیان میں منصور تھا بولنے والا بول رہا تھا بڑا مغالطہ یہ بھی ہے کہ اسی
نام کے بغداد میں دو شخص ہو چکے ہیں ایک وہ جنہوں نے سولی پر جان دی۔
اور دوسرے وہ جو ابو سعید قرمطی کا رفیق اور محمد زکریا کا استاد تھا۔ مؤخرالذکر
واقعی ملحد جادوگر تھا اور اس نے شہر واسطہ میں پرورش پائی تھی۔ مگر ہمارے منصور
عالم ربانی تھے جن کی عظمت و تقدیس کا اعتراف کرنے والے حضرات ابن عطاء،
عبداللہ حنیف اور ابو بکر شبلیؒ جیسے بزرگ ہیں حضرت ابو بکر شبلیؒ سے بڑھ کر اور
مستند شہادت کس کی ہو سکتی ہے جنہوں نے صاف و صریح الفاظ میں فرمایا ہے
کہ منصور حلاج اور مجھ میں کوئی فرق نہیں سوائے اسکے کہ مجھے تو نجات مل گئی اور مجھے
دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا مگر ان کی عقل و فرزانگی ان کی موت کا باعث بن گئی۔ حضرت
عبداللہ حنیف نے بھی صاف طور پر فرمادیا ہے کہ آپ علمائے ربانی میں سے تھے۔

علم و فضل اور زہد و عبادت

آپ بڑے صاحب کرامات دریائے معرفت بزرگ ہیں۔ شوریدگی عشق الٰہی میں
جان تک گنوا بیٹھے۔ سوز و گداز اور شوق و ساز میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے
مفارقت و ہجر نے انگارہ دل پر لٹا رکھا تھا۔ بہت بڑے عارف اور یگانہ
عہد ولی اللہ تھے۔ علوم باطنی میں تو کمال حاصل تھا ہی علوم ظاہری میں
بھی ثانی نہ رکھتے تھے۔ بڑے ادیب اور نہایت فصیح مقرر و واعظ
تھے نہایت عقیل و فرزانہ تھے بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں جن سے

آپ کی شان علم نمایاں ہے زندگی بھر شریعت کے پابند رہے برسوں مجاہدات
و ریاضات کیں چار سو رکعت نماز تو روزانہ عمر بھر پڑھتے رہے اور جب قید ہوئے
تو ہزار رکعت روزانہ ادا کرتے رہے انتہا یہ ہے کہ سولی پر بھی نماز ادا کی جب
جذبۂ عشق الٰہی نے غلبہ کیا تو آپ تستر چلے آئے اور پورے دو سال تک حضرت
عبداللہ تستری جیسے بزرگ جلیل سے فیض باطنی حاصل کرتے رہے حالانکہ اس
وقت آپ کی عمر کچھ زیادہ نہ تھی صرف اٹھارہ سال ہی کی عمر تھی۔ اس کے
بعد ڈیڑھ سال تک حضرت عمر بن عثمان کی خدمت میں حاضر رہے حضرت ابو
یعقوب الاقطع نے آپ کے ساتھ آپ کا تقدس دیکھ کر اپنی صاحبزادی کی
شادی کر دی اس کے بعد آپ بغداد شریف میں حضرت جنیدؒ کے پاس
چلے آئے اور ایک عرصہ تک ان سے علم ظاہری و باطنی کی تعلیم حاصل کرتے رہے
اس کے بعد آپ مکہ شریف پہنچ گئے وہاں ایک عرصہ تک مکہ شریف کے
مجاور رہتے رہے۔ واپس جو آئے تو آپ کے ہمراہ وہاں کی
بھی ایک جماعت تھی۔

بغداد میں قیام کر کے حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ پوچھا تو انھوں نے اس کا جواب دینے کے بجائے یہ فرمادیا
کہ وہ وقت دور نہیں کہ تم لکڑی کا سر سامنے سرخ کرو گے اور سولی پہ
چڑھ جاؤ گے۔

آپ بھی بلند مرتبہ حاصل کر چکے تھے۔ فرمایا ہاں ایک روز سرخ کروں
گا جبکہ آپ علمائے ظاہر کا لباس زیب تن کر کے باہر آئیں گے۔ دونوں
بزرگوں کی پیش گوئیاں آگے چل کر حرف بحرف درست ہوئیں۔

مواعظ وتقاریر

آپ کو حضرت جنیدؒ کا جواب دینا کچھ ناگوار گذرا
تھا اور آپ ان سے استصواب کئے بغیر
اپنی اہلیہ کو لیکر تستر روانہ ہو گئے تھے جہاں پھر آپ نے پورے ایک سال قیام

فرمایا۔
تستر کے اس قیام میں آپ کی بہت شہرت ہوگئی اور لوگ آپ کی بیحد عزت کرنے لگے یہاں تک کہ بعض بد باطنوں کو آپ کی ذات گرامی سے حسد پیدا ہوگیا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کسی کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے اور بہت آزاد مزاج اور اپنے کام سے کام رکھنے والے مشغول بزرگ تھے حاسدوں نے آپ کے خلاف شدید پروپیگنڈا شروع کر دیا جس میں دوسرے شہروں کے لوگ بھی شامل تھے اور آپ کے خلاف نئی نئی باتیں مشہور کرنی اور پھیلانی شروع کر دیں۔ آپ ان حالات سے بہت دل تنگ ہوئے اور آپ نے لباس صوفیانہ اتار کر عالمانہ قبا زیب بر کر لی اور خلوت کی عبادت و ریاضت سے تعلق رکھا۔ بہ باطن تو آپ عبادت اور ذکر و شغل میں مصروف رہتے اور رات کی تنہائیوں میں اور فرصت کے اوقات میں نماز و عبادت میں منہمک ہو جاتے مگر بظاہر آپ دنیا داروں کی صحبتوں میں نشست و برخاست رکھنے لگے۔

آپ چونکہ درجہ کمال کو پہنچ چکے تھے اسلئے آپ کے لئے یہ صحبتیں کچھ زیان و گزند کا باعث نہ ہوئیں اور نہ ہو سکتی تھیں۔ پھر اس سے طبیعت اکتائی تو پورے پانچ سال کے لئے آپ نگاہ عوام سے روپوش اور غائب ہوگئے کبھی کہیں چلے جاتے اور کبھی کہیں ماوراء النہر پہنچ گئے اور کبھی خراسان میں رہنا شروع کر دیا۔ غرض اس پنج سالہ مدت میں فارس سیستان بلخ بخارا اور کرمان وغیرہ پھرتے رہے اور تصانیف و تالیف میں مصروف رہے اس کے بعد آپ نے اہواز میں وعظ و تقریر شروع کر دی۔ تھے زبردست عالم فصیح و بلیغ مقرر، جلیل القدر ولی اس لئے پھر وہی بات پیدا کر لی۔ اور ہر دل عزیز ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد آپ نے بصرہ پہنچکر پھر خرقہ پوشی اختیار کر لی اور صوفیوں

جیسا لباس پہننے لگے اس لئے دوران حج کے لئے بھی صوفیار کی ایک جماعت کی معیت میں گئے اور بصرہ واپس آکر اہواز چلے گئے اس کے بعد آپ نے مختلف اور طویل سفر کئے ہندوستان خراسان ماوراالنہر خوزستان فارس اور بغداد وغیرہ گھوم کر مکہ معظمہ پہنچ گئے اور پورے دو سال وہاں مجاوری کرتے رہے۔

”انا الحق“ کے نعرے

اس مرتبہ مکہ شریف سے جو واپس آئے ہیں تو حالت ہی اور تھی جو آپ کہتے لوگ اُسے نہ سمجھتے۔ ایک جذب کی حالت طاری رہتی تھی اور خدا جانے اس عالم میں زبان سے کیا کیا نکلتا تھا جہاں پہنچتے وہیں لوگ مخالفت پر آمادہ ہو جاتے۔ چنانچہ آپ کم و بیش پچاس شہروں سے نکالے گئے بغداد میں آپ نے اناالحق اناالحق کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جس پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور علمار و صوفیار کے فتاوے طلب کئے گئے خود کو ”خدا“ بتانا اور ”میں خدا ہوں“ کے نعرے لگانا باطن والوں کے نزدیک کوئی حیثیت رکھتا ہو خواہ وہ جنون و عشق ہی میں یہ نعرے لگا رہے ہوں اور ان کے پردے میں خود خدا ہی بول رہا ہو مگر اہل شریعت تو اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے اور نہ تصوف و عرفان کا یہ اصول ہے کہ رموز باطنی دانشگاف کئے جائیں اور طریقت کے اصول کو شریعت پر تقدیم دی جائے یہ ایک بڑا فتنہ تھا عوام تو شریعت ہی کو سمجھتے ہیں اور شریعت ہی ہر امر اور ہر ترقی کی اساس و بنیاد ہے اور اسے تو تمام عوام و خواص اور علمار اور اولیار کو مقدم ہی رکھنا پڑتا ہے اور کیوں نہ رکھیں کہ شریعت بھی تو اوامر و نواہی ربانی ہی کا نام ہے جب ایک شخص اپنی تمام بزرگیوں اور عبادتوں اور کرامتوں کے باوجود خود کو ”خدا“ کہے گا تو ضرور عوام گمراہ ہوں گے یہ اسرار سہی مگر اسرار والوں ہی کے لئے ہیں۔ عوام انھیں کیا سمجھیں۔

آپ کے نعروں سے ہر طرف ایک شور محشر بپا ہو گیا تمام علمائے ظاہر نے اسے کفر قرار دیکر قتل کا فتویٰ دیا۔ مگر چونکہ آپ صوفیانہ لباس میں تھے اور صوفیار اور ان کے معتقدین کی بھی ایک عظیم الشان جماعت ملک

میں موجود تھی جس کے بھڑک اٹھنے کا اندیشہ تھا اسلئے ضرورت تھی کہ صوفیا کے دستخط محضر قتل پر لیے جائیں اس وقت بغداد شریف میں حضرت جنید امام تصوف و علم تھے خلیفہ نے حکم دیا کہ فتوے پران کے دستخط بھی لیے جائیں۔ حضرت جنید سمجھتے تھے کہ منصورؒ بے قصور و مجبور ہیں۔ مگر یہ بھی جانتے تھے [illegible] کہ شریعت باطن کو نہیں ظاہر کو دیکھتی ہے اور ظاہر میں ایسا کہنا فی الواقع بروئے شریعت کفر ہے اسلئے آپ صوفیانہ لباس اتار کر خانقاہ سے مدرسہ میں آئے علمائے ظاہر کا لباس زیب بر کیا اور محضر پر یہ لکھدیا۔ ظاہری طور پر منصورؒ واقعی واجب القتل ہیں باطن کو خدا ہی جانتا ہے " فتویٰ تو ظاہر پر ہوتا ہے۔ لباس ظاہری پہنکر دستخط کرنے اور مذکورہ عبارت ثبت کرنے سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ آپ کے باطنی کمالات کے معترف تھے اور ان کی عظمت شان کا احساس رکھتے تھے مگر شریعت سے مجبور تھے اور انھوں نے ظاہری حالت پر فتویٰ قتل لکھدیا۔

قتل کا دردناک منظر

چونکہ آپ واقعی ولی کامل تھے اس لیے دوران قید میں بھی آپ سے کرامات ظہور پذیر ہوتی رہیں۔ مزید فتنہ کا باعث سمجھ کر حکام نے جلد سے جلد آپ کو قتل کر ڈالنے کا بندوبست کر لیا۔

قتل سے پیشتر آپ کو سزائے تازیانہ دی گئی تاکہ آپ " انا الحق " کہنے سے باز رہیں اور عوام کو مبتلائے فتنہ نہ ہونے دیں۔ مگر آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ ہر ضرب تازیانہ پر " انا الحق " کا نعرہ لگاتے تھے اور اس نعرہ میں بلا کی کشش و فصاحت ہوتی تھی۔ جب یہ صورت پیدا ہوئی تو آپ کو سولی چڑھانے کے لئے ایک میدان میں لایا گیا ایک تماشا تھا۔ ایک شور تھا خلقت اس " تماشائے عشق " کے دیکھنے کے لئے امنڈی پڑی تھی۔ ایک طرف خود خلیفہ ارکان، حکومت اور علماء اور صوفیا، کھڑے تھے اور دوسری طرف پولیس اور فوج کے

جوان پرے جائے انتظام پر مامور تھے۔

ایک لاکھ افراد سے زیادہ اس وقت میدان میں موجود تھے۔ آپ چاروں طرف آنکھیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے اور حق حق "اناالحق" کے نعرے ہائے جاں گداز لگاتے تھے ہزاروں کو غصہ آرہا تھا۔ ہزاروں گھبرا رہے تھے اور ہزاروں رو رہے تھے۔ عجیب نظارہ تھا اور عجیب واقعہ۔

آپ پولیس کی حراست میں سولی تک "اناالحق" "اناالحق" کے نعرے لگاتے ہوئے آئے۔ آپ کے نعروں سے سینوں کے اندر دل دہل رہے تھے۔ آپ پر ایک مستانہ کیف طاری تھا۔ جس وقت سولی کے نیچے پہنچتے ہیں تو آپ نے پہلے تو باب الطاق کو بوسہ دیا اور پھر خود ہی سیڑھی پر چڑھ گئے۔ لوگوں نے اس وقت پوچھا کہ منصور کیا حال ہے؟ فرمایا: "پوچھتے کیا ہو مردوں کی معراج سولی ہی پر ہے" پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اپنا رُخ قبلہ کی طرف کر لیا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وقت آپ نے کیا پایا۔ مگر جاننے والے جانتے ہی نہ تھے۔ دیکھ رہے تھے کہ انوار و تجلیات کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ سولی ہی پر کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا: "ہائے وہ کیا چیز تھی جو مجھ پر گذری اور گذر گئی اب کئی برس بعد اس کا بدلہ مجھ سے لے رہے ہیں۔ آپ نے جوان العمری میں ایک حسین عورت کو نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ یہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔

ہجوم خلق کو آخری نصائح سولی تک آنے اور سولی پانے کے دوران میں آپ کے بیٹے نے مریدوں نے معتقدوں نے اور لوگوں نے آپ سے متعدد سوالات کئے اور آپ نے سب کے جوابات عرفانی رنگ میں دیئے آپ ذوق و شوق کے عالم میں جھومتے اور فخر سے

لگاتے خراماں خراماں سولی کی طرف خراست ہیں آرہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ مرنے کو تو جا رہے ہو اور خوش ہو۔ یہ خوشی کا مقام ہے کہ اندوہ و ماتم کے لمحے۔

فرمایا خوب! ہم اپنے خیمہ کی طرف جا رہے ہیں۔ پھر ہم کیوں خوش نہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے بآواز بلند چند عاشقانہ اشعار پڑھے۔ آپ کے فرزند نے کہا بابا جان مجھے تو کوئی نصیحت کر جائیے کہ آپ کے بعد میں دنیا میں تنہا ہوں گا۔ فرمایا نصیحت یہ ہے کہ علم حقیقت کے حصول کی سعی میں مصروف رہ کہ اس علم کا ایک ذرہ کائنات اور تمام جن و انس سے بہتر ہے پھر خادم نے آگے بڑھ کر کہا کہ کچھ میرے لئے بھی ارشاد کیجئے۔ فرمایا دیکھ اپنے نفس کو نگاہ رکھ اور اسے کسی شئے کے ساتھ بھی مشغول نہ رکھ۔

مریدوں نے پوچھا کہ جو لوگ آپ کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں اور آپ کو سولی پر چڑھا رہے ہیں ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا ان کے لئے دوہرا ثواب ہے اور تمہارے لئے اکہرا کیونکہ تمہیں تو میرے ساتھ صرف ایک حسن ظن و عقیدت ہی ہے مگر انہیں دیکھو کہ وہ صلابت شریعت اور حفظ توحید کے خیال سے ایسا کر رہے ہیں۔ توحید اصل کی حیثیت رکھتی ہے اور حسن ظن تو محض ایک فرع ہے۔

اس کے بعد آپ نے سیڑھی سے نیچے کی طرف دیکھا اور خادم سے کہا دیکھ لے جو اوپر کی طرف دیکھتا ہے اسے میری طرح نیچے کی طرف بھی دیکھنا پڑتا ہے۔

پھر حضرت شبلی بڑھے اور پوچھا **مالتصوف** یا حلاج فرمایا تصوف کا سب سے نچلا درجہ یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ پوچھا بلند ترین درجہ کونسا ہے فرمایا تمہیں اس درجہ تک رسائی نہیں۔

جرمِ عشق کی سزا ہولناک سولی اتنے میں خلیفہ کے حکم سے آپ پر

سنگباری شروع ہو گئی آپ پتھر کی ہر ضرب پر ہنستے تھے سب لوگ مار رہے تھے اس لئے حضرت شبلیؒ نے بھی ایک چھوٹی سی کنکری اٹھا کر مار دی آپ چلا اٹھے اور ایک آہ کی۔ لوگوں نے کہا خوب پتھروں پر تو ہنستے رہے کنکری پر چیخ اٹھے بولے پتھر مارنے والے مجھے نہیں جانتے وہ معذور ہیں مگر شبلی تو واقف ہیں اور مجھے پہچانتے ہیں پھر دشمن کے پتھر سے دوست کا پھول سخت تر ہوتا ہے۔ پھر آپ کے دونوں ہاتھ تراش لئے گئے آپ ہنسے اور فرمایا ظاہری ہاتھوں کا کاٹ لینا تو بہت آسان ہے ہمارے صفات کے ہاتھ کاٹیں جنہوں نے عرش کے سر سے کلاہ ہمت کو اتارا ہے دو پاؤں کاٹے جانے پر ارشاد فرمایا کہ جہاں کا سفر تو ضرور انہیں پاؤں سے کیا ہے مگر میرے دو پاؤں اور بھی ہیں جن سے دو عالم کا سفر کر سکتا ہوں ہمت ہے تو انھیں کاٹو۔ پھر آپ نے کلائیاں اور چہرہ خون میں تر کر لیا اور فرمایا سرخ ہو کر جا رہا ہوں اور وضو کر رہا ہوں کہ مردوں کا حقیقی وضو خون ہی سے ہوتا ہے۔ لوگو! تمہیں کیا خبر ایک نماز ایسی بھی ہے جس کی دو رکعتوں کا وضو خون ہی سے کیا جاتا ہے۔

پھر آنکھیں نکالی گئیں اور زبان کے کٹنے سے پیشتر آپ نے عرض کی کہ الہ العالمین تو دیکھ رہا ہے کہ مجھے اس قدر تکلیف صرف تیرے ہی لئے دی جا رہی ہے تو انھیں اپنی نعمت سے محروم نہ رکھیو تیرا شکر ہے کہ میں تیری راہ میں نہ صرف یہ کہ اپنا سر دے رہا ہوں بلکہ ایک ایک عضو پیش کر رہا ہوں۔ آخر آپ کی زبان کاٹ لی گئی اور اس کے بعد ناک کان اور سر سب تراش کے رکھ دیے گئے پتھر بھی برابر برس رہے تھے۔ آخر آپ آیت قرانی پڑھتے ہوئے واصل بحق ہو گئے ہر تراشیدہ عضو سے "انا الحق" کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں صرف دھڑ باقی رہ گیا تھا اس سے بھی رات بھر یہی صدائیں نکلتی رہیں اب تو لوگوں میں بھی جوش پھیل گیا تھا اور لوگ کم از کم اس شہادت کے بعد تو آپ کے پورے معترف ہو گئے تھے خلیفہ اس فتنہ سے لرز گیا اور اس نے تن پاک جلوا دیا مگر اب راکھ سے بھی

صدائیں پیدا تھیں۔ راکھ دجلہ میں بہائی گئی تو نہ صرف سطحِ آب سے ہی آوازیں پیدا ہوئیں بلکہ اس میں طغیانی آگئی۔ وہ تو آپ نے پہلے ہی خادم کو ہدایت کر دی تھی کہ اگر طغیانی رونما ہو تو میرا خرقہ دکھا دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

کرامات و خوارق عادات

خود حضرت شبلی رح فرماتے ہیں کہ خرقہ دکھانے کے بعد "انا الحق" کی صدائیں بند ہوئیں۔

حضرت ہی فرماتے ہیں کہ آخری وقت میں ابلیس نے آکر آپ سے کہا کہ میں اور تم دونوں "انا" کہنے کے مجرم ہیں تم پر یہ رحمت کیوں ہے؟ فرمایا تو نے جو کچھ کہا ہے خودی سے کہا اور میں نے خودی کو دور کر کے کہا۔ یہی وجہ ہے کہ تجھ پر لعنت پڑی اور مجھ پر رحمت نازل ہوئی۔

آپ پہلی شب کو قید خانہ سے غائب ہو گئے دوسرے روز نہ آپ تھے اور نہ قید خانہ تیسرے روز دونوں موجود تھے پوچھا پہلی رات تو حضور میں حاضر تھا۔ دوسری شب حضور یہاں تشریف لے آئے تھے تیسری شب پاس شریعت کے لئے مجھے یہاں واپس کر دیا گیا۔

قید خانہ میں آپ ہزار رکعت روزانہ پڑھتے تھے پوچھا خود کو خدا کہتے ہو تو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ قیدیوں سے فرمایا اس راز کو ہم ہی خوب جانتے ہیں۔ قیدیوں سے جیل خانہ میں کہا کہ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں چنانچہ اندر کی تمام زنجیریں اور قفل ٹوٹ گئے پھر دیواروں میں سوراخ ہو گئے جن سے سب قیدی نکل گئے قیدیوں نے کہا کہ آپ بھی چلیں۔ فرمایا میں خدا کا قیدی ہوں شریعت کا پاس ہے اور یہ ایک راز ہے جو سولی ہی پر کہا جا سکتا ہے صبح پوچھا کہ قیدی کہاں گئے؟ فرمایا میں نے آزاد کر دیئے پوچھا تم کیوں رہ گئے؟ فرمایا اللہ تعالےٰ کا مجھ پر کچھ عتاب ہے اس لئے میں یہاں ٹھیرا ہوا ہوں۔

حضرت رشید خسرو فرماتے ہیں کہ ایک جنگل میں آپ کے ساتھ چار سو صوفی تھے ایک نے کہا کہ حضرت بھنی ہوئی سری کو دل چاہتا ہے آپ نے سب کو سامنے

بجھا لیا پشت کی طرف ہاتھ لیجاتے اور ہر ایک دو دو روٹیاں اور ایک ایک بھنی ہوئی سری اٹھا کر دیدیتے کچھ روز کے بعد کہا خواجہ کھجوروں کو دل چاہتا ہے آپ نے کھڑے ہو کر کہا کہ تو مجھے جھاڑ چنانچہ کھجوریں جھڑیں کہ سب نے کھالیں۔

ایک دفعہ بیت اللہ شریف کو چلے تو آپ کے ساتھ چار ہزار اشخاص تھے آپ کعبہ شریف کے سامنے صرف ایک تہبند باندھے ایک سال ایک شان سے جذب کے عالم میں کھڑے رہے جسم مبارک سے چربی پگھل پگھل کر بہ رہی تھی بدن جابجا سے پھٹ گیا تھا مگر آپ کے اندر کوئی حس و حرکت نہ تھی۔

ایک دفعہ آپ کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستے میں کہیں روئی کا ایک انبار دیکھا آپ نے اشارہ جو کیا تو تمام بنولے اسی وقت روئی سے نکل کر باہر آگئے اور لوگ یہ دیکھ کر نہ صرف حیران رہ گئے بلکہ اسی روز سے آپ کو حلاج کہنے لگے۔

نکات و تعلیمات

فرمایا رنج و راحت دوست پر اثر انداز نہیں ہوتے فرمایا صبر یہ ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں بھی کاٹ ڈالیں اور سولی پر بھی چڑھادیں تو بھی منہ سے آہ نہ نکلے۔ فرمایا علم حقیقت کا ایک ذرہ جملہ نمائے عالم سے بہتر ہے۔ فرمایا دشمن کے پتھر سے بھی تکلیف نہیں ہوتی اور دوست پھول بھی پھینک مارے تو سخت اذیت ہوتی ہے۔

جب آپ نے مجاہدات و ریاضات شروع کئے ہیں تو ایک گدڑی پہن لی تھی جو مسلسل بیس برس تک آپ کے جسم پر رہی اور ایک لمحہ کو نہ اتری آخر ایک روز لوگوں نے زبردستی آپ کے جسم مبارک سے اتار لی دیکھا تو اس میں بکثرت جوئیں تھیں جو آپ کا خون پی پی کر اتنی بڑی ہوگئی تھیں کہ ایک ایک جوں وزن میں تین تین رتی کی نکلی۔

اسی طرح جب آپ ایک سال تک کعبہ شریف کے سامنے برہنہ تن کھڑے رہے ہیں اور اس دوران میں صرف ایک روٹی کے کنارے کھا کھا کر دن پورے کئے ہیں تو استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے تہبند میں ایک بچھو نے اپنا

گھر بنا لیا تھا۔ کاٹتا تھا مگر پرواہ نہ ہوتی تھی۔ لکھا ہے کہ اہل تصوف میں سے کسی کو اتنی فتوحات نصیب ہوئی ہوں گی جتنی آپ کے حصہ میں آئی تھیں۔

حقائق اور اسرار معانی میں بھی پورے کامل تھے عقل و فراست اور دقیقہ سنجی میں بھی نظیر نہ رکھتے تھے۔ پوری زندگی ابتلار و مصائب میں گذر گئی اور ابنائے زمان کے ہاتھوں اذیتیں سہتے رہے۔ بکثرت کرامات صادر ہوئیں سخت سے سخت مجاہدے کئے۔ فراق ربانی میں بے قرار رہتے تھے۔

غرض یہ ہے کہ آپ بہت بڑے ولی اور صدیق وقت گذرے ہیں اور عشق ایزدی میں ہی اپنی جان بھی نثار کر دی۔

(۳۰) ابوالحسن خرقانیؒ

مرتبہ و عظمت حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا شمار اس عہد کے ابدال میں ہے مادرزاد ولی تھے اور کارکنان قضاد قدر نے آپ کے مولد پاک کو سالہا سال قبل ولادت لبریز نور کرنا شروع کر دیا تھا جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا کہ میں جب خرقان سے گزرتا تھا تو زمین سے ایک نور کرۂ آسمان تک بلند ہوتے دیکھتا تھا اور مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوا تھا کہ آؤ اس نور کو شفیع ٹھیرائے تو تیری حاجت پوری ہو جائے حالانکہ آپ ابھی پردۂ وجود پر ظاہر بھی نہ ہوئے تھے۔

اسی طرح لکھا ہے کہ آپ جب خرقان کی طرف سے گذرتے تو سانس اوپر کو لیتے جیسے کہ کوئی کچھ سونگھتا ہے پوچھا تو فرمایا کہ میں چوروں کے اس گاؤں میں ایک مرد کی خوشبو سونگھتا ہوں جس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہوگی اور جو مجھ سے تین درجہ بڑھ کر ہوگا۔ اہل و عیال کا بار بھی برداشت کریگا اور کاشتکاری میں بھی مصروف رہے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اولیائے متقدمین میں آپ کا رتبہ بہت ہے اپنے عہد کے استاد سلطان المشائخ تھے تمام اہل طریقت و حقیقت نے آپ کو ہیشہ تسلیم کیا ہے۔ ہمہ وقت مراقبہ و مشاہدہ میں رہتے تھے۔

بارگاہ ربانی سے آپ کو محبوبیت کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے راز و نیاز رہتے تھے اور شان رحمانی میں ایسی ایسی باتیں کہجاتے اور کرجاتے تھے کہ دوسرے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور نہ وہ معرض بیان میں آسکتی ہیں اور وہ ذات صمدیت اپنے محبوب کی ہر ادا کو پسند کرتی تھی چنانچہ ایک روز آپ کے سامنے فضا میں ایک نقاب پوش نمودار ہوا اور زمین پر پاؤں مار کر کہنے لگا کہ میں جنید دماں ہوں، شبلی عہد ہوں، بایزید وقت ہوں: جوش آگیا آپ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور زمین پر پاؤں مارکر کہا "میں خدائے زماں ہوں مصطفائے عہد ہوں اور سب کچھ ہوں"

اسرار عشق اور راز و نیاز محبت سے بیخبر افراد ضرور یہ الفاظ سنکر ناک بھوں چڑھائیگے۔ مگر انہیں کیا معلوم کہ محبوب عاشق کے سامنے کیا کھیل کھیلتا ہے کیا کیا ناز دکھاتا ہے، یہ سب پیار کی باتیں اور محبت کے انداز ہیں ضرور شریعت کے خلاف ہیں مگر واضح رہے کہ جو کچھ کہا گیا ہے اور زبان سے نکلا ہے وہ ہوش کی نہیں محویت و سکر کی باتیں ہیں پھر اولیائے وقت سے اگر کوئی امر خلاف سنت و شریعت بھی سرزد ہو جائے تو اس پر انھیں عجلت سے ملعون کرلے پر آمادہ نہ ہو جانا چاہیئے کہ خود رسول کریم ہی انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن فرما چکے ہیں اور ان کی حالت اور ہوتی ہے۔

مرقد بایزید سے اکتساب فیض کچھ ایسے پڑھے لکھے بھی نہ تھے ایک چھوٹے سے گاؤں کے ایک دیہاتی تھے مگر اللہ تعالےٰ نے دل کے دروازے کھولدئیے تھے ہوش سنبھالتے ہی عبادات و مجاہدات میں مصروف رہے ابتدا میں یہ معمول رہا کہ بارہ برس تک روزانہ مرقد بایزید کی زیارت کو جاتے

مؤدب رہتے۔ مؤدب واپس ہوتے اور مزار کی طرف واپس ہوتے وقت پشت نہ کرتے اور اس تمام مدت میں نمازِ عشاء باجماعت ادا کرتے تھے۔ مرقد نورانی پر جاکر دعا مانگا کرتے کہ جو نعمت تُو نے انھیں دی ہے اس میں سے کچھ حصہ مجھے بھی عطا کر۔ ابھی تک باطن کی آنکھ نہ کھلی تھی اور محض شریعت ظاہری کی پابندی میں مصروف تھے۔

بارہ سال کی مدت کے بعد ایک روز مرقد بایزید سے آواز سُنی کہ ابوالحسن وقت آگیا ہے کہ اب تو کام کرے اور مشغول ہو۔ عرض کی کہ حضرت میں تو محض ایک دیہاتی ہوں نہ لکھنا نہ پڑھنا جانتا ہوں اور نہ اسرارِ شریعت سے واقف ہوں۔ جواب ملا کچھ فکر نہ کرو۔ اور یہیں بیٹھ کر مطالعہ قرآن شریف کا آغاز کر دو۔ آپ نے قرآن کریم بھی نہ پڑھا تھا مگر برکت دیکھیے کہ چوبیس روز ہی کے اندر پورا قرآن ختم کر لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ خرقان پہنچے تو قرآن ازبر تھا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ مزار مبارک سے فیض کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور تمام علوم دل پر منکشف ہو گئے اور ایک ایسی آگ قلب کے پردوں میں بھڑکی کہ بجھنا تو کیا تھا اور بھڑکتی گئی۔

مجاہدات شروع کر دیے۔ عبادات میں مزہ ملنے لگا۔ انتہا یہ تھی کہ چالیس سال تک تکیہ سے سر نہ لگایا اور خود ہی فرماتے ہیں کہ تیس ۳۰ سال تک اللہ کے سوا غیر کا خیال تک نہ کیا۔ پھر ایک روز تکیہ جو مانگا تو استفسار پر فرمایا کہ آج کی شب میں نے بے نیازی ربّ قدیر کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ غرض چالیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے رہے

رازونیازِ محبت

رفتہ رفتہ درجۂ محبوبیت پر فائز ہو گئے۔ عرش بریں تک پروازیں شروع ہو گئیں۔ فرشتے ملاءِ اعلیٰ میں استقبال کرنے لگے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ قدرت حاصل ہو گئی کہ میں نے چاہا کہ میرا ٹاٹ کا لباس ہو بجائے رومی بن جائے فوراً بن گیا اور وہ درد پیدا ہو گیا کہ آپ ہی کے قول کے مطابق اگر اس کا قطرہ بھی باہر آ جائے تو طوفانِ نوحؑ سے بڑھ کر طوفان پیدا ہو جائے۔ یہ حالت تھی کہ کہیں کسی جگہ کسی ملک میں کسی کی تکلیف سنتے تو بے قرار ہو جاتے۔ فرماتے ہیں۔ اگر میں اُن رازونیاز کو ظاہر کر دوں جو مجھے باری تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہیں تو کسی کو بھی یقین نہ آئے اور اگر اُس

کے الطاف کا ذکر کروں تو لوگ تجھے پاگل اور دیوانہ کہنے لگیں۔ ذرا یہ راز و نیاز تو ملاحظہ فرمایئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آواز آتی ہے کہ ابوالحسن! کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے متعلق جو کچھ علم ہے ہم لوگوں سے کہہ دیں تاکہ وہ تجھے اٹھا کر سنگسار کر دیں؟ عرض کی بار آلہا! کیا تو چاہتا ہے کہ مجھے جو کچھ تیرے لطف و کرم کے متعلق علم ہے اُسے میں تیرے بندوں سے کہہ دوں تاکہ وہ پھر تجھے سجدہ ہی نہ کریں۔

بارگاہِ لم یزلی سے صدا پیدا ہوتی ہے کہ رہنے دے نہ تو ہماری کہہ اور نہ ہم تیری کہیں۔ اللہ اللہ کیا پیار ہے اور کیا محبت!

سلطان محمود غزنوی جیسا پرشکوہ فرماں روا بلاتا ہے، صاف انکار کر دیتے ہیں۔ لکھتا ہے آیت اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ملحوظ رہے فرماتے ہیں۔ ابھی تو "اَطِیۡعُوا اللّٰہَ" ہی میں پورا نہیں اُترا۔ "اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ" اور اطاعت اُولی الامر کا کسے ہوش ہے۔ وہ آپکی آزمائش کے لئے ایاز کو اپنا لباس پہناتا ہے اور خود غلام بنتا ہے اور بہت سی کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر خود حاضر ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں پہلے ان نامحرموں کو ہٹا دے۔ ایاز کو شاہانہ لباس میں سے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے اور سلطان سے مخاطب ہوتے ہیں نصیحت فرماتے ہیں کہ اگر ایک بڑھیا بھی سلطنت میں بھوکی سو رہی تو قیامت میں پکڑ ہو گی۔ سلطان عرض کرتا ہے کوئی کارخدمت؟ فرماتے ہیں مجھے تو صرف اللہ سے کام ہے۔ پھر اپنا خرقہ عطا کرتے ہیں جسکی برکت سے سومنات فتح ہوتا ہے۔

کرامات و خوارق عادات

سلوک میں آکر اتباعِ سنتِ نبوی میں شادی بھی کرتے ہیں۔ بچے بھی ہوتے ہیں۔ کسب رزق کے لئے باغ بھی لگاتے ہیں اور کھیتی بھی کرتے ہیں کہ آپ کی آبائی زمین تھی۔ خود ہی ہل جوتتے ہیں اور خود ہی بوتے ہیں نماز کا وقت آتا ہے تو ہل چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔ مگر ہل اور بیل اسی طرح چلتے رہتے ہیں۔ ایک روز ایک جگہ چاندی کے انبار لگتے ہیں۔ دوسری جگہ جوتتے ہیں تو سونا اور تیسری جگہ جواہرات برآمد ہوتے ہیں آپ مسکراتے ہیں اور کہتے ہیں خداوند کچھ کرے مجھے دنیا کی کوئی چیز بھی فریفتہ نہ کرے گی اور تجھ جیسے پیارے اور محبوب خدا سے ہرگز بھی اعراض نہ کروں گا حضرت

ابو القاسم قشیری سامنے پہنچتے ہیں تو ہیبت سے زبان بند ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تیس برس گذر چکے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے گفتگو کر رہا ہوں۔ حالانکہ کلام کرتا ہوں اللہ سے۔

لطیف

وصال پاتے ہیں تو اس کے بعد خوفناک تڑاقے کی بجلی گرتی اور چمکتی ہے اور قبر شریف پر ایک سفید پتھر آکر قائم ہو جاتا ہے اور شیر طواف مزار شروع کر دیتے ہیں۔ زندگی ہی میں فرماتے ہیں جو میری قبر پر آکر ہاتھ رکھیگا اُس کی مراد پوری ہوگی اور واقعی آج تک یہی ہو رہا ہے۔ مرنے سے پہلے ایک مرید محمد بن الحسین سے فرما دیتے ہیں کہ موت سے نہ ڈر۔ اگر میں تجھ سے پہلے ہی مر گیا تو بھی وقت موت تیرے پاس موجود ہوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے اور وہ مرید وقت نزع آپ کو سامنے کھڑا دیکھ کر جان دیتا ہے۔

نکات و تعلیمات

فرمایا کہ جو شخص تمام جہان میں مجھے زندہ نظر آیا ہے وہ حضرت بایزید ہیں ان کا انتقال آپ سے اُنتالیس سال پیشتر ہو چکا تھا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دلق اور ٹاٹ نہیں۔ دل اور اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

"جس کی رات اور دن اس حالت میں بسر ہو کہ اُس نے نہ کسی کو آزار پہنچایا اور نہ کسی کا دل دُکھایا تو گویا اس نے وہ رات رسول کریمؐ کے حضور میں بسر کی جو کسی مومن کو ستاتا ہے اُس کی عبادت قبول نہیں ہوتی سب سے بہتر وہ دل ہے جو بدی اور شر سے خالی ہے۔

جواں مردوں اور ولیوں کی صحبت میں بیٹھا گویا اللہ تعالیٰ کی صحبت میں بیٹھا۔ فرمایا میں سب کچھ سمجھا مگر نہ سمجھا تو رسول کریمؐ کے درجہ کی نہایت کو نہ سمجھا۔ فرمایا:- اُس شخص کی صحبت میں بیٹھو جو آتش محبت میں جلا ہوا ہو اور غریق بحر درد ہو۔ فرمایا:- جس وقت تو اپنی ہستی کو فنا کر دیگا اور فانی ہو جائیگا اس وقت تو ہی تو ہوگا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا لطف اپنے دوستوں کے لئے رکھا ہے اور رحمت عاصیوں کے لئے ہے۔ فرمایا جب تو اپنی ہستی اُس کے حوالے کر کے خود فانی ہو جائے تو وہ تجھے اپنی ہستی عطا کرے گا۔ فرمایا

صرف تین جماعتوں کو شرفِ حضوری ہوتا ہے۔ صاحب علم و عرفان۔ صاحب سُبحۂ سجّادہ اور صاحب کسب و ہُنر۔ فرمایا جو عاشق ہو اس نے اُسے پا لیا۔

بہرکیف حضرت ابوالحسن خرقانیؒ اپنے عہد کے یگانۂ روزگار بزرگ گذرے ہیں خرقان میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ ۱۵ ررمضان ۴۲۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔

(۳۱) حضور محی الدین عبدالقادر جیلانی رح

ولادت باسعادت حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ" زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا" غوث اعظمؒ ہی ہیں۔ اس ذاتِ گرامی کی تعریف و توصیف کی طاقت کس قلم اور کس زبان میں ہے۔ حاجت روائے عالم، مرہم زخم قلب و دل، ابر کرم کیا نہ تھے سب کچھ۔ دین کا احیاء محی الدین بن کر کیا تو آپ نے۔ حاجتمندان ارض کی صداہائے اغثنی پر پریشان غوثیت دکھلاتے رہے تو آپ! ٹوٹے ہوئے قلوب کو شفیق و رحیم بن کر جوڑا تو آپ نے! محبوب کبریا تھے تو آپ۔ سرگروہ اولیا تھے تو آپ زندگی بھر مخلوق خدا کی حاجت روائی کرتے رہے اور اب تک کر رہے ہیں۔ وہ بزرگ جلیل تھے کہ کارکنان قضا و قدر نے ہر ذرہ وجود پر آپ کے جلوہ گر ہونے سے صدہا سال پیشتر آپ کے استقبال کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ سنئے حضرت امام حسینؓ ہی کو آپکی ولادت کی خبر خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں دی تھی کہ فلاں صدی میں تیری آل سے ایک بچہ عبدالقادر ہو گا جو غوث اعظم ہو گا (مجمع القصائد) بطن مادر ہی میں آپ سے کمالات کرامات کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔

جس وقت آپ صلب پدر سے بطن مادر میں منتقل ہوئے ہیں اُس وقت آپ کی والدہ محترمہ کی عمر شریف ساٹھ سال کی ہو گئی تھی۔

صاحب انیس القادریہ لکھتے ہیں کہ آپ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ ایک سائل نے دروازہ پر آ کر صدا لگائی۔ وہ بدبخت انھیں گھر میں تنہا پا کر اندر گھسا چلا آیا۔ اسی وقت غیب سے ایک شیر نمودار ہوا جو اُسے وہیں چیر پھاڑ کر غائب ہو گیا۔ جیلان میں شب اوّل

رمضان کے اندر ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔

عبادت اور وعظ و درس

سولہ برس کی عمر میں آپ جیلان سے بغداد آئے اور ساتھ ہی برس کے اندر فضل ربّی سے جملہ علوم و فنون میں درجۂ تبحّر حاصل کر لیا۔ اس کے بعد حضرت ابوالخیر ابوسعیدؒ کے مرید ہو گئے۔ اور مجاہدات و عبادات میں مصروف رہنے لگے۔ یہ حالت تھی کہ کامل پچیس ۲۵ برس آپ جنگلوں میں مستانہ وار پھرتے رہے۔ ہوش آتا تو عبادت میں مصروف ہو جاتے ورنہ پھر نعرے لگانے لگتے۔ اس مدت میں بڑی بڑی ریاضتیں کیں۔ صرف جنگل کے پتوں اور گھانس پہ آپ کی گذر تھی۔

چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے رہے اور سر تکیہ پر نہ رکھا پندرہ برس اسی عالم میں گذرے کہ تمام شب ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے ایک ایک رکعت میں ایک ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ جب پوری طرح تزکیہ باطنی ہو چکا تو آپ کو خرقہ خلافت عطا ہو گیا اور آپ جذب و سکر سے سلوک میں آ گئے۔ اور وعظ و پند کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کی تقاریر سننے کے لئے دور دراز سے لوگ حاضر ہوتے ہجوم کی یہ حالت ہوتی تھی کہ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ ہوتی تھی۔ دوران تقریر میں لوگ چیخ چیخ کر رو یا کرتے اور کوئی جلسہ ایسا نہ ہوتا تھا جس میں دو چار موتیں خوفِ الٰہی سے واقع نہ ہوتی ہوں بیشمار مخلوق نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے سلسلہ درس بھی شروع کر دیا تھا۔ ساڑھے چھ سو طلباء آپ کے مدرسہ میں تھے جنھیں آپ روزانہ سبق پڑھاتے اور درس دیتے جن طلباء کے پاس خرچ نہ ہوتا پاس سے دیدیتے۔ غریب طلباء پر بہت مہربانی فرماتے

کرامات و خوارق عادات

ایک شخص نے آکر شکایت کی کہ میری اہلیہ مرگی کے لاعلاج مرض میں گرفتار ہے۔ فرمایا جا اور اس کے کان میں کہہ دے کہ "اے مرگی دیکھ پھر کبھی ادھر کا رُخ نہ کرنا کہ یہاں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مقیم ہیں" اس کے بعد پھر کبھی اس پر اس مرض کا دورہ نہ پڑا۔

ایک روز ایک عورت نے عرض کی کہ میرے لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی جاتی ہیں۔ دعا

فرمایئے کہ لڑکی بھی پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا۔ جا گھر دیکھ۔ تیری جتنی لڑکیاں تھیں وہ سب لڑکا ہو گئیں۔ گھر جو واپس آئی تو واقعی اس نے تمام لڑکیوں کو مرد پایا۔

ایک پیر زال کا بیٹا ڈوب گیا۔ وہ فریاد کرنے لگی کہ میرے تو تنہا یہی ایک بیٹا تھا میں نہیں جانتی حضور مجھے بیٹا عنایت کریں۔ آپ نے کہا روتی کیوں ہو۔ گھر جا کر تو دیکھ۔ واپس جو گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا خوش وخورم گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔

دو مسلمان وعیسائی باہم جھگڑ رہے تھے۔ آپ نے عیسائی سے کہا تم حضرت عیسیٰؑ کو کس بناء پر حضور نبی کریمؐ پر فوقیت دیتے ہو؟ بولا وہ تو مردہ کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ فرمایا بس اتنی ہی بات ہے یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام بھی کر سکتے ہیں۔ آپ نے ایک قبر پر ٹھوکر جو ماری تو ایک قوال گاتا ہوا نکل کر سامنے آ کھڑا ہوا۔ اور قبر پھٹی کی پھٹی رہ گئی عیسائی یہ کرامت دیکھ کر پاؤں پر گر پڑا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ حضور غوث اعظمؒ بیٹھے ہوئے وضو فرما رہے تھے کہ ایک چڑیا نے اوپر سے بیٹ کر دی جس سے آپ کے کپڑے نجس ہو گئے۔ آپ نے نظر اٹھا کر تیز نگاہ سے جو دیکھا تو وہ چڑیا اسی وقت مر کر سامنے گر پڑی۔ آپ کو رحم آ گیا۔ اللہ سے دعا کی۔ اسی وقت زندہ ہو گئی۔

افادۂ خلق اور فیوض و برکات

ابتداء میں آپ کو بہت جلال تھا۔ اتنا کہ کوئی خوف کے مارے آپ کا نام بلا وضو نہ لیتا تھا کہ فوراً نقصان پہنچ جاتا تھا۔ جس کی طرف نگاہ گرم سے دیکھ لیتے تھے سر قلم ہو جاتا۔ مگر آپ نے رسول کریمؐ کی ہدایت پر جلال ترک کر دیا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ ہر وقت شانِ جمالی میں رہتے تھے۔ سب سے بہ خلق وملاطفت پیش آتے تھے۔ کسی پر غصہ نہ کرتے تھے۔ روزانہ ہزارہا افراد آپ کے مرید ہوتے اور دور دور سے آ کر آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ کرتے۔ چالیس برس تک آپ خلقِ خدا کو نصیحت وہدایت کرتے اور راہِ حق دکھلاتے رہے اور تحریر وتقریر وتعلیم سے ہر طرح مخلوق کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ عوام کے لئے تو آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ درس وارشاد انہیں کے لئے تھا۔ وعظ وتقریر سے انہی کی اصلاح کی جاتی تھی ان کے متعلق آپ یہ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ باعلم ہوں

تو پڑھانے کو آپ کا مدرسہ موجود تھا۔ غریب ہوں تو دینار و درہم سے ان کی امداد کریں کہ فتوحات اسی مقصد کے لئے وقف تھیں بھوکیں ہوں تو انھیں کھلائیں کہ لنگر اسی غرض کیلئے جاری تھا۔ اور گمراہ و فاسق ہوں تو وعظ و پند سے انھیں سمجھا کر راہِ راست پر لے آئیں کہ آپ کے مواعظ اور مجالس موجود تھیں ہزار ہا دینار روزانہ فتوحات میں ملتے تھے۔ امراء و روسا تھیلیاں نذر پیش کرتے تھے۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ جو کچھ جس روز ملتا اسی روز مستحقین کو تقسیم کرتے اور اپنے پاس ایک درہم بھی نہ رکھتے۔ زندگی میں بلا مبالغہ لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ غربا اور ضرورتمندوں کو تقسیم کیا عادت تھی کہ آپ کسی سائل کو بھی اپنے در سے محروم واپس نہ جانے دیتے تھے اور جو مانگتا تھا بلا تامل وہ اسے دے دیتے تھے۔

مواعظ و تقاریر پند و نصائح اور سلسلۂ مریدی نے عامتہ المسلمین کی حالت میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کر دیا تھا۔ تمام مریدین و معتقدین شریعت کے پورے پابند ہو گئے تھے۔ خوف خدا سے لرزتے رہتے تھے اور نفسانیت بالکل فنا ہو کر رہ گئی تھی۔

خواص کے لئے خانقاہ تھی، مجالس خاص تھیں جن میں عرفان باطن کے اسرار بیان ہوتے تھے۔ تزکیہ نفس و تزکیہ قلوب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس خانقاہ سے ہزاروں انسان ولی ہو کر نکلے اور انھوں نے مسند ارشاد پر متمکن ہو کر دنیا بھر میں اصلاح و ہدایت کا ایک سلسلہ عظیم شروع کر دیا جس وقت آپ پیدا ہوئے ہیں اس وقت دین و ملت کی حالت بہت نازک تھی۔ لوگوں میں عام بیدینی پھیلی ہوئی تھی۔ مذہب کا احترام اٹھ چکا تھا۔ علمائے ربانی ضرور اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے لیکن اب تک جتنی مساعی ہوئی تھیں وہ سب انفرادی حیثیت رکھتی تھیں۔ آپ نے اس کام کو اجتماعی حیثیت سے شروع کر دیا اور دین کو زندہ کر کے محی الدین کا لقب پایا۔

گیارھویں شریف اور اسکی برکات

اب تک آپ کا یہ تصرف زندہ صورت میں موجود ہے کہ جو افراد آپ کی نیاز

کرتے رہتے ہیں اور گیارھویں شریف کے پابند ہیں وہ تنگی رزق کی شاکی نہیں رہتے اور کشائش قسمت اور فراخ دستی کا یہ نہایت مجرب عمل ہے کہ ہر مہینہ کی دس تاریخ کو شام کو حضور کی فاتحہ شیرینی پر دلائی جائے۔ ہمیں اس کا ذاتی تجربہ ہے اور ہم خود بھی اس کے پابند ہیں ترکیب ختم یہ ہے کہ ہر ماہ کی گیارھویں شب کو تین یا سات یا گیارہ آدمی باوضو ایک جگہ بیٹھ کر پہلے گیارہ مرتبہ سورۂ فاتحہ با تسمیہ پڑھیں۔ اس کے بعد سو بار درود شریف۔ گیارہ بار کلمہ تمجید اور ایک سو گیارہ بار یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ ایک بار سورہ یٰسین شریف ایک سو اکتالیس بار سورۂ الم نشرح بالتسمیہ۔ اور ایک سو گیارہ بار درود شریف ایک سو ایک بار سورہ اخلاص اور پھر ایک سو ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر شیرینی پر حضرت کی فاتحہ دیں اور اسے تقسیم کریں ہمارے نزدیک یہ ختم ہر کام اور ہر مشکل کے لئے نہایت مجرب ہے اور تمام بزرگ اس کے مجرب ہونے پر اتفاق کرتے چلے آئے ہیں۔

اگر کسی کام کے لئے متعدد اشخاص مثلاً گیارہ۔ اکیس ۲۱ اکتالیس وغیرہ اکٹھے ہو کر ایک جلسہ میں "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" پڑھیں اور سوا لاکھ کی تعداد پوری کریں تو غیر ممکن ہے کہ اللہ اس کام کو پورا نہ کر دے۔ حضرت شیخ ابوالقاسم عمر بزاز رح فرماتے ہیں کہ خود حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی کسی مشکل کے وقت میری طرف رجوع کرے گا میرا وسیلہ چاہیگا اُس کی مشکل ضرور حل ہو گی اور جو حاجت ہو گی وہ پوری ہو جائیگی؛

سیرت و عظمت حضور انیس الغربار تھے۔ غربا ر فقرار اور ضعفار سے انتہائی نرمی اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ جو آپ سے ملتا اور خدمت میں حاضر ہوتا خوش ہو جاتا تھا اور یہی تصور کرتا کہ حضور سب سے زیادہ اسی پر مہربان ہیں یہ حالت تھی کہ فرمایا کرتے تھے۔

اگر مجھے دنیا اور دنیا کے تمام خزانے مل جائیں تو میں انھیں بھوکوں کے کھلانے اور ضرورتمندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے وقف کر دوں کیونکہ

میرے نزدیک لوگوں کو کھلانے اور اُن سے محبت اور خوش طبعی سے پیش آنے سے بڑھ کر اور کوئی امر زیادہ موجب ثواب نہیں۔ خوش خلقی اور اطعامِ طعام دنیا کے دو بہترین اور افضل ترین کام ہیں میں نے دنیا کو دل سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا ہے۔

اپنے ہم نشینوں کی بیحد عزت کرتے تھے۔ مریدوں سے نہایت محبت سے پیش آتے تھے۔ بیماروں اور عاجزوں کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جو بیمار بھی آپکی خدمت میں آتا آپ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور وہ اسی وقت شفایاب ہو جاتا۔ امراء ور ؤسار و خلفاء کی تعظیم کے لئے کبھی کھڑے نہ ہوتے۔ اس لئے بعض خلفاء و اُمراء آپ کے مخالف رہے اور بہت نقصان اٹھایا۔ ایک مرتبہ خلیفہ ابو المظفر اشرفیوں کے دس توڑے لیکر آپکی خدمت میں حاضر ہوا مگر آپ نے قبول نہ کئے کہ یہ روپیہ تیرا نہیں رعایا کا ہے اور ظلم سے وصول ہوا ہے۔

فرمایا کرتے اور ولی تو انبیاء کے تبع اور پیرو ہیں اور میں اپنے جد حضور رسول کریمؐ کے قدم بقدم ہوں جتنے خوارقِ عادات آپ سے ظہور میں آئے اور جتنا فائدہ اشاعتِ اسلام اور اصلاحِ خلق اور تزکیہ نفوس کے سلسلہ میں مخلوق کو آپ سے پہنچا اور کسی ولی سے نہیں پہنچا۔ مکھیوں کی مجال نہ تھی کہ آپ کے جسم پر بیٹھ سکیں۔ معطر رہتے تھے۔ لباس فاخرہ پہنتے تھے اچھا کھاتے تھے گویا جہاں حضرت جنیدؒ نے دلق پوشی کو سلوک میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور عزلت پر صحبت کو ترجیح دینے کا طریقہ نکالا تھا وہاں آپ نے پہلی مرتبہ یہ انقلاب بھی پیدا کیا کہ حصول کمال کے بعد اچھا کھانے اور اچھا پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جمع کچھ نہ رکھنا چاہیئے اور نہ آپ خود اپنے پاس کچھ رکھتے تھے۔ آپ کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے اور صوفیا کی سرداری کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔

اولاد و انتقال حضور غوث الاعظمؒ نے گیارہ ربیع الاول ۵۶۱ھ میں وفات پائی اور بغداد شریف کے باب الدرج میں مدفون ہوئے۔ مزار مبارک آج بھی حاجت روائے خلق ہے۔ حضرت امام عبداللہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو بزرگ

بغداد پہنچے اور مزار اقدس کی زیارت نہ کرے اُس کی تمام کرامات ضبط ہو جاتی ہیں آپ کے دس بیٹے پیدا ہوئے اور سب کے سب درجہ کمال کو پہنچے۔ سلسلہ قادریہ عالیہ آپ ہی سے چلا۔ ہر حصہ ملک میں آپ کے خلفاء موجود تھے۔

(۳۲) شیخ شہاب الدین سہروردی

حضور غوث پاک کی دعا اور ولادت

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اپنے عہد کے یگانہ روزگار اور فقید النظیر بزرگ ہیں۔ آپ کے والد گرامی حضرت شیخ محمد قریشی کے کوئی اولاد ہی نہ ہوتی تھی۔ جب بالکل مایوسی ہوگئی تو انھوں نے اپنی اہلیہ سے مشورہ کیا کہ ہم تو تمام تدابیر کر چکے اور عمر ختم ہوئی جاتی ہے کیا کیا جائے؟ بولیں اچھا صبر کیجیے۔ میں حضور غوث پاکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کرتی ہوں انشاء اللہ ان کی دعا سے ضرور ہمارا دامن مراد گلہائے آرزو سے لبریز ہوگا کہ وہ غوث وقت اور محبوب لم یزل ہیں۔ حضرت شیخ محمد قریشیؒ بیوی کی اس تدبیر پر بہت مسرور ہوئے اور حضرت شیخ محمد صادق شیبانی قادریؒ کی روایت کے مطابق وہ حضور غوث پاکؒ کی خدمت میں پہنچیں اور عرض کی کہ حضور دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اولاد عطا کرے حضور غوث پاکؒ نے اسی وقت مراقبہ کیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جلد ایک فرزند جلیل عطا کرے گا جو نہایت سعادت مند اور سر آمد روزگار ہوگا چنانچہ قدرتِ خداوندی سے اسی رات خلوت کا اتفاق ہوا۔ اور وہ پیکر عفت حاملہ ہوگئیں۔ نو ماہ کے بعد بڑی امید ول اور آرزوؤں کے بعد بچہ پیدا ہوا دیکھا تو لڑکی تھی۔

فوراً حضور غوث پاکؒ کو اطلاع دی گئی کہ گھر میں لڑکی پیدا ہوئی لڑکی ہی سہی۔ شکر ہے کہ اولاد تو ہوئی۔ فرمایا نہیں لڑکی نہیں ہے لڑکا ہے۔ گھر جو واپس جا کر دیکھتے ہیں تو واقعی پیدا شدہ بچہ لڑکی سے لڑکے کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ بہت خوش ہوئے۔ خاندان بھر میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ اور پھر اطلاع کرائی گئی کہ آپ کی دعا و کرامت

سے لڑکی لڑکا ہو چکی ہے۔ فرمایا:۔

اس بچہ کا نام شہاب الدین رکھنا۔ یہ بچہ بہت مبارک بچہ ہے۔ بڑھ کر اپنے وقت کا شیخ الشیوخ ہوگا۔ اس سے ایک نیا سلسلہ چلیگا۔ اس کی عمر طویل ہوگی ابروؤں کے بال اور پیشانی دراز ہوں گے کہ لڑکی نے لڑکے کی صورت اختیار کی یہ آفتاب بن کر افق عالم پر ورخشانیاں کریگا اور بڑا بلند مرتبہ ولی ہوگا۔

علم و فضل اور شوق و استغراق

چنانچہ جوان ہوئے تو آپ کی پیشانی عورتوں جیسی بڑی اور دراز تھی اور ابروؤں کے بال پلکوں پر پڑے رہتے اور عمر بھی طویل ہوئی اور بلند مرتبہ ولی ہوئے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" بچپن ہی سے آپ میں وہ ذہانت و فراست موجود تھی کہ دیکھنے والے متحیر ہو جاتے تھے اور مدارس و مکاتب کے تمام معلمین و اساتذہ آپ کی ذہانت و فہم کے بڑے مداح تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صرف سولہ برس ہی کی عمر میں اکثر علوم و فنون میں کامل ہو گئے اور معقولات و منقولات دونوں میں تبحر حاصل کر کے سند فضیلت پالی۔ فقہ و حدیث قرآن و تفسیر بیان و بلاغت۔ ریاضی و ہیئت۔ فلسفہ و منطق اور علم کلام میں ید طولی رکھتے تھے۔ بہت بڑے عالم و فاضل بزرگ تھے۔

پھر آپ کو علم باطنی سیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور یہ حالت پیدا ہوئی کہ ہمہ وقت ہی استغراق رہنے لگا۔ آپ کے عم محترم حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی بہت بڑے ولی و عارف تھے بچپن سے آپ انہی کی صحبت و مجلس میں رہے۔ اور یہ اسی کا اثر تھا کہ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کو علوم باطنی کی تحصیل کا شوق فراواں پیدا ہو گیا حالانکہ علم اور علی الخصوص وہ علم جو معقولات کے متعلق ہو اکثر و بیشتر رہبر ہونے کے بجائے رہزن ہی ثابت ہو رہا ہے شوق اور شوق کے ساتھ محنت اور محنت کے ساتھ عبادت کا انہماک بڑھتا رہا۔ اور آپ ہمہ تن محو رہنے لگے چچا نے بارہا سمجھایا کہ بیٹا ابھی تم بچے ہو تمہاری عمر بھی ایسی نہیں ہے کہ تم علوم باطنی کی طرف توجہ کرو ابھی

ابھی اور پڑھو اور ترقی کرو۔ وقت آئیگا تو یہ کام بھی ہو جائے گا۔ مگر جب آپ نے ایک بھی نہ سنی اور شب و روز اس میں غرق رہنے لگے تو وہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو حضور غوث اعظمؓ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یہ میرا بھتیجہ ہے اگرچہ فارغ التحصیل ہو چکا ہے لیکن میری منشا تھی کہ یہ ابھی اور پڑھے اور ترقی کرے۔ مگر اسے علم الٰہی سیکھنے کا انتہائی شوق ہو گیا ہے اور یہ میرا کہنا نہیں سنتا۔ حضور غوث پاکؓ نے آپ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا بیٹے بتاؤ تو ہمیں کہ علم کلام میں تم نے کیا کیا پڑھا ہے؟

مگر اب وہاں کیا رکھا تھا۔ سینہ صاف اور تمام علم کلام محو ہو چکا تھا۔ حتّٰی کہ کتابوں کے نام تک بھی یاد نہ رہے۔ اس پر حضور ہنسے اور ہنس کر فرمایا۔ فکر نہ کر۔ ہم نے علم کلام کو تیرے سینے سے محو کر کے اس میں علم معرفت بھر دیا۔

عبادت و عرفانی کمالات

اب تک جو کچھ تھا وہ کثرت عبادات ظاہری اور ایک قلبی خلش سے کوئی زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا اور سولہ برس کی عمر ہی کوئی عمر ہوتی ہے کہ کوئی کچھ سیکھ سکے اور سمجھ سکے آج کل بھی اس عمر کے بچے زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ انٹرنس پاس کر لیتے ہیں اور بس ورنہ درحقیقت تہذیب اور شائستگی اور پختگی و وقار علم پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہونا چاہیئے مگر یہ آپ ہی کا رتبہ تھا کہ آپ نے اس کم سنی میں علوم ظاہری میں بھی سند فضیلت حاصل کر لی اور علوم باطنی کے بحر زخار میں بھی دلیرانہ کود پڑے۔

حضور غوث اعظم کی نظر پڑتے اور ہاتھ پھیرتے ہی سینہ تو تجلی گاہ انوار بن چکا تھا اب تو ترقیات و مراتب کے حصول اور طے مراحل کا سوال رہ گیا تھا تو یہ آپ نے اب شروع کر دیا جس کے چچا حضرت ابو النجیب سہروردی جیسے کاملین اور شفیق حضرت غوث مآب جیسے سردار اولیا ہوں اس کی ترقی کی سرعت رفتار کا پوچھنا کیا پر لگ گئے تھے جن سے بسیط فضا دل میں اڑتے چلے جاتے تھے مرشد کامل کی توجہ ہو تو ہزار سال کی راہ ایک آن میں طے ہو سکتی ہے پھر آپ کو تو دو مرشد ملے ہوئے تھے اور مرشد بھی ایسے جن کا

ثانی زمانہ آج تک پیدا نہ کر سکا۔ کیا کچھ نہ دیا ہوگا اور کیا کچھ نہ پایا ہوگا جتنا راستہ طے ہوتا جاتا تھا اتنا ہی شوق بڑھتا جاتا تھا اور جتنا شوق بڑھتا تھا اتنے ہی مجاہدات زیادہ کیے جاتے تھے سالہاسال قطعی بیداری میں گذر گئے برسوں رات دن عبادت الٰہی میں مشغول رہے دو دو رکعت میں ایک ایک قرآن ختم کرتے رہے رات بھر اللہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے اور دن بھر روزہ رکھتے حضرت غوث پاک آپ پر بہت ہی مہربان تھے اور شفقت رکھتے تھے یہاں تک کہ آخر وقت کے قطب اور اپنے عہد کے ادتاد بن گئے حضرت غوث اعظمؒ کے بغداد میں روحانی فرمان روائی آپ ہی کی تھی اور تمام مشائخ نے آپ کو شیخ الشیوخ تسلیم کر لیا تھا۔ حضرت ابو نجیب سہروردی اور حضور غوث پاکؒ نے بالترتیب ۵۶۳ھ اور ۵۶۱ھ میں وصال پایا اور آپ کا سنہ ولادت ۵۴۲ھ ہجری ہے اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے بیس ہی برس کی عمر میں کہ عین عالم شباب اور نوجوانی کا دور ہوتا ہے اتنی ترقیاں کر لی تھیں کہ دونوں بزرگوں نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما دیا تھا۔

یہ حالت تھی کہ مسلمہ طور پر شیخ الشیوخ بغداد تھے ہر سال حرمین شریفین کی زیارت کو والہانہ جاتے اور حضرت خضر برابر آپ کے پاس آتے جاتے رہتے اس عہد میں دنیا کے اندر کوئی بزرگ آپ کا ہم پایہ اور ہم رتبہ نہ تھا۔ اور تاج قیادت آپ ہی کے سر پر جگمگا رہا تھا۔

خانقاہ عالیہ کی عظمت و رفعت

آپ نے بڑی نادر اور معرکہ آرا کتب تصنیف کیں۔

بہجۃ الابرار اور عوارف شریفہ آپ کی وہ لاثانی تصانیف ہیں جن سے تا قیام قیامت فقراء و اولیا و مشائخ فیض اندوز ہوتے رہیں گے۔

آپ کی خانقاہ عالیہ ایک چشمۂ فیض تھا جو پڑا ابلتا رہتا تھا اور جس سے ایک عالم سیراب ہو رہا تھا۔ ظاہری و باطنی علوم کے لئے جداگانہ انتظام تھے آپ کے مدرسے میں بھی بکثرت طلبا تھے اور خانقاہ میں بھی اس وقت آپ کی خانقاہ

دنیا کی سب سے بڑی روحانی یونیورسٹی تھی جس سے بڑے بڑے مشائخ کرام علمی و اعزازی سندات لے کر نکلتے تھے۔ ایشیا کے قریب قریب تمام مشہور و کامل مشائخ نے اس وقت آپ کی قدمبوسی کی۔ آپ کی مجالس میں حاضر ہوئے حضرت خواجہ غریب نواز۔ حضرت قطب الاقطاب۔ حضرت گنجشکر۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری۔ حضرت بہاء الدین زکریا۔ حضرت جلال الدین تبریزی۔ حضرت شیخ سعدی۔ حضرت خواجہ فرید الدین عطار وغیرہ جیسے بزرگ اسی خانقاہ میں ٹھہرے اور یہیں سے فیوض حاصل کئے۔

آپ کی مجلس پُر انوار مختلف بلاد و امصار کے اولیا و مشائخ سے کبھی خالی نہ رہتی تھی۔ ایک کثیر تعداد ہمیشہ موجود رہتی تھی جن کے قیام و طعام کا پورا اہتمام کیا جاتا تھا۔ بڑی بابرکت مجالس ہوتی تھیں جن میں عرفان و معرفت کے خم لنڈھائے جاتے تھے۔ آپ کے لنگر خانہ میں سینکڑوں من آٹا روز پکتا تھا۔ ہر جمعہ کو وعظ فرماتے جن کے سننے کے لئے خلقت امنڈ آتی تھی۔

آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے سردار روحانی ہیں آپ کے سلسلہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ترک دنیا کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ سہروردی دنیا کو چھوڑ کر نہیں دنیا میں رہ کر اور دنیا میں کھپ کر طاعت و عشق کا مظاہرہ کرتے ہیں ہمارے ہاں کا اصول یہ ہے کہ

اچھا کھاؤ اچھا پہنو۔ دولت کماؤ۔ سب کچھ کرو۔ مگر اللہ کو نہ بھولو۔ اور گناہوں سے دامن بچائے رکھو۔

چنانچہ سہروردیوں میں بڑے بڑے بزرگ گذرے ہیں جو بیک وقت انتہائی دولتمند اور انتہائی خدا پرست دونوں تھے۔

فراوانی دولت و طاعت

خود حضرت شیخ الشیوخ کی دولت کی یہ حالت تھی کہ اصطبل کے تمام گھوڑوں کے گلوں میں طلائی زنجیریں پڑی رہتی تھیں اور چاندی کے میخوں سے بندھے رہتے تھے ایک بزرگ نے کہا

کہ یہ تو درویشی نہیں شاہی ہے فرمایا خاموش رہ کہ یہ چیزیں میرے دل میں نہیں زمین میں گڑی ہیں۔ بڑی وسیع جائداد تھی متعدد فرزند تھے ایک ایک کے حصہ میں سات سات اور بروایت دیگر سترہ سترہ لاکھ دینار کی جائداد آئی صاحب خزانہ بھی تھے اور جائداد کے انتظام میں بھی بہت مصروف رہتے تھے مگر جب آپ کے فرزند شیخ عمادالدین نے انتقال کے وقت خزانہ کی کنجیاں خادم سے طلب کر کے خزانہ دیکھا ہے تو اس میں نقد چھ دینار سے زیادہ نہ نکلے جن سے آپ کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ فیاض اور غربا نواز بھی بےحد تھے۔ دس بارہ ہزار روپیہ روزانہ فتوحات و نذرانوں ہی میں آتا تھا کہ بڑے بڑے امراء و عمائد و خلفاء معتقد و مرید تھے مگر سب کا سب شام ہی تک فقراء و غرباء کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگلے روز کے لئے پیسہ بھی نہ رکھتے تھے۔ حضرت شیخ نجم الدین خلیفہ کا بیان ہے کہ میں نے دوران چلہ میں ایک روز دیکھا کہ:۔

شیخ ایک بلند پہاڑی پر جلوہ افروز ہیں زر و جواہر کے انبار کے انبار سامنے لگے ہوتے ہیں نیچے دامن میں ایک خلقت کا ہجوم ہے وہ مانگ رہی ہے اور آپ مٹھیاں بھر بھر کے دیتے چلے جا رہے ہیں مانگنے اور لینے والے ختم ہو گئے مگر وہ انبار ختم نہ ہوئے۔ میں نے شیخ سے ذکر کیا فرمایا تو نے جو دیکھا ٹھیک تھا یہ حضور غوث پاک کی عنایت ہے۔

ایک دفعہ آپ کے پاس شیخ احد الدین تشریف لائے آپ ان سے نہایت محبت و تعظیم کے ساتھ ملے انہیں سماع سے شوق تھا کہا حضرت میں تو سماع سننا چاہتا ہوں آپنے اسی وقت قوالوں کو بلا کر سماع کا بندوبست کر دیا اور بھی بزرگ تھے بڑے زور شور سے قوالی ہوئی قوالوں نے خوب گایا۔ آپ سماع نہ سنتے تھے اسلئے قوالوں کو بلا کر اور سارا اہتمام کر کے خود تلاوت قران میں مصروف و مشغول ہو گئے۔ ایسے مصروف و مشغول کہ اتنا بھی پتہ نہ چلا کہ قوالی ہوئی بھی یا نہیں صبح خادم نے خانقاہ میں آکر عرض کی کہ حضور درویش رات بھر

قوالی سنتے رہے ہیں اب ان کے لئے ناشتہ کی ضرورت ہے. فرمایا چھ رات بھر قوالی ہوتی رہی مجھے تو معلوم بھی نہ ہوا اور نہ آواز آئی کہ کب سماع ہوا اور کہاں ہوا. یہ تھا آپ کا استغراق اور یہ تھی آپ کی تلاوت اور قرآن خوانی اللہ والے بزرگ اور پھر بزرگ بھی آپ جیسے جتنا استغراق اور جتنی محویت بھی ہو کم ہے.

کرامت و خوارق عادات

خلیفہ وقت کے پاس ایک زبردست فاضل فلسفی حکیم آیا اور اس نے فلسفہ و معقولات کے متعلق اپنی ایک معرکہ آرا تصنیف پیش کی خلیفہ اس تصنیف کی عظمت اور اس فلسفی کی لیاقت دیکھ کر اتنا مسرور اور اتنا خوش ہوا کہ اُسے اپنی مصاحبت میں لے لیا.

یہ حالت ہو گئی کہ وہ ہر وقت خلیفہ کے ساتھ رہتا اور جو کچھ کہتا وہی خلیفہ کرتا اس نے رفتہ رفتہ خلیفہ کے اعتقادات بھی خراب کرنے شروع کر دیئے اور اپنا اقتدار بہت بڑھا لیا لوگ بہت پریشان ہوئے خلیفہ کے بد اعتقاد اور بے دین ہونے کے معنی رعایا پر جدید مصائب و حوادث کے نزول کا پیش خیمہ تھے اور اس امر کا قوی امکان پیدا ہو گیا تھا کہ بادشاہ اور یہ فلاسفر دونوں متحد ہو کر مخلوق خدا کو ظلمت کفر میں مبتلا کر دیں گے. آپ تو ہمہ تن اصلاح خلق اور تقویت دین اور اشاعت اسلام میں مشغول تھے ان حالات کا علم جو ہوا تو آپ اپنی خانقاہ سے اٹھ کر سیدھے خلیفہ کے پاس پہنچے کہ اسے سمجھائیں اور اس بد دین فلاسفر کے خوفناک جال سے اسے اور مخلوق دونوں کو بچائیں

یہ محض ایک اتفاق یا آپ کی بلندی کرامت تھی کہ اس وقت وہ فلاسفر بھی خلیفہ کے پاس ہی بیٹھا تھا آپکی شہرت ہمدوش ثریا بنی ہوئی تھی تمام شاہان اسلام آپ کا مرتبہ سمجھتے اور آپکی عزت و تکریم کرتے تھے کہ شیخ الشیوخ وقت تھے خلیفہ بھی آپ کو دیکھتے ہی ادب سے کھڑا ہو گیا اور بہت عزت و اعزاز کے ساتھ آپ کو بٹھایا. اس وقت بھی دونوں میں گفتگو ہو رہی تھی مگر شیخ کو دیکھتے ہی دونوں خاموش ہو گئے تھے. بیٹھتے ہی آپ نے

پوچھا فرمائیے تو باہم کیا باتیں ہو رہی تھیں، کس معاملہ پر بحث ہو رہی تھی؟ کسی کی جرأت بھی نہ پڑی کہ آپ کے سامنے بحث کو دہرا سکے لیکن جب آپ نے بار بار اصرار کیا اور زور دیکر کہا کہ میرے تو دربار میں آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ دونوں کی بحث سنوں مجبور ہو کر بولا کہ :-

ہم اس وقت یہ بحث کر رہے تھے کہ حرکت اصولاً تین قسم کی ہوتی ہے (۱) حرکت طبعی (۲) حرکت ارادی اور (۳) حرکت قسری۔ حرکت طبعی وہ ہے کہ خود بخود ہو رہی ہو اور کسی کو اس کی اس حرکت میں کوئی دخل نہ ہو۔ حرکت ارادی وہ ہے کہ خود اپنے ارادہ سے حرکت کرے اور جس رُخ چاہے اس رُخ حرکت کرے اور حرکت قسری وہ ہے کہ اسے اور کوئی حرکت دے رہا ہو۔ اور حرکت فلکی بھی حرکت طبعی ہے کہ وہ خود بخود گردش کر رہے ہیں"

حضرت نے فرمایا کہ نہیں حرکت فلکی قسری ہے کہ فرشتے بحکم خدا اُسے اس طرح حرکت دے رہے ہیں۔ ساتھ ہی آپ نے ایک حدیث بھی اسی مضمون کی پڑھی۔ حدیث کی سند اور ایک فلسفی کے لئے۔ بدبخت نے اسی وقت ایک قہقہہ مارا گویا آپ کے دعوے کا مذاق اڑایا آپ کو بہت ناگوار گذرا۔ آپ اٹھے اور خلیفہ اور اس فلاسفر دونوں کا ہاتھ پکڑ کر صحن میں لے آئے اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر عرض کی کہ بار آلہا جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے اس وقت وہ اپنی قدرت سے انھیں بھی دکھا دے۔ اسی وقت آنکھوں کے تمام حجابات اٹھ گئے اور انھوں نے دیکھا کہ واقعی فرشتے آسمان کو حرکت دے رہے ہیں۔ خلیفہ اور وہ فلاسفر دونوں آپ کی یہ کرامت دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے اور اپنے معتقدات سے اسی وقت توبہ کر لی۔

خلفاء کرام

آپ کے بیشمار مرید تھے اور بکثرت خلیفہ جن میں بہت مشہور خلفاء کے چند اسمائے گرامی ہم درج ذیل کرتے ہیں قاضی حمید الدین ناگوریؒ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانیؒ شیخ فرید الدین عطارؒ شیخ سعدی شیرازیؒ شیخ نجیب الدین علی برغشؒ شیخ عبدالغنیؒ سید

نورالدین مبارک، شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ ضیاء الدین رومی رح سلطان۔
علاؤ الدین خلجی جو شیخ ضیاء الدین رومی ہی کا مرید تھا جنہوں نے ۷۲۱ھ میں انتقال کیا
مزار دہلی میں ہے۔ سید نورالدین مبارک غزنوی بعہد سلطان التمش دہلی میں شیخ الاسلام
تھے ۶۳۲ھ میں مدفون ہوئے بڑے مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔
حضرت شیخ الشیوخ نے تِرانوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ مزار مبارک بغداد شریف میں
ہے ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۳۲ھ میں انتقال کیا، سماع نہ سنتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔
اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام نعم عطا کئے مگر ذوق سماع نہ عطا کیا۔ باوجود اس کے کہ بہت ضعیف
ہو گئے تھے ہر سال حج کو جاتے تھے۔

(۳۳) بہاؤ الدین زکریا سہروردی

خاندانی حالات و علم و فضل حضرت مخدوم شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح خاندان
سہروردیہ کے بہت بڑے بزرگ اور عارف کامل گذرے
ہیں۔ حافظ، قاری، محدث، مفسر، عالم، فاضل، عارف، ولی سب کچھ تھے ایشیا بھر میں
شہرہ تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ عمر شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ اکابر اعاظم
اولیاء ایشیا میں ہیں۔ ہندوستان کے اندر آپ ولیوں میں "باز سفید" کے نام سے مشہور ہیں۔
آپ نسباً قریشی ہیں۔ مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا شیخ کمال الدین علی شاہ
قریشی نے مکہ مکرمہ سے آکر خوارزم میں توطن اختیار کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ملتان
تشریف لے آئے جو اس وقت ہندوستان میں تنہا دارالاسلام تھا۔ آپ کے والد
گرامی شیخ وجیہ الدین کی شادی شیخ حسام الدین کی دختر بی بی راستی سے ہوئی اور انہی
عفیفہ کے بطن سے آپ ۵۶۵ھ میں کہ یہ عہد خسرو ملک غزنوی کا عہد تھا پیدا ہوئے
بارہ سال کی عمر تک تو آپ ملتان ہی میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ خراسان
تشریف لے گئے۔ اسی عمر میں آپ حافظ و قاری ہو گئے تھے اپنے والد گرامی کے انتقال
کے بعد آپ نے محض حصول علم و فن کے لئے پیادہ پا خراسان کا سفر کیا۔ اس کے بعد

خوارزم، بخارا، بغداد اور مدینہ منورہ کے شہرۂ آفاق مدارس میں رہ کر سند فضیلت حاصل کی۔ پانچ سال تک مدینہ منورہ ہی میں رہے جہاں حدیث پڑھی بھی اور پڑھائی بھی۔ غرض پندرہ برس کامل مختلف بلاد اسلام کے مشہور مدارس و جوامع میں رہ کر معقولات و منقولات کی تکمیل کی مدینہ منورہ ہی میں حضرت کمال الدین محمد یمنی محدث سے احادیث کی تصحیح کرتے رہے۔

جب پورا تبحر حاصل ہو گیا تو آپ مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے اور یہاں سے بیت المقدس پہنچ کر انبیائے کرام کے مزارات کی زیارتیں کیں۔

اس عرصہ میں نہ صرف یہ کہ آپ علوم ظاہر کی تکمیل میں مصروف رہے بلکہ بڑے بڑے بزرگان دین اور کاملین علوم باطنی کی صحبتوں سے بھی فیض یاب ہوتے رہے بڑے بڑے مشائخ سے ملے۔ فیض باطنی حاصل کئے اور پاکبازانہ و متقیانہ زندگی بسر کرتے رہے جس وقت آپ بغداد شریف وارد ہوئے ہیں تو ایک جید عالم تھے۔

رسول کریمؐ نے خرقہ خلافت دلایا

بیت المقدس سے مختلف بلاد مشائخ اور مزارات کی سیر و زیارت کرتے ہوئے مدینۃ العلم بغداد میں آئے تو اس وقت حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کا طوطی بول رہا تھا اُن کی ذات گرامی مرجع خلائق بنی ہوئی تھی۔ بڑا دربار تھا اور بڑا اقتدار۔ آپ ان کی خدمت میں جو حاضر ہوئے تو دیکھتے ہی فرمایا "باز سفید" آ گیا جو میرے سلسلہ کا آشنا ہوگا اور جس سے یہ سلسلہ بہت وسعت پذیر ہوگا۔ آپ نے ادب سے گردن جھکالی! اُسی روز حلقۂ ارادت میں لے لیا اور تمام توجہات آپکی طرف مرکوز تھیں اور صرف (۱۷) روز میں درجہ ولایت کو پہنچا کر باطنی دولت سے مالا مال کر کے اور خرقہ خلافت عطا کر کے رخصت کر دیا۔

خانقاہ شیخ الشیوخ تو اُس وقت دنیا کی سب سے بڑی روحانی یونیورسٹی تھی جس میں ہر وقت اور ہمیشہ درویشوں اور طریقت والوں کا ہجوم رہتا تھا۔ اُس وقت اور بھی بہت سے ایسے بزرگ ان کی خدمت میں موجود تھے۔ جو مدت سے خرقہ خلافت کا انتظام کر رہے تھے انھوں نے جو دیکھا کہ مخدوم بہاؤ الحق کو آئے دیر نہ ہوئی کہ خلافت بھی مل گئی تو انھیں خیال ہوا

کہ ہم تو برسوں سے خدمت کر رہے ہیں ہمیں اب تک یہ مرتبہ حاصل نہ ہوا اور یہ نوجوان چند روز ہی میں کمال کو پہونچ کر خلافت کا مستحق بھی بن گیا آپ نے نور باطن سے ان کا ما فی الضمیر معلوم کرکے فرمایا کہ تم "بہاؤ الحق" کی حالت پر کیا رشک کرتے ہو وہ تو ایک چوب خشک تھا جیسے فوراً آگ لگ گئی اور بھڑک اٹھی، اور تم چوب تر کی مانند ہو جو سلگ سلگ کر جل رہی ہے اور جلتے ہی جلتے جلے گی۔ پھر خوب سمجھ لو کہ یہ تمام امور فضل الٰہی پر منحصر ہیں۔ سترہویں شب ہی کو مخدوم صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا آراستہ مکان ہے جو انوار و تجلیات سے جگمگا رہا ہے درمیان میں ایک مرصع تخت پر حضور نبی کریمؐ جلوہ افروز ہیں بائیں جانب حضرت شیخ الشیوخ دست بستہ مؤدب کھڑے ہیں اور قریب ہی چند خرقے آویزاں ہیں۔ حضور نبی کریمؐ نے مخدوم صاحب کو سامنے بلایا اور ہاتھ پکڑ کر اسے حضرت شیخ الشیوخ کے ہاتھ میں دیدیا اور فرمایا کہ میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ ان خرقوں میں سے ایک خرقہ بہاؤ الدین کو پہنا دو چنانچہ انہوں نے امتثال حکم کے طور پر آپ کو ایک خرقہ پہنا دیا۔

صبح ہوتے ہی حضرت شیخ الشیوخ نے آپ کو بلایا اور فرمایا کہ رات تجھے جو خرقہ عطا ہوا تھا وہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عطا کرتا ہوں پھر آپ ہی نے خرقہ پہنایا اور حکم دیا اب تم ملتان پہنچ کر ہدایت خلق میں مصروف ہو۔ یہ تھا حضرت مخدوم صاحب کا مرتبہ جلیلہ کہ خلافت ملی اور سترہ روز میں ملی حکم نبوی سے ملی اور سب کچھ دکھا کر ملی گویا آپ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملتان میں پنجاب و سندھ و سرحد میں روشنی پھیلانے کے لئے متعین کیا تھا۔

دار الاسلام ملتان کا سہروردی مرکز

ملتان دار الاسلام تھا اتنے عرصہ میں قضاۃ اور علما جگہ جگہ تھے حالانکہ آپ یہیں کے متوطن تھے مگر پھر بھی چونکہ آپ صاحب ولایت اور صاحب اقتدار اور باکمال ہو کر آرہے تھے اسلئے مشائخین ملتان کو آپ کا ملتان آنا ناگوار گذرا اور انھوں نے دودھ سے لبریز ایک پیالہ آپ کے پاس بھیجا جس کا مقصد اشارہ یہ تھا کہ یہاں کا میدان پہلے ہی

بھرپور ہے اور ملتان میں آپ کے لئے کوئی جگہ نہیں آپ نے اس اشارہ کو سمجھ کر دودھ کے اس بھرے ہوئے پیالہ میں ایک گلاب کا پھول ڈال کر بھیج دیا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ گو یہ پیالہ لبریز ہے اور یہاں جگہ نہیں مگر میں مثل اس پھول کے یہاں رہوں گا اور میرے رہنے سے نہ کسی کی جگہ پر اثر پڑیگا نہ کسی پر بار ہوں گا اور نہ کسی پر ناگوار آپ [illegible]ھ میں ملتان پہنچے اس وقت آپ کی عمر ۳۶-۳۷ برس کی تھی۔

آپ نے ملتان پہنچکر ملتان کا نقشہ ہی بدل دیا اور اس کی شہرت کو ہر دوش ثریا بنا دیا آپ نے عظیم الشان مدرسہ رفیع المنزلت خانقاہ وسیع و عریض لنگر خانہ پر شکوہ مجلس خانہ اور خوبصورت و عالی شان محل سرائیں اور مساجد تعمیر کرائیں اس وقت ملتان کا مدرسہ عالیہ ہندوستان کی مرکزی اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا جس میں جملہ علوم منقول و معقول کی تعلیم ہوتی تھی بڑے بڑے لائق اور وحید العصر معلم و پروفیسر اس میں فقہ و حدیث تفسیر و قرآن ادب و انشا فلسفہ و منطق اور ریاضی و ہیئت کی تعلیم دیتے تھے اور مخدوم صاحب اس کے پرنسپل تھے نہ صرف ہندوستان بلکہ بلاد ایشیا عراق و شام و حجاز تک کے طلبا اس مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور طلباء کی وہ کثرت تھی کہ ہندوستان میں اس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی، خصوصیت یہ تھی کہ ان کئی ہزار طلبا، کو نہ صرف یہ کہ آپ کے لنگر سے دونوں وقت کھانا ملتا تھا بلکہ کتب اور تمام سامان نوشت و خواند بھی مفت دیا جاتا تھا اور ان کے قیام کے لئے سینکڑوں حجرے اور بورڈنگ بنے ہوئے تھے اس جامعہ اسلامیہ نے ایشیاء کے بڑے بڑے نامور علماء و فضلاء پیدا کئے اور ملتان کی علمی و لٹریری شہرت کو فلک الافلاک تک پہنچا دیا۔ آج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کسی ایک پوری کی پوری جامعہ اور یونیورسٹی کے تمام کلی اور جزوی مصارف کی کفیل صرف ایک ہستی ہو سکتی ہے کیا اس تہذیب و ارتقاء کے زمانہ میں بھی امریکہ اور یورپ یا کہیں اور کوئی ایسی جامعہ موجود ہے جہاں طلباء کی تعلیم کے تمام مصارف کسی ایک فرد کے بار دوش ہوں اور طلباء کو کھانا اور سامان بھی مفت ملتا ہو۔

نہیں اور کہیں نہیں یہ برکت و ہمت حضرت مخدوم صاحب ہی کی تھی کہ آپ نے سب سے پہلے ارض ہند میں مفت تعلیم مفت سامان مفت قیام اور ایک عظیم الشان جامعہ کی اساس قائم کرکے علوم و فنون کے دریا بہا دیئے، اور خلق خدا کے دماغ روشن کرکے مذہب و ملت کے مقاصد جلیلہ کو عدیم النظیر تقویت پہنچائی۔

روحانی تربیت و تعلیم کا شاندار اہتمام

یہ سب کچھ تو عوام کے افادہ اور علوم ظاہری و مذہبی کی تکمیل کا بندوبست و اہتمام تھا کہ آپ خود فاضل روزگار عالم اور فقیہ و محدث و مفسر و قاری و حافظ تھے اور طلباء کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت اور اخلاق و مذہبی اصلاح و ارتقاء کا بھی پورا اہتمام و خیال رکھتے تھے۔ آج کی سی حالت نہ تھی کہ محض دماغ میں کتب ٹھونس دی جاتی ہیں اور تربیت اخلاق کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا۔

علوم باطنی اور علم الٰہی کے لئے ملتان ہی میں آپ نے ایک عظیم الشان خانقاہ قائم کر رکھی تھی اس میں بھی چین ترکستان خراسان اور ماوراءالنہر شام اور مصر تک کے طالبان حقیقت اور درویش موجود رہتے تھے اور جب آپ جوہر قابل دیکھتے تھے خرقہ و خلافت دے کر جہاں ضرورت ہوتی تھی متعین و مامور کر دیتے تھے اور اس سہروردی خانقاہ عالیہ سے بلا مبالغہ ہزاروں بزرگ ولی کامل ہو کر نکلے اور انہوں نے اشاعت اسلام اور اصلاح عقائد کے سلسلہ میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے اس روحانی سہروردی یونیورسٹی کی یہ خصوصیت تھی کہ مریدوں اور طالبوں کو ترک دنیا تجرد اور ترک علائق کی تعلیم نہ دی جاتی تھی بلکہ حکم تھا کہ عام دنیا داروں کی طرح رہیں کھائیں پہنیں شادی کریں کمائیں مگر طاعت الٰہی اور ذکر ربانی سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہوں اور گناہ و معصیت سے بچتے رہیں۔

اس خانقاہ میں تمام بلاد اسلامیہ کے بزرگ اور اولیاء تشریف لاتے اور ٹھیرتے تھے حضرت قاضی حمید الدین، حضرت جلال الدین تبریزی، حضرت

خواجہ غریب نوازؒ حضرت خواجہ قطب الاقطاب صاحبؒ حضرت بابا گنج شکرؒ جیسے اکابر واعاظم بزرگ قیام کر چکے تھے اور آتے جاتے رہتے تھے۔ مجلس خانہ اسی خانقاہ کا ایک اہم جزو تھا جس میں صوفیا و اولیاء کا ہر وقت اجتماع رہتا تھا اور بادۂ عرفان کے دور چلتے رہتے تھے ضرور اجمیر شریف اور دہلی میں بھی خانقاہیں اور مدارس قائم ہوئے اور انہوں نے بہت ترقی اور شہرت بھی حاصل کی لیکن تقدم ملتان ہی کو حاصل ہوا اور اس کی ظاہری و باطنی یونیورسٹیوں نے تمام ایشیا میں شہرت حاصل کی۔

دیوانخانہ سرکار میں دیبا و قاقم کے فرش

آپ ہر جمعہ کو مسجد جامع میں وعظ فرماتے جس کے سننے کے لئے ہزارہا آدمی دور دور سے آتے آپ کے وعظ و تقریر میں وہ اثر تھا اور ایسا درد و سوز تھا کہ سننے والوں کے قلب ہل جاتے تھے لوگ چیخیں مار مار کر روتے تھے اور بعض افراد تو وہیں جان بحق ہو جاتے تھے۔ مجلس خانہ میں ایک ہجوم رہتا تھا جس میں روزانہ صدہا افراد آ کر مرید ہوتے تھے اور معتقدین و مریدین لحصول سعادت کے لئے روزانہ حاضری دیا کرتے تھے ہندو اور مسلمان دونوں آپ کے معتقد تھے لنگر خانہ جاری تھا جس سے ہزارہا انسانوں کے پیٹ بھرتے تھے اور بکثرت روپیہ اس کا خرچ ہوتا تھا۔ رہنے کے محلسرا اور آپ کا دیوان خانہ بہت شاندار اور بہت آراستہ تھا جس وسیع کمرہ میں آپ رہتے تھے اس کی آرائش و زیبائش دیکھنے کے قابل تھی بالکل بادشاہوں کا کمرہ معلوم ہوتا تھا۔ زربفت کے گراں بہا پردے پڑے رہتے تھے۔ دیبا و قاقم کے فرش تھے گوشہ میں ایک جڑاؤ چھپر کھٹ پڑا رہتا تھا جس پر مخملی تکیہ رکھا ہوتا تھا۔ اس پر آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔ بیٹھنے کی جگہ بھی قیمتی ایرانی قالین پڑے رہتے تھے آپ کا لباس بھی شاندار صاف اور معطر ہوتا تھا۔ سفید شفاف کپڑے زیب بر رکھتے تھے جو آتا تھا بیک نظر ٹھٹک کر رہ جاتا اور یہ سمجھتا تھا کہ فقیری نہیں شاہی ہے۔ واقعی

آپ کا دربار شاہی دربار نظر آتا تھا فقر و افلاس کے نظارے یہاں ناپید تھے، وسیع جائداد بھی۔ لاکھوں روپیہ سال نہیں ماہوار کی آمدنی تھی صاحب خزانہ تھے۔ ذاتی جائداد و جاگیر کے علاوہ دس بارہ ہزار روپیہ روز سے کم فتوحات نہ تھی۔ نذرانوں میں ہزارہا روپیہ امڈا چلا آتا تھا۔ امراء و رؤسا ہزاروں لاکھوں روپیہ ایک وقت میں نذر دیتے تھے (مرأۃ السالکین)

ایک مرتبہ شیخ فخر الدین گیلانی نے ساتھ لاکھ اشرفیاں سوداگروں کی طرف سے نذر پیش کیں (تذکرہ اولیائے ہند مؤلفہ مرزا محمد اختر)

ایک امیر مرید نے آپ کو ستر لاکھ اشرفیاں ایک دفعہ ہی نذر دیں (تذکرہ بہادران اسلام)

اشاعت اسلام کا اہتمام بالشان نظام

غرض یہ کہ آپ کے پاس بیشمار اور بکثرت دولت دنیا موجود تھی اور ایشیا بھر میں مشہور تھے

فیاضی اور غرباء پروری کا بھی یہ حال تھا کہ فتوحات میں جو کچھ ملتا وہ شام ہونے سے پہلے پہلے راہِ خدا میں لٹا دیتے اور غرباء و مساکین کو تقسیم کر دیتے تھے کوئی سائل آپ کے در سے محروم واپس نہ جاتا تھا سخاوت اور بذل کا ایک دریا تھا جو اس وقت برابر جاری رہتا تھا۔ لنگر ہی غرباء اور غیر مستطیع افراد ہی کے لئے تھا ویسے کسی کو بھی انکار نہ تھا اخلاق نہایت بلند تھے نہایت منکسر المزاج و متواضع تھے غرباء و فقراء کی تعظیم کرتے تھے اس شان امیرانہ سے رہتے تھے مگر انکسار خلق کا یہ عالم تھا کہ غریب سے غریب بھی آتا تو بڑی محبت اور کشادہ پیشانی سے ملتے۔ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ آپ کو مجھ سے سب سے زیادہ محبت ہے

سندھ کی بہت سی ہندو قومیں اور ادھر ادھر کے ہزارہا ہندو آپ کی تبلیغ مواعظ اور پند نصیحت سے مسلمان ہوئے حقیقت یہ ہے کہ آپ نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں فقید المثال خدمات انجام دیں جانتے تھے یہ علوم ظاہری و باطنی کے عظیم الشان مدارس وسیع لنگر خانے اور مواعظ و مجالس پند نصیحت و کرامات سب اشاعت اسلام اور اصلاح خلق کیلئے تھے مریدی کا نظام انما المؤمنون اخوۃ کے رشتہ کی ایک زندہ تصویر

تھے اور مسلمانوں کو پھر بھائی بنانے اور ایک رشتۂ اتحاد میں منسلک کرنے کی واحد تدبیر یہی تھی اور یہ سلسلہ امر تھا اور ہے کہ ایک شیخ کے مختلف مریدوں میں قطعی ایک روح اتحاد پیدا ہو جاتی ہے اور وہ شاذ ہی باہم لڑتے ہیں۔ مدارس بھی پروپیگنڈے اور اشاعت کا بہترین ذریعہ ہیں اور انہی سانچوں سے ڈھل کر بہترین مسلمان اور بہترین مبلغ نکلتے ہیں اور نکلے لنگر خانے ایک فیض عام ہونے کے علاوہ نومسلموں اور بہترین مبلغ اور طالبعلموں کے لئے بہترین ممد و معاون ہیں کہ وہ اطمینان اور بےفکری سے پڑھ سکتے اور کام کر سکتے ہیں۔ پیری مریدی کے نظام پر اگر غور کیا جائے تو یہ احیائے اسلام تربیت اخلاق تزکیہ نفس تصفیہ قلب اصلاح خلق اور اشاعت اسلام و اتحاد کے لئے اساسی چیز ہے درحقیقت اسلام کی اشاعت انہی نفوس قدسی کے یمن انفاس کی رہین منت ہے جب سے یہ نظام بگڑا اور ایک باکمال شیوخ کی جگہ نفس پرست اور دنیا دوست بے کمال پیروں نے لی اور اس نظام کی طرف سے عام بدظنی اور بداعتقادی پیدا ہوئی اسی وقت سے مسلمانوں میں مذہبی مداہنت اور اخلاقی ابتری پیدا ہونی شروع ہو گئی یہ اسی رشتہ اور انہی نفوس قدسیہ کی برکات تھیں کہ اسلام کو فروغ ہوتا چلا جاتا تھا اور تمام اقوام مسلمانوں کی علمی اخلاقی ذہنی مالی مذہبی اور روحانی عظمت کی معترف ہو ہو کر ان کی طرف جھکتی اور گرتی تھیں۔ آج سکھوں کے سوا اور کہیں کسی صورت میں لنگر خانوں کا رواج نہیں اور سکھوں میں بھی جو موجود ہے وہ بھی ناقص صورت میں ہے کہا جاتا ہے کہ اس سے مفت خوری بڑھتی ہے مگر بےوقوف یہ نہیں سمجھتے کہ کچھ لوگ کھا تو لیتے ہیں اور یہ سب بندگان خدا کے پیٹوں ہی میں تو جاتا ہے پھر جس سے پیٹ بھرے اور ہزاروں بھوکے شکم سیر ہوں وہ اچھی چیز ہے یا بری۔ عجیب تو یہ ہے کہ آج کوئی سامان اس قسم کا موجود نہ ہونے کے باوجود بھی ہر ملک میں بھوکوں اور حسرت زدہ اور کاہل لوگوں کی تعداد زیادہ ہے اور اس عہد میں جابجا لنگر خانوں کی موجودگی کے باوجود یہ سست کاریاں تھیں اور نہ اتنا افلاس۔ لوگوں پر مغربی تہذیب و الحاد کا رنگ چڑھ گیا ہے جس میں ایثار کرنے

کے لئے کوئی جگہ نہیں اور جو سراسر نفس پرستی اور سبعیت ہے ورنہ پہلے لوگوں میں ایمان اور ایثار موجود تھا وہ چاہتے تھے کہ کچھ بھی ہو کوئی بندہ بھی بھوکا نہ سوئے اب اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ کوئی مرتا ہے یا جیتا ہے۔

امیر ناصر الدین قباچہ کا سر غرور قدموں پہ

سلطان التمش حضرت قطب الاقطاب کا خلیفہ تھا اور اسے قاضی حمید الدین ناگوری اور حضرت خواجہ غریب نواز ہی کی دعا سے بادشاہت ملی تھی اس کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی ملتان اچ اور سندھ کا وسیع علاقہ جو خود اپنی جگہ ایک سلطنت کی برابر تھا امیر ناصر الدین قباچہ کے ہاتھ میں آیا اور مسند حکومت اسے مل گئی تو اس کا دماغ چل گیا اور طاقت و اقتدار حاصل کر کے اس نے اس علاقہ کا خود مختار بادشاہ و حاکم بنجانے کی تدابیر شروع کیں آپ نے اور قاضی ملتان نے دو خط جدا گانہ لکھ کر سلطان التمش کو روانہ کئے کہ آپ کے گورنر کا ارادہ ہے پہلے سے اس کا انتظام کر لیجئے اتفاق سے دہ دونوں خط راستے میں گرفتار ہو گئے۔ ناصر الدین یہ دونوں شکایتی خطوط پڑھکر غصہ سے دیوانہ ہو گیا قاضی کے قتل کا حکم دیکر اس نے آپ کو بلایا اور خط دکھایا آپ نے کہا بیشک یہ خط میں نے لکھا ہے اور تو جو اکڑتا ہے تو تیری مجال کیا ہے جو تو مجھے کوئی چشم زخم پہنچا سکے تو کر ہی کیا سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی قباچہ کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا کانپنے لگا قدموں پر گر پڑا اور معافی چاہی

ایک قوال عبداللہ پاک پٹن شریف سے عازم ملتان ہوا اور حضرت گنجشکر سے دعائے سلامتی کا طالب ہوا۔ فرمایا میرے علاقہ تک سلامت پہنچ جائیگا۔ آپ کی سرحد میں داخل ہوتے ہی قزاق نمودار ہوئے اس نے پکار کر کہا یا شیخ بہاؤالحق آپ کی سرحد میں ہوں مجھے پناہ میں لیجئے اس وقت غیب سے ایک سوار نمودار ہوا اور قزاقوں کو بھگا دیا۔ ایک روز یہی قوال سرخ کمبل اوڑھ کر حاضر ہوا آپ نے فرمایا یہ نہ اوڑھ کہ سرخ لباس شیطان کا لباس ہے اس نے گستاخانہ

جواب دیا کہ آپ اپنے بیشمار خزائن کو تو دیکھتے نہیں اور میرے کمبل پر معترض ہوتے ہیں۔ فرمایا عبداللہ تو قوال ہے بے ادب نہ بن۔ ہوشیار ہو کیا میرا وہ احسان بھول گیا کہ میں نے تیری پکار پر تجھے قزاقوں سے نجات دی تھی۔ اسی وقت معافی مانگی۔

حضور اپنے ایک مرید کے پاس لاہور گئے عید کا روز جو آیا تو آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی۔ بار الٰہا مجھے بھی آج تو اپنی بارگاہ سے عیدی عطا کر کہ دوست اپنے دوستوں سے مل رہے ہیں اور تیرے سوا میرا کوئی بھی دوست نہیں۔ عیدگاہ میں بکثرت مخلوق تھی۔ اسی وقت سبز خط میں لکھا ہوا ایک پرچہ آسمان سے گر کر آپ کے ہاتھ میں آگیا۔ لکھا تھا ہم نے تجھ پر آتش دوزخ حرام کی۔ اس مرید نے حاضر ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیدی دی ہے آپ ہمارے مرشد و پیر ہیں ہمیں آپ عیدی دیں۔ حضور مسکرائے اور یہ کہہ کر وہی پرچہ سب کے سامنے اسی مرید کو بخش دیا کہ بروز حشر دوزخ کی آگ جانے اور میں جانوں تو تو یہ لیلے۔

کرامت و خوارق عادات

شیخ صدرالدین کرخی مولانا نجم الدین سے تفسیر پڑھا کرتے تھے پوچھا کیا پڑھتے ہو؟ بولے تفسیر کشاف و ایجاز۔ فرمایا پھونک انھیں اور ذکر و شغل میں مصروف ہو۔ شیخ نے استاد سے جو ذکر کیا تو انھیں ناگوار گزرا۔ مگر رات کو شیخ نے خواب میں دیکھا کہ وہی دونوں کتابیں جل گئیں حالانکہ وہ سب سے نیچے رکھی تھیں۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رح کے ہمشیر زادے مولانا فخرالدین عراقی گو بہت شاعر و عالم تھے مدرسہ دمشق میں پڑھایا کرتے تھے ایک لڑکے پر عاشق ہو کر ریش و بروت صاف کرا قلندروں میں شامل ہو گئے اور انہی کے ساتھ ملتان پہنچے آپ نے پہچان کر نظر جو ڈالی تو قلندروں کو بھی بھول گئے اور جوش عشق بھی ٹھنڈا پڑ گیا اور محبت انہی پیدا ہو گئی آپ نے انہیں کامل بنا کر اپنی لڑکی کی شادی بھی انہی کے ساتھ کر دی اور ملبوس خاص بھی عطا فرمایا۔

سید جلال الدین سرخ بخاری خانقاہ معلےٰ میں آکر مقیم ہوئے ملتان کی لو جو دیکھی تو آپ کو اپنے ملک کی خنکی یاد آئی۔ مخدوم صاحب نے دل کی حالت نور باطن سے معلوم کر کے خادم سے کہا کہ صحن کے بورئے اٹھا کر اچھی طرح صفائی کرو تو اسی وقت ایک ٹکڑا ابر کا نمودار ہوا۔ گرج اور کڑک شروع ہو گئی سرد ہوائیں چلنے لگیں اور مرغی کے انڈے کی برابر اولے برسنے شروع ہوگئے خود سید صاحب اور دوسرے درویشوں نے خوب اولے کھائے۔ آپ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے جو باہر آئے پوچھا کہئے سید صاحب ملتان کے اولے بہتر ہیں یا بخارا کی برف اچھی؟ بولے نہیں حضور ملتان کے اولے بہت خوب ہیں تعجب یہ ہے کہ اولے صحن کی خانقاہ کے سوا کہیں نہ برسے سید صاحب اسی روز مرید ہوئے اور چند سال ہی کے اندر آپ انھیں کامل بنا کر اوچ کا صاحب ولایت مقرر کر دیا۔

سید کمال الدین شیرازی بہت بڑے اور لکھ پتی تاجر تھے جواہرات کی تجارت کرتے تھے بہت سا زر و جواہر لیکر عدن سے جہاز میں سوار ہوئے کچھ دور پہنچکر جہاز گرداب میں گھر گیا سید کمال الدین آپکے مرید تھے پکار کر یا شیخ مدد کیجے۔ بہت سے سوداگر تھے سب نے اسی وقت آپ کو ایک کشتی میں سامنے سے آتا دیکھا طوفان تھم گیا اور آپ غائب ہو گئے سورت پہنچکر جہاد کے تمام سوداگروں نے شیخ فخر الدین گیلانی کے بدست سات لاکھ اشرفیاں بطور نذرانہ روانہ کیں ان شیخ صاحب نے مخدوم صاحب کو کبھی نہ دیکھا تھا مگر سامنے سے پہنچتے ہی شناخت کر لیا کیونکہ طوفان کے وقت انہوں نے آپ ہی کو کشتی میں آتے دیکھا تھا مخدوم صاحب نے نذرانہ قبول کر کے ان کے سامنے ہی اسی وقت سب کا سب راہ خدا میں لٹا دیا۔ شیخ فخر الدین بہت متمول تاجر تھے وہ یہ سخاوت و کرامت دیکھ کر اس درجہ متاثر ہوئے کہ اپنا تمام زر و جواہر لٹا کر فقیر و مرید ہو گئے اور آپ کی فیض و توجہ سے مرتبہ کمال پر پہنچے جدہ میں مدفون ہو گئے۔

امیرانہ شان دیکھ کر حسن قوال کا خطرہ "نسیرۃ السالکین" میں مرقوم ہے ایک روز حسن قوال نے بابا صاحب سے عرض کی کہ یا شیخ میں نے حضرت شیخ الاسلام کی بہت تعریف سنی ہے دل چاہتا ہے کہ زیارت کر آؤں۔ فرمایا کہ جانا مگر دیکھو بے ادبی نہ کرنا۔ خدام نے قوال کے آنے کی اطلاع جو کی فرمایا آنے دو۔

قریب گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک نہایت شاندار رفیع المنزلت محل ہے جو ہر طرح آراستہ و پیراستہ ہے تاقم دیبا کے قیمتی فرش بچھے ہوئے ہیں ایک جڑاؤ پلنگ بچھا ہوا ہے اس پر آپ پورے طمطراق سے مخملیں تکیے لگائے بیٹھے ہیں۔ فوراً سوچنے لگا یہ بھی کوئی بہشت ہے کہ "تمام دنیوی عیش اور آرائش موجود ہے فقیری ہے تو میرے ہی مرشد حضرت گنج شکر کے ہاں ہے جہاں گھر میں ایک بوریئے کے سوا کوئی اور شے نہیں۔"

آپ اس کے خطرۂ دل سے آگاہ ہو گئے۔ فرمایا بے ادب بھائی فرید نے تجھے چلتے وقت سمجھا بھی دیا تھا کہ بے ادبی نہ کرنا۔ مگر نہ مانا اور نہ سمجھا فقر و تصوف میں بے ادبی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں چاہئے کہ اسے اٹھا کر پھینک دیں۔ مگر حضرت بابا فرید کا ہاتھ سامنے آگیا اس لئے آپ نے درگزر کر دی۔ فرمایا جاتا ہے کہ اگر اس وقت یہ ہاتھ درمیان میں نہ آجاتا اور اس کی رعایت مقصود نہ ہوتی تو یہی بے ادبی تیرا پیغام موت بن گئی ہوتی۔ تو کیا جانے کہ دنیا کیا ہے اور فقیری کسے کہتے ہیں۔ خبردار آئندہ ادب کا خیال رکھنا حسن قوال پاؤں پر گرا اور معافی چاہی۔

عبادات و کمالات شاہ اشرف جہانگیری اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ حضرت قطب الاقطاب جب عازم دہلی ہوئے ہیں تو آپ سب سے پہلے ملتان کی ایک مسجد میں آکر مقیم ہوئے مخدوم صاحب کو نور باطن سے آپ کا آنا معلوم ہو گیا اور آپ اسی وقت سوار ہو کر خانقاہ میں لے آئے اور بڑی پرتکلف ضیافت کی قطب الاقطاب صاحب نے کہا بہاء الدین ضیافت تو کی مگر خشک آپ

سمجھے گئے اور قوالوں کو بلا کر قوالی کرائی سہروردی درویش آوازیں سنکر جمع ہو گئے
اور روکنا چاہا فرمایا کوئی حرج نہیں ایک چشتیہ بزرگ مہمان ہیں ان کی خاطر سے
یہ سماع کرایا ہے مگر لطف دیکھئے تھوڑی دیر ہی ہیں ان منع کرنے والوں کو بھی
وجد آگیا حضرت قطب الاقطاب اور حضرت بابا گنجشکر اور مخدوم صاحب میں بڑے
عزیزانہ اور دوستانہ تعلقات تھے سب بزرگ باہم ملتے اور آتے جاتے رہتے تھے
قطب الاقطاب صاحب بھی ملتان جایا کرتے اور مخدوم صاحب بھی دہلی آتے جاتے
رہتے تھے۔

باوجود اتنی مصروفیتوں اور مشغولیتوں کے جائداد و ثروت مدارس و خانقاہ ہدایت
اور ارشادات کے تمام انتظام کا کام آپ ہی کے دوش پر تھے مگر طاعت و عبادت کی
یہ حالت تھی کہ دو رکعت میں کھڑے ہو کر شب کو قرآن ختم کر دیا تھا مدت مدید تک یہ
عالم رہا کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے رہے عشاء کے بعد کھڑے ہو جاتے
اور دو دو رکعت میں قرآن کریم پورے کا پورا ختم کر دیتے تہجد کی نماز کے بعد ہمیشہ تلاوت
قرآن کے لئے بیٹھ جاتے اور صبح کی نماز کے وقت قرآن ختم کر کے اٹھتے رمضان میں ایک
دفعہ آپ نے مریدوں سے فرمایا کہ میرا دوست وہ ہے جو تمام رات میں دو رکعت نماز
پڑھے اور ہر رکعت میں ایک ایک قرآن پڑھے جو میں خود برسوں کرتا رہا ہوں
چنانچہ یہ کہہ کر آپ خود بھی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور واقعی دو رکعتوں میں نہ صرف
یہ کہ دو قرآن ختم کئے بلکہ چار سپارے اور پڑھے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے
ہیں کہ حضرت بابا صاحب روزے زیادہ رکھتے تھے اور افطار کم تھا خواہ کچھ حالت
ہو۔ مگر شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین کو صوم کم تھا اور طاعت زیادہ تھی یعنی آپ گو نہ
روزے کم رکھتے تھے مگر طاعت و عبادت سب سے زیادہ کرتے تھے۔

ایک دفعہ مخدوم صاحب اور حضرت بابا صاحب عالم طیر میں تھے کہ پرواز سیر
کرتے کوہ قاف میں پہنچ گئے اور وہاں قیام کیا وہاں کے تمام مشائخ و فقراء آپ کی زیارت
و قدمبوسی کو حاضر ہوئے وہاں کچھ روز رہے اور وعظ فرمائے سب پر حالت طاری

ہوگئی جب دنیا داروں نے بہت ستایا تو مراجعت فرمائے ہندوستان ہوئے یہ حالت تھی کہ مدت تک بعد وصال دست مبارک قبر سے واپس آتا رہا اور لاکھوں آدمی اس کی زیارت کو حاضر ہوتے رہے۔ آپ کی خوراک بہت زیادہ تھی اور نفیس کھانا تناول فرماتے تھے۔

سہروردی معیار کمال

آپ بحکم حضور نبی کریمؐ ہندوستان میں ہدایت خلق اور اشاعت اسلام کے لئے متعین ہوئے اور واقعی اس کام کو آپ نے نہایت خوبی سے انجام دیا کہتے ہیں کہ ابتداء میں ولایت ہند سہروردیوں ہی کے سپرد ہوئی تھی۔ مگر بعد کو یہ خدمت چشتیوں کے سپرد ہوئی تھی اسلئے کہ سہروردی ظاہر و باطن میں بالکل متشرع زندگی بسر کرتے تھے۔ ترک اسباب ترک دنیا ترک دولت ان کے ہاں ضروری نہ تھی ان کے ہاں معیار کمال یہی تھا کہ :-

"دنیا میں پوری طرح پھنسکر اللہ کو یاد کرو وہ اسے گونہ کم ہمتی سمجھتے تھے کہ دنیا چھوڑکر اللہ کو تلاش کیا جائے۔ وہ کہتے تھے کمال تو یہی ہے کہ تمام لذائذ و نفائس اور دنیوی مشغلوں میں گھر کر اللہ کو فراموش نہ کیا جائے چنانچہ آج بھی سہروردی سلسلہ میں فقر و فاقہ کی کوئی اہمیت نہیں وہ کہتے ہیں کہ جیسی زندگی صحابہ نے بسر کی ویسی ہی زندگی بسر کی جائے اور دین و دنیا دونوں سے فائدہ اٹھایا جائے مخدوم صاحب اور حضرت شیخ الشیوخ کی زندگی اس نظریہ کی زندہ تفسیر تھی"۔

لیکن ہندوستان میں چونکہ ترک دنیا اور سنیاسی کو ہمیشہ اہمیت اور تقدس حاصل رہا ہے اور لوگ اسے معیار عظمت سمجھتے رہے ہیں اور یہ چیز چشتیوں میں موجود تھی اور اس ملک میں اشاعت اسلام کے لئے یہ ضروری چیز ہی تھی اسلئے یہ خدمت چشتیوں ہی کو سپرد کر دی گئی مگر خوب سمجھ لیجئے کہ فقراء ابرار اخیار کے لئے دونوں حالتیں برابر ہیں ان کے نزدیک نہ دنیا داری بری ہے اور نہ فقیری بری ہے وہ دونوں سے بے تعلق ہیں صوفیا کسی حالت میں بھی رہیں اللہ کے دوست ہیں اس عہد میں ایک طرف مخدوم صاحب تھے کہ شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے جو امارت میں کھیل

رہے تھے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ کھاتے اور پہنتے تھے دوسری طرف حضرت بابا صاحب تھے جن کے کاشانۂ عالیہ میں ایک پھٹے ہوئے بوریہ کے سوا کچھ نہ تھا مگر نہ اول الذکر کی دولت و ثروت انہیں ذکر الٰہی سے روک سکی اور نہ مؤخر الذکر کے لئے فقیری کچھ باعث ازدیاد مرتبہ بنی یہ تو محض ظاہری عمل ہیں حقیقی چیز باطن کی ترقی ہے ظاہر پرستوں کیلئے ہیں ورنہ اللہ والے ہر حالت میں اللہ والے ہیں۔

آفتاب ہدایت و عرفان کا غروب

ایک روز آپ اپنے حجرے میں مصروف ذکر و شغل تھے آپ کے فرزند جلیل حجرے کے باہر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر ایک سربمہر لفافہ حضرت صدر الدین کو دیا کہ اسے مخدوم صاحب کو پہنچا دو۔ مخدوم صاحب جو باہر تشریف لائے تو وہ لفافہ دیا گیا جسکے پڑھتے ہی آپ نے اللہ کہا اور واصل بحق ہو گئے اسی وقت آواز آئی کہ دوست بدوست پیوست، سنہ ۶۶۶ھ میں بعمر اٹھاسی سال وصال ہوا۔

اسی سنہ میں حضرت بابا صاحب کا بھی وصال ہو گیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز سنہ ۶۳۳ھ حضرت قطب الاقطاب صاحب سنہ ۶۳۳ھ حضرت بابا صاحب سنہ ۶۶۶ھ اور حضرت مخدوم صاحب سنہ ۶۶۶ھ میں بابا صاحب سے کچھ پہلے وصال پا گئے یہ عہد کتنا مبارک عہد تھا اور ساتویں صدی ہجری میں کس کس پایہ کے بزرگ ہندوستان میں جلوہ افگن تھے تقریباً ایک ہی صدی پیشتر سنہ ۵۶۱ھ میں حضور غوث اعظم وصال پا چکے تھے جن سنین میں حضور غریب نواز اور قطب الاقطاب صاحب کے وصال ہوئے ہیں، اسی سن میں یعنی سنہ ۶۳۲ھ میں حضرت شیخ الشیوخ کا انتقال ہو چکا تھا گو سنہ ۶۳۲ھ میں شیخ الشیوخ سنہ ۶۳۳ھ میں خواجہ صاحب نے سنہ ۶۳۴ھ میں قطب الاقطاب صاحب اور اس کے بتیس سال بعد سنہ ۶۶۶ھ میں پہلے مخدوم صاحب اور بعد کو بابا صاحب کا بھی وصال ہو گیا۔

آپکے دادا اور والدین کے مزار بھی ملتان ہی میں ہیں جد بزرگوار کے مزار پر جو درخت ہے اسکے پتے جو دیوانہ کھاتا ہے صحت پاتا ہے ملتان میں آپکا عظیم الشان روضہ مرجع خلائق بنا ہوا

آپ کے بہت سے خلفاء ہوئے۔ شیخ نجم الدین علی برغشی کشیرازی بغداد میں اور شیخ فخر الدین عراقی رہ دمشق میں جلوہ گر رہے اور باقی ہندوستان میں روشنی اور نور پھیلاتے رہے۔ آپ کے عہد میں ملتان کے اندر حالت ہو گئی تھی کہ گھروں کی بیویاں تو ایک طرف کنیزیں اور لونڈیاں تک چکیاں پیستے اور کام کرتے ذکر الٰہی کرتی رہتی تھیں اور ہر طرف اللہ اور اللہ کے رسولؐ اور دوستوں ہی کے تذکار سننے میں آتے تھے۔ آخر تو ولیوں میں "باز سفید" مشہور تھے۔ آپ نے سات بیٹے چھوڑے۔ دولت کی یہ حالت تھی کہ پچاس لاکھ روپیہ نہیں پونڈ نقد کاشانۂ معلّے میں موجود تھے۔ ایک ایک فرزند کے حصہ میں سات سات لاکھ اشرفیاں آئیں۔ اس کے علاوہ منقولہ وغیر منقولہ جائداد کی قیمت کا تو کوئی حصر و شمار ہی نہ تھا۔ غرض انتہائی تمول میں انتہائی خدا پرستانہ و عارفانہ زندگی بسر کی۔

(۴۴) شمس العارفین شاہ بیابانی رح

سلطان التمش کی نیاز مندانہ استدعا

حضرت شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی رہ بہت بڑے صاحب جذب وکمال بزرگ گذرے ہیں۔ آپ بھی شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رح کے خلیفہ تھے بہت پُر جلال تھے اور ترک و تجرید میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ مرشد گرامی کی خدمت میں رہ کر بہت جلد مراحل عرفان طے کر لیں اور دربار سہروردی سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے جند میں پہنچے جو آپ کا وطن تھا وہاں ایک عرصہ تک مجاہدات و ریاضات میں مصروف رہ کر مرشد گرامی کے حکم سے عازم دہلی ہوئے اور ایک غیر آباد جنگل میں جہاں اب فیروز شاہ کا کوٹلہ ہے قیام فرمایا اور وہیں رہنے لگے۔ سلطان شمس الدین التمش آپ کا بہت معتقد تھا۔ وہیں آپ سے ملنے اور قدمبوس ہونے کے لئے جایا کرتا تھا۔ وہ آپ سے برابر اصرار کرتا رہتا تھا کہ حضور جو اس ویرانہ میں پڑے ہوئے ہیں تو یہ کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ آئیے شہر چلیئے میں آپ کے لئے سب بند و بست کر دونگا فرمایا نہیں

مجھے اسی گوشے میں پڑا رہنے دے۔ مخلوق سے علیحدہ ہی اچھا ہوں۔ اللہ اللہ کرتا رہتا ہوں۔ ایک روز بہت اصرار کیا تو فرمایا گھبراتا کیوں ہے اللہ کو منظور ہوا تو جہاں میں بیٹھا ہوں نہیں آبادی ہو جائیگی اور یہ جنگل منگل بن جائیگا۔ عرض کی کہ آپ آبادی میں رہینگے تو بندگانِ خدا کو بھی آپ کے یمن انفاس سے فائدہ پہنچے گا۔ مگر آپ نے منظور نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی بات کہاں ٹالتا ہے کچھ عرصہ بعد فیروز شاہ نے یہاں دوسرا شہر آباد کیا اور واقعی جنگل میں منگل بن گیا۔ چند صدی کے بعد شاہجہان نے تیسری جگہ دہلی آباد کی اور شہر پناہ روضۂ انور کے قریب ہی بنی جستی کہ اس کا ایک دروازہ بھی آپ کی نسبت سے "ترکمان دروازہ" ہی کے نام سے مشہور ہوا اور اب تک ہے۔

ترکِ امارت و مجاہدات

آپ نے امارت و حکومت کو خیرباد کہہ کے فقیری لی تھی اور عشقِ الٰہی اس قدر غالب تھا کہ ہر وقت آنکھیں سُرخ رہتی تھیں اور ایک جذبۂ جلال آپ پر طاری رہتا تھا۔ جو الفاظ منہ سے نکلتے ہی واقعہ کی شکل اختیار کر لیتے۔ جو کہتے وہی ہو جاتا۔ مدت مدید تک جنگل کے پھلوں اور پتوں پر گذارہ کرتے رہے۔ عرصہ تک سر تکیہ سے نہ لگایا۔ رات رات بھر نماز میں کھڑے رہتے دن دن بھر مراقبہ سے سر نہ اٹھاتے۔ کثرتِ عبادت نے آپ کے جلال کو بہت بڑھا دیا تھا۔ اور آپ کے سامنے پہنچتے ہی لوگوں کے جسم پر اکثر لرزہ طاری ہو جاتا۔ آپ اسی بیابان میں رہتے تھے کہ ایک روز ایک قلندر صاحب آپ کے پاس آکر مقیم ہوگئے۔ ان قلندر صاحب کے ساتھ دو شیر ببر تھے۔ بولے انھیں کہاں باندھ دوں؟ فرمایا باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ باہر میری بکریاں چھٹی ہوئی ہیں انھیں ان ہی میں چھوڑ دے۔ بولے شیر ہیں کہیں آپ کی بکریوں کو چیر پھاڑ کر نہ رکھدیں فرمایا اس کی پرواہ نہ کرو بکریاں بھی تو آخر میری ہی بکریاں ہیں وہ تمہارے شیروں سے دبنے والی نہیں چنانچہ شیر بکریوں میں چھوڑ دیئے گئے۔ بکریوں نے دیکھا کہ شیر ہمارے باڑے میں آگئے ہیں تو انھوں نے تنگ کرنا شروع کیا۔

یہ کرامت ملاحظہ فرمایئے کہ الٹے شیران بکریوں سے ڈر رہے تھے اور گھبرا رہے

تھے۔ جب بہت تنگ ہوئے اور بکریوں نے انھیں دم ہی نہ لینے دیا تو دونوں شیر دھاڑنے لگے اور دھاڑ کر باڑے سے باہر آ گئے۔ قلندر کو اپنی کرامت و عظمت کا بڑا زعم تھا۔ یہ عظمت دیکھ کر حیران رہ گیا۔

زیر بغل دریائے مواج کا نظارہ

حضرت قطب الاقطاب صاحب کو آپ کے ساتھ بڑی محبت تھی اور آپ بھی محبت سے ملتے تھے دونوں بزرگ ایک دوسرے کی قیام گاہ پر ملنے آتے رہتے تھے۔ گو مہرولی جہاں حضرت قطب صاحب رہا کرتے تھے اور یہ بیابان دور تھے۔ تو دس میل کا فاصلہ تھا مگر باہم آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ جب ملتے تو ایک دوسرے کی ضیافت کرتے اور راز و نیاز عشق کی باتیں اور تصوف و عرفان کی گفتگوئیں ہوتیں اور دونوں کا وقت بڑی مسرت و لطف میں گزرتا۔

ایک مرتبہ آپ خواجہ قطب الاقطاب کے مہمان تھے۔ سامنے دلیہ رکھا ہوا تھا اور دونوں بزرگ ایک ہی طباق میں سے اٹھا اٹھا کر کھا رہے تھے۔ اس وقت حضرت بابا صاحبؒ بھر مور جھل جھل رہے تھے۔ آپ ہر لقمہ کے بعد اپنا ہاتھ بغل میں دے لیتے تھے اور اس کے بعد دوسرا لقمہ اٹھاتے تھے۔ بابا صاحب کو یہ عمل ناگوار گزرا۔ حضرت نے محسوس فرما کر اشارہ سے منع بھی کیا کہ زبان سے کچھ نہ کہنا۔ لیکن بابا صاحبؒ سے ضبط نہ ہو سکا اور کہہ ہی دیا کہ حضرت دوران تناول طعام میں بار بار ہاتھ بغل میں دینا شائستگی کے منافی ہے آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر بابا صاحب نے پھر ٹوکا۔ آپ بہت تنومند اور قوی الجثہ بزرگ تھے کھڑے ہو گئے سیدھے ہاتھ سے بابا صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کھینچا اور اپنا بایاں ہاتھ بلند کر کے فرمایا اے دیکھ لے کہ میں کیا کر رہا تھا۔ ہاتھ بغل میں نہ دیتا تھا بلکہ ہر لقمہ پر ہاتھ دھو کر دوسرا لقمہ اٹھاتا تھا۔ جتنے صاحب اس وقت موجود تھے سب نے دیکھا کہ زیر بغل ایک دریائے مواج لہریں لے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر بابا صاحبؒ خاموش اور منفعل ہو گئے اور سب متحیر ہوئے۔

کرامات و خوارق عادات

دہلی کا ایک مالدار اور متمول مہاجن کہیں جا رہا تھا۔ کہ

کہ دشمن پیچھے لگے چلے آرہے ہیں۔ گھبرا کر آپ ہی کے مکان میں چلا آیا اور عرض کی کہ مجھے پناہ دیجئے۔ آپ نے کہا جا اس گوشہ میں بیٹھ جا۔ آپ تنہا تو تھے ہی وہ لوگ بھی آگئے۔ پوری جھونپڑی دیکھی مگر کہیں نہ پاکر واپس ہوگئے۔ وہ مہاجن سب کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن انہیں یہ نظر نہ آتا تھا۔ مہاجن اسی وقت مسلمان ہوگیا اور مال لٹا کر فقیری لے لی۔ آپ کا انتقال رضیہ بیگم کے عہد سلطنت میں ہوا۔ مزار ترکمان دروازہ میں ہے جس سے اب تک فیض عام جاری ہے۔ اور آج بھی کھڑکی کھول کر یا کان لگا کر سنا جائے تو بہ صورت ہر شخص کو صاف سنائی دیتی ہے۔ صدیوں تک کئی کئی روز تک مزار پر سالانہ میلہ لگتا رہا ہے مگر دار القضاء دہلی کے اخفار کے بعد حرامکاری کا جو سلسلہ شروع ہوا اسی ضمن میں شب کے وقت کسی نے میلہ میں حرامکاری کی آپ نے اپنے تصرف سے دونوں کو اٹھا کر پٹخ دیا اور میلہ بھر میں وبا پھیل گئی خواب میں آپ نے حکم دیدیا کہ رات کو ہمارے ہاں میلہ نہ رہا کرے۔

اس روز سے شب کو ہجوم نہیں ہوتا۔ آپ سے سلسلہ بھی چلا اور اب بھی کہیں کہیں اس سلسلہ کے لوگ پائے جاتے ہیں مگر بہت کم اور بہت کامل اور دنیا سے بے تعلق اور سب کے سب علم اکسیر کے واقف۔ مزار اب تک حاجت روائے خلق ہے۔

صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ دہلی میں چار مقام عجیب و غریب ہیں قطب الاقطاب۔ سلطان المشائخ رح چراغ دہلی رح اور شاہ ترکمانی بیابانی ممکن نہیں کہ کوئی جائے اور فیضیاب نہ ہو۔

(۳۵) شیخ وقت صدر الدین عارف رح

جوشش فروغ اسلام حضرت صدر الدین عارف رح حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے فرزند اکبر صاحب سجادہ اور خلیفہ اعظم تھے۔

بڑے بڑے مجاہدات کئے۔ رات رات بھر نماز میں کھڑے رہتے تھے۔ بہت سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ ولی کامل گزرے۔ قطب وقت تھے آپ کے عہد میں

مشائخ ہند گزرے ہیں۔ زندگی میں آپ سے بہ کثرت کرامات خوارق ظہور میں آئے
اس وقت تمام ہندوستان میں آپ کی عظمت و کرامات کا سکہ رواں تھا۔ سلاطین و
اُمرا سب معتقد تھے۔ اوّل تو مسند تھی ہی کس کی؟ اس پر آپ جیسا عارف متمکن ہوا۔
آپ نے آبائی اور خاندانی شہرت کو علیٰ حالہ قائم رکھا۔ حضرت سلطان المشائخؒ سے بہت
دوستی تھی اور وہ آپ کا بہت ادب کرتے تھے۔ دن کا ابتدائی حصہ بھی مراقبہ و استغراق میں
گذرتا تھا۔ شام کو مجلس خانہ میں تشریف لاتے اور مریدوں کو پند و نصائح کرتے۔ بہ کثرت
مرید ہوئے اور اشاعت اسلام اور اصلاح خلق میں آپ سے بڑے بڑے کارنامے ظہور
میں آئے ہزارہا ہنود اور ہندی اقوام نے آپ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا۔

سات لاکھ اشرفیاں کھڑے کھڑے لٹا دیں

آبائی اور خاندانی رسم کے خلاف آپ دنیا اور دولت دنیا سے
نفور تھے۔ آپ کو دیگر جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے علاوہ سات لاکھ اشرفیاں ترکہ میں ملی تھیں
جائداد اور مال تو آپ نے بھائیوں ہی کے لئے چھوڑ دیا اور جتنا نقد روپیہ حصہ میں آیا وہ
آپ نے سب کا سب اسی وقت کھڑے کھڑے راہِ خدا میں تقسیم کر دیا اور ایک پائی بھی
اپنے پاس نہ رکھی کسی نے کہا حضرت فرمائیے تو یہ کیا قصہ ہے کہ آپ کے والد گرامیؒ سے
تو خزانے بھی معمور کئے اور اللہ کی راہ میں بھی لاکھوں نہیں کروڑوں روپے راہ خدا میں لٹا
اور خرچ کئے مگر آپ نے اتنی کثیر دولت ایک دن کے اندر اندر لٹا دی اور ایک حبہ نہ
رکھا۔ مسکرا کر فرمایا کہ:۔

بھائی میرے والد گرامیؒ کی کیا پوچھتے ہو۔ وہ تو دنیا پر پوری طرح غالب تھے
دولت اور دنیا دونوں اُنھیں نہ طاعت و عبادت سے باز رکھ سکتی تھیں
اور نہ مبتلائے فریب کر سکتی تھیں۔ لیکن میں ابھی خام ہوں اور اُس درجہ
و مقام پر فائز نہیں ہوا ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اب کبھی کبھی میں بھی دنیا پر
غالب آجاتا ہوں اور یہ مجھے بھی فریب نہیں دے سکتی۔ مگر پھر انسان ہوں
اپنی کمزوریوں سے واقف ہوں۔ ڈر لگتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ کہیں دنیا مجھ پر

غالب نہ آجائے اور مجھے راہ ایزدی سے پھیر دے اس لئے میں نے یہ جھگڑا ہی چکا دیا تاکہ سکون و اطمینان سے یادِ الٰہی کر سکوں۔ ترکۂ پدری اور روایات آبائی کے حفظ و بقا کے لئے میرے اور چھ بھائی موجود ہیں۔ باپ کے پاس کافی سے بہت زیادہ جائداد اور دولت تھی اور اس میں سے سات لاکھ اشرفیاں نکل گئیں تو نکل جائیں۔ یہ کوئی ایسا نقصان نہیں۔

خلق و کمال

اس توجیہ و استقلال سے آپکی عظمت و تقدیس پر کتنی تیز روشنی پڑتی ہے یہی نہیں کہ آپ علوم باطنی میں کامل تھے بلکہ علوم ظاہری اور معقولات و منقولات سے بھی بہرۂ وافی رکھتے تھے۔ مدرسہ میں درس بھی دیتے تھے اور جمعہ کو وعظ بھی فرمایا کرتے تھے جس میں بلاشبہ ہزارہا افراد شریک ہوتے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرکے آپ کے مرید بنتے۔ آپ کی ذات گرامی ایک چشمۂ فیض تھی۔ خاندان سہروردیہ کی عظمت و تقدیس کو ہندوستان کے اندر اپنی پوری شان کے ساتھ قائم رکھا۔ مگر زندگی فقیرانہ بسر کی جس پر نظر ڈال دی کامل بنا دیا۔ باوجود اس کے کہ نہایت متواضع اور خلیق بزرگ تھے مگر آپکی ہیبت تھی کہ لوگ یک بیک آپ کے سامنے پڑنے سے ہچکچاتے تھے۔ بڑے بڑے اُمرار اور اعیان سلطنت تک مرید تھے۔ مگر بات کرتے جھجھکتے تھے۔

ایک روز آپ لب دریا بیٹھے وضو کر رہے تھے اور آپ کے ہفت سالہ فرزند رکن الدین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وضو کے بعد نماز پڑھی اور بچے کو قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ یہ آپکی ایک زندہ کرامت تھی کہ ایک دفعہ ہی کئی پارے پڑھا دیے۔ بچہ نے صرف چار مرتبہ سبق دُہرالیا اور حفظ ہو گیا اُس روز خلاف معمول سبق حفظ نہ ہو سکا۔ پتہ نہ لگا کہ ہرنوں کی ڈار بچوں کو ساتھ لئے سامنے سے گذر رہی تھی اور ذہن اس طرف رجوع ہو گیا تھا۔ شیخ نے سر جھکایا ہی تھا کہ ایک ہرنی بچوں کو لئے ہوئے دوڑی ہوئی آئی اور سامنے کھڑی ہو گئی آپ کے فرزند نے بچہ کو گود میں لے لیا۔ اسی وقت سبق ازبر ہو گیا۔ ۲۳؍ ذی الحجہ ۶۸۴ھ میں وصال پاکر ملتان ہی میں اپنے والد کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔

کرامات و خلفاء شیخ جمال الدین خنداں روؒ، شیخ احمد معشوقؒ۔ شیخ صلاح الدینؒ اور

اور شیخ علاؤ الدین وغیرہ آپ کے باعظمت اور یگانہ روزگار خلفاء ہوئے ہیں۔ شیخ صلاالدین سلطان محمود بن غیاث الدین کو کبھی خاطر میں نہ لاتے تھے اور سخت الفاظ میں یاد کیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک سوار نے گھوڑے کے تازیانہ مارا۔ غصہ آگیا تیز نگاہ سے جو دیکھا تو بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کے چوتڑ پر تازیانہ کا نشان تھا متصل عیدگاہ دہلی شیخ پورہ میں مزار ہے۔ شیخ احمد قندہاری تاجر آئے ملتان آئے تو آپ نے اپنا جھوٹا شربت پلا دیا جس کے پیتے ہی ان کا دل روشن ہو گیا اور سب کچھ لٹا کر فقیری لے لی ایک مرتبہ یہ کہہ کر پانی میں گھس گئے کہ بار الہا! جب تک تو مجھے میرے مرتبہ اور اپنی محبت سے آگاہ نہ کرے گا پانی سے نہ نکلونگا۔ ندا آئی ہماری درگاہ میں تیرا رتبہ بلند ہے۔ تیرے وسیلہ سے خلقت کو بخشونگا اور میں نے تجھے اپنا معشوق بنالیا۔ نکلے تو عشق کی مستی غالب تھی۔ مدہوش رہتے۔ علماء نے کہا نماز نہ پڑھو گے تو حد جاری کی جائے گی۔

فرمایا مجھ میں نماز پڑھنے کی طاقت نہیں۔ خیر تمہارے کہنے سے پڑھے لیتا ہوں مگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھونگا۔ نہ مانے تو فرمایا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن پڑھونگا۔ آخر علماء نے زبردستی نماز کو کھڑا کر دیا جس وقت نَعْبُدُ پر پہنچے ہر بُن مو سے خون جاری ہو گیا۔ جھٹ نیت توڑ کر الگ ہو گئے۔ فرمایا میں زنِ حائضہ ہوں مجھے نماز معاف ہے ۶۷۷ھ میں وفات پائی جس کے بزرگ کے خلفاء کی یہ عظمت و شان ہو خود اس کی عظمت کا کیا تصور قائم کیا جاسکتا ہے۔ سہروردی سلسلہ کی آن بان آپ کے عہد میں بھی آنی شان کے ساتھ قائم رہی اور مخلوق خدا کو آپ کی ذات گرامی سے بڑے بڑے فیض پہنچے۔

(۳۶) عارف جلیل رکن الدین سہروردی

حضرت شیخ الاسلام کی تعظیم و بشارت

حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردیؒ سلسلۂ سہروردیہ کے چراغ ہیں اور نہایت زبردست ولی اور یگانۂ روزگار عارف گذرے ہیں۔ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کے محتشم پوتے اور حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ کے فرزند جلیل تھے۔ باپ کے بعد صاحب سجادہ بھی

آپ ہی ہوئے۔ ابھی آپ بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ کی والدہ گرامی اپنے خسر شیخ الاسلام حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا کو چاند رات کے دن چاند دیکھ کر عید کا سلام کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ فرمایا بیٹی! تو تعجب نہ کر۔ یہ تعظیم تیری نہیں اس بچہ کی تعظیم ہے جو اس وقت تیرے بطن میں ہے اور جو جوان ہو کر "میرے خاندان کا چراغ" ہو گا۔ وہ خوش ہو کر اور شرما کر چلی آئیں۔ آپ کے پیدا ہونے کی بھی بہت خوشی ہوئی۔ جب آپ چار برس کے ہو گئے تو ایک روز حضور شیخ الاسلام تو سہری پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ کلاہ مبارک پائیں پر رکھی ہوئی تھی اور آپ برابر ہی نیچے فرش پر کھیل رہے تھے یکایک اٹھے اور دادا کی کلاہ مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی اور ہنسنے لگے۔

باپ نے کہا بیٹا! مؤدب رہو اور الگ ہٹ جاؤ اور دستار وہیں رکھ دو حضور شیخ الاسلام نے منع کیا کہ اس بچہ کو نہ روکو۔ اس نے نادانستگی میں یہ دستار اپنے سر پر نہیں رکھی یہ تو اس کا حقدار ہے۔ میں نے اسے اسی کو دیا اور اسی کو اوڑھے گا چنانچہ ایک عرصہ کے بعد جب آپ صاحب سجادہ ہوئے اور باپ کی مسند رشد و نشست پر بیٹھے تو یہی دستار جدی آپ نے اپنے سر پر رکھی۔

شریعت و طریقت میں تبحر

محترم باپ نے آپ کی تعلیم پر بھی توجہ مبذول کی۔ آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ ذہن و کمال کی یہ حالت تھی کہ باپ سے کئی کئی پارے روزانہ بطور سبق پڑھتے اور صرف چار دفعہ دہرانے ہی سے حفظ ہو جاتے۔ چنانچہ سات برس ہی کی عمر میں حافظ ہو گئے۔ اس کے بعد صرف سولہ برس ہی کے سن میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر لی معقولات و منقولات کے متبحر ہو گئے۔ اور تفسیر، حدیث، فقہ، بیان، ادب، شعر اور ریاضی و منطق وغیرہ میں کمال پیدا کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے علوم باطنی کی طرف توجہ کی بزرگ باپ کے مرید ہو کر بہت جلد خلافت کی اہلیت پیدا کر لی اور خرقہ مل گیا۔ آپ نے مرید ہونے کے بعد اپنی خانقاہ میں بڑے بڑے چلے کھینچے۔ بڑے بڑے مجاہدات کئے۔ رات رات بھر نماز میں مصروف اور درجہ ولایت قطبیت پر فائز ہو گئے۔

گو آپ اپنے والد و شیخ کے خلاف اور اپنے فقید المثال دادا کے آئین عمل کے مطابق دنیا اور ثروت دنیا سے متنفر نہ تھے۔ اچھا کھاتے اچھا پہنتے اور اچھی طرح بسر کرتے تھے۔ دولت و ثروت بھی بہت پیدا ہو گئی تھی۔ مگر طاعت و عبادت کا یہ حال تھا کہ رات رات بھر نماز میں کھڑے رہتے تھے۔ اور جب تک زندہ رہے ہر روز پورا ایک قرآن ختم کرتے رہے عشق الٰہی میں ڈوبے ہوئے بعض اوقات جذب کا عالم طاری ہوتا تھا تو کئی کئی روز مدہوش رہتے تھے۔ مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے تو گھنٹوں نہ اٹھتے تھے۔

اخلاق و تموّل

سینکڑوں افراد آپکی توجہ سے اولیا بنے۔ جس پر نظر پڑ گئی کامل ہو گیا آپ کی ذات گرامی ایک دریائے فیض و برکت تھی ایک عالم اس چشمہ سے فیضیاب ہو رہا تھا۔ اس دربار میں جو آتا تھا اُس کا دامن گوہر مراد سے لبریز ہو جاتا تھا۔ طالبِ دنیا اور طالبِ عقبیٰ دونوں آپ سے یکساں فائدہ اٹھا رہے تھے۔ آپ کی ذات کیا تھی، حاجت روائے خلق تھی۔ جو اس در پر آیا خالی اور محروم نہ گیا بیمار کو شفا۔ غریبوں کو عطا۔ فقیروں کو صلہ اور اُمرا کو دعا حضور سے ملتی تھی۔ غربا سے لیکر اُمرا و سلاطین تک آپ کے مرید تھے اور سب کو آپ سے یکساں فائدہ پہنچتا تھا۔ آپکے دربار میں غربا و مساکین کی توقیر و عزت بھی اُمرا ہی کی طرح کی جاتی تھی اور آپ کی مجلس میں ہر مرتبہ و درجہ کے آدمیوں کا ہجوم رہتا تھا اور سب کو یکساں نصیحت کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے مشائخین و اولیاء سے بھی آپکی خانقاہ معلّی کبھی خالی نہ رہتی تھی چین، ترکستان، ماوراء النہر، خراسان، ایران، عراق، دمشق اور حجاز و مصر تک کے طالبانِ حقیقت آپکی مجلس میں موجود رہتے تھے اور سب مؤدب ہوتے تھے حضرت سلطان المشائخ رح نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز شیخ رکن الدین ہی پڑھائیں۔ مدرسہ بھی جاری تھا روحانی خانقاہ بھی کھلی ہوئی تھی۔ لنگر میں بھی رات دن کھانے پکتے رہتے تھے۔ اور ایک ایک وقت میں ہزارہا آدمی کھانا کھاتے تھے۔ ایک ایک وقت میں دو دو لاکھ اور پانچ پانچ لاکھ روپیہ آپ کھڑے کھڑے فقرا و مساکین کو تقسیم کر دیتے۔ فتوح کی آمدنی کا کوئی شمار نہ تھا۔ تمام اُمرا و رؤسا ہزاروں لاکھوں روپیہ نذرانہ پیش کرتے رہتے تھے۔ سلطان

علاؤ الدین خلجی گو مرید تو شیخ ضیاء الدین رومی سہروردی کا تھا جو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ مگر آپ کا بھی بیحد معتقد تھا جب آپ دہلی تشریف لاتے تو ہمیشہ دور تک پیشوائی کو نکل آتا۔ اور آتے وقت دو دو لاکھ اور جاتے وقت پانچ پانچ لاکھ روپیہ نذرانہ دیا کرتا جسے آپ اسی وقت تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

حضور سلطان المشائخ سے محبت و دوستی

آپ کو حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے بہت محبت تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بھائی نظام الدین کی محبت ہی ہے جو مجھے ملتان سے دہلی لے آتی ہے۔ ایک دفعہ آپ کو علم ہوا کہ سماع کی وجہ سے سلطان غیاث الدین تغلق حضرت نظام الدینؒ کو نقصان پہنچانے پر آمادہ ہے۔ بیتاب ہو گئے۔ فوراً دہلی تشریف لائے اور سماع شروع ہوا حضرت محبوب الٰہی پر حال آگیا کھڑے ہو گئے۔ آپ نے آستین پکڑ کر بٹھا دیا۔ جوش میں پھر کھڑے ہو گئے آپ نے پھر دامن پکڑ کے بٹھا دیا۔ مگر آپ پھر کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے۔ آپ نوافل میں مشغول ہو گئے۔ ایسے مشغول کہ سماع کی آواز بھی آپ کے کانوں میں نہ سما سکی۔ اب ان بزرگوں کی عظمت ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے مولانا محمد شاہ امام کے ایک سوال پر فرمایا کہ جب بھائی نظام الدین دوسری بار کھڑے ہوئے تو قدم ساتویں آسمان پر مار رہے تھے۔ آخر میں وہ نظروں سے بالکل غائب ہو گئے۔ اس لیے میں نوافل میں مصروف ہو گیا

دبجر المعانی جب حضرت نظام الدینؒ علیل ہوئے ہیں اس وقت آپ دہلی میں موجود تھے آپ عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ انبیاء اور اولیاء کو تو اللہ تعالٰی نے اختیار دیدیا ہے کہ وہ جب تک چاہیں زندہ رہیں اور جب چاہیں وصال پا جائیں۔ اگر آپ کچھ عرصہ اور دنیا میں رہنا منظور کر لیں تو اس سے مخلوق خدا کو اور فائدہ پہنچے گا۔ ابھی دہلی کو آپ کی ضرورت ہے۔

فرمایا اشتیاق دوست اس قدر غالب ہے کہ اب تو ایک لمحہ بھی رہنے کو دل نہیں چاہتا کئی روز سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ رہا ہوں فرماتے ہیں کہ "نظام الدین جلد آ کہ مجھے تیرا اشتیاق غالب ہے۔ یہ سن کر آپ پر بھی رقت طاری ہو گئی اور تمام حاضرین رونے

لگے۔ وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز آپ ہی پڑھائیں اور جنازہ کے ساتھ سماع کریں چنانچہ آپ نے ہی نماز جنازہ پڑھائی۔ کئی لاکھ آدمی آپ کے اقتدا میں تھے مگر سماع نہ کرایا لیکن راہ میں ایک طوائف گا رہی تھی ؎

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو — تو کجا بہر تماشا می روی المشایخ

اسی لمحہ ہاتھ کفن سے باہر آگیا۔ آپ نے دوڑ کر اس طوائف کو روکا۔ آپ ہی نے سلطان کو قبر میں اتارا اور فرمایا میں نے اس وقت روح پاک رسول کریمؐ کو تشریف فرما دیکھا۔

کرامت و خوارق عادت

ایک روز سلطان غیاث الدین تغلق نے مولانا ظہیر الدین کوتوال سے استفسار کیا کہ کیا کبھی آپ نے حضرت شیخ رکن الدینؒ کی کوئی کرامت بھی دیکھی ہے؟ عرض کی کہ ایک جمعہ کو میں نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک اژدہام ہے جو آپ کی قدمبوسی کے لئے جمع ہوا ہے۔ اسی وقت یہ خیال ہوا کہ میں دار السلطنت کا کوتوال ہوں اس کے باوجود کوئی بھی میری طرف ملتفت نہیں ہوتا ضرور آپ کے پاس کوئی عمل تسخیر ہے کہ میری مولویت اور کوتوالی آپ کے سامنے بے اثر ہو۔ میں ارادہ کر کے سو گیا کہ کل صبح حاضر ہو کر مسئلہ استنشاق اور مضمضہ کے متعلق سوال کروں گا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ شیخ تشریف لائے اور مجھے حلوا کھلایا جس کی شیرینی صبح تک میرے حلق و زبان میں موجود تھی۔ سوچا کہ یہ شیطان کی حرکت ہو گی جو بہ شکل شیخ آگیا۔ صبح جو خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا "مولانا خوش آمدی منتظر شما بودم" میں انتظار ہی کر رہا تھا کہ آپ آئیں اور میں آپ کو مسئلہ بتاؤں۔ چنانچہ فرمایا کہ:۔

> مولانا! جنابت دو قسم کی ہوتی ہے۔ جنابت تن اور جنابت دل جنابت تن تو قربت زن سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جنابت دل برے اور بدکار افراد کی صحبت سے عائد ہو جاتی ہے۔ اب جس طرح تن پانی سے پاک ہوتا ہے اسی طرح دل پاک ہوتا ہے نیک مرد اور اولیاء کی زیارت سے۔"

پھر فرمایا کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا سنت ہے۔ اس سے حدّتِ اعضاء دور ہوتی ہے اور جس طرح شیطان حضور نبی کریمؐ کی شکل اختیار کرنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح اسکی

مجال نہیں کہ وہ دبستانِ خدا کے رعب میں کسی کے سامنے پہنچ سکے۔"

میں نے جو بلا کہے اپنے سوال کا جواب پالیا تو اُسی وقت مرید ہوگیا جس وقت سلطان غیاث الدین تغلق فتح دکن کے بعد واپس آیا تو آپ بھی بلائے ہوئے گئے۔ تمام اُمراء و مشائخ سلطان اور آپ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ آپ نے نورِ باطن سے معلوم کر لیا کہ یہ عمارت گرنے والی ہے۔ فرمایا عمارت نئی بنی ہوئی ہے اس میں سے جلد باہر آجایئے سلطان نے کہا فراغتِ طعام کے بعد باہر چلے جائینگے۔ آپ نے یہ الفاظ تین بار ارشاد فرمائے اور جب سلطان نے نہ سمجھا تو آپ ہاتھ دھوئے بغیر اُسی وقت اُٹھ کر باہر چلے آئے فوراً چھت گری اور ۷۲۵ھ میں سلطان اسی صدمہ سے مر گیا۔

عظمت وصال بادشاہ کی عادت تھی کہ خلقت کی عرض و معروض سننے میں گونہ عجلت اور سرعت سے کام لیتا تھا۔ ایک روز آپ عین اس وقت پہنچ گئے جبکہ بادشاہ تختِ رواں پر سوار دیوانِ خاص کے باہر کھڑا مخلوق اور حاجتمندوں کی درخواستیں سن رہا تھا۔ بادشاہ نے استقبال کو بڑھنا چاہا۔ فرمایا پہلے درخواستیں سنکر مناسب احکام صادر کر دیجئے۔ چنانچہ بادشاہ نے اُس روز بڑے غور سے درخواستیں پڑھوائیں اور دیر تک مشغول رہا کہ آپ سامنے کھڑے تھے

یہاں یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ چشتیہ بزرگ امراء و سلاطین سے زیادہ ترجدا اور دور رہتے تھے اور ان کی بج دھج ہمیشہ فقیرانہ رہی کہ ہندوستان کیلئے یہی رنگ بہتر اور مناسب تھا۔ مگر سہروردی بزرگ" دنیا اور دنیا داروں سے ملنا اور دنیا دارانہ لباس و وضع رکھنا پسند فرماتے تھے انھیں کسی سلطان کے پاس جانے میں عار نہ تھا۔ لیکن یہ فرق صرف عام وضع کا فرق ہے اپنا اپنا طریق ہے اور اپنا اپنا رنگ ہے اس سے کسی کے رتبہ اور باطنی علو شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمارے سلاطین سے نہ ملنے والے حضور سلطان المشائخ رض اور سلطان سے ملنے والے شیخ رکن الدین دونوں کی شان و کمال میں کوئی فرق نہیں نصب العین دونوں کا درست اور نسبت دونوں کی بخیر تھی اور دونوں کامل تھے دونوں کا مقصد خیر خواہی

عام تھا یہ دونوں بزرگ جب ملتے تھے تو دونوں میں زہد و عرفان کے متعلق بڑے بڑے نکات پر گفتگو ہوتی تھیں شیخ مخدوم جہانیاں اور شیخ سراج جیسے بزرگ اور بکثرت بزرگ آپ کی نگاہ کرم سے اولیا بن گئے آپ درحقیقت قبلہ حاجات تھے بکثرت مرید تھے اور بکثرت مخلوق کو آپ سے فائدہ پہنچا جس پر نظر ڈالدی کامل بنا دیا آخر ایام وصال سے کچھ دن پہلے آپ کی یہ حالت تھی کہ گوشہ نشین ہو گئے تھے اور ہمہ وقت حجرے کے اندر مراقب رہتے تھے صرف نماز کے وقت باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ ۱۶ رجب ۷۳۵ھ میں عصر کی نماز کے بعد آپ نے مولانا ظہیر الدین کو حجرہ میں بلایا اور فرمایا تجہیز و تکفین کا انتظام کرو پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھکر نوافل اوابین شروع کیں سجدہ میں سر رکھا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی جنازہ پر کئی لاکھ اشخاص موجود تھے۔ شیخ محمد اسمٰعیل (فرزند) سجادہ نشین ہوئے سلطان المشائخ کا وصال ۷۲۵ھ میں ہو چکا تھا۔

خلفائے کرام کی جلالت شان

شیخ حمید الدین ابو الحاکم شیخ وجیہ الدین عثمان سیاح شیخ حاجی چراغ ہند مخدوم جہانیاں جہاں گشت جیسے زبردست اولیائے کرام آپ ہی کے خلفا اور آپ ہی کے نہال کرم کے ثمر تھے شیخ حمید الدین ابو الحاکم قریشی الہنکاری کے والد بھی بادشاہ تھے جو دس برس حکومت کر کے فقیر ہو گئے تھے اور انھوں نے بھی ایک سال سلطنت کر کے اور لاہور آکر فقیری لے لی۔ سید احمد لختہ نے کہا تیرا حصہ شیخ رکن الدین کے پاس ہے چنانچہ آپ ملتان آکر درجہ کمال کو پہنچے۔ ایک دن سلطان غیاث الدین تغلق کا وزیر آگیا ایک گوشہ میں بیٹھ گیا آپ بیٹھے خروسی رہے تھے خیال کیا کہ تعریف تو بہت سنی تھی مگر یہ تو کوئی بنوا معلوم ہوتا ہے آپ نے فوراً اپنی ڈپلی کو ٹیڑھا کر لیا ساتھ ہی وزیر اور اس کے تمام خدام کے منہ ٹیڑھے ہو گئے۔ وزیر نے جب پاؤں پر گر کر معافی چاہی تو آپ نے اپنی ٹوپی سیدھی کر لی اور سب کے منہ سیدھے ہو گئے بڑے باعظمت ولی گذرے ہیں ۱۶۷ سال کی عمر پائی۔

۷۳۶ھ میں وصال پایا۔ دہلی میں مزار ہے۔

شیخ وحید الدین عثمانیؒ دفتر سلطانی میں ملازم تھے حضرتؒ کو دریا پر نماز پڑھتے دیکھ کر ایسا اثر ہوا کہ متغیر ہو گئے خرقۂ خلافت پایا اور درجۂ کمال کو پہنچکر ساری دنیا کی سیاحی کی تہبند کے سوا دوسرا کپڑا نہ تھا۔ اسی لئے ایک دفعہ طواف کعبہ میں حضرت خضر آپ پر سایہ کئے رہے تھے اور انہی نے جنت کے کپڑے پہنائے تھے دہلی میں سماع کی ممانعت تھی آپ کی خدمت میں امیر حسن قوال نے آہستہ گایا:۔

زاہد زندیں بر آمد بالا زاعتقاد　　کافر محمدی شد و صوفی چنانچہ ہست

وجد آگیا دروازہ کھلوا دیا۔ زور سے گنوایا۔ ہزار ہا مخلوق آن پہنچی۔ بادشاہ کو خبر بھی ہو گئی مگر کوئی کچھ نہ کر سکا۔ لوگوں نے لگائی بجھائی کی خسرو خاں نمک حرام نے خزانۂ سلطانی سے جہاں اور صوفیوں کو دیا تھا وہاں کئی لاکھ روپیہ شیخ شیاح کو بھی دیا تھا تحقیقات ہوئی مگر آپ صاف ثابت ہوئے پھر تو یہ حالت تھی کہ سلطان نے معافی چاہی اور اپنی دعوت میں خود شیخ شیاح کو بلا کر سماع سنوایا۔ ۷۳۵ھ ہجری میں وصال ہوا۔ دہلی میں مزار ہے۔

شیخ حاجی چراغ ہند بھی بہت بڑے بزرگ تھے ہدایت حق میں مصروف رہے ظفر آباد میں مزار ہے ۷۴۲ھ میں وصال ہوا۔

حضرت شاہ کڑک سہروردی کڑہ میں رہے وہیں مزار ہے۔ علاء الدین آپ کی ہی دعا سے سلطان دہلی ہوا تھا۔ الہ آباد میں آپ کی بڑی شہرت تھی عام سالک مجذوب تھے سلامتیہ طریقہ رکھتے تھے۔ بڑے صاحب کرامت صاحب وجد بزرگ گزرے ہیں رجوعات خلق بہت تھی اور بھی متعدد خلفاء ہوئے ہیں۔

(۳۷) قاضی حمید الدین ناگوری

علم و فضل و بیعت و خلافت حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ ارض

ہند کے اعاظم اولیائے کبار سے ہوئے ہیں جسے مرید بنا لیتے کامل کر دیتے حضرت شیخ کے خلیفہ حضرت قطب الاقطاب صاحب کے استاد اور ایک یگانہ روزگار ہستی تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان کے مطابق آپ اپنے والد گرامی شیخ عطاء اللہ کے ساتھ دہلی تشریف لائے تھے جملہ علوم معقول و منقول میں درجۂ تبحر رکھتے تھے اپنے عہد کے نقید المثال عالم تھے تفسیر و قرآن حدیث و فقہ بلاغت و بیان ادب و انشا ریاضی و تاریخ اور فلسفہ و منطق میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے بڑے بڑے نامور معلمین و اساتذہ سے علم حاصل کیا تھا۔ شاعر اور حافظ قرآن بھی تھے آپ کے اس تبحر علمی اور لیاقت خداداد کی بناء پر بادشاہ نے آپ کو ناگور کا قاضی مقرر کر دیا تھا جو اس عہد میں ایک مشہور شہر تھا مسلسل تین برس تک آپ نے یہ خدمت نہایت کامیابی اور قابلیت کے ساتھ انجام دی اور بڑا اثر و رسوخ پیدا کر لیا بلکہ شیخ الاسلام اور وزیر اعظم بنجانے کے تمام امکانات پیدا ہو چکے تھے کہ آپ کے عدیم النظیر عدل و انصاف جذبۂ حاجت روائی خلق اور حسن اتقا سے خوش ہو کر حضور نبی کریمؐ نے خواب میں آپ کو دعوت و بشارت دی اور فرمایا کہ حمید الدین چھوڑ اس قصہ کو اور میری طرف آ کہ تیرے لئے دوسرا میدان خالی ہے صبح جو اٹھے تو دل دنیا کی طرف سے سرد ہو چکا تھا اسی وقت استعفےٰ دید یا اور اسی روز ترک علائق کر کے عازم حرمین شریفین ہوئے بغداد شریف جو پہنچے تو وہاں پہلے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو حکم ہو چکا تھا۔

آپ جو حصول نیاز کے لئے حاضر ہوئے تو دل پر بہت اثر پڑا اور اسی روز حلقہ ارادت میں داخل ہو کر ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے اور حضرت کی توجہ گرامی سے صرف ایک سال کے اندر مرتبہ ولایت پر پہنچکر خرقہ خلافت حاصل کر لیا یہاں سے آپ مرشد کے حکم کے مطابق حرمین شریفین حاضر ہوئے ایک سال سات ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور وہاں کے مشائخ کرام سے فیض و برکات حاصل کرتے رہے اس کے بعد پورے تین سال مکہ معظمہ میں رہے یہاں بھی برابر ذکر و شغل و حصول کمال میں مشغول

رہے۔ ایک مرتبہ آپ طواف کعبہ میں مصروف تھے اور ایک بزرگ کے قدم بقدم طواف کر رہے تھے ان بزرگ نے مُنہ پھیر کر فرمایا۔ "حمید الدین اس متابعت ظاہری سے تو کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو گا اگر متابعت ہی کرنی ہے تو متابعت باطنی کر۔ پوچھا اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا ہر قدم پر ایک قران ختم کرتا ہوں آپ نے خیال کیا زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہو گا کہ قلب پر معانی قران گذر جاتے ہونگے اور بس۔ ان بزرگ نے نور باطن سے آپ کا خطرۂ قلبی معلوم کر کے فرمایا نہیں حمید الدین! یہ نہیں لفظاً لفظاً پڑھتا ہوں آپ حیرت زدہ ہو گئے آخر ان بزرگ نے بھی آپ کو بہت سے مشکل مقام طے کرا دیئے غرض پندرہ چھ سال بعد آپ پھر دہلی تشریف لائے۔

قطب الاقطاب صاحب سے دوستانہ تعلقات سبع سنابل میں مرقوم ہے کہ حضرت قطب الاقطاب صاحب کی عمر جب پانچ سال کے قریب ہوئی تو ان کی والدہ صاحبہ نے ان کا مکتب کرنا چاہا اسی اثناء میں حضور خواجہ غریب نواز اوش میں پہنچ گئے ان کی والدہ نے اپنے بچہ کو حضرت کے پاس لاکر کہا کہ آپ برکت کے طور پر ابتدا کر دیں اور کچھ لکھ دیں۔ حضرت غریب نواز تختی پر کچھ لکھ کر دینا چاہتے تھے کہ غیب سے ایک آواز پیدا ہوئی کہ صبر کرو اس بچہ کی تعلیم کے لئے حمید الدین آرہا ہے ادھر ناگور میں قاضی صاحب نے بھی غیبی ندا سنی جو اسی حکم پر مشتمل تھی اور ارشاد کیا جا رہا تھا کہ اٹھ اور اوش میں جا کر ہمارے قطب کو تعلیم دے قاضی صاحب نے یہ ندائے باری سنکر آنکھیں بند کر لیں اور بقوت طے ارضی ایک آن کی آن میں اوش پہنچ گئے اور اس مجلس میں پہنچکر اور تختی ہاتھ میں لیکر فرمایا صاحبزادے بتاؤ تمہارے لئے کیا لکھوں؟ بولے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پوچھا یہ آیت مبارک تو پندرھویں پارہ میں ہے کیا تم نے پہلے بھی کسی سے کچھ پڑھا ہے؟ بولے کسی سے نہیں میری ماں کو پندرہ پارے حفظ تھے وہ میرے سامنے انھیں پڑھا کرتی تھیں اور میں پاس بیٹھا سنا کرتا تھا اس طرح مجھے بھی یاد ہو گئے۔ بہر کیف قطب صاحب نے چار روز میں قرآن ختم کر لیا۔

کچھ تو خواجہ قطب الاقطابؒ پر یہ حق تھا کہ وہ آپ کے شاگرد تھے۔ دوسرے بغداد ہی میں کچھ عرصہ دونوں بزرگ خانقاہ شیخ الشیوخ میں ساتھ ساتھ رہے تھے اس لئے دونوں میں عزیزانہ اور دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے جن کی بناء پر دہلی آکر آپ انہی کے ساتھ خانقاہ میں رہنے لگے۔ پھر آپ نے شادی کر لی جس سے آپ کے کئی بچے پیدا ہوئے۔ آپ کی اولاد ابتک بدایوں میں موجود ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ مجاوران آستانہ قطب صاحب بھی" قاضی صاحب ہی کی اولاد میں ہیں اور اسی نسبت سے قاضی کہلاتے ہیں۔ تمام مجاور حضور کی اولاد میں نہیں ہیں صرف یہی ہیں جو قاضی کہلاتے ہیں" آپ کو قطب صاحب سے بیحد محبت تھی کہ آپ ایک لائق اور یگانہ روزگار شاگرد تھے اور قطب الاقطابؒ بھی آپ کی انتہائی عزت و تکریم کرتے تھے۔ کوئی کام بھی ایسا نہ تھا جو آپ کے مشورے کے بغیر انجام دیتے۔ دونوں کامل اور وحید عصر ہستیاں تھیں اور ہندوستان کے لئے ان کا وجود صد ہزار برکات و حسنات کا باعث تھا۔

عالمانہ ظرافت و کمال

ایک مرتبہ آپ نے قطب الاقطاب صاحبؒ کو یہ رباعی لکھ کر بھیجی تھی ؎

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد   واں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز محل   آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

سنتے ہی جھومنے لگے اور وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضرت نے اسے حفظ کر لیا تھا اور اکثر اوقات اسے پڑھتے رہتے تھے۔ آپ جہاں ایک فاضل اجل بزرگ اور شاعر تھے۔ وہاں مزاج میں قدرتی ظرافت بھی تھی۔ بات کرتے کرتے بعض اوقات ایسے جملے کہہ جاتے تھے کہ لطف آجاتا۔ آپ کی ظرافت ایک عالمانہ ظرافت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لئے جا رہے تھے۔ راستے میں قاضی کبیر الدین خوارزمیؒ اور شیخ برہان الدین بلخیؒ سے ملاقات ہو گئی قاضی کبیر الدین نے کہا یا شیخ آپ کا گھوڑا بہت چھوٹا ہے۔ فرمایا واقعی چھوٹا ہے مگر بڑے دل سے بہتر ہے۔ دونوں بزرگ اس فقرے کو سن کر ہنس اٹھے کبیر صاحب نے کہا یہ خانہ گھوڑا چھوٹا ہے۔ کبیر صاحب ہی کو جواب ملا کبیر کے معنی ہیں

بڑے کے گویا بہ الفاظ دیگر مطلب یہ ہوا کہ میرا گھوڑا بہت چھوٹا ہے۔ لیکن تم اور تمہارے بڑے گھوڑے دونوں سے بہتر ہے۔ ایسے فقرے آپ کی زبان سے اکثر نکلتے رہتے تھے جس صحبت میں آپ بیٹھتے تھے اُس صحبت میں ایک رونق پیدا ہو جاتی تھی۔ اور جب آپ بولتے اور گفتگو کرتے تو اس بے تکلفی اور فصاحت و ظرافت سے بولتے کہ یہ محسوس بھی نہ ہوتا کہ آپ اتنے جلیل القدر اور فقید المثال ولی ہیں۔ پھر یہ بے تکلفیاں سب کے ساتھ تھیں ہمیشہ خندہ پیشانی رہتے تھے اور سب سے نہایت محبت و تواضع سے ملتے تھے۔ آپ چونکہ سہروردی بزرگ تھے اس لئے آپ کا لباس فقیرانہ نہیں عالمانہ ہوتا تھا اور عام دنیاداروں جیسی زندگی بسر کرتے تھے کھانے پینے اور رہنے میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ عام مسلمانوں جیسی زندگی تھی۔ مگر سینہ انوار الٰہیہ کی تجلی گاہ طور بنا ہوا تھا اور بڑے بلند مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے۔

ہندوستان میں سماع و حال کی تاسیس

جب حضرت قطب الاقطاب صاحبؒ کی تعلیم کے بعد حضرت قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی رح عازم دہلی ہوئے ہیں تو راستے میں دیکھا کہ ایک لنجان درخت پر ققنس بیٹھا ہوا ایک مستی کے عالم میں گا رہا ہے جس سے پوری فضا لبریز نغمہ بنی ہوئی ہے۔ آپ جو قریب سے گذرے تو اس کی ترنم ریزیاں سن کر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش جو آیا تو دیر تک سر دھنتے اور وجد کے عالم میں گھومتے رہے۔

ققنس ایک چھوٹا سا خوبصورت پرندہ ہوتا ہے جس کی منقار میں چھوٹے بڑے تقریباً دو سو سوراخ ہوتے ہیں جب وہ مستی میں آ کر گاتا ہے تو منقار سے گوناگوں نغمات پیدا ہوتے ہیں جن سے جنگل کا جنگل لبریز ہو جاتا ہے۔ یہی صورت اُس وقت ہوئی جب آپ کے ہوش درست ہوئے اور آنکھیں کھلیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خضر سامنے کھڑے ہیں اور مسکرا رہے۔ فرمایا حمید الدین! سنا اور سمجھا کہ سماع کیا چیز ہے اور اس کے اندر سوز و کیف کی کتنی دنیا میں پوشیدہ ہیں۔ تو نے تو آج ہی سنا ہے مگر مشائخ اسے ابتدا ہی سے سنتے چلے آئے ہیں اس وقت تک سہروردیوں میں سماع کا رواج نہ ہوا تھا۔ سر سلسلہ حضرت شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی نے بھی کبھی سماع نہ سنا تھا۔ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام نعمتیں عطا کیں

مگر ذوق سماع نہیں دیا۔ اسی وجہ سے میں نہیں سنتا۔ مگر جب سننے والے درویش آجاتے تو آپ ان کے لئے سماع کرا دیتے اور خود تلاوتِ کلام اللہ میں مصروف ہو جاتے۔

شیخ الاسلام مخدوم بہاؤ الدین ذکریا ملتانی سہروردی ؒ بھی خود نہ سنتے تھے مگر جب حضرت قطب الاقطاب صاحب ؒ تشریف لے جاتے تو آپ انکی خاطر ضرور قوالی کراتے تاہم یہ مسلمہ امر ہے کہ آپ نے اپنے پیروں اور خاندان والوں کی سنت کے خلاف سماع سنا اور سنتے رہے اور ہندوستان کے اندر دہلی میں آپ ہی اس کے موجد قرار پائے کہ حضرت خواجہ خضر سے آپ کو اس کی اجازت حاصل ہوئی تھی جب آپ دہلی تشریف لائے ہیں تو اُس وقت مقتدائے شہر خواجہ سید مبارک تھے۔ دونوں نے مل کر نماز جمعہ ادا کی جس کے بعد آپ نے سید صاحب سے کہا آئیے ہم دونوں سماع سنیں جواب دیا کہ میں تو حضور نبی کریم ؐ کی اجازت کے بغیر کوئی اقدام نہیں کرسکتا۔ فرمایا آج اجازت ہو جائیگی۔ چنانچہ اسی شب کو حکم مل گیا۔ اس کے بعد دہلی میں سماع شروع ہو گیا۔

سماع پر سلطان سے تصادم سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ قاضی صاحب ؒ اور قطب صاحب ؒ دونوں مل کر دہلی میں سماع سنتے تھے سلطان قطب الدین نے علماء کے کہنے اور بھڑکانے سے حکم بھیجا کہ سماع خلاف شریعت ہے اگر سنتے رہے تو سزا دونگا۔ جواب میں کہلا بھیجا کہ اس سیاہ درون سے کہنا تو کیا جانتا ہے کہ سماع کیا چیز ہے۔ تجھے حرام ہے اور ہمیں مباح۔ سلطان نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ اگر اب سماع ہوا تو پھانسیوں پر لٹکا دونگا اس کے ارادہ بد کی خبر پاکر فرمایا کہ دیکھا جائیگا جب تو زندہ رہے تو دار پر چڑھا دینا۔ چنانچہ اسی ماہ میں سلطان نے گھوڑے سے گر کر انتقال کیا۔ سلطان التمش کو بھی لوگوں نے بھڑکانا شروع کیا کہ یہ ایک بڑا فتنہ عظیم ہے جو قاضی حمید الدین سہروردی شیخ قطب الدین نے شروع کیا ہے۔ چنانچہ بپاس شریعت باز پرس وسزا کا حکم دیدیا۔ قاضی عماد اور قاضی صادق دونوں کے طلبی حکم جاری کر دیئے۔ جواب میں کہلا بھیجا کہ کل پیروں کے عرس وسماع سے فارغ ہو کر حاضر ہونگے۔ سرکاری طور پر سماع کے روکنے کے لئے پولیس اور فوج کے جوان متعین ہو گئے۔ عرس پر حضرت مخدوم بہاؤ الدین ملتانی ایک

کثیر جماعت کے ساتھ آکر خانقاہ میں داخل ہو گئے اور کسی نے نہ دیکھا حالانکہ دروازہ پر پہرہ تھا۔ دروازہ شرقی سے تھوڑی دیر بعد شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی آئے ایک جماعت کثیر کے ساتھ دفعتہً خانقاہ میں داخل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر پھر تو ایک مخلوق ٹوٹ پڑی اور داخل ہوتی نظر نہ آئی۔ سب کچھ ہوا اور کوئی کچھ نہ کر سکا۔

صاحب سیر الاقطاب نے اپنی مستند کتاب میں بہ الفاظ صریح لکھا ہے

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ مریدوں کو سماع نہ سننے دیتے تھے۔ ایک روز پوچھا کہ حضور کو تو اللہ نے پوری قوت عطا کی ہے پھر آپ سماع کیوں نہیں سنتے فرمایا قاضی حمید الدین ناگوریؒ شریعت و طریقت دونوں کا شیخ ہوگا۔ اگرچہ وہ سہروردی ہوگا کہ سہروردیوں میں سماع ممنوع ہے۔ مگر اسی سے ہندوستان میں بنائے سماع قائم ہو گی تاکہ چشتیوں کو قدر سماع معلوم ہو" (سیر الاقطاب)

مصنف محترم نے یہ لکھ کر کہ ہندوستان میں سماع کا رواج قاضی صاحبؒ ہی نے جاری کیا مرشد خواجہ بزرگ کے مذکورہ الفاظ بطور سند پیش کئے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ قاضی صاحبؒ سماع کا جو ذوق و شوق تھا وہ حضرت قطب الاقطاب صاحبؒ کے عطائے خلافت کا ثمرہ تھا۔ محض حسن عقیدت ہے۔ قاضی قطب صاحب کے اُستاد بھی تھے اور بڑے دوست بھی باہم بے حد محبت تھی اور سماع کا رواج قاضی صاحبؒ ہی سے ہوا۔ جیسا کہ ہم ققنس والی روایت اور سیر الاقطاب سے واضح کر چکے۔

مجاہدات و مقبولیتؒ

صاحب مراۃ الاسرار نے حضرت سلطان المشائخ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں ایک بزرگ کے ہاں مجلس سماع منعقد ہوئی جس میں اس عہد کے دونوں جلیل القدر اور باہم بزرگ قاضی صاحبؒ اور قطب صاحبؒ بھی موجود تھے۔ شیخ علی نے دوڑ کر خبر دی کہ مولانا رکن الدین سمرقندی بہت سے علماء کو ساتھ لئے ہوئے سماع کے روکنے کے لئے آرہے ہیں۔ قاضی صاحب نے صاحب خانہ کو بلا کر کہا کہ تم تو سامنے نہ پڑنا۔ باقی جو کوئی بے اجازت ہمارے سامنے آئیگا اسے ہم دیکھ لینگے۔ جب مولانا سامنے آئے ایک نگاہ ڈالی جس کے پڑتے ہی ان پر ہیبت

چھا گئی اور واپس لوٹ گئے۔ ایک دفعہ آپ اور قطب صاحب مولانا بدرالدین غزنوی جامع مسجد دہلی میں معتکف تھے۔ دونوں بزرگ شب و روز میں دو قرآن ختم کرتے تھے۔ ایک شب کو یہ ارادہ کیا کہ آج کی شب ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر تمام شب میں دو رکعت نماز ختم کرنی چاہئیں اور ہر رکعت میں ایک قرآن ختم کیا جائے چنانچہ آپ کی اقتدار میں دونوں بزرگوں نے نماز شروع کی اور ۲ دو قرآن اور چار سیپارے اس میں پڑھے۔ پھر ایک ہی پاؤں پر کھڑے ہو کر آپ نے۔ دعا مانگی بار الٰہا جتنا تیرا حق ہے اتنی عبادت تو ہم سے ہو نہیں سکتی۔ تاہم جو ہو سکتا ہے کرتے ہیں۔ تو ہمیں اپنی رحمت سے بخش دے۔ اُسی وقت آواز آئی دوستو! ہم نے تمہیں بخشا تمہاری عبادت قبول کی اور تمہیں اپنے عاشقوں میں قبول کیا

حضرت خواجہ عثمان ہارونی تو آپ کو شریعت و طریقت کا شیخ اور سماع کا ہوس فرما ہی چکے تھے حضرت شہاب الدین سہروردی نے بھی آپ کی نسبت فرمایا تھا کہ میرے تمام خلفائے ہند میں سب سے بزرگ حمید الدین ناگوری ہے۔ صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے صرف تین مرید ہوئے اور تینوں کو کامل بنا دیا سلطان المعارفین شیخ حسن رسن تاب لمبنی بدایونی شیخ احمد نہروانی اور عین القصاب ۱۷ رمضان ۶۷۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ قطب صاحب دہلی میں مزار ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے دونوں مزاروں کے مابین نماز پڑھی تو وفور ذوق میں بیخود ہو گیا۔

(۳۸) خواجہ بدرالدین موئے تاب

بدایوں اور اسکی روحانی عظمت

زبدۂ اصفیاء سلطان الاولیاء حضرت خواجہ بدرالدین شاہ ولایت اعاظم اولیائے ہند سے ہیں عرفان و عشق اور مجاہدات و ریاضت میں نظیر نہ رکھتے تھے ہمہ وقت جذب و استغراق کا عالم طاری رہتا تھا جلال و ہیبت اور ورع و تقویٰ میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا ساتویں صدی ہجری کے زبردست اور جلیل القدر

عارف گزرے ہیں نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام بلاد اسلامیہ میں آپ کا شہرہ
تھا صحیح النسب حسینی ہیں سلطان التمش کے عہد میمون عہد میں آپ کے والد ماجد ارض
یمن سے عازم ہند ہو کر مدینۃ الاولیاء بدایوں میں متمکن ہوئے اور یہیں توطن اختیار
کر لیا خواجہ سید حسن اور خواجہ بدر الدینؒ اور خواجہ محمد عثمانؒ تینوں فرزندان گرامی
بھی ساتھ تھے۔

یہ زمانہ بہت ابتدائی زمانہ تھا ہندوستان میں اسلامی حکومت کو
قائم ہوئے کچھ ہی سال گذرے تھے۔ سلطان قطب الدین ایبک ہندوستان
میں کر و فر کے ساتھ فرمان روائی کر رہا تھا اور سلطان شمس الدین اس کی طرف سے
بدایوں کی گورنری پر فائز تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس بلند منزلت اور مبارک و محترم
خاندان کے ورود مسعود کا زمانہ ۶۰۹ھ اور ۶۰۶ھ کا درمیانی زمانہ ہے اسلئے کہ ۶۰۶ھ
میں سلطان التمش دہلی کے تخت پر متمکن ہو چکا تھا اور یہ بزرگ اس کی گورنری کے
وسطی زمانہ میں ہی بدایوں تشریف لے آئے تھے اس وقت اسلامی ہند میں اسلامی
شہر کی حیثیت سے صرف دہلی، اجمیر، لاہور، ملتان اور بدایوں ہی اہم اور ممتاز تھے
اس وقت بدایوں کی سب سے بڑی اور استثنائی اہمیت یہ تھی کہ صوبجات متحدہ
میں قلعہ قنوج کے بعد قلعہ بدایوں سب سے اہم اور محفوظ قلعہ سمجھا جاتا تھا گنگا اور
رام گنگا دو بڑے اور خوفناک دریاؤں کے مابین اور دریائے سوتھ کے کنارے
واقع ہونے سے یہ شہر ہمیشہ راجگان ہند کی طاقت و سطوت کا مرکز رہا یہی وجہ
ہے کہ پانچ ہزار سال پیشتر کے زمانہ تک تاریخوں میں اس کے نام کا پتہ چلتا ہے قنوج
کے پال خاندان کے اعزا اس پر حکمران تھے سلطان محمود غزنوی کو بھی یہاں کے
راجہ سے سخت جنگ کرنی پڑی تھی اور اسی جنگ کے شہداء کے مزار بھی یہاں موجود ہیں
مسلم فرمانرواؤں نے بھی اسی وجہ سے اسے بہت اہمیت دی صوبہ کا مرکز بدایوں
ہی قرار دیا گیا اور خصوصیت کے ساتھ سعی کی گئی کہ اس ہندو طاقت کے مرکز کو اسلامی
طاقت کا مرکز بنا دیا جائے سلطان قطب الدین ایبک نے شمس الدین التمش کو والی بدایوں

کے ساتھ بدایوں کی گورنری پر بھیجا تھا چنانچہ ایک طرف تو اس لائق و مدبر گورنر نے بہت جلد اسے علمائے و فضلاء و شرفاء و اولیاء کا گہوارہ بنادیا اور دوسری طرف کچھ تو امرائے دہلی کی ہدایت اور کچھ بدایوں اور حاکم بدایوں کی قدرو منزلت کے شہرۂ خاص کی بنا پر ہنرمند اور لائق افراد اسی جانب امنڈ پڑے۔ اشاعت اسلام میں صوفیا بہت سرگرم رہے ہیں اسلئے قاضی حمید الدین ناگوری نے بھی خواجہ سید حسنؒ کو کامل بنا کر بدایوں کی ولایت حوالہ کی کہ وہ بدایوں رہکر اس مرکز سے اسلام کی اشاعت کریں اور حقیقت یہ ہے کہ اس نواح میں آج جتنے مسلمان نظر آتے ہیں اور بدایوں کو جو آج مدینۃ الاولیاء ہونے کا شرف حاصل ہے وہ انہیں جگر گوشگانِ رسولِ کریمؐ کے مساعیٔ مشکور کا ثمرہ ہے۔

پسینہ کے عوض اپنا خون بہایا

حضرت خواجہ بدرالدین شاہ ولایت کے برادر اکبر سلطان العارفین حضرت خواجہ حسن کو اہل و لائق پاکر کہ نہایت منکسر المزاج و خلیق بھی تھے اور علم و فضل میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے دربارِ خطبیت کے رکن رکین و استاد قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے دہلی میں بعیت کیا اور چند ہی روز میں کامل بنا کر اور خلافت دیکر بدایوں میں مامور کر دیا ورنہ پہلے یہ خاندان دہلی میں ہی آیا تھا۔ ہندوستان میں قاضی صاحب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے سب سے بڑے اور باکمال خلیفہ تھے زندگی بھر میں تین مرید کئے اور تینوں کو مرتبہ کمال پر پہنچا دیا۔ اولاً خواجہ حسن شیخ شاہیؒ ثانیاً شیخ احمد مہرولی کے دونوں کے مزار بدایوں ہی میں ہیں۔ ثالثاً خواجہ معین الدین قصابؒ جو لاہور میں آسودہ ہیں۔ شیخ شاہی روشن ضمیر خطاب ہے جو قاضی حمید الدین ناگوری نے آپ کو دیا تھا۔ قاضی صاحب نے اس عہد کے ایک ولی کامل شیخ محمود موئینہ دوز کے پاس سلطان العارفین کو بھیجا اور خادم سے کہلوایا کہ میں نے اس جوان کو خرقۂ خلافت عطا کیا ہے آپ کی کیا رائے ہے؟ آیا آپ مستحسن سمجھتے ہیں؟ شیخ نے ایک نگاہ ڈالی مراقبہ کیا اور فرمایا بہت مناسب ہے اور اسے بہت پسند کرتا ہوں۔

حضرت سلطان المشائخ نے فوائد الفوائد میں فرمایا ہے کہ شیخ شاہی کے دوستوں نے کسی سفر میں کھیر پکائی آپ کے سامنے جو آئی فرمایا اس میں تو خیانت ہوئی ہے میں اسے نہیں کھا سکتا وہ متحیر ہوئے انکار کیا آخر ان میں سے ایک نے کہا کہ اتنا ضرور ہوا تھا کہ دودھ ابلنے لگا تھا کوئی برتن تھا نہیں یہ سمجھ کر کہ دودھ فضول ضائع ہوگا زمین پر گرنے سے بہتر ہے کہ اسے ہم کھالیں فرمایا اچھا تیز دھوپ میں کھڑے ہو جاؤ تاکہ اتنا پسینہ تمہارے جسم سے ٹپک جائے تھوڑی دیر بعد حجام کو بلوا کر کہا کہ انکا جتنا پسینہ گرا ہے میرا اتنا ہی خون فصد کے ذریعہ سے جسم سے نکال کر زمین پر گرا دے ادب اتنا کہ ان کا کوئی عذر مسموع نہیں کیا اور محبت اتنی کہ ان کے پسینے کے عوض اپنا خون گرایا۔ یہ محض ایک قصہ نہیں بلکہ اس کے اندر صدہا بصیرتیں اور عبرتیں پوشیدہ ہیں، مسلمان اسے سمجھیں کہ محبت و عزیز داری کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ نامناسب رعایت کیجائے ہر لغزش و خطا پر گوشمالی ضروری ہے اور کسی کو بخشنا گویا گناہوں پر دلیر کرنا ہے محبت ضرور کرو اتنی کرو کہ پسینہ کی جگہ خون بہادو مگر غلطیوں اور گناہوں سے اغماض نہ کرو کہ یہ محبت نہیں عداوت ہے۔

جامع مسجد بدایوں کے قریب آپ کی خانقاہ تھی جس کی شہرت بہت جلد دور دور تک پھیل گئی ہر وقت خلقت کا ہجوم رہنے لگا ہزاروں ہنود آپ کی کرامات و تصرفات سے مسلمان ہوئے ایک درویش مسعود نخاسی بدایوں ہی میں رہتے تھے ایک روز انہوں نے آکر کہا شیخ شاہی نے بڑا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اپنی آگ میں خود ہی نہ جل جائے چنانچہ اسی روز خانقاہ میں آگ لگ گئی اور وصال ہو گیا ایک بزرگ آپ سے ملنے کے لئے آئے انہوں نے جو سنا تو غضبناک ہو کر شیخ مسعود کے پاس گئے اور کہا "خاک بر سرت باد کہ برادر ما را کشتی" چنانچہ یہ بھی اسی روز واصل بحق ہو گئے۔

حضرت شیخ شاہی کی خانقاہ

حضرت سید مسعود نخاسی بڑے زبردست مجذوب تھے مدرسہ معزیہ کے معلم خاص تھے خواجہ زین الدین نے انھیں مدرسہ میں بلا کر کہا کہ کوئی نصیحت کیجئے اور یہیں بھی

کچھ فائدہ پہنچائے۔ سید مسعود رح نے خواجہ زین الدین سے شراب منگوائی اور کہا کہ حوض مسجد کے کنارہ پر بیٹھ پیوں گا اور تمہارے ہی ہاتھ سے پیوں گا چنانچہ جام بھر بھر کے دیئے جاتے رہے جب مست ہو گئے تو حوض کے اندر گھس کر کہا کہ اب مجھ سے فائدہ کی باتیں سن لو۔

دیکھ ہمیشہ ان پانچ امور کا پابند رہ۔ اولاً گھر کا دروازہ کھلا رکھ اور کسی کو اندر آنے سے نہ روک۔ ثانیاً ہشاش بشاش اور کشادہ پیشانی رہ۔ ثالثاً جو کچھ بھی میسر ہو کثیر یا قلیل اسکے دینے میں دریغ نہ کر۔ رابعاً اپنا بار کسی پر نہ رکھ۔ خامساً دوسروں کا بار اپنے دوش پر لینے کے لئے تیار رہ۔ (فوائد الفواد)

اسرار الاولیاء اخبار الاخیار اور جامع السلاسل میں مذکور ہے کہ حضرت شیخ شاہی بدایوں میں رہتے تھے بہ خانقاہ تھی اور علوم ظاہری حضرت قاضی حسام الدین عرف حاجی جمال ملتانی سے حاصل کئے۔ فوائد الفواد ہی میں حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ شاہی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد جس کسی کو کوئی مہم پیش آئے اس سے کہدیا جائے کہ وہ میرے مزار پر تین روز آئے، چوتھے روز آئے۔ اس دوران میں اگر اس کی حاجت پوری نہ ہو تو وہ پانچویں روز میری قبر کی اینٹیں اکھاڑ کر پھینکدے یہی وجہ ہے کہ آپ کے مزار پر ہر جمعرات کو ہزارہا حاجتمندوں اور زائروں کا اجتماع ہوتا ہے۔

سلطان مینی نابینا ہو کر روضۂ نبوی پر مدینہ منورہ دعا کے لئے گئے ہیں تو ایک غیب کو انھیں بشارت دی تھی کہ تم بدایوں شیخ شاہی روشن ضمیر کے مزار پر جاؤ وہیں تمہاری کار برآری ہوگی چنانچہ یہیں صحت ہوئی۔ غدر ۱۸۵۷ء میں جب دیہاتی شیخو پورہ کو لوٹنے کے لئے ہزارہا کی تعداد میں یورش آور ہوئے ہیں تو خود دیہاتیوں نے سبز پوشوں کا مقابلہ کرتے اور بزرگوں نے گھوڑوں پر سوار یہ کہتے سنا تھا کہ بابا فریدؒ کی اولاد کو بچانے کے لئے ہم آئے ہیں۔

حضرت قطب الاقطاب کا خطاب خواجہ بدرالدین شاہ

ولایت نے حضرت شیخ شاہی کی زیر تربیت باطنی تعلیم حاصل کی تھی اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ چونکہ حضرت چاہتے تھے کہ ان کے بعد ان کے قائم مقام اور صاحب سجادہ، آپ ہی ہوں اور آپ سے سہروردی و قادری سلسلے چلیں اسلئے انہوں نے آپ کو مرتبہ کمال پر پہنچانے کے لئے انتہائی ساعی سے کام لیا۔ علوم ظاہری آپ حضرت حاجی جمال ملتانی سے حاصل کر ہی چکے تھے علوم باطنی اپنے بھائی اور مرشد سے حاصل کر کے سرآمد روزگار بن گئے ولایت بدایوں اس وقت ہندوستان کی بہت ممتاز اور اہم ولایت تھی جس پر حضرت سلطان العارفین صاحب فائز تھے اسلئے خواجہ بدرالدین اور خواجہ محمد عثمان دونوں کو یہ آرزو تھی کہ یہ منصب ہمیں ملے۔ ایک روز حضرت نے فرمایا کہ عثمان تمہیں تو میرے پہلو میں جگہ ملے گی اور ولایت بدایوں بدرالدین کو دیجائیگی کہ یہ اسی کی قسمت میں ہے اور اسی کے لئے حکم ہے نیز میرے انتقال کے بعد تم دونوں حضرات خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں جاکر اس حکم کی توثیق کرا لینا (خیر المجالس وجام جہاں نما)

حضرت شیخ محمد عثمان سمجھتے تھے کہ شاید قطب الاقطاب صاحب میرے حق میں فیصلہ کر دیں چنانچہ بعد وصال سلطان العارفین صاحب دونوں بھائی دہلی پہنچے اور مرشد گرامی کے حکم کے مطابق دربار قطب الاقطاب میں حاضر ہوئے تو انھوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا: "بھلا بدرالدین صاحب ولایت بدایوں" اس کے بعد خواجہ محمد عثمان سے ارشاد کیا کہ تمہارے لئے تمہارے بھائی اور مرشد کا پہلو ہی کافی ہے کہ تم وہیں دفن ہو گے اپنے بھائی کے فرمانے کے مطابق تم اسی پر قانع رہو (فوائد الفواد۔ اخبار الاخیار)

عالمگیر شہرت و فیض رسانی دونوں بھائی مطمئن ہو کر بدایوں آگئے اور حضرت خواجہ بدرالدین خانقاہ عملی میں آکر سجادہ پر متمکن ہوئے بدایوں کے شاہ ولایت قرار پاگئے اور ہدایت خلق کی مفوضہ خدمات انجام

دینی شروع کر دیں یہ زمانہ سلطان شمس الدین التمش کا زمانہ تھا سجادۂ دہلی پر حضرت قطب الاقطاب صاحب اور سجادۂ ملتان پر حضرت بہاؤ الدین زکریا اور سجادۂ بدایوں پر حضرت خواجہ بدرالدین موئے تاب جلوہ افروز تھے اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی ہنوز بچہ تھے اور بدایوں ہی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے جیسا کہ خود ہی فرماتے ہیں کہ " در بدایوں دو بار در بودند یکے شیخ شاہی روشن ضمیر دوئمی ابوبکر موئے تاب۔ بس ابوبکر موئے تاب را دیدہ ام و شیخ شاہی را ندیدہ آم" (فوائد الفواد)

ابوبکر آپ ہی کی کنیت تھی "موئے تاب" آپ کو اسلئے کہتے ہیں کہ آپ بالوں کی رسیاں بٹ بٹ کر فروخت کرتے اور اسی سے اپنی گذر کیا کرتے تھے (روضۃ الصفا) فتوحات سے کچھ نہ لیتے تھے اپنی محنت سے اپنی روزی حلال پیدا کرتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں آپ خانقاہ کی عظمت کا شہرہ حدود ہند طے کر کے ایران عراق شام حجاز اور مصر تک پہنچ گیا تھا دور دور سے طالب خدا آتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے خلقت کا ایک ہجوم رہتا تھا اس ہندو علاقہ اور کفر کدہ میں آپ کی ذات سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی اور اسلام سرعت سے پھیلنے لگا آپ دو تین دفعہ دہلی بھی تشریف لائے اور دہلی سے قاضی حمیدالدین ناگوری بھی یہاں تشریف لائے آپ کی خانقاہ میں درویشوں کا ہر وقت اجتماع رہتا تھا اس عہد میں اولیائے کرام کثرت سے بدایوں آئے اور جو آئے وہ آپ کی خدمت ہی میں رہے۔ آج بھی بدایوں کو جو شہرت ہے وہ آپ ہی دونوں بھائیوں کی وجہ سے ہے

ایک ولی پر عتاب

ایک دن آپ کی خانقاہ میں ایک زبردست اور صاحب باطن ولی آئے جنہیں بہت جلال تھا ان حضرت کی یہ خصوصیت تھی کہ جہاں جاتے اور کسی مشہور ولی کا نام سنتے اس سے ملنے گفتگو کرتے اور ذرا سی بات پر سب کچھ ضبط کر کے چلدیتے۔ . . . .
بلاد اسلامیہ کے سینکڑوں اولیاء کی باطنی بصیرت اور صدری متاع آپ ضبط

کر چکے تھے آپ کے پاس بھی آئے تو آپ نے کھانے کے لئے اپنے جنگل کی ابلی ہوئی گھاس دیدی وہ ان کے حلق سے نہ اتری اس پر آپ کو جلال آگیا اور فرمایا اسی پر اتنا غرہ ہے اور اولیا کی متاع چھینتا پھرتا ہے یہ کہا اور اسی وقت ان کے پاس جو کچھ تھا ایک نظر میں سب کچھ سلب کر لیا اور جس کا جو کچھ لائے تھے وہ بھی لے لیا وہ بہت پریشان ہوئے مہینوں پڑے رہے چپکے چپکے خانقاہ میں جاتے اور چپکے بیٹھے رہتے۔ ایک روز خانقاہِ معلی میں مزاج راہ پر دیکھ کر قدموں پر گر پڑے آپ جتنے صاحب جلال تھے اتنے ہی رحمدل کریم النفس بھی تھے رحم آگیا فرمایا خیر بخشا ہوں مگر جن غریبوں کو لوٹ کر لایا ہے ان کا حصہ انھیں پہنچا دے چنانچہ آپ کی بدولت صدہا اولیا کو ان کی کھوئی ہوئی دولت مل گئی۔

آپ از حد صاحب حال تھے دہلی جاتے وہاں بھی سماع بہت سنتے اور بدایوں میں بھی یہی صورت رہتی (خیر المجالس) سلاطین اور امرا آپ کے بہت معتقد تھے آخر میں جذب واستغراق بہت بڑھ گیا تھا۔ اکثر یہ ہوتا تھا کہ دنوں اور ہفتوں مستغرق رہتے تھے۔ نماز پڑھلی اور پھر مراقب ہو گئے پھر آپ بن میں جا بیٹھے شیر غراں آپ کے چاروں طرف دوڑتے اور اپنی دموں سے آپ کے لئے زمین صاف کرتے تھے رات دن سکر طاری رہتا تھا۔ شہود باری تعالےٰ میں محو رہتے تھے کھڑے ہیں تو ہفتوں کھڑے ہی رہ گئے ہیں بیٹھے ہیں تو بیٹھے ہی رہتے تھے وہ ہیبت وجلال تھا کہ کسی کی ہمت قریب جانے کی نہ پڑتی تھی۔ مرید تو آپ نے ہزاروں کئے مگر معیار اتنا بلند تھا کہ زندگی میں کسی کو خلیفہ بنانے اور خرقہ عطا کرنے کا ثبوت نہیں ملتا سالہا سال تک سخت سے سخت مجاہدات بن میں کرتے رہے۔ آخر مرشد گرامی حضرت سلطان العارفین نے حکم دیا کہ دنیا سے علیحدگی اور اتنا جلال ٹھیک نہیں تمہاری ہیبت سے بدایوں لرز رہا ہے جب پھر آکر خانقاہ میں بیٹھے اور سکون ہوا۔ آپ حضرت میراں ملہم شہیار کے مزار کی زیارت کے لئے برہنہ پا تشریف لایا کرتے تھے قریب و جوار میں شہداء کے مزار بکثرت ہیں (روضۃ الصفار)

شیر اور روح اللہ کی نقل

فاضل وقت اور عارف زماں خواجہ ضیاء الدین چشتی آپ کے دوست تھے ان کے متعلق ایک دلچسپ حکایت نظر پڑی کہ خواجہ بخشی مدت تک نقالوں کی جماعت میں رہے کہ انھیں ایک حسین لڑکے سے عشق ہو گیا تھا گاتے بجاتے تھے ایک روز بادشاہ وقت کے سامنے جو گئے تو کہیں شہزادہ نے شیر کی نقل بھرنے کو کہا بادشاہ نے بھی حکم دیدیا نقال گئے تھے انعام لینے۔ حکم ملا ایسا پریشان و سترد ہوئے انھوں نے یہ خیال کر کے کہ یہ مدت سے ہمارے ساتھ رہتے ہیں خواجہ بخشی سے مشورہ کیا کہ کیا کریں؟ ان کا کہنا تو کیا سنتے اس محبوب لڑکے کے کہنے کو نہ ٹال سکے۔

ایک گوشہ میں جاکر شیر غراں کی صورت میں نمودار ہوئے شہزادہ نے کہیں ان کی طرف انگلی اٹھادی۔ ایک طمانچہ رسید کیا کام تمام تھا۔ شور مچ گیا۔ وزیر نے کہا جہاں پناہ صبر و سکون سے کام لیں ان نقالوں سے کچھ نہ بولیں خوشی کا اظہار کر کے حکم دیں کہ کل حضرت عیسیٰؑ کی نقل پیش کرو کہ یہ کام نقالوں کا نہیں ان میں ضرور کوئی صاحب تصرف ولی پوشیدہ ہے۔ نقال پھر پریشان ہو کر ان کے پاس آئے چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کی نقل پیش کی اور نعش کے پاس جاکر جو "قم باذن اللہ" کہا تو شہزادہ بحکم الٰہی زندہ ہو گیا۔ (تاریخ جام جہاں نما)

یہی خواجہ بخشی حضرت شاہ صاحب کی عیادت کو جو گئے تو دیکھا کہ طبیعت بہت ناساز تھی اور یہ شعر زبان مبارک پر جاری تھا ؎

قالب چہ غبار است میان من و تو؛ امید کہ اینک زمیاں برخیزد (سلک السلوک)

بروز جمعہ ۲۱ رمضان المبارک کو آپ کا وصال ہو گیا (جواہر فریدی) ۹۰۶ھ میں "شیر مسعود" آپ کی تاریخ وصال ہو (طبقات الاولیاء) بڑی عمر پائی عظمۃ الاولیا میں قطعہ تاریخ ہے ؎

کرد از دنیا چو بدر الدین سفر	سال وصل او بگو بے قیل و قیل
بدر دیں مہدی دیں بدر کمال	شہ ولایت شاہ بدر الدین جمیل ۹۰۶

شیر شاہ سوری کا دیوان اور خلافت

چونکہ زندگی میں آپ نے کوئی خلیفہ نہیں بنایا تھا اسلئے گذشتہ صد سالہ مدت میں تقریباً تین تین صدیوں کے وقفہ سے اپنے دو مختلف خلیفہ کئے اور انھیں اپنی تربیت اور تعلیم سے نازش زمانہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا دسویں صدی میں حضرت جلال کاشی اور تیرھویں صدی میں حضرت مرزا عادل بیگ جن کا اسم گرامی آپ ہی نے محمد صدیق رکھا ابتداء میں ان بزرگوں کی صحت نسبت پر ابنائے زمان نے اعتراض بھی کئے لیکن آگے چل کر ان کے کمالات باطنی اور تصرفات ولایت خود ہی ان کی صداقت کے شاہد بن گئے۔

شیخ جلال الدین کاشی افغان سلطان شیر شاہ سوری کے دربار میں امیر الامرا اور دیوان تھے آپنی عظیم الشان سوری سلطنت کو ایک قلیل وقفہ مدت میں غبار روزگار بنتے جو دیکھا دل سرد ہو گیا اور ترک علائق کر کے شاہ محمد چشتی کی خدمت میں چلے آئے ایک مدت کے مجاہدات کے بعد بھی کشود کار نہ ہوا تو شاہ صاحب نے ایک روز فرمایا کہ "تیرا حصہ خواجہ بدرالدین شاہ ولایت کے ہاں ہے۔"

آپ بدایوں آکر نصف شب تک مزار مقدس پر قرآن خوانی کرتے اور دن کو جاروب کشی آخر ایک شب کو مزار مقدس سے آواز آئی "جلال بدرالدین شاہ ولایت و بدرالدین شاہ ولایت جلال" یعنی دریا قلزم میں مل گیا اس کے بعد سلسلۂ طریق پر خلافت پا کر ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے۔ اطراف و اکناف ہند میں شہرت پھیل گئی مرجع خلائق بن گئے ہزار ہا مرید ہو گئے۔ ایک روز خیال ہوا کہ ضعیف ہو گیا ہو گیا ہوں۔ اگر آج میرے کوئی بیٹا ہوتا تو اسے سجادہ نشین بناتا حضور شاہ ولایت کو اپنے غلاموں کا ہمیشہ خیال رہا ہے خطرۂ قلب معلوم کر کے فرمایا کہ میں تیرے لئے ایک لڑکے اور قائم مقام کا بھی بندوبست کرتا ہوں۔ قصبہ امرولی ضلع بارہ بنکی میں ایک حسین ہندو لڑکے نے گلستان میں نعت نبوی بلغ العلےٰ بکمالہ پڑھتے ہوئے استاد سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں فضائل سن کر اس کے قلب میں ایک نور پیدا ہوا گھر سے

نکل کھڑا ہوا ۱ور پھرتا پھراتا بدایوں پہنچکر شیخ جلال کے پاس پہنچکر ....
مرید ہوا شیخ نے حکم مرشد سے اس کا نام عبداللہ رکھا اور مرتبہ کمال کو پہنچا کر خلافت
عطا کر دی اس کے بعد ۱۰۳۱ھ میں بعہد اکبر جو روں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ خزینۃ الاصفیاء
"خزینۃ الاصفیا" میں آپ کی تاریخ وصال

نصف گھنٹہ میں پورا قرآن ختم

"شیخ زمانہ" لکھی ہوئی ہے۔

مخدوم عبداللہ کی تربیت خود حضور شاہ ولایت صاحب نے بھی کی بفضل رب قدیر
تمام علوم میں کامل ہو گئے اور حضرت شیخ جلال کاشی کے سجادہ پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں
مصروف ہوئے بہت شب بیدار تھے بعض اوقات تمام تمام رات ایک پاؤں پر کھڑے
رہتے تھے مخدوم کا شہرہ بھی دور دور تک پہنچ گیا۔ گیارہویں صدی کے مشہور اولیاء
میں سے ہوئے جب ابوالفضل فیضی نے اکبر کو گمراہ کرنے کی سعی کی تو ملا عبدالقادر بدایونی
کی تحریک پر مخدوم صاحب آگرہ بلائے گئے علامہ فیضی نے اپنے غرور ہمہ دانی میں
مسئلہ وحدت وجود پر بحث شروع کر دی (یہ قصہ دوسرے عبداللہ کا ہے)
چونکہ اس کا انداز بیان غیر مؤدبانہ تھا اور اس لئے نخوت آلود لہجہ میں آپ سے سوال
کیا تھا کہ وحدت وجود کیا ہے اسلئے آپ نے جلال میں آکر فرمایا:۔

یہ ہے کہ تیرا وجود فنا ہو فیضی کے جسم پر آن کی آن میں بڑے بڑے آبلے
پڑ گئے شدت کی سوزش تھی۔ تڑپنے لگا۔ اکبر ہیبت و جلال سے لرز کر
اسی وقت محل میں چلا گیا مجلس مباحثہ درہم برہم ہوگئی۔ ابوالفضل
گھبرایا ہوا اپنے پیر کے پاس گیا جس نے فرمایا کہ یہ آگ ایک عارف ربانی
کے شعلۂ زبان سے لگی ہے اسے وہی فرو کر سکتا ہے۔ مجبور ہو کر فیضی کو
آپ کی خدمت میں لائے منت کی آپ نے معاف کر دیا ایک داغ پیشانی
پر رہ گیا تھا فرمایا "این نشان مردان است باقی خواہد ماند" (روضۃ الصفا)

بڑے صاحب کرامت و استغراق گذرے ہیں حافظ شرف جہاں ابتداء میں بہت
غبی تھے مخدوم عبداللہ شاہ ولایت صاحب میں بیٹھے گاجریں کھا رہے تھے تھوڑی

گاجر کھلادی جس کی تاثیر سے نہ صرف جلائے ذہن ہوگئی بلکہ طلی زبانی کا ملکہ بھی پیدا ہوگیا قلعہ سے درگاہ تک جاتے تھے ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔ نذر محمد جوکی حاکم بدایوں پنجاب اپنے وطن قصور گیا اور ذکر کیا تو یقین نہ آیا لوگ کہنے لگے کچھ چھوڑ کر پڑھتے ہوں گے چنانچہ قصور میں بلائے گئے پہلے تو ہیبت طاری ہوگئی پھر جو مخدوم عبد اللہ کی طرف رجوع کر کے تراویح پڑھنے کھڑے ہوئے ہیں اور منہ میں اس گاجر کا مزہ آیا ہے تو صرف پہلی ہی رکعت میں (۲۹) پارے پڑھے دوسری میں قرآن ختم۔ کمال یہ ہے کہ اسی حافظوں نے لفظ بہ لفظ سنا اور وقت بھی اتنا ہی صرف ہوا۔

دربار نبوت سے پروانہ حافظ عبد الصمد کی نظر ایک حسین جمیل رقاصہ پر پڑ گئی جو مرض برص سے صحت پاکر سلام کرنے کے لئے مزار پر آئی تھی اور جس نے نذر پوری کرنے کے طور پر موجودہ چہار دیواری تیار کرائی تھی تھے صالح اور مؤدب بہت شرمندہ ہوئے اور نمک ڈال کر آنکھیں اندھی کر لیں۔ یہ ادا سرکار کو پسند آہی گئی تھی چند روز کے بعد خیال جو پیدا ہوا کہ کاش میری آنکھوں میں پھر روشنی پیدا ہو جاتی رات ہی کو خواب میں دیکھا کہ مخلوق کا بڑا ہجوم و اژدحام ہے درمیان میں ایک شاندار و خوبصورت خیمہ نصب ہے اور دروازہ پر مخدوم عبد اللہ کھڑے ہوئے ہیں حافظ صاحب کو مخدوم صاحب سے پہلے ہی محبت و خلوص تھا وہ شناسا نظر آئے قریب پہنچکر پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟ فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں عرض کی تو آپ میری روشنی چشم کے لئے بھی دربار رسالت میں عرض کر دیں فرمایا مجھے اس وقت اندر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے کہ میں حضور بدر الدین شاہ ولایت کی خدمتگاری میں مامور کھڑا ہوں اور ایک قدم بھی یہاں سے نہیں ہٹ سکتا اسی اثنا میں حضور شاہ ولایت صاحب ایک کاغذ دست مبارک میں لئے ہوئے خیمہ سے نکلے اور اسے مخدوم صاحب کے حوالہ کر کے فرمایا کہ یہ حافظ عبد الصمد کی بینائی چشم کا فرمان ہے کل تم اپنی مہر لگا کر اسے پہنچا دینا۔ حافظ عبد الصمد بیدار ہوئے تو بہت خوش تھے صبح ہی اپنے لڑکے کو بھیجا۔ (تذکرۃ الواصلین)

مخدوم صاحب اس وقت جہاں بیٹھے تھے وہاں اتفاقاً شطرنج کے مہرے پڑے تھے۔ لڑکے کے قریب آتے ہی مخدوم صاحب نے بساط پر ایک مہرہ رکھ کر فرمایا کہ میں یہ مہر بنام عبدالصمد کرتا ہوں۔ اسی وقت حافظ صاحب کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ غرض آپ کے تصرفات عام تھے اور مخلوق خدا کو آپ سے بہت فائدہ پہنچا۔ ۱۱۳۲ھ میں بعہد جہانگیر وفات پائی۔ مخدوم صاحب کے خلیفہ شیخ ظاہر بھی چند سال کے بعد واصل بحق ہوگئے تینوں خلفاء کے مزار بدایوں میں ہیں۔ حضرت سلطانجی اور حضرت شاہ ولایتؒ کے عرس رمضان میں ہوتے ہیں۔ جن میں ہزارہا مخلوق جمع ہوتی ہے اور ہر جمعرات کو بڑا ہجوم رہتا ہے۔ تمام اولیائے متاخرین ان زیارات پر چلہ کش رہے ہیں اور ہنوز بجسر کرم پوری متواجی برہے؛

(۲۹) عارف زماں مرزا بادل بیگؒ

خاندان اور وسائل معاش حضرت مرزا بادل بیگؒ ارض ہند کے جلیل القدر اور بلند پایہ شیخ گذرے ہیں۔ تیرھویں صدی ہجری میں اس مرتبہ وکمال کے بزرگ چند ہی تھے بہت بڑے عارف، بہت بڑے ولی اور بہت بڑے عابد تھے۔ حضرت خواجہ بدرالدین شاہ ولایتؒ نے حضور غوث اعظمؒ کی سفارش سے آپ کو اویسیہ طریق پر مرید کرکے رتبۂ کمال و ولایت پر پہنچایا۔ اور تاجِ خلافت سر پر رکھا یہی وجہ تھی کہ آپ کے اندر متقدمین اولیاء کی شان وعظمت نمایاں تھی اور عشق ومعرفت کے منتہائے کمال پر پہنچے ہوئے تھے تعلیم اور پھر حضور شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم۔ حضرت جلال کاشی اور حضرت مخدوم عبداللہ رحمۃ اللہ علیہما کے کمالات میں بھی جلوہ گری تھی اور اسی نے آپ کو مطلع الوار بنایا اور فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھادیا آپ کے دادا مرزا محمد بیگ فوج میں ملازم تھے اور ایک جنگ میں شجاعانہ لڑنے اور زخم کھانے پر حکومت نے کچھ پنشن مقرر کردی تھی اور ضلع آگرہ میں کچھ قطعات اراضی بھی عطا فرما دیے تھے۔ دہلی میں رہتے تھے۔ وہاں سے بدایوں آکر قبول پورہ میں توطن اختیار کرلیا

آبائی رقوم پاس تھیں۔ یہاں کاشتکاری شروع کرا دی۔ آپ کے والد احمد بیگ اور آپ بھی کاشتکاری کرتے تھے آپ کو اس پیشہ سے کچھ ایسی مناسبت ہو گئی تھی کہ آخر تک کبھی نہ کوئی وقت نکال کر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کھیت پر ہل ضرور چلا آتے تھے حالانکہ پھر اس کی چنداں ضرورت نہ رہی تھی۔ کچھ عرصہ تک میرٹھ میں ملازم بھی رہے۔

مجاہدات و عبادات نماز کے پابند اس وقت سے تھے جبکہ ہوش بھی نہ سنبھلا تھا عمر کے ساتھ ساتھ ذوق عبادت بھی بڑھ گیا۔ رات گئے تک نماز پڑھتے رہتے۔ جب آپ کے والد نے دیکھا کہ یہ صغر سنی اور بارہ بارہ ایک ایک بجے تک علیحدہ تو خیال گذرا کہ کسی نے لڑکے کو کوئی عمل بتا دیا ہے۔ انھوں نے ڈانٹا باپ جب ڈانٹتے تو چپ ہو کر لیٹ جاتے اور ان کے سونے کے بعد پھر مشغول ہو جاتے بچپن ہی میں آپ کو حضور غوث اعظمؒ کے ساتھ ایک عشق پیدا ہو گیا تھا حضورؒ ہی کے اسماء کا کوئی ورد قلب جسے چودہ برس کامل پڑھتے رہے۔ اس ذوق و وارفتگی کے ساتھ کہ اکثر پوری پوری راتیں اسی ورد میں ختم ہو جاتیں اور ایک بجے سے پیشتر تو کسی حالت میں بھی نہ اٹھتے تھے۔ شباب کے دائرہ میں قدم رکھا تو مسجد میں راتیں گذارنے لگے اور دعا مانگنے لگے کہ بار الٰہا اس اسم پاک کی برکت سے مجھے کوئی پیر کامل عطا کر۔

میرٹھ میں کسی کابلی بزرگ سے بیعت کا تہیہ کر ہی لیا تھا کہ رات کو کوئی خواب دیکھا کہ یہاں تیرا حصہ نہیں۔ پھر بدایوں آ گئے محلہ ابراہیم پور کے ایک پہاڑ پر اس زمانہ میں ایک مجذوب میاں وزیر شاہ پڑے رہا کرتے تھے جو قطب وقت تھے۔ آپ ان کی خدمت میں بھی روزانہ حاضری دیا کرتے تھے۔ وہ بھی محبت کرتے تھے۔ عرصہ تک یہ حالت رہی کہ راتوں کو سونا اور سر تکیہ سے لگانا جانتے ہی نہ تھے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر مراقبہ میں بیٹھتے تو صبح کی نماز پڑھ کر اٹھتے۔ چالیس برس کامل رات کے سناٹوں میں مراقب رہے اور پلک نہ جھپکائی محویت و استغراق کا یہ عالم تھا کہ مراقبہ میں ہوتے تو پھر کتنا ہی غل ہو محسوس ہی نہ ہوتا تھا۔

بیعت اویسی کا دل افروز نظارہ ایک روز میاں وزیر شاہ مجذوب کے پاس جو

گئے تو مسکراتے ہوئے اور فرمایا کہ "میاں ذرا دور رہو اب تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے" آپ کی طبیعت میں بھی ظرافت تھی کہا کیا میرے اندر کوئی بھوت گھس بیٹھا ہے جو آپ کو ڈرا رہا ہے؟ فرمایا ہاں ہاں جو تو نہیں دیکھتا وہ میں دیکھ رہا ہوں۔ تجھے رات حضور شاہ ولایت نے مرید کر لیا ہے۔ یہ سن کر آپ ہنس پڑے اور فرمایا خوب! یہ اچھی بیعت ہے کہ بیعت ہونے والا تو بیعت کے علم سے یکسر غافل، پیر کی صورت سے ناآشنا اور دوسرے ناواقف۔ اگر آپ ہوا پر پرواز کر کے بھی مجھے یہ فرمائیں جب بھی ایسی صورت میں میں اسے باور نہ کرونگا۔ میاں وزیر شاہ نے کہا۔ بھیا میں جھوٹ نہیں کہتا۔ رات کو سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا میں خود اس دربار میں موجود تھا تجھے عنقریب خواب میں اور اس کے بعد بیداری میں سب کچھ نظر آجائیگا۔ مگر اب جو میں کہتا ہوں وہ کر۔ کہ میں اسپر مامور ہوں "ہفت احمد" میں جا کر سلام کر اور کہہ دے کہ مجھے پہچان لو۔ مگر میرا نجی میں ذرا ڈرتے ہوئے جانا۔ پھر پلٹے پروانہ کر اب تو بیگانہ نہیں رہا۔ آپ نے تعمیل ارشاد کی۔ رات کو خواب میں دیکھا اور صاف دیکھا کہ آپ املی کے نیچے مرقد منور سے کچھ دور بیٹھے ہیں کہ یک لخت مزار مبارک کو جنبش ہوئی، دروازے کھل گئے۔ حضور شاہ ولایت نمودار ہوئے۔ آگے بڑھے۔ ہاتھ میں ہاتھ لیا اور پرواز کرتے ہوئے بالا ہی بالا عیدگاہ شمس والی املی کے نیچے چبوترہ پر بٹھا دیا اور فرمایا پہچان لے دیکھ لے۔ ابھی چند لمحے بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ سہتھندی کی طرف سے ایک تخت اڑتا ہوا دیکھا کہ اس تخت پر حضرت سلطان العارفین صاحب برادر اکبر و مرشد حضور شاہ ولایت صاحب اور دو کوئی اور بزرگ رونق افروز ہیں سلطان جی نے تخت سے اتر کر فرمایا "بدرالدین اب تم اپنا کام کرو"

چنانچہ شاہ ولایت صاحب نے اپنے زانو پر آپ کا سر رکھ کر عرق سے لبریز ایک کنٹر آپ کے کان میں ڈلنا شروع کیا سب عرق اندر اتار دیا غٹ غٹ کی آوازیں آپ برابر سن رہے تھے۔ اس کے بعد سامنے بٹھا کر ضابطہ رسم مقراض و توبہ ادا کی۔ پھر توجہ ڈالی تو صرف قلب اور تمام لطائف ذاکر ہو گئے۔ ہر بن مو سے اللہ کا نام نکلنے لگا بلکہ ایک نور پیدا ہو گیا جس میں عجیب کیف و سرشاری تھی۔ آنکھ جو کھلی تو تمام حالتیں موجود تھیں۔

دربار سلطانی کی ہدایات

حسب معمول صبح کو جو وزیر شاہ کے پاس گئے دیکھتے ہی بولا:-

کیوں بھتیا "وزیرا" کا یقین اب بھی آیا یا نہیں؟ ہوا پر بھی اڑ لئے مرید بھی ہو گئے۔ عرق نور بھی چڑھا گئے اور سیج کہہ اور آنکھیں بند کر کے دیکھ توجہات دیکھا وہ موجود ہی یا نہیں۔ دیکھا تو بجنسہ حالت قائم تھی۔ فرمایا جوں جوں استعداد بڑھتی جائیگی حجابات اٹھتے جائینگے اور پھر سب کچھ بالمواجہہ ہوگا میں بتاتا ہوں کہ خلافت کا معاملہ بھی طے ہو چکا ہے۔ وہ کچھ عرصہ بعد تجھے بحالت بیداری حاصل ہوگی۔"

دوسری شب کو دیکھا کہ حضرت جلال کاشی گیروا کرتا پہنے ہوئے سر منڈا ہوا، دربار میں کھڑے فرما رہے ہیں کہ حضور کا ارشاد تو پتھر کی لکیر ہے۔ آپ نے مجھ سے تو فرما دیا تھا کہ آئندہ تیرا شریک پیدا نہ کرونگا۔ اب یہ حضور نے کیا کیا فرمایا جلال! حضور غوث اعظمؒ کے حکم نے مجبور کر دیا کہ انھوں نے خاص سفارش کی تھی آئندہ ایسا ہوگا۔ اس کے بعد سلطانجی کی درگاہ میں جاکر چلہ کش ہوئے۔ تیسرے روز خواب میں غنودگی طاری ہوئی دیکھا کہ حضور سلطان العارفین خواجہ سید حسن شیخ شاہی روشن ضمیر موئے تابؒ بصد آن بان تشریف فرما ہیں دربار گرم ہے فرمایا مرزا پیچھے مڑ کر تو دیکھ۔ دیکھا کہ بہت سے لوگ ہیں برہنہ تن صرف ایک تہہ بند بندھا ہے اور مستانہ کیف میں اچھل کود رہے ہیں۔

سلطانجی نے فرمایا۔ یہ عشاق ربانی ہیں۔ ہمارے ہاں رہوگے تو یہی حالت رہیگی۔ بولو اس حالت میں رہنا پسند کرتے ہو یا اسی میں جس میں کہ اب ہو؟ عرض کی ویسے تو غلام ہوں مگر میرے اہل و عیال ہیں۔ چاہتا تو یہی ہوں کہ شرف غلامی بھی حاصل رہے اور ود سبیل اور بال بچوں میں ہی رہوں۔ ارشاد ہوا اچھا منظور ہے۔ تمہارے سلسلہ میں یہی صورت رہیگی کہ دوستوں اور بال بچوں میں رہتے اور دنیاداری میں بسر کرتے ہوئے ترقی کرینگے۔ مگر پھر تم پہلے اپنے پیر کے ہاں جاؤ، تربیت و تعلیم حاصل کرو۔ پھر ہمارے ہاں آنا۔ سلطانجی میں تو بڑی رونق بھی ہے اور جمالی کیف نمایاں ہے۔ مگر وہ ولایت صاحب میں جلالی ہیبت

نیاں ہے اور اب تک رات کو وہاں رہنے کی ہمت بہت کم ہی بزرگوں کو ہوئی ہے۔ یہ عالم ہے کہ جسے وہاں غنودگی آئی عتاب ہوا اور صبح دیوانہ ہو کر نکلا، یہ حالت ہم نے برای العین مشاہدہ کی ہے۔ آپ مرید ہو چکے تھے مگر خوف طاری ہوا۔

تقسیم اوقات مطاعات

اس حکم پر آپ اپنے خالہ زاد بھائی محمد علی خاں کو ساتھ لے کر اندر ٹھہر گئے۔ انھیں باہر بٹھا کر اندر حاضر ہوئے۔ کچھ دیر بعد باہر آکر جو دیکھا ان کے ہوش شدت کا درد تھا۔ پھر اندر گئے۔ پائین کھڑے ہو کر عرض کی آقا میں تنہا ہوں۔ بھائی کی یہ حالت ہو گئی۔ حضور انھیں بھی اجازت دیدیجیے کہ مجھے سہولت رہے۔ اب جو آکر دیکھا صحت تھی۔ اس کے بعد تین چلّے تک یہ صورت رہی کہ آپ بارہ بجے شب تک تنہا مرقد منور کے قریب بیٹھے رہتے۔ بعد کو سیڑھیوں کے قریب باہر آکر نوافل و عبادت میں مصروف ہو جاتے اور چار بجے صبح پھر اندر چلے جاتے اور نماز فجر کے بعد دس بجے تک مراقب رہتے۔ اس مدت میں آپ کو مالا مال کر دیا گیا۔ پیر اور پھر شاہ ولایت صاحب جیسا پیر ایک نظر ہی کافی تھی۔ استعداد جو بڑھی حجابات جدا ہوئے آنکھ جو کھلی تو بالمشافہ ملاقاتیں ہونے لگیں اور معاملہ خواب سے گذر کر بیداری پر آگیا اور تاج خلافت فرق مقدس پر رکھ دیا گیا۔

جو دستور چلّوں میں قائم ہوا تھا اسے آپ نے صورت دوام عطا کر دی کہ ذوق و شوق اور کیف و استغراق روز افزوں تھا۔ دس بجے دن کے باہر آکر ایک گھنٹہ عید گاہ پر بیٹھے پھر مکان آکر ایک پارہ کلام اللہ کا پڑھتے۔ چونکہ رات بھر بیدار و مشغول رہتے تھے۔ اس لیے بارہ بجے دوپہر کو شب و روز میں دو گھنٹہ کے لیے سو جاتے۔ نماز ظہر پڑھنے کے لیے شیخ جلال والی مسجد میں تشریف لے جاتے اور پھر واپس گھر آکر کنگھا کرتے۔ حقہ پیتے، نماز عصر کے بعد "سلطا نجی" میں حاضر ہوتے۔ وہاں سے گھر آکر کنگھا کرتے۔ حقہ پیتے۔ نماز عصر کے بعد "سلطانجی" میں حاضر رہتے۔ وہاں سے گھر آکر اور کچھ دیر بعد مغرب کی نماز پڑھ کر شاہ ولایت صاحب کے چبوترہ پر ایک گھنٹہ بیٹھتے، تعلیم مریدین کرتے اور آسیب زدوں کو دیکھتے۔ ۹ بجے شب کو کھانا کھا کر اور عشاء پڑھ کے گھر چلے آتے۔ آخر زمانہ میں بارہا ایک

بجے شب کو گھر واپس آکر سو رہتے تھے۔

فاضل وقت مولوی کی بیعت یہ بھی دستور تھا کہ آپ کوئی نہ کوئی وقت نکال کر اور کھیت پر جا کر گھنٹہ دو گھنٹہ کھیت میں ہل ضرور جوت آتے تھے۔ آپ کے کھیتوں کے برابر ہی مولوی عبد الغفار کے بھی کھیت تھے جو علوم شریعت کے منتہی و فاضل تھے۔ گوالیار میں تحصیلدار اور سر صوبہ تھے شاید رخصت پر آئے ہوئے تھے۔ ان کے کھیت بھی برابر ہی تھے۔ آپ بالعموم صبح کو کھیتوں پر جایا کرتے تھے۔ ایک روز اتفاقاً مولوی صاحب بھی اپنے کھیت دیکھنے گئے۔ مثنوی مولانا روم ہاتھ میں تھی۔ ایک جگہ بیٹھ کر ناد انستہ طور پر اسے پڑھنے لگے۔ نظر جو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو آپ کے آنسو رواں تھے۔ حیرت سے بولے آپ تو بالکل جاہل ہیں صرف ایک پارہ پڑھا ہے آپ مثنوی جیسی بلند اور معرکہ آرا کتاب اس کی زبان اور اس کے اشعار کو کیا سمجھیں۔ فرمایا مولوی صاحب! آپ اپنا کام کئے جائیں، پڑھے جائیں۔ آپ کو ان سوالات سے کیا غرض! مولوی صاحب نے اصرار کیا۔ بہت اصرار کیا۔ نہ ماننے تو پھر کہا یہ آنسو نمائشی تھے۔ جلال آگیا۔ فرمایا تو "قال" میں ہے اور میں "حال" میں ہوں۔ تو جو پڑھتا ہے وہ میں دیکھتا ہوں۔ آنکھ تو بند کر۔ بند کرتے ہی وہ مقام آنکھ سے دیکھ لیا۔

وقت آگیا تھا۔ مولوی صاحب کے قلب میں ایک آگ سی لگ اٹھی۔ قدموں پر گرے کہ مجھے مرید کر لو۔ آپ نے صاف انکار کر دیا۔ مولوی صاحب آنکھ سے دیکھ چکے تھے۔ کئی ماہ تک منت کرتے رہے۔ سرکار میں عرض کی۔ آخر جب حکم ہو گیا تو آپ نے مرید کر لیا۔ مولوی صاحب کو بعد میں خلافت بھی عطا ہوئی۔ یہ حالت تھی کہ جب آپ کچھ دنوں کے لئے آنولہ گئے ہیں تو مولوی صاحب روزانہ شام کو آنولہ جاتے۔ رات بھر رہتے۔ صبح واپس آتے۔ دروازہ پر جا کر بہ لحاظ ادب کبھی آواز نہ دیتے۔ سر جھکائے مؤدب کھڑے رہتے۔ خود کوئی باہر آتا تو اطلاع ہوتی۔ گوالیار میں پوسٹ مین کو ہدایت تھی کہ جب خط آئے پہلے مطلع کر دے۔ چنانچہ اجلاس سے برہنہ پا اٹھ کر پوسٹ مین تک جاتے اور پیر کا خط لیتے۔ پیر کے لئے بن سے لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر پر رکھ کر لاتے۔ بارہا آپ کا کھیت خود کاٹا اور بوجھ سر پر رکھ کر گھر پہنچایا۔ آپ کے محلہ کا

کبھی نام نہ لیا۔ ہمیشہ محلہ شریف۔ اور بڑوں کو بڑے میاں اور چھوٹوں کو چھوٹے میاں کہتے رہے۔ چونکہ مولوی عبدالغفار صاحب بدایوں کے ایک شریف و معزز و ذی علم خاندان کے چشم و چراغ تھے اور خود فاضل و منتہی تھے۔ اس لیے ایک شور پڑ گیا اور علما تعجب و تعریض کرنے لگے۔ مولوی صاحب نے کئی علماء سے معرکہ آرا بحثیں کیں۔ مولوی صاحب کے خسر نے ایک دفعہ کہدیا کہ تم علامہ اور اتنے بڑے فاضل ہو کر ایک جاہل فقیر کے مرید ہو گئے ہو۔ یہ بہت شرم کی بات ہے۔ آپ کو جلال آگیا اور فرمایا تم نے میرے پیر کی توہین کی۔ اب عمر بھر تمہاری صورت نہ دیکھوں گا اور تم نابینا ہو کر مروگے۔ مولوی صاحب مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے۔ احاطۂ پیر کے اندر مزار ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحب سے بھی مولوی صاحب نے بحث کی تھی۔

آنولہ میں معاندین سے مقابلہ

آنولہ میں بھی کچھ علماء اور رؤسا شدید مخالف ہو گئے جہاں آپ کی سسرال تھی۔ حکیم ولایت علی خاں رئیس اعظم تو آپ کے بہت معتقد تھے۔ مگر اُن کے بھتیجے حکیم محبوب علی خاں رئیس اور اُن کے احباب بہت مخالف اور ذلت پر آمادہ تھے۔ ایک دفعہ حضور غوث پاکؒ کی اولاد سے ایک افغانی ان کے ہاں آئے۔ انھیں بھڑکا کر مقابلہ پر بھیج دیا۔ اُس وقت آپ اپنے خلیفہ مُلّا عبدالکریمؒ کے ہاں مقیم تھے۔ آتے ہی بولے تم میں پیر کون ہے؟ لوگوں نے بتایا تو بولے کیا تم ہی پیر ہو؟ نفی میں جواب پا کر غضب ناک ہوئے اور کہا یہ پیر (خاکم بدہن) مکار ہے فریبی ہے دھوکہ دیتا ہے۔ جاہل محض ہو کر پیر بن بیٹھا ہے۔ پیر ہے تو ہمیں گرمی پہنچا۔ غرض بہت سخت و سست کہا۔ آپ مسکراتے رہے۔ نہیں باز آئے تو گردن جھکا کر دربارِ غوثیت میں عرض کی کہ حضور کیا اب ذلیل ہی کرانا مقصود ہے۔ اُدھر سے اشارہ ہوا۔ فیض کا ایک دریا اُمڈا۔ ایک ہی تیز نظر ڈالی ہے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ تڑپنے لگے۔ "ھو ھو" کرتے ناچتے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ بُری حالت ہو گئی۔ آخر مرشدی حضور عبدالقادر خاں صاحبؒ نے (آپ کے خلیفہ ثانی نے) بہت سفارش کی کہ مر جائیں گے۔ پھر صاحبزادہ ہیں رحم فرمائیے۔ تو سرد لہر ڈالی۔ حواس جو بجا ہوئے کھنچتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ

کا دروازہ کھلا۔ میرا کام تمام ہوا مخالفوں پر ہیبت چھا گئی۔ افغانستان پہنچ کر پیر سے شکایت کی کہ آپ تو کہتے تھے کہ ہندوستان کے اندر کوئی ایسا نہیں جو تجھے دے مارے۔ مگر وہاں ایک معمولی فقیر نے میرا کام تمام کر دیا اور سب کچھ چھین لیا۔ پیر نے کہا کہ بے ادب تو بہت گستاخ ہے۔ تو نے اُس سے ہمسری کا دعویٰ کیا جس سے دس قدم پیچھے میں خود کھڑا ہوتا ہوں۔ جا اُس سے معافی مانگ۔ پھر آئے اور حضور غوث پاکؒ کا واسطہ دلا کر معافی مانگی تو آپ نے بخشا۔

تحصیلدار کی بیعت اور سلیم اللہ شاہ کا تبحّر

قصبہ اورے پور ضلع پیلی بھیت کے لکھپتی رئیس اعظم حاجی محمد حسین اتنے دبدبہ کے رئیس تھے کہ کلکٹر تک ان سے جھجکتے تھے۔ ان کی بیٹی پر زبردست جِن کا سایہ تھا۔ ہر جگہ سے پھر کر آپ کی خدمت میں ان کے داماد آئے اور صحت ہونے پر مرید ہو گئے۔ سُنا تو بولے کم بخت ایک جاہل فقیر کا مرید ہوتے شرم نہ آئی۔ داماد نے کہا اب میں تم سے نہ ملوں گا۔ تین ماہ کے بعد بہت افکار میں مبتلا ہو کر ایک زبردست مقدمہ ہار گئے۔ داماد کے پاس آئے۔ بولے غلام ربانی اب کیا کروں؟ کہا میرے پیر سے رجوع کرو۔ آئے عرض کی۔ فرمایا مقدمہ جیت جاؤ گے۔ مگر ایک جلّہ "سرکار میں جاروب کشی کرو" منت سے کہا کہ وقت اتنا نہیں۔ فرمایا اچھا اپیل کر دو۔ الہ آباد میں کوئی مقدمہ لیتا نہ تھا۔ تار دیا۔ لکھا پرواہ نہ کرو جس طرح ہو دائر کردو۔ کامیاب ہو کر مرید ہو گئے۔ کچھ روز تو جلتے بھنتے رہے۔ پھر غلام تھے۔ باطنی تعلیم حاصل کی۔ بڑا مرتبہ حاصل کیا۔ خلافت پائی اور بعد کو عرس کے لئے کچھ جائداد بھی وقف کر دی۔ اسی طرح مولوی عبدالحفیظ کاکوروی ریاست جھالاپٹن میں جیلر تھے۔ انھیں کسی مجذوب نے ہدایت کی کہ تیرا حصّہ بدایوں میں ہے۔ وہاں جا کر مرزا شاہ محمد صدیقؒ کا مرید ہو۔ یہ بھی بہت متموّل اور ذی علم تھے۔

منشی محمد امیر تحصیلدار بجنور حضور عبدالقادر خاں صاحبؒ کے کمالات باطنی دیکھ کر مرید ہونے پر تیار ہوئے۔ فرمایا پیر کے مرید ہو جاؤ۔ مرید ہو کر جو گئے تو سلیم اللہ شاہ مجذوبؒ معروف سبحّہ یاتی تحصیلدار صاحب کے پاس محض بالطبع ہر تیسرے چوتھے روز چلے آیا کرتے تھے یا زدہم

پر کھڑے ہو کر جھانکنے لگے۔ حضور مرشدی نے باہر سے آکر پوچھا کیا ہے۔ اندر چلو۔ فرمایا دیکھتے نہیں وہ اُس کے پاس کون بیٹھا ہے۔ غضب دیکھو میرے پاس ایک چنگاری ہے اس پر کسی کو کتا کہتا ہوں اور کسی کو گدھا اور دیوانہ وار بھاگا بھاگا پھرتا ہوں۔ اور یہ ہے کہ سینہ میں الاؤ لئے بیٹھا ہے۔ اور اس پر یہ سادگی کہ ڈاڑھی میں کنگھا کر رہا ہے۔ حضور مرشدی اندر وہ ٹہلیل کرنے گئے تو یہ مجذوب جا بیٹھے۔ حضور مرزا جیؒ بجنور میں کوئی دو ہفتہ رہے مجذوب کا یہ دستور ہو گیا کہ عین کھانے کے وقت پہنچ جاتے۔ ساتھ نہ کھاتے۔ تاک لگا کر برابر بیٹھے رہتے۔ جہاں مرزا جی نے کھانے سے ہاتھ اٹھایا اور انھوں نے جھپٹ کر دال، شوربہ، بوٹی، ہڈی اور روٹی سامنے بچی سب جلد اٹھا کر چٹ کر گئے۔ تحصیلدار صاحب کے مرید ہونے کے بعد پہلی مرتبہ دیکھا تو فرمایا۔ قربان جائیے اس پیر کے جس نے ایمان تو پہلی ہی نظر میں بخش دیا حالانکہ اُن کی یہ حالت تھی کہ لوگوں کو دیکھتے ہی فرمایا کرتے تھے کہ یار صورت تو بہت شاندار ہے مگر اندر تو کوئلہ ہی بھرے ہیں۔ بڑے کامل مجذوب تھے۔

کرامات و خوارق عادات

ہم بتا چکے ہیں کہ ضلع آگرہ میں آپ کی ایک ملکیت تھی۔ آپ آگرہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ملک جانے لگے۔ مولوی عبدالغفار صاحب آپ کے ساتھ تھے۔ راستے میں ایک مجذوب بیا ہرینی شاہ ملے۔ بڑے بلند پایہ اور صاحب تصرف تھے۔ برہنہ رہتے تھے۔ دور سے دیکھتے ہی بولے ارے مولوی بھی ساتھ آرہا ہے۔ قریب پہنچتے ہی کیا کہتے ہیں کہ اس مولوی کو بیکنٹھ (جنت) بھیجدے۔ فرمایا نہیں یہ نہیں جائینگے۔ بولا ضرور جائینگے۔ دونوں اللہ کے شیروں میں بحث اور حجت شروع ہو گئی۔ تصرف یہ تھا کہ گو مولوی صاحب کی تعلیم بھی اچھی ہو چکی تھی مگر اسی وقت سر میں درد شروع ہو گیا اور گھر آتے آتے شدت کا بخار ہو گیا۔ بہشت بھی غالب تھی آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ شب ہی کو مولوی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع احاطہ ہے اور دونوں میں کشتی ہو رہی ہے۔ مجذوب ڈھکیلتا ہے تو آپ کو دیوار تک لے جاتا ہے۔ اور آپ ڈھکیلتے ہیں تو آپ دیوار تک لے جاتے ہیں۔ دیر کے بعد آپ نے اسے پچھاڑ لیا۔ صبح جو اٹھے تو مولوی صاحب تندرست تھے اور مجذوب کی

انتقال ہو چکا تھا۔

ایک صاحب مولوی عبدالغفور سرحدی سلطان جی میں زیارت کے لئے آئے۔ وہیں آپ سے کسی مسئلہ پر بحث چھڑ گئی اور بحث کرتے کرتے سلطان جی کی زیارت سے قبول پورہ کے مرگد تک آ گئے۔ یہاں ایک نے ٹھہر کر کہا کہ مولوی صاحب کیا اب بھی آپ نہیں سمجھے اور شک باقی ہے کہا بیشک میں ابھی تک مطمئن نہیں ہوا۔ جلال آ گیا۔ فرمایا آنکھیں تو بند کر۔ سید علی عباس یا زبی قوال اور حبیب اللہ حجام ساتھ تھے۔ دیکھا کہ مولوی صاحب قدموں پہ گرے اور کہنے لگے حضور گستاخی معاف کیجئے۔ میں نے سب کچھ آنکھوں سے دیکھ لیا اور آپ نے دکھا دیا۔ اسی وقت مرید ہو گئے۔

آپ کے مرید سید میر مشتاق علی پاؤں داب رہے تھے کہ یکبارگی آپ نے چادر سے منہ کھول کر فرمایا کہ اُتنے ہی روزے والے جتنے روزے رات اُس کی چھاتیاں دابی تھیں معاملہ پورے طور پر پردۂ اخفا میں رکھا گیا۔ میر صاحب کی پیشانی پر عرق انفعال آ گیا دم بخود رہ گئے۔ توبہ کی کہ اب ایسا نہ کروں گا۔ لیکن دل نہ مانا دوسری ہی شب کو پھر اسی طوائف کے پہنچ گئے۔ پھر وہی حرکت ہوئی۔ اسی وقت سے ہاتھ میں درد شروع ہو گیا سامنے گئے تو فرمایا۔ پھر باز نہ آیا اچھا جو کیا ہے اُسکی سزا بھگتے گا چنانچہ وہ ہاتھ ہی خشک ہو گیا۔

ایک صاحب حاجی عبدالصمد خاں صاحب نے منت سے عرض کی کہ حضرت ایک عورت پر عاشق ہوں۔ بہت بے تاب ہوں۔ میرے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے انکار کر دیا تو وہ قدموں پہ گر پڑے بہت روئے کہ میرا مقصد محض نکاح ہے حضور رحم فرمائیں۔ ترس آ گیا۔ فرمایا۔ اچھا۔ "یا عزیز" پڑھ لیا کر۔ گھر آئے تو نیت بدلی۔ ڈر کے باعث یہ تو پڑھا نہیں اور کوئی عمل شروع کر دیا۔ دوسری مساعی کا آغاز ہوا۔ تین ماہ گذر گئے۔ کچھ نہ ہوا تو پھر عمل شروع کر دیا کامیابی ہو گئی۔ تمام معاملات طے ہو گئے کہ اس کے موکل نے حاضر ہو کر کہا کہ یہی عمل میاں محمد شیر شاہ وارث علی اور کچھوچھہ شریف میں پڑھا گیا تھا مگر ہم مطیع نہ ہوئے۔ آپ کے حکم سے مجبور ہو گئے۔ فرمایا ہم نے تو پہلے اجازت دی تھی بعد کو اس نے خود پڑھا۔ موکل خوش ہو کر چلے گئے۔ صبح کو جو یہ صاحب گئے تو اس عورت

نے ڈانٹ دیا اور آپ نے فرمایا جاؤ اب وہ تمہاری مطیع نہ ہوگی۔

نکات واشارات

محمد یوسف رسالدار گوالیار مرید ہوئے۔ وہ ڈھائی سیر خوراک تھی فرمایا ڈھائی پاؤ کھایا کرو۔ بہت پریشان ہوئے فرمایا۔ اچھا جتنی بھوک ہو کھالیا کرو۔ واپسی میں اسٹیشن پر خواب میں دیکھا کہ حضور شاہ ولایت نے انھیں تول کر ڈھائی پاؤ کھانا دیا اور فرمایا بس زیادہ نہ کھانا۔ تیس سال تک بعد کو زندہ رہے ڈھائی پاؤ سے زیادہ نہ کھایا گیا۔ بھوک ہی اتنی ہو گئی۔

کابل سے کوئی افغانی اپنے پیر کے ارشاد پر مثنوی کے کچھ اشعار کے عرفانی مطالب سمجھنے کے لئے بدایوں آپ کے پاس آئے۔ آپ دوستوں میں بیٹھے ہنس بول رہے تھے۔ شناخت بھی نہ ہو سکی۔ استفسار پر لوگوں نے اشارہ سے بتایا تو متحیر ہو گئے کہ بظاہر پیری کی کوئی علامت نہ تھی۔ آپ نے اسی وقت مثنوی کے وہی اشعار پڑھنے شروع کر دیے۔ پھر مطالب جو بیان کئے ہیں تو وہ نقش بدیوار تھے۔ یہی نہیں آپ نے آنکھیں بند کرا کر وہ مقامات بھی انھیں دکھا دیے۔ ایک دفعہ مولوی عبدالغفار صاحب پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے خیال کیا کہ اب تو میری تعلیم پیر کے برابر ہو گئی ہے۔ آپ نے فوراً مڑ کر کہا مولوی صاحب جس نے چالیس سال شاہ ولایت صاحب کی خدمت میں گذارے ہوں اور ہر روز درس لئے ہوں تمہاری تعلیم اس کے برابر ہو سکتی ہے۔ فوراً معافی مانگی اور توبہ کی۔

کوئی مرید سامنے آتا فرماتے ارے تو نے محنت نہ کی۔ حقہ کا ایک کش اسکی طرف چھوڑتے لطائف ذاکر ہو جاتے، مقامات کھل جاتے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ باہر سے خط آیا ہے سُنا ہے اور آپ نے اس طرف منہ کرکے حقہ کا کش چھوڑ دیا ہے اور حالت ٹھیک ہو گئی ہے۔ مولوی عبدالغفار صاحب کو صرف لکھ دیا تھا کہ کثرت میں وحدت دیکھو اور یہیں سے توجہ ڈالی تھی۔ یہ تو وہی جانتے ہوں گے کہ کیا دیکھا اور کیا نظر آیا۔ ہمیں تو اتنا ہی معلوم ہے کہ پوری فضا میں زمین سے آسمان تک آگ سی لگی ہوئی تھی اور ہر طرف خیرہ کن روشنی کے سمندر اُمڈے ہوئے تھے۔

بعض علماء وافراد کو آپ کی بے علمی اور اویسیت پر اعتراض تھا۔ اور بحث کرتے تھے مگر کون نہیں جانتا کہ حضرت حبیب عجمیؒ اس پایہ کے بزرگ گذرے ہیں کہ تمام سلاسل قادریہ چشتیہ سہروردیہ شاذلیہ وغیرہ آپ ہی تک پہنچتے ہیں اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے محض اس بنا پر ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی کہ وہ "الحمد" کا تلفظ بھی صحیح طور پر ادا نہ کرسکتے تھے تو ان پر بارگاہ ربانی سے عتاب ہوا کہ تو نے ہمارے دوست کی تحقیر کی۔

تجھے کیا علم کہ ہمیں اس کا خضوع کتنا پسند ہے۔ یہ بالکل جاہل تھے۔ یہی حالت خواجہ فضیل بن عیاض کی تھی۔ ہندوستان میں بھی شاہ عبدالرزاق بانسوی جو جد سلسلہ قادریہ فرنگی محل کے سر سلسلہ ہیں خواجہ سید آدم نبوری ولی کامل اور خلیفہ اجل حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی میاں تھا شاہ قادری شیخ محمد داؤد اور شیخ فتح اللہ وغیرہ بالکل بے علم تھے ایک لفظ بھی پڑھے ہوئے نہ تھے مگر ان کی بے علمی ان کے عرفان و کمالات میں سدِ راہ نہ بنی تو آپ کی بے علمی کس طرح آپ کے تنقیص کمال کا باعث بن سکتی تھی

علوم ظاہری اور اویسیت

علوم ظاہری کی تکمیل بے شبہ ضروری ہے مگر یہ نہیں کہ علم کے بغیر عرفان و کمال حاصل ہی نہیں ہوسکتا۔ یہ تو اللہ کی دین ہے۔ رہی اویسیت اور مزارات سے فیض کا معاملہ تو مولانا عبدالقادر کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ مزارات سے فیض ہوسکتا ہے۔ مگر قلب سے زیادہ تعلیم نہیں ہوسکتی۔ اس کا مکمل جواب تو مولوی عبدالغفار نے اُسی زمانہ میں دیدیا تھا۔ مگر اس کتاب ہی کے پڑھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ قریب قریب تمام بزرگوں کو مزارات سے فیض پہنچا ہے۔ حضرت شیخ حسین لاہوری کو حضرت مخدوم گنجشکر ہجویریؒ کے مزار انور سے فیض پہنچا اور انھیں نے مزار سے نمودار ہو کر ایک لمحہ میں انھیں روشن ضمیر بنا دیا۔ شیخ حاجی عبدالجلیل چشتی لکھنویؒ کا طریق بھی اویسی تھا خواجہ غریب نوازؒ سے اویسی طریق پر بیعت ہوئے ۱۰۴۲ھ میں وفات پائی۔ ظاہری بیعت کسی سے نہ تھی۔ شجرہ میں اپنے نام کے بعد خواجہ غریب نوازؒ کا نام لکھتے تھے۔ بڑے زبردست عارف گذرے ہیں (تذکرہ اولیائے ہند جلد دوم صفحہ ۹۸)

حضرت اخوند سعید شور ربانی المتوفی ۱۲۰۱ھ جیسے ولی کامل بھی بظاہر کسی کے مرید نہ تھے اکبر کے زمانہ میں بڑے صاحب تصرف بزرگ تھے۔ قصور میں مزار ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ نقشبندی سلسلہ بھی ایک عرصہ بعد اویسی طریق پر ہی چلا۔ ضرور بزرگوں نے متاخرین کے لئے اسے جائز نہیں رکھا۔ لیکن یہ عدم جواز صرف بنظر احتیاط تھا کہ ہر بوالہوس "حسن پرستی" نہ اختیار کرلے۔ مرزا جی کی زندگی تو نہایت پاکبازانہ زندگی تھی۔ باوجود اس کے کہ صرف ایک پارہ قرآن شریف پڑھا تھا لیکن روزانہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ تمام مسائل پر فاضلانہ بحث کرتے تھے۔ مثنوی مولانا روم کے مطالعے بہترین طریق پر سمجھاتے تھے۔ عابد تھے زاہد تھے عیالدار تھے۔ سادہ معاشرت اور سادہ لباس تھے۔ زندگی بھر کبھی گالی منہ سے نہ نکلی۔ نہایت کریم النفس اور خوش اخلاق تھے۔ ہر کہ ومہ سے نہایت محبت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ نہایت غربا نواز اور کینہ پرور تھے ایک عمر مجاہدات میں گذاری تھی۔ غیر مستطیع اعزا کی امداد برابر کرتے رہتے تھے۔ بہت متحمل اور بہت شائستہ تھے۔ اپنی کاشتکاری کی آمدنی سے گذر کرتے تھے۔ زیادہ مرید کرنے پر بھی حریص نہ تھے۔ زندگی بھر میں بمشکل کوئی سو سوا سو مرید کئے ہوں گے۔ برسوں کی تعلیم کے بعد کہیں جاکر مرید کرتے تھے۔ تصرفات و کمالات بدیہی اور نمایاں تھے جس کی طرف نظر کرم سے دیکھ لیا حقہ کا کش چھوڑ دیا۔ کئی کئی لطائف ذاکر ہو گئے۔ ایسی پاکبازانہ اور بزرگانہ زندگی شبہ سے ہر طرح بالا ہے۔ مولوی عبدالغفار۔ مولانا عبدالقادر خاں حاجی محمد حسین جیون شاہ۔ ملا عبدالکریم اور گل شاہ وغیرہ آپ کے باکمال خلفا ہوئے ہیں لیکن سلسلہ صرف مرشدی حضرت عبدالقادر خاں ہی سے چلا۔ مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔ ۱۳۲۲ھ میں وصال ہوا۔

تعلیمات فرمایا ابتلاؤں اور مصیبتوں سے نہ گھبراؤ۔ دیکھو رسول کریمؐ پر کتنے مصائب پڑے۔ گھر والے دشمن۔ قبیلے والے دشمن۔ وطن والے دشمن۔ قیدا، سازشیں، ایذائیں، ذلتیں، اعزا و اولاد کی موت، ناداری و تنہائی، یار دوستوں پر ظلم، مکہ معظمہ سے نکلے، غار میں چھپے تو دشمن سر پر موجود مگر ممکن نہ تھا کہ

مایوسی تڑپ چھٹکتی۔ حضرت صدیقؓ ڈراتے بھی ہیں تو نبوت کی پرجلال پر امید آواز کانوں میں پہونچ جاتی ہے کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کتنی تاریکیاں تھیں اور کتنی مایوسیاں مگر جب بادل چھٹتے ہیں، پردہ اٹھتا ہے تو کچھ نہ تھا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا، يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا، وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى کے مژدے تھے۔

فرمایا یاد رکھو اللہ کو بندوں سے بیحد محبت ہے وہ کسی کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا۔ گناہ دیکھ کر تمہارے ہی فائدہ اور انتباہ کے لئے ٹھوکر لگواتا ہے۔ ضیق معیشت پیدا کرتا ہے ٹھوکر پر ٹھوکر لگتی ہے سنبھل جاتا ہے تو سب کچھ دیدیتا ہے۔ نہیں مانتا باز ہی نہیں آتا تو پھر خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ اَمْهِلْهُمْ فَاِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ اور كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ کا مصداق بنا دیتا ہے۔

فرمایا اللہ اور رسول کا حکم مانتے رہو۔ نافرمان بنکر اور روزہ نماز سے غفلت برت کر کوئی روحانی ترقی نہیں کرسکتا۔ فرمایا ترقی کی ذا مدار اسی پر جو خدا نے بتائی ہے۔ ذکر وشغل بھی کرو مگر نماز روزہ اور تلاوت قران کے پابند رہو۔ فرمایا غربا اور ضعفاء کی حاجت روائی سب سے زیادہ مقبول کام ہے۔ فرمایا خلیق و نیک بنو متواضع رہو اور ریاکار نہ بنو۔

(۱۷۴) شاہ عبدالقادر خاں سہروردیؒ

علمی حالات

حضرت شاہ عبدالقادر خاں صاحب بدایونی اولیائے متاخرین میں ایک عدیم المثال اور یکتائے روزگار بزرگ گذرے ہیں جن کی ذات گرامی معدن فیوض ربانی اور مطلع انوار سبحانی تھی اور جو عشق و معرفت محبت و تقویٰ مروت و فتوت اخلاق اور عمل اور مجاہدات و ریاضات میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے یہ آفتاب سعادت و عرفان ۱۲۳۶ھ میں افق بدایوں سے پوری درخشانیوں اور ضیا پاشیوں کے ساتھ طلوع ہوا اور نوے

سال تک ظلمتکدۂ عالم کو بہرۂ انوار کر کے غروب ہو گیا ہم علی وجہ البصیرت کہسکتے ہیں کہ جہاں ہم نے دیکھا تلاش وتحقیق کی سمجھا وہاں تک آپ کے عہد میں کوئی آپ کا مثیل نہ ثانی تھا اور آپ اپنی شان وآن بان میں یکتا ویگانہ تھے حقیقت یہ ہے کہ آپ شیخ العہد ممتاز وقت اور قدوۂ اصفیاء تھے اور ارض ہند کے اعاظم واکابر ومشائخ صوفیا میں آپ کا شمار ہے۔

آپ شیخ فتح اللہ سنبھلی، محمد داؤد، سید آدم بنوری شاہ عبدالرزاق بانسوی اور میاں میر شاہ قادری لاہوری جیسے اکابر مشیخ وقت کی طرح علوم ظاہری سے بالکل نابلد نہ تھے قرآن شریف مکتب میں پڑھا تھا اس کے علاوہ اردو میں قاعدہ وغیرہ کے بعد صرف ایک کتاب قصہ حضرت بلال پڑھا اور بس لیکن جب مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے ہیں تو علم کا ایک دریا تھے ہر مسئلہ اور ہر معاملہ پر بحث کر سکتے تھے فارسی کی کتابیں پوری روانی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور مثنوی مولانا روم تو گویا ازبر تھی اور اس کے مطالب ومعانی اس دلنشین انداز میں سمجھایا کرتے تھے کہ کوئی پہلو نظر سے پوشیدہ نہ رہتا تھا۔

نواب خان بہادر خاں کی فوج میں بھرتی پٹھان تھے صحت جسمانی بہت اچھی تھی بیس برس کی عمر تھی کہ غدر ۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہو گیا اور بدایوں سے لیکر بریلی تک خانبہادر کی حکومت ہو گئی جن کی فوج میں آپ بھرتی ہو گئے تو دس ماہ کی ملازمت کے بعد انگریزی افواج سے مقابلہ ہوا۔ خان بہادر خاں کے پاس دس ہزار جوان تھے آپ بڑی دلیری وجاں نثاری کے ساتھ اپنے آقا کے حکم پر لڑے اور شکست ہونے پر نیشکر کے کھیتوں میں چھپتے اور فوج سے بچتے ہوئے بدایوں آ گئے یہ جنگ ضلع فرخ آباد میں سورج پور کے گھاٹ پر ہوئی تھی۔ ایک روز آپ شب کے وقت کہیں سے چلے آرہے تھے کہ رات کے سناٹے میں گانے کی آواز سنائی دی بڑھ کر دیکھا تو مصطفٰے گنج کے دروازہ پر ایک نوجوان مسلم کانسٹبل محویت کے عالم میں کھڑا گا رہا ہے اور پیر ادے رہا ہے آواز میں کچھ ایسا درد وسوز تھا کہ بیتاب ہو گئے اور اس کے ساتھ ایک عشق پیدا

ہو گیا ادہر تو اضطراب اور بےچینی اور ادہر یہ حالت کہ جہاں آپ پہنچے وہ بہاں چھوڑ بھاگ کھڑا ہوا بلا قی سنگھ کو توال نے یہ سُنا تو اسے سمجھایا کہ تو اور وہ ہم عمر ہیں پھر بھاگ کیوں اٹھتا ہے مگر مہینوں یہی حالت رہی قطب وقت اور اوتاو زمان حضرت مرزا بادل بیگ صاحب نے جو یہ سُنا تو محلہ ابراہیم پورہ تشریف لائے اور جھنڈے والی مسجد میں صبح کے وقت سامنے بٹھا کر طلب کی تعلیم کی پھر نظر جو ڈالی تو دنیا ہی بدل گئی سینہ انوار الٰہیہ سے لبریز ہو کر عشق آلہی پیدا ہو گیا دن بھر شیخ کی خدمت میں محلہ قبول پورہ رہنے لگے مگر اب وہ کانسٹبل بیتاب و وارفتہ تھارات کو آتے تو دروازہ پر کھڑا ملتا گلے میں باہیں ڈال کر رونے لگتا اور گانا سُناتا۔

جرنیل سعادت علی خاں کی ملازمت و آزادمنشی سات آٹھ ماہ کے بعد آپ ریاست رامپور کی پیدل سپاہ میں بھرتی ہو گئے وہاں سے ایک سال کے بعد تخفیف میں آکر اپنے ماموں کے ذریعہ آنولہ ضلع بریلی میں حکیم سعادت علی خاں جرنیل و مہتمم ریاست رام پور و رئیس اعظم آنولہ کے ہاں سپاہیوں میں ملازم ہو گئے تو سپاہی مگر طنطنہ بہت تھا اپنے فرائض اس لیاقت و خوبی سے انجام دیتے تھے کہ جرنیل صاحب کی نظروں میں بڑی وقعت پیدا کرلی تھی رخصت ملی نہیں آپ بے پوچھے بغیر شیخ کے پاس بدایوں چلے آئے اور دو روز رہکر واپس چلے گئے جرنیل صاحب آپکو ساتھ لئے ہوئے ایک روز سیر کو ٹہل رہے تھے کہ یک بیک رُخ پھیر کر ترشروئی سے کہا کہ کیا تم ہمارے ملازم نہ تھے جو بغیر اطلاع دیئے چلدیئے بعد میں کارندے ہو گئے تھے۔ آپکو سخت ناگوار گذرا اور فرمایا نوکری کی ہے عزت نہیں دی ہے اب میں آپکو سلام کروں تو چمار کہئے بس یہ کہا اور فوراً وہاں سے چلدیئے جرنیل صاحب کو اس آزادروی اور جرات پر بہت حیرت ہوئی آپکے ماموں اور اپنے مختار عام سے کہا کہ "قادر" کو بلاؤ بہت کام کا آدمی ہے ہم اس کا قصور معاف کردینگے۔ ماموں زبردستی پھر پکڑ لے گئے۔ جہاں کھڑے تھے سلام نہ کیا جرنیل صاحب گوشہ چشم سے آپکے سلام نہ کرنے کو دیکھتے رہے بحال کردیئے گئے۔ مگر پھر دل نہ لگا اور نوکری چھوڑ آئے۔ کل سال بھر ملازمت کی۔

جرنیل صاحب کی ملازمت کے بعد آپ لالہ ہیتالال کے ہاں مختار عام ہو گئے جو رہنے والا

تو پنجاب کا تھا مگر آنولہ میں اس کی بڑی جائداد اور بہت سے گاؤں تھے۔ جرنیل صاحب کی ملازمت کے دوران میں ہی آپ مرید ہو چکے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے بہت پابند تھے عبادت میں انہماک تھا۔ لالہ جی نے آپ کی مستعدی، شجاعت اور دیانت داری دیکھ کر آپ کو جائداد کے سیاہ و سفید کا مختار بنا دیا اور صاف کہدیا کہ میں تو جاتا ہوں بڑا عہدیدار ہوں۔ تم میرے بھائی کی طرح رہو۔ اتنا اعتبار تھا کہ ہزاروں روپے کی دستاویزیں آپ ہی کے نام تھیں تیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ آپ نے جائداد کا نہایت اچھا انتظام کیا۔ مالک کے اعزا نے الگ سے جو گاؤں دبا لیے تھے سب واگذاشت کرا لیے۔ یہ دبدبہ تھا کہ کسی کا زہرہ نہ تھا جو گاؤں میں قدم رکھ سکے حتیٰ کہ یہ کسی کام کو بھی آتے تو دشمن ہونے کے باعث چارپائی پر بھی نہ بیٹھنے دیتے۔

چھ سات سال کے بعد لالہ منالال کایستھ کا انتقال جو ہوا تو ایک طرف تو اس کے اعزا ڈرے کہ ہزاروں روپے کی دستاویزات آپ ہی کے نام ہیں کہیں دبا نہ بیٹھیں کہ ہم نے بہت عداوتیں کی ہیں۔ دوسری طرف مقروضوں اور کاشتکاروں نے زور دیا کہ نصف رقم لے کر دستاویزات آپ واپس کر دو۔ مگر ان دنیا پرستوں کو آپ کے باطنی علو جاہ کا علم نہ تھا۔ مقروضوں کو تو جھڑک دیا اور سب دستاویزات اعزا کو سپرد کر کے باقی چھ سال کی ملازمت یک قلم ترک کر دی۔ رئیس کے عزیزوں کو جہاں یہ ڈر تھا کہ اگر آپ رشوت لینا چاہتے تو دو سو تین سو روپے سے کم کی آمدنی نہ تھی۔ مگر کبھی ایک پیسہ نہ لیا وہاں وہ دستاویزات بخوشی و آسانی اپنی مرضی سے دیدینے پر بہت ممنون ہو چکے تھے۔

انھوں نے پچاس ساٹھ روپے تک تنخواہ دینے پر آمادگی ظاہر کی منتیں کیں۔ فرمایا نہیں بھائی اب تمہارا ملازم رہنے میں وہ لطف کہاں تمہیں میں نے اس دوران میں کبھی پاس بھی نہ پھٹکنے دیا تمہیں بےدخل کر کے نکالا۔ کیا تم اسے بھول سکتے ہو۔

مقدمہ کی ابتدائے تعظیم و تربیت

غدر کی۔ رامپور کی جرنیل صاحب کی اور منالال صاحب کی ملازمت میں نو برس رہنے کے بعد آپ جرنیل صاحب کے انتقال کے بعد ان کی بیگم صاحبہ کے ہاں تمام جائداد

کے مختار عام ہو گئے اور تین چار سال تک پوری لیاقت سے کام کرتے رہے۔ یہیں آپ کے بھائی محسن علی بھی کسی گاؤں میں ملازم تھے۔ اُن پر کسی مد میں دو سو روپیہ واجب نکلا۔ بیگم صاحبہ اور ان کے بااقتدار بھائیوں نے آپ سے وصول کرنا چاہا بات بڑھ گئی۔ انھوں نے محسن علی پر تغلّب کا مقدمہ دائر کرکے آپ کو بھی شامل کر لیا جو سشن سپرد ہو گیا۔ اس مقدمہ کی خوفناکی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ نواب صاحب رامپور کے بھائی نواب کاظم علی خاں نے جج صاحب سے پُر زور سفارش کی تھی کہ مقدمہ بالکل سچا ہے کم از کم ایک ہی مہینہ کی سزا کر دی جائے کہ یہ شخص بڑا طنطنہ رکھتا ہے چھ سات ہزار روپیہ مقدمہ پر خرچ کیا تھا اور بڑے بڑے بیرسٹر پیروی کر رہے تھے۔ یہ واقعہ ۱۲۷۶ھ کا ہے۔

حکم کی تاریخ جو آئی تو حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ میں ایک صاحب مراد اشرف کابلی رہتے تھے۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ دربار قائم ہے اور شاہ ولایت صاحب فرما رہے ہیں کہ دیکھو مراد اشرف ہم اپنے آدمیوں کی مدد کس طرح کرتے ہیں۔ ہم نے دشمنوں کی تمام مساعی ناکام کرکے اپنے "قادر" کو چھوڑ دیا۔ تاریخ پر بہت ہجوم تھا۔ سب کو یقین تھا کہ سزا ہو جائے گی۔ مگر دونوں بری ہو گئے۔

آٹھ ماہ برابر مقدمہ چلتا رہا۔ بارہ تیرہ برس سپہ گری اور کارندگی کرنے کے بعد آپ پھر بدایوں آگئے۔

سرکاری ملازمت اور ٹھیکہ داریاں

بدایوں میں کچھ عرصہ کام کرتے رہے۔ اس کے بعد ۱۸۶۳ء میں فتح پور ہسوہ پہنچ کر محرر بندوبست ہو گئے۔ کام میں تھے بہت ہوشیار اور نقشہ کشی و عکس کے کام میں تو ثانی نہ رکھتے تھے ایک سال کے اندر ہی منصرم ہو گئے۔ پانچ سو آدمیوں کا عملہ اس ضلع میں کام کرتا تھا رجوع خلائق دیکھ کر اور ولایت و کمال کی شہرت سے گھبرا کر رخصت لی اور چار برس تک ملازمت کے بعد پانی پت آکر ۱۸۶۷ء میں بندوبست ہی میں محرری کر لی۔ پندرہ روپے تنخواہ مقرر ہوئی تقریباً سال بھر ملازمت کرکے ضلع پانی پت کے عکس نقشوں کا ٹھیکہ لے لیا اور ۱۸۸۰ء تک کام کرتے رہے۔ یہاں بھی تصرفات باطنی کا شہرہ ہو گیا تو سیدھے اجمیر پہنچے

شہرت کمال ساتھ ساتھ تھی۔ دن بھر کام رات بھر عبادت۔ لوگ گھرنے لگے تو سہارنپور آ گئے اور دہلی سے سہارنپور تک عکسی نقشوں کا ٹھیکہ لے لیا۔ سہارنپور میرٹھ اور دیگر مقامات میں ڈیڑھ برس کام کرتے رہے ستر اسی آدمیوں کا عملہ تھا۔ دو سو روپے ماہوار سے کم آمدنی نہ تھی انہی اسباب کی بنا پر مندسور میں جا کر سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کا ٹھیکہ لے لیا۔ سال بھر کے بعد ۱۸۸۷ء میں گوالیار میں آ کر یہی کیا۔ نو دس ماہ کے بعد گھر چلے آئے وہاں سے پھر مندسور پہنچے۔ ہر چند سعی کی مگر پھر کہیں ٹھیکہ نہ ملا اور بے نیل مرام ایک کامل بزرگ مجذوب کی ہدایت پر بدایوں آ گئے۔

مجاہدات و عبادات صوم و صلوٰۃ کے پابند تو ابتداء سے تھے۔ شیخ کی وجہ سے دل کی دنیا بدل گئی تو تہجد و نوافل بھی پڑھنے لگے۔ شیخ کی خدمت میں انتہائی انہماک دکھایا۔ آنولہ ہی میں جبکہ آپ جرنیل سعادت علی خاں کے ہاں ملازم تھے حضور مرزا بادل بیگ صاحب نے خود پہنچکر قادری و سہروردی سلسلہ میں بیعت کر لیا۔ لالہ منالال کے ہاں ملازمت کے دوران میں آپ کو شیخ کی علالت کی خبر ملی تڑپ گئے۔ بدایوں آئے یہ دستور ہو گیا کہ دن بھر کام آنولہ کے دیہات میں کرتے اور شام کو پا پیادہ چل کر بدایوں پہنچتے۔ رات بھر شیخ کی خدمت کرتے صبح پھر واپس چلے جاتے مہینہ ڈیڑھ مہینے کے بعد حالت زیادہ خراب دیکھی تو رہ گئے۔ نہ گئے۔

شیخ نے کہا جاؤ ملازمت کا معاملہ ہے عرض کی ملازمت رہے یا نہ رہے میں تو اس حالت میں حضور کو چھوڑ کر ہرگز نہ جاؤں گا بہت خوش ہوئے اور ایک روز کہا کہ جاؤ شاہ ولایت صاحب میں جا کر کہدو کہ مرزا جی نے مجھے امیدوار خلافت کر لیا شب کو ماماجی نے خواب میں دیکھا کہ دربار گرم ہے عرض کی کہ حضور امیدوار خلافت تو میں تھا فرمایا کہ نہیں ہم نے عبدالقادر کو خلیفہ بنایا۔ چنانچہ بر سر دربار حضرت بدرالدین شاہ ولایت کے اٹھ کر پگڑی آپ کے سر پر رکھدی۔ کچھ عرصہ بعد فتح پور ریاست کی ملازمت کے دوران میں حضور مرزا جی نے ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں خلافت نامہ بھی لکھ کر بھیجدیا۔ آپ کے مجاہدات و ریاضات کے متعلق تفصیل سے لکھنے کی تو گنجائش

نہیں اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ چالیس برس کامل آپ عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے رہے عشا پڑھ کر جو مراقبہ میں بیٹھے تو صبح کی اذان سُن کر سر اٹھاتے پہاڑ کے غاروں اور جنگل کی تنہائیوں میں مجاہدے کرنا گو نہ آسان ہو دنیا چھوڑ کر اور ترک علائق کر کے کمال پیدا کر لینا کچھ ایسا بہت مشکل نہیں لیکن دنیا میں رہ کر دنیا کو چھوڑنا زن و فرزند اور ملازمت و معاش کے جاں گسل افکار و بار میں دب کر خدا کو نہ بھولنا اور مدتہائے مدید تک راتوں سر تکیہ پر نہ رکھنا خود ہی اندازہ کیجیے کہ شیران ربانی ہی کا کام ہے یا نہیں. دن دن بھر دیہاتوں سے سر مارنا حساب کرنا نقشے کھینچنا کام سے سر نہ اٹھانا اور رات رات بھر بیدار رہنا کتنی ہمت فرسا اور صبر آزما ریاضت ہے البتہ نماز صبح کے بعد صرف دو گھنٹے کے لئے سو لیا کرتے تھے. آخری پندرہ بیس سال میں بھی یہ حالت تھی کہ عشاء کے بعد مراقبہ میں بیٹھتے تو بالعموم ایک دو بجے اٹھا کرتے. آخر وقت تک نماز روزہ و مراقبہ ترک نہ ہوا.

بزرگی و جلالت شان

مندسور میں ایک بڑے بلند مرتبہ ابدال مجذوبوں کی ہیئت میں رہتے تھے جن کا اسم گرامی مُلّا عبدالرحیم تھا اتنے بڑے کامل تھے کہ پورا کرۂ عالم ان کی نظروں کے سامنے تھا. آپ جو ان کے پاس پہنچے تو دیکھتے ہی چیخ اٹھے "اندھیر ہو گیا اندھیر ہو گیا" پوچھا کیا ہو گیا؟ فرمایا ہو گیا گیا بندوں کے ایمان جلتے رہے. نیتیں بگڑ گئیں. اخلاص ناپید ہو گیا. جا جا لڑکے پڑھا اب تجھے نوکری دو رہیں نہ ملیں گے." کسی کی جرأت نہ تھی کہ ان کے جسم کو ہاتھ لگائے. پہلی مرتبہ آپ سے کہا کہ اچھا سر میں تیل ڈال دے. مگر دو انگلیوں سے زیادہ نہ لگانا تیل ملتے ہی فرمایا "بابا خلق کی ہدایت کر جو کچھ سیکھا ہے پڑھا اور ایمان سنبھال". چنانچہ واقعی اس کے بعد پھر کہیں ٹھیک نہ لگا. نتیجہ مندسور میں یہ عالم تھا کہ کام کی حالت میں بھی لوگ دروازہ پر ہجوم کیے رہتے تھے اور مغرب و عشا کے درمیان تمام اہل عملہ اور اہل حاجت جمع ہو جاتے یہ شان تھی کہ جو زبان سے نکل گیا وہ ہو گیا. رات کو کہا صبح ظہور میں آ گیا. اللہ کے دوستوں کے مخالف اور دشمن بھی ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، یہاں بھی حکام

تک کو معتقد دیکھ کر کچھ لوگوں کو حسد پیدا ہو گیا اور باہم مشورہ کیا کہ اس مرتبہ پیر ضیاء اللہ صاحب سے انھیں بھڑا دو ساری قلعی کھل جائیگی۔ پیر ضیاء اللہ صاحب کی عمر سو سال سے متجاوز تھی افغانستان کے رہنے والے تھے اور واقعی شیخ وقت تھے کسی کی تعظیم نہ کرتے تھے۔ اتفاق سے چند ماہ کے بعد ہی تشریف لے آئے آپ نور باطن سے سب کو معلوم کر چکے تھے ملنے جو گئے تو وہ دیکھتے ہی تعظیم کو کھڑے ہو گئے بیٹھے تو دونوں آنکھیں بند کرتے ہوئے بیٹھے ایک ہجوم کے اندر " اللہ کے یہ دونوں شیر " کامل ایک گھنٹے تک آمنے سامنے مراقب رہے۔ دونوں پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے آنکھیں کھولیں تو ایک ساتھ کھڑے ہو گئے اور بدایوں کی طرف رخ پھیر کر تین سلام کئے اور کہا :-

" بادشاہ ولایت بدر الدین آپ بادشاہ ہیں۔ سلطان ہیں جو جسے چاہیں دیدیں "
پھر آپ سے مخاطب ہو کر بولے۔ میاں صاحبزادے یہ سب اویسیہ طریقت کی برکات ہیں ورنہ اب کسی سلسلہ میں یہ بات نہیں رہی۔ یہ اسی کا طفیل ہے کہ اتنے الاؤ سینے میں دبائے ہوئے ہو اور پھر بھی خوب کھاتے پہنتے ہو چلتے پھرتے ہو اور ذکر الٰہ کرتے اور کماتے ہو مجھے دیکھو ایک سو دس سال کی عمر ہو چکی اور چیتھڑے لگے ہوئے ہیں۔ آج پوری دنیا میں تین غوث وقت موجود ہیں اور دیگر ولایتوں میں ہیں اور ایک ہندوستان میں ہیں اور وہ تمہارے شیخ مرزا بادل بیگ ہیں "

حضور قبلہ نے خود فرمایا تھا کہ پیر صاحب اتنے بلند مرتبہ فقیر تھے کہ انھوں نے میرا مقام دیکھ لیا اور مجھے اپنا مقام نہ دیکھنے دیا جسم پر ثابت کپڑا نہ تھا اور گریبان چاک رہتے تھے۔ بہت احترام کیا۔ یہ دیکھ کر مخالفین بہت شرمندہ ہو گئے اور آپ کی شہرت کو پر لگ گئے

مجذوبان کامل سے مقابلے

حاجی عبداللطیف سہارن پور کے محلہ چھتا ہارون میں رہتے تھے پنشن لینے کے بعد انہوں نے اپنی ایک زمین فروخت کر کے بیت اللہ شریف حج کو جانا چاہا، قدرا شاہ مجذوب بولے دیکھیں تو کس طرح فروخت کرتا ہے۔ حاجی صاحب کو تعلیم آپ ہی کی تھی اور مرید شیخ سے کرا دیا تھا

انہوں نے بلا کر واقعہ کہا۔ چلے آرہے تھے کہ قدرا شاہ ڈنڈا لیکر دوڑے کہ دیکھوں
کیسے زمین بکوا لیگا پہلے آپ ہنستے رہے پھر جلال میں آکر لکڑی جو اٹھائی تو برا بھلا کہتا پیچھے
ہٹ گیا ہ۔ ایوں آکر شاہ ولایت میں فریاد کی حضرت نے مرزا جی کو بلا کر فرمایا کہ تمہارے
آدمی بہت زیادتی کرتے ہیں عرض کی کہ حضور یہ لوگ دبانا چاہتے ہیں اور آپ کے غلام
آپ کے ہوکر کسی سے دبتے نہیں آخر یہ کیوں زمین فروخت نہیں ہوتے دیتا اور کیوں ڈنڈا
لیکر عبدالقادر پر دوڑا۔ یہ سن کر عتاب ہوا اور قدرا شاہ تاب نہ لاکر میرٹھ رمضا انتقال کر گئے
پانی پت ۱۲۷۶ھ میں گئے تو وہاں دو مجذوب پیچھے پڑ گئے کہ یہاں سے نکل جاؤ آپ
نے قلندر صاحب کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ابھی میں نے اپنے پیشواؤں سے رجوع نہیں
کیا آپ ہی سے عرض کرتا ہوں کہ یہ تنگ کرتے ہیں انتظام کیجئے۔ ڈانٹ پڑی دونوں
نے آکر کہا کہ بھائی ہیں لڑو نہیں ایک تو وہاں سے چلا ہی گیا دوسرا چار برس
تک آپ ہی مکان پر رہا دونوں بڑے کامل تھے۔ آپ دورے پر چلے جاتے تو زور کر
کے اصرار کے باوجود وہ کھانا نہ کھاتا۔ پھلور ضلع جالندھر میں وحید شاہ مجذوب
اور بجنور میں سلیم اللہ شاہ مجذوب جب آپ جاتے برابر روزانہ حاضر خدمت
ہوتے رہتے۔ سلیم اللہ شاہ ہمارے بچپن میں ببجو کے نام سے مشہور تھا۔ آپ قلندر
صاحب میں بہت مراقب رہے ہیں۔

مریدوں کا عارفانہ انجام

میاں عبدالخالق صاحب ناردی سررشتہ دار عدالت ججین ہمیشہ قابلیت کے انسان اور منشی تھے اور
ساتھ ہی پرلے درجے کے زانی میخوار اور راشی بھی تھے گھر میں ایک ماہ پیکر طوائف
سند ربائی پڑی ہوئی تھی ہزاروں کماتے اور خرچ کرتے تھے۔ مرید ہو کر تائب ہوگئے
اور رنڈی نکال کر بیوی بچوں کو بلا لیا۔ چند ماہ کے بعد آپ کو حکم ملا کہ بلا آئیو الی ہو
آپ کے جاتے ہی میجر ہائکل مہتمم عمارات کی شکایت پر مہاراجہ جیواجی راؤ یکایک اجین
آئے اور سنتاجی ڈپٹی سرصوبہ کمیر خادم علی اسسٹنٹ صوبیدار، شیخ عبدالوہاب
کوتوال شہر اور منشی عبدالخالق سررشتہ دار سب کو گرفتار کر لیا۔ اسی شب کو سررشتہ دار صاحب

اور ان کے اہل و عیال دونوں نے جیلخانہ اور گھر کے اندر خواب میں دیکھا کہ آپ کھڑے فرما رہے ہیں تم پریشان نہ ہو تم ضرور بری ہو جاؤ گے صرف یہی ایک ملزم تھے جو بری ہوئے تھے۔ نواب صدیق حسن صاحب سے کچھ جھگڑا ہونے پر ان کے عزیز بھائی نواب یاسین خاں بھی بھوپال سے اندور آ گئے تھے انہوں نے کسی مقصد کے لئے آپ کو بلایا سررشتہ دار صاحب بھی ساتھ تھے زکام ہو رہا تھا اندور میں حالت خراب ہو گئی نزع کے وقت آپ کے زانو پر سر تھا۔ فرمایا آنکھیں بند کر کے دیکھو تو عرض کی کہ حضور کے صدقے میں سب کچھ کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں عجیب لطف حوران بہشتی سامنے ہیں فضا نور سے لبریز ہے یہ کہا اور واصل بحق ہو گئے۔

یہ شان مرگ و وصل دیکھ کر نواب صاحب اور حاضرین حیرت زدہ رہ گئے عام شہرت ہو گئی عبیداللہ شیخ نے بمنت لکھا کہ آپ یہاں تشریف لائیں میں آپ کو بہادر سے بھی ملاؤں گا۔ خود بھی حاضر ہوا مگر آپ نہ گئے۔

نواب صدیق حسن خاں والئے بھوپال بہت بیمار تھے انہوں نے شہرت سنکر باعزاز بلایا۔ یہ حالت تھی کہ ضیق تنفس سے بات کرنی مشکل تھی نیند ایک لمحہ کو نہ آتی تھی پہروں بیہوش رہتے تھے اسٹیشن پر استقبال ہوا اللہ کی قدرت دیکھئے سامنے پہنچتے ہی تنفس موقوف ہوا۔ باتیں کیں تکیہ لگا کر بیٹھے آپ یہ کہہ کر چلے آئے کہ دعا کر رہا ہوں رات کو نیند بھی آ گئی کئی روز سے حالت روز بروز سنبھلتی چلی گئی مگر وقت آ چکا تھا کسی بد باطن نے یہ خیال کر کے کہ کہیں یہ تو ہر سے تائب نہ ہو جائیں زہر دیدیا یا ایصل شکم کی دوائیں دانستہ یا غیر دانستہ کوئی زہریلی چیز شامل ہو گئی۔ آپ دوا کی ممانعت کر آئے تھے بیگم صاحبہ بھی پریشان ہو گئیں بارہ بجے شب کو بلائے گئے سہ حالت غیر تھی دیکھتے ہی آبدیدہ ہو گئے رحم آ گیا۔ آپ نے توبہ کرا کر خلیفہ ذاکر کیا توجہ ڈالی اور کہا آنکھیں بند کر کے تو دیکھو۔ دیکھا اللہ کا شکر ادا کیا مسکرائے اور دم دیدیا۔

اجمیر شریف گئے آپ کی مریدہ ایک بی بی تھیں عرض کی کہ وقت قریب ہے اب نہ جائیے گیارہویں شریف بزرگوں کی کھلی آنکھوں دیکھا۔ تندرست تھیں یک بیک حمل اسقاط

ہوا۔ حالت نازک ہوگئی فرمایا اپنی حالت تو دیکھو عرض کی آپکے کرم سے کھلی آنکھوں نظارہ جناں ہو رہا ہے چند لمحہ بعد انتقال ہوگیا یہ اکبر خاں سررشتہ دار کلکٹری اجمیر کی بیوی تھیں۔

نور محمد سندھی سندھ کے ایک رئیس کے صاحبزادہ اور علی گڈھ کالج کے بی اے کے طالبعلم تھے شراب پسند مرید ہوکر جلد ترقی کرلی یکایک ہیضہ ہوا آخری وقت میں مولوی منظور احمد بی اے ہیڈ اکاونٹنٹ اور مولوی عبدالحلیم بی اے وغیرہ موجود تھے مولوی ولی حسن خزانچی کالج نے کچھ پوچھنا چاہا جواب دیا میں اس وقت نئے لطف میں ہوں دیدار ہو رہا ہے مشغول ہوں کھلی آنکھوں جلوے دیکھ رہا ہوں مجھے دیکھنے دو باپ آئے اور آپ بھی تیسرے روز آپ بھی پہنچ گئے باپ کی نعش وطن لیجانی چاہی۔ فرمایا وہ بارایوں شاہ ولایت پہنچ گئی نہ مانے قبر کھدوائی تو بالکل خالی تھی۔

حضور نبی کریمؐ اور غوث پاک کی زیارت

حافظ محمد ابراہیم گنگوہی کو آپ ہی نے تعلیم کی تھی شیخ سے مرید کرایا تھا ایک دفعہ مصر ہوئے کہ حضور نبی کریمؐ کی زیارت کرا دو۔ فرمایا تم ابھی اپنی اہلیت پیدا نہیں کر سکے نہ مانے مسجد میں سامنے بٹھا کر کہا کہ آنکھیں بند کر لو تھوڑی دیر میں حالت طاری ہوئی چلانے لگے کہ جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔ دیکھ لیا بجھائیے سنبھالئے توجہ ڈال کر ٹھنڈا کیا بہت خوش تھے چند روز بعد دیوبند سے چلے آئے۔ حاجی رعایت حسین کلال وتاجر نجیب آبادی مولوی عاشق علی رامپوری کے مرید مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں آپکے پیچھے جا کر بیٹھ گئے آپ بجالت مراقبہ۔۔۔۔ اس وقت حضور غوث اعظم کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے حالت طاری ہوئی دیکھا کہ آپکے بجائے ایک آفتاب ہے جو یکایک بلند ہو کر ان پر گرا چیخ مار کر بیہوش ہوگئے بس ایک آہ نکلی تھی اور جب ہوش آتا تھا کہتے تھے حضور مجھے بچائیے اہل وعیال ہیں تجارت ہے کاروبار ہے سب تباہ ہو جائیگا میں بھی مر جاؤنگا تن بدن میں ایک آگ لگی ہوئی ہے کئی روز سر دمعج نمبر ڈالکر ٹھنڈا کیا سخت غصہ تھا فرماتے تھے کہ خدا جانے نفس کس حالت میں ہوتا ہے کیونکہ خاموشی سے آگے پیچھے

بیٹھ گئے قدرے سکون ہونے پر حضور غوث پاکؓ کا تمام حلیہ بیان کیا جو چیز سامنے آتی پارہ نظر آتی اور اس میں تمام شہر والوں کی شکلیں نظر آتیں جس کا خیال کرتے اسکی صورت صاف صاف نظر آتی اسی حالت میں اسے سلیم اللہ شاہ مجذوب نظر آئے دوڑے کہ مجھے بچاؤ بولے کہ میں خود ہی کو نہیں سنبھال سکتا تمہیں کیا سنبھالوں اور بچاؤں یہ عبد القادر ہی میں طاقت ہے اسی سے عرض کر

یہ وقت تمام حالت درست ہو گئی مگر مکاشفہ وہی رہا جو تصور کیا سامنے آگیا۔ مولوی امیر احمد صاحب منیجر کورٹ آف وارڈ نے (جو آپکے پیر بھائی تھے) عرض کی کہ میری یہ حالت کر دیجئے میں دنیا سب چھوڑے دیتا ہوں فرمایا یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ ٹھاکر جگناتھ سنگھ تحصیلدار نجیب آباد سے انہوں نے بھی انہیں دیکھا اپنے جس عزیز کا نام سامنے لیا حاجی صاحب نے کہا کہ ہاں دیکھ رہا ہوں فلاں جگہ ہے اور یہ حلیہ ہے زندگی بھر معتقد رہے ان کے شیخ کو جو معلوم ہوا کہا یہ سب وسوسہ شیطانی ہے انہیں بدگمانی ہوئی اور سب ضبط ہو گیا کورے رہ گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد حج بیت اللہ کو گئے دیکھا کہ طواف کر رہے ہیں اور انوار و تجلیات کا نزول ہے بعد کو پاؤں پر گرے آپ نے جھڑک دیا اور غائب ہو گئے پھر مدینہ منورہ پہنچا یہی روضہ اطہر پر موجود پایا اور پھر عرض کی۔ فرمایا بے ادب اللہ تعالیٰ نے بن مانگے دولت دی اور ضائع کر دی اب کچھ نہیں مل سکتا۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی سفارش

منشی عبدالمجید خان جاوری انجمن کے ہیڈ انگریزی دفتر میں پچاس روپے ماہوار کے ملازم تھے پیر کی تلاش تھی رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرما رہے ہیں کہ تو بدایوں جا کر ہمارے دوست شاہ عبد القادر خاں کا مرید ہو جن لوگوں نے تجھ سے ان کی برائی کی ہے وہ مخالف ہیں جھوٹ بکتے ہیں چنانچہ مرید ہو گئے منشی نذیر احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب نے بھی خواب میں دیکھا پھر یہ ان حافظ سرور ل دیکھی بکلاہ شاہبازے بشکارے مگسے می آیارہ چنانچہ آپ بھی مرید ہو گئے سیوہارہ کے

رہنے والے تھے فنا فی الرسول کے درجہ سے بھی آگے بڑھ گئے اور وصال کیا مسمی محمد آنا فی فریدی رئیس اعظم رٹول ضلع میرٹھ بالکل نیچری اور بدعقیدہ تھے مرید ہو کر اپنی ترقی کی اب سلسلہ کے آفتاب بنے ہوئے ہیں ہم خود ۱۹۱۵ء میں حضور شاہ زماں کی بشارت پر درگاہ شریف ہی میں مرید ہوئے اور تعلیم باطنی پائی۔

مولوی ولی محسن خزانچی علی گڈھ کالج کا تمام خاندان تو ہب میں مبتلا تھا ان کی بہن پر زبردست اثر تھا آپ کے مرید مقیم الحق نے جا کر صرف نام ہی لیا ہو کہ جن چیخنے لگا۔ بڑے اصرار سے آپ بدایوں روانہ ہوئے مریضہ نے بلند شہر میں تمام حلیہ بیان کر دیا آرام ہو گیا بہنوئی مرید ہو گئے قلب ذاکر کر دیا گیا ایک روز کہنے لگے مقیم الحق یہ تو کوئی بات نہیں صرف قاعدہ ہے جو کرے اس کا قلب ذاکر ہو جائے اسی وقت سب کچھ جاتا رہا بڑی محنت کے بعد پھر ذاکر کیا سب خاندان والے مرید ہو گئے۔ مولوی عبدالغفار مرزاجی کے خلیفہ اول تھے ایک دفعہ آپ کی حالت جو دیکھنے لگے صاف ہو گئے۔ مرزاجی نے کہا اس کی قوت کشش بہت بڑھی ہوئی ہے میں بھی سامنے نہیں بیٹھتا کہ روح کھنچے لگتی ہے۔ یہ تھا مرتبہ۔

کرامات و خوارق عادات میرٹھ میں آپ کا ایک مرید عیاشی میں پڑ گیا حتیٰ کہ رنڈی کو گھر میں لے آیا۔ لوگوں نے آپ سے بہت کہا خیال نہ کیا عام بے اعتقادی پھیلنے لگی لوگ کہنے لگے کچھ نہیں سب نمائشی باتیں ہیں اپنے مرید تک کی اصلاح نہیں ہوتی ایک روز ایک طرف نکلے تو دونوں کو بام پر کھڑا دیکھا جلال آ گیا تیز نگاہ جو ڈالی تو دھڑام سے نیچے گرا اور بیہوش ہو گیا اعزا گھبرا گئے فرمایا مطمئن رہو مرے گا نہیں ہوش جو آیا تو حالت ہی دوسری تھی توبہ کر لی۔ میرٹھ ہی کے ایک انسپکٹر پورٹ آفس تھے فرمایا جاؤ امتحان دے آؤ کچھ نہ پڑھا تھا جاتے وقت کتابوں پر ایک نظر ڈال لی تھی گئے اول نمبر کامیاب ہوئے۔ مولوی منظور احمد بی اے ہیڈ اکاؤنٹنٹ علی گڈھ کالج سے زبردستی صرف تین ماہ کے اند

نہیں بھیجا اگر وکالت میں کامیاب ہوئے۔ حکیم یعقوب علی کی بیوی سے کہا کہ مانگ کیا مانگتی ہے بولی دو بیٹے ایک اللہ کے لئے ایک اپنے لئے۔ اسی سال اس کے ہاں دو بیٹے توام پیدا ہوئے ایک دیوانہ سا رہا اور دوسرا بہت لائق نکلا۔

منڈاور میں چلے جا رہے تھے ایک جنازہ دیکھا سنا کہ جوان مرگ ہے کرم کی نظر سے دیکھ لیا اسی رات کو اس کے اعزا نے خواب میں دیکھا کہ مرنے والا کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شاہ عبدالقادر خاں کی نگاہ کرم کے صدقہ میں بخش دیا ورنہ میں بہت گنہگار تھا۔

پنجاب (فیروزپور) میں ایک جن جلایا۔ ایک انگریز نے اعتراض کر دیا جلال آگیا اسی وقت انگریز پر جن سوار ہو گیا ایک گھنٹہ کے بعد اثر دور ہوا۔ خاکسار کاتب الحروف مصر ہوا کہ میری والدہ کی حالت دکھا دیجئے جمنی کے روضہ میں سات گئے۔ قبر کے قریب بٹھا کر آنکھیں بند کرائیں ان کی آنکھ پر سے پردہ سا اٹھ گیا اور سب کچھ علانیہ دیکھ لیا۔

دھامپور میں آپ حکیم سید علی صاحب مرحوم کے ہاں مقیم تھے کہ وہ مرید تھے وہاں ایک مسمریزم داں آگیا یہ حالت تھی کہ نظر ڈالتے ہی معمول کو معلق کر دیتا تھا بہت سے کمالات دکھائے بولا آپ کیا فقیری لئے پھرتے ہیں انسان میں خود قوت ہے ہر شخص محنت سے صاحب کرامت ہو سکتا ہے یہ کوئی کمال نہیں۔ فرمایا اچھا تم اپنے مسمریزم کا کوئی کرشمہ دکھاؤ۔ ہزار سر مارا پھر کچھ نہ ہوا۔ سب طاقت ایک نگاہ میں ضبط کر لی آخر قدموں پر گرا اور توبہ کر لی۔

ہم اخبار انیس کی اڈیٹری کے زمانہ میں جس مکان میں رہتے تھے اس میں جنات کا اثر تھا ایک دفعہ کمرہ میں یکایک تیز روشنی پھیل گئی اور دوسری دفعہ شب کو جن نے دبا لیا دونوں بار آپ کا نام لیتے ہی روشنی و اثر فنا ہو گیا

منشی عبداللطیف سہارنپوری نگینہ میں محرر جوڈیشل اور آپکے پیر بھائی تھے انکی اہلیہ آپکی مرید تھیں ہیضہ ہوا تھا دم نکل چکا تھا کہ آپ گھنٹہ بھر قریب بیٹھے توجہ ڈالی جسم میں گرمی آگئی عرض کی سینہ میں ایک انگارا سا دہک رہا ہے ہاتھ رکھتے ہی وہ حالت بھی جاتی رہی

دھامپور میں تھے کہ راجہ صاحب سہارنپور کے منیجر اور سوار پہنچے کہ راجہ صاحب

دعا کرانے کے لئے بلا رہے ہیں فرمایا میرا جانا عبث ہے کہ کامیابی کا وقت نکل چکا
چنانچہ یہی ہوا۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ تعلیم تو ہر شخص کو کردیتے تھے مگر مرید اسی وقت
کرتے تھے جب اہلیت دیکھ لیتے تھے طلب، شوق کا اندازہ کر لیتے تھے عرصہ تک تو طالب
ہی رکھتے تھے پہلے قلب ذاکر کرتے تھے اور اسکے بعد ایک ایک کر کے دیگر لطائف۔
مخصوصین کی شوق و محنت دیکھ کر سلطان الاذکار فنافی الشیخ، کلمہ مشاہدہ اول مشاہدہ
دوم فنافی الرسول وغیرہ کی تعلیم بھی کر دیتے تھے خلافت اس کو دیتے جو فنافی الرسول
کی منزل کامیابی کے ساتھ طے کر چکا ہو۔ تعلیم قلب عام تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔

تعلیم قلب ولایت صغریٰ ہے جس کا ایک لطیفہ قلب بھی مرتے وقت
تک جاری رہ گیا اس کی نعش تا قیام قیامت نہ گلے گی اس وقت تک
اس کا دم نہ نکلیگا جب تک شیخ نمودار ہو کر جنت میں اس کا مقام نہ
دکھا دے اور اسے شہادت کا درجہ نصیب ہوگا۔ مگر یاد رکھو کہ کبائر
معاصی اس دولت کے ضایع ہونے کا باعث بنجاتے ہیں"

یہ بھی ارشاد ہوا کرتا تھا کہ یہ سب اویسیہ سلسلہ اور حضرت بدرالدین شاہ
ولایت کی برکات ہیں تم چھ سو برس پہلے کے زمانہ میں اس طرح پہنچ گئے ہو ورنہ
آج یہ عمومیت تعلیم قلب بہت بڑی حد تک ناپید ہے سالہا سال محنت و
عبادت کرنے سے بھی شاذ ہی قلب میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ تم خوش نصیب ہو کر
تمہارے عوام تک قلب تو قلب روح۔ سر خفی۔ خفی۔ نفس اور محمود بیگ کی دولت
لے بیٹھے ہیں اور ہمہ وقت عبادت الٰہی ویاد الٰہی کا ثواب پا رہے ہیں اور یہ لطائف
بعد مرگ بھی بجنسہ جاری رہتے ہیں چنانچہ مولوی ولی حسن صاحب کی صاحبزادی کے
قلب میں بعد مرگ بھی حرکت نبضیہ موجود تھی جسے ڈاکٹر دیکھ کر متحیر ہو گیا تھا آونلہ
کے ایک صاحب رضا علی کی بھی یہی حالت دیکھی گئی رات کو ماں نے خواب میں دیکھا
کہ کہہ رہا ہے میں گنہگار تھا حضرت کے صدقہ میں بخشا گیا اور اب بدایوں درگاہ
شاہ ولایت میں پہنچ گیا ہوں قبر خالی پائی گئی نجیب آباد میں ابراہیم خاں منصرم

تاکہ کی قبر چھ ماہ بعد بیٹھ گئی نعش بجنسہ رکھی ہوئی تھی قلب ذاکر تھا۔ ایسے صدہا واقعات ہیں۔

بجنور میں ایک شخص آکر رویا کہ تیس برس سے صائم الدہر و قائم اللیل ہوں مگر اب تک قلب بھی ذاکر نہیں ہوا۔ آپ کی ایک نظر میں ذاکر ہو گیا۔

نظر اٹھتے ہی قلب ذاکر

آپ کے خلیفہ کامل منشی محمد آفاق کو بھی تین ایسے ہی واقعے پیش آئے اور آپ نے قلب ذاکر کئے آج بھی ہمارے سلسلہ میں مریدوں کے تو مستورات اور طالبوں کے بھی ایک ایک دو دو لطائف ذاکر ہیں۔ پہلی تعلیم تعلیم قلب ہی ہے۔ فرمایا کرتے تھے زمانہ بدل گیا ہے اب وہ وقت ہے کہ مرید پیر سے پوچھے کہ ہم کیوں مرید ہوں؟ اور مرید ہو کر ہمیں کیا حاصل ہو گا۔ جس وقت منشی امیر احمد صاحب تحصیلدار مرحوم مرزا بادل بیگ صاحب کے مرید ہو کر آئے ہیں تو سلیم اللہ شاہ عرف سجنو مجذوب نے بجنور میں دیکھتے ہی کہا تھا صدقے جائیے اس پیر کے جس نے ایمان تو پہلی ہی نظر میں دیدیا۔ ایک دفعہ ہم سے فرمایا کہ شریف احمد! دنیا میں انسان بہت کم ہیں۔ ایماندار مسلمانوں کی ارواح حلال جانوروں کی شکل پر ہوتی ہیں مثلاً مرغ، قمری وغیرہ۔ غیر ایمانداروں کی شکلیں حرام جانوروں کی طرح ہوتی ہیں انسانی صورت صرف اولیاء کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجذوب اکثر برہنہ پھرتے ہیں کہ جانوروں سے کیا حجاب۔

ہمیں کچھ یقین نہ آیا تصرف ملاحظہ فرمائیے اسی وقت ہمارے ایک ضعیف العمر بزرگ شیخ محمد رحمٰن پنشنر پیشکار آئے اور بلا کہنے اور بلا تحریک فرمانے لگے کہ حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی آخر وقت میں عمامہ آنکھوں تک باندھنے لگے تھے کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کیا دیکھوں انسان تو نظر ہی نہیں آتے آپ ہماری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ فرمایا مرید کو سوء یقین سے کام نہ لینا چاہیے تم منشی شفیق احمد صاحب والد راقم الحروف سے پوچھنا انہوں نے دیکھا ہو گا کہ بجنور سجنو مجذوب ننگے

یہ حالت کہ جہاں اذان ہوئی اور چلا اٹھے کہ وہ بولا گدھا وہ بولا بلاؤ وغیرہ پھر جس سے ملتے کہتے تھے کہ یار صورت تو اچھی ہے مگر اندر تو کوئلے ہی بھرے ہیں اسی طرح ہمارا خیال قائم ہو گیا تھا کہ قلب تو ذاکر متحرک رہتا ہی ہے۔ گنور میں سامنے سے جو آپ آئے دوسری طرف سے بھی حرکت تھی۔ فرمایا کیوں کیا ادھر سے بھی پہلے سے حرکت تھی سمجھو تو یہ حرکت قلب کی حرکت نہیں نور آلہٰی کی حرکت ہو

وصال سے پیشتر وصال کی اطلاع

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں سکرٹری علیگڈھ کالج نے دیکھا کہ پروفیسر انعام اللہ خاں پروفیسر عبد الغنی مولوی منظور احمد بی اے مولوی عبد الحلیم بی اے تک مرید ہو گئے تو حیرت سے کہا تھا کہ یہ عجیب کامل فقیر ہے کہ کالج کے کالج پر قبضہ کرتا چلا جاتا ہے سب کو تعجب تھا کہ آپ کے مرید زیادہ تر انگریزی فاضل اور سرکاری عہدیدار اور افسر تھے کیوں نہ ہوتے کہ زندگی بالکل متشرع اور تصرفات بدیہی اور کرامات بکثرت تھیں۔ ہمیں آٹھ ماہ پیشتر ہی اپنے وصال کے متعلق اشارہ کر دیا تھا۔ بیمار پڑتے ہی سب سے کہدیا تھا کہ وقت پورا ہو چکا آٹھ روز شدید بخار میں مبتلا رہے جب ہوش آیا پہلے نماز پڑھی۔ شب یکم ذی قعدہ مطابق ۲۳ رجنوری ۱۹۲۳ء کو عشاء کو نماز پڑھی جملہ مسلمانوں خاندان والوں اور مریدوں کے لیئے دعا کی اور آن کی آن میں واصل بحق ہو گئے۔ بلند شہر میں مزار مبارک زیارتگاہ خلائق ہے

نکات و تعلیمات

فرمایا ہمارے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے وہ تلوار دی ہے جو مشرق و مغرب میں بیک وقت کاٹ سکتی ہے۔ مگر ایک طرف تو ہمیں حکم دیا کہ اسے بلا اجازت استعمال نہ کرنا اور دوسری طرف دوسرے شخص سے کہا کہ مارو۔ اب جزئیاں کھا رہے ہیں۔ تلوار ہاتھ میں ہے اور ہنس رہے ہیں۔ فرمایا خوب کماؤ۔ خوب کھاؤ۔ خوب پہنو۔ مگر اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس کی یاد سے غافل نہ ہو اور ہر معاملہ پر مذہب ہی کے نقطۂ نگاہ سے نظر ڈالو۔ فرمایا فقراء کے تین درجے ہیں صوفی۔ شیخ اور شاہ آخری درجہ کی انتہا نہیں۔ فرمایا اللہ پر بھروسہ کر کے سعی کرو تو وہ ہر انسان کو کاموں میں بھی اسی طرح کامیاب کر دیتا ہے کہ

دنیا حیران رہ جاتی ہے اور یکایک وہاں سے دیدیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا۔ فرمایا بندگانِ خدا اور اہل اللہ کی حاجت روائی اور حسن اخلاق سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نیکی نہیں۔ فرمایا ہر حال میں مؤدب اور باوضو رہو اور یہ سمجھتے رہو کہ اللہ کی نظریں تمہاری حرکات و سکنات پر لگی ہوئی ہیں۔ فرمایا نمود و نمائش ریا و غرور غیبت و دل آزاری اور رسم و رواج پر اصرار قہر ربانی کو حرکت میں لانے کے لئے کافی ہیں۔ فرمایا اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور پھر جو چاہو وہ کرو۔ فرمایا درویش صفت باش کلاہ تتری دار۔ فرمایا جس طرح پیر ملنا مشکل ہے اسی طرح مرید ملنا بھی مشکل ہے حقیقی مرید چند ہی ہوتے۔ دیکھئے حضور غوث پاک کے لاکھوں مرید تھے اس کے باوجود لکھتے ہیں کہ زندگی میں اصلی مرید پانچ سو ہی ملے۔ فرمایا تصوف اور علم روحانی عینی علم ہے۔ فرمایا سب السان ہیر زادے ہیں سب سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ فرمایا زیادہ بولنا باطن کو نقصان پہنچاتا ہے۔ فرمایا اگر کتاب و سنت کی روشنی میں قدم اٹھایا جائے تو دنیاداری خود ایک مجاہدہ ہے تنہائی میں غاروں اور جنگلوں کے اندر بھی محنت کرو پھر بھی بیفکری تو ہوتی ہے لیکن دنیادار تھوڑی بھی محنت کرتا ہے تو فکرمندی کے ساتھ کرتا ہے جوانمردی یہی ہے کہ دنیا میں رہ کر ایک لمحہ کے لئے اللہ کو نہ بھولا جائے۔

فرمایا کہ اگر دنیا کے کام اللہ کا حکم سمجھ کر کئے جائیں اور ان میں اپنی خواہش اور اپنے نفس کو دخل نہ ہو۔ نمود و ریا نہ ہو کسی کی خوشی نہیں اسی کی خوشی مقصود ہو تو یہ دنیا نہیں عین دین ہے مثلاً بچوں سے محبت یہ سمجھ کر کی جائے کہ اللہ نے ایسا حکم دیا ہے انھیں تعلیم اس لئے نہ دلائی جائے کہ ان سے نام چلیگا ہمیں فائدہ پہنچیگا ہمارا نام ہوگا بلکہ اسلئے دلائی جائے کہ انہیں لائق بنانے کا حکم اللہ نے دیا ہے تو یہ عین دین ہے کہ مدار اعمال نیت پر ہے اسے تو دنیا پسند نہیں۔ فرمایا کہ اللہ کا شکر کرو کہ اویسیہ فیض کی بدولت تم چھ سو برس پیشتر کے مبارک زمانہ میں پہنچ گئے ہو اور تم میں سے ہر ایک کا کم از کم قلب ضرور ذاکر ہے اور یہ وہ نعمت ہے جو سالہا سال کی عبادت کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتی۔

فرمایا دیندار اور سچے مسلمان بلنے کی سعی کرو۔ گناہوں سے بچتے رہو۔ اگر شریعت کی پابندی نہ کرو گے تو باطنی کمال حاصل نہ کر سکو گے۔

روحانی عظمت و کمال

آنولہ کے ایک صاحب احمد حسن جو بعد کو کانسٹبل ہوئے اور پھر سب انسپکٹری تک ترقی پائی شباب کے زمانہ میں آپ کے ساتھ رہے۔ ان کی والدہ نے ان کی نافرمانی کے باعث ان کی شرارتوں سے تنگ آکر اصلاح و تربیت کے لئے آپ کے ساتھ کر دیا تھا گوالیار میں شب کے وقت ان کی آنکھ جو کھلی تو دیکھا کہ آپ پلنگ سے غائب ہیں اور ایک آفتاب ہے جو آسمان سے پلنگ پر گرتا اور پھر بلند ہوتا اٹھتا ہے اور جس کی روشنی سے تمام مکان بقعۂ نور بنا ہوا ہے کچھ دیر ضبط کیا پھر یکبارگی چیخ اٹھے آواز دی تو پلنگ پر موجود پائے گئے اور ڈانٹ کر خاموش کر دیا۔ گنگوہ میں بھی احمد حسین اور ایک اور صاحب آپ کے ساتھ ایک مکان میں سو رہے تھے کہ نصف شب کے وقت آواز دیکر کہا کہ میں نے ابھی ابھی اپنی آنکھوں سے چاند کو آپ کے بوسے لیتے دیکھا ہے۔ فرمایا پڑا رہ کہیں چاند بھی زمین پر اترتا ہے ایک گھنٹہ کے بعد پھر آواز دی اور پھر یہی کہا۔ پھر ڈانٹ دیا اب دونوں کو نیند نہ آئی۔ تیسری بار پھر یہی ماجرا دونوں نے دیکھا، آپ کو غصہ آگیا۔ فرمایا اگر اب دوبارہ آواز دی تو کان پکڑ کر باہر نکال دوں گا۔ صابر کلیری سے بھی اویسی طریق پر خلافت ملی تھی۔

حاجی رعایت حسین نجیب آبادی کا قصہ ہم کسی جگہ لکھ ہی چکے ہیں آپ کا قلب ہمہ وقت کھٹ کھٹ نظر ڈالا تو ایک طرف بعض اوقات سامنے ہوتے ہی نہ صرف قلب بلکہ دیگر لطائف بھی ذاکر ہو جاتے تھے۔ ہمارا لطیفہ روح اسی طرح ذاکر ہوا تھا آپ ادھر سامنے آئے نظر آئے اور ادھر روح از خود ذاکر ہو گئی ہم نے ذکر قلب کے متعلق صرف پڑھا ہی تھا حضرت شیخ مجدد الف ثانی المتوفی ۱۰۳۴ھ کی سوانحعمری میں دیکھا تھا کہ شیخ الاسلام مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی ان کے دشمن تھے ایک روز خواب میں کوئی آیت پڑھتے دیکھ لیا تو کئی روز قلب ذاکر رہا حضرت شیخ جمال اللہ نوشاہی قادری المتوفی ۱۰۶۴ھ کے متعلق پڑھا تھا کہ سوتے جاگتے آپ کا

قلب ذاکر رہتا تھا جس کی آواز لوگ سنا کرتے تھے (تذکرۃ الاولیا صفحہ ۸۰) حضرت قطب ابدال میر سید الطاف قطب الدین قادری رح المتوفی ۱۳۵۲ھ کے متعلق بھی لکھا تھا کہ مؤمن کا قطب بھی آپ کی نظر پڑتے ہی ذاکر ہو جاتا تھا (تذکرہ اولیاء جلد سوئم) لیکن گیارہویں صدی کے یہ کمالات ہم نے چودھویں صدی میں خود اپنے ہاں دیکھے اور آج بھی یہی نہیں کہ آپ کے خلفاء قلب ذاکر کر دیتے ہیں بلکہ ایسے چالیس پچاس مرید اب موجود ہیں جن کے چھ چھ لطائف ذاکر ہیں اور اس سے بھی زیادہ تعلیم ہے۔

خلفاو مریدین

یہ سہروردی فیض آج بھی پوری روانی کے ساتھ جاری ہے سماع سنتے تھے۔ مگر کم از کم ہم نے کبھی حال آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک وقار کے ساتھ مجلس میں بیٹھے رہتے تھے۔ البتہ کبھی کبھی چہرہ ضرور متغیر ہو جاتا تھا اور آنکھیں بند کئے رہتے تھے۔ زندگی اور معاشرت بہت سادہ تھی۔ آپ کو دیکھ کر بہ یک نظریہ تو احساس ہوتا تھا کہ آپ قطب وقت عارف کامل ہیں نشست و برخاست اور محفل مجلس میں اپنے لئے کسی امتیاز کو پسند نہ کرتے تھے۔ تصنع و تکلف کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ وضع رفتار، گفتار، انداز و آئین سب سادہ تھے۔ آتے تو جہاں جگہ ملتی بے تکلفانہ بیٹھ جاتے بے تکلفانہ باتیں کرتے۔ باتیں آہستگی و لینت کے ساتھ کرتے بلند آواز سے کبھی گفتگو کرتے نہ دیکھا۔ قہقہہ کبھی نہ مارتے۔ صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔ خندہ جبیں تھے شہر میں کیا باہر بھی جہاں جاتے تھے سب ہندو مسلمان عزت کرتے تھے۔ سب ملنے آتے تھے سب سے ملتے تھے۔ آواز پر فوراً باہر آجاتے تھے۔ امیر، غریب سب سے یکساں ملتے تھے اور ہر شخص اور ہر مرید یہی سمجھتا تھا کہ مجھی پر حضور سب سے زیادہ مہربان ہیں بہت کم ناراضگی کا اظہار کرتے سمجھاتے اور نصیحت کرتے رہتے۔

عموماً شلوار پہنا کرتے۔ فرماتے تھے کہ اس سے ستر قائم رہتا ہے۔ پابند سنت تھے پنج وقتہ نماز مسجد میں پڑھتے تھے۔ متشرع زندگی بسر کرتے۔ نہایت کم سخن پرور، غربا نواز، کریم النفس، با اخلاق با وقار اور ہر کہ ومہ سے محبت کرنے والے واصل بحق بزرگ تھے۔

مولوی نذیر احمد اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، شیخ نصیر احمد بی۔ اے پبلک پراسیکیوٹر جہلم

شیخ اقبال احمد بی۔ اے وکیل شیخوپورہ، شیخ تنویر احمد انسپکٹر پولیس چونیاں لاہور، سید ظہور الحسن انسپکٹر پولیس میرٹھ، پروفیسر انعام اللہ خاں۔ ایم اے۔ پروفیسر عبد الغنی ایم اے شیخ محمد عارف بی۔ اے وکیل جلیسر، مولوی منظور احمد بی۔ اے (علیگڈھ یونیورسٹی)، مولوی عبد الحکیم بی اے (علیگڈھ)، مولوی محمد آفاق رئیس اعظم رڈول۔ مولوی ولی الحسن، حکیم سید علی عباس حکیم محمد یعقوب رائپور وغیرہ آپ کے مرید تھے۔ اس خاکسار کو بھی غلامی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے صاحبزادہ شیخ محمود علی خاں۔ شیخ محمد آفاق، مولوی منظور احمد، مولوی ولی الحسن آپ کے خلفا رہیں (۹۰) سال کی عمر میں وصال ہوا۔ مزار بدایوں میں ہے ہر سال عرس ہوتا ہے۔

(۴۱) شیخ جلال الدین تبریزی رح

ترک شاہی اور خدمت پیر حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رح ابتدا میں ایک مقتدر فرمانروا تھے۔ غلبۂ عشق الٰہی سے مغلوب ہو کر ترک علائق کیا۔ بادشاہی اپنے فرزند کے سپرد کی اور بہت سا زر و جواہر ساتھ لیکر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام مال نذر کیا جسے انھوں نے منظور نہ کیا۔ بلکہ یہ حکم دیا کہ اسے مساکین و فقراء کو تقسیم کر دو۔ اور تمہارے دماغ میں چونکہ بوئے سلطنت ابھی تک باقی ہے اس لئے تمہارے سپرد یہ خدمت کی جاتی ہے کہ چار سال تک درویشوں کے لئے استنجے کے ڈھیلے اور وضو کے لئے پانی خود ہی رکھا کرو۔ آپ نے اپنی مفوضہ خدمات کو بطریق احسن انجام دیا حضرت شیخ الشیوخ رح اس خدمت و استقامت سے بہت خوش ہو گئے۔ اور پھر ایک ہی نظر میں مالا مال کر دیا۔ آپ خدمت شیخ میں اب بھی اسی شان کے ساتھ منہمک تھے۔ شیخ الشیوخ رح ضعیف ہو گئے تھے۔ مگر ہر سال حج بیت اللہ کو تشریف لیجاتے تھے اس سفر میں آپ شیخ کے لئے سامان خوراک اور چولہا اور آگ ہمہ وقت اپنے پاس رکھتے تھے اور سر پر لئے پھرتے اور جب مانگتے فوراً گرم گرم کھانا پیش کرتے۔ اب یہ آپ کی کرامت تھی کہ آگ سے چولہا اور اس پر دیگچی سر ہی پر ہوتی مگر سر جلتا

حضرت سلطان المشائخ سے مروی ہے کہ شیخ جلال الدین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے سفروں میں شیخ الشیوخ کے محافے کے ساتھ پیادہ پا چلا کرتے تھے اور از راہِ ادب گھوڑے یا اونٹ پر سوار نہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ واپسی سفر پر خانقاہِ معلّیٰ میں جو تشریف لائے تو تمام مریدین و معتقدین نے فرداً فرداً پیش ہو کر تحائف و نفائس پیش کرنے شروع کئے۔ ایک انبار لگ گیا۔ ایک صالحہ خاتون نے بھی آکر ایک درہم پیش کیا۔ اس کے بعد مریدوں اور درویشوں کو حکم دیا کہ جسے جو چیز پسند ہو اٹھالے۔ سب نے اچھی اچھی اشیاء دیکھ کر اٹھالیں۔ مگر آپ نے اس صالحہ خاتون کا وہ ایک درہم ہی اٹھالیا۔ فرمایا۔

"جلال الدین! تو سب سے اچھا رہا کہ اس تمام انبار کی روح وہی ایک درہم تھا تو نے اوروں کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا کہ یہ درہم پورے خلوص کے ساتھ ایک غریب صالح خاتون نے پیش کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ کو زیادتی و کمی اور اچھائی اور برائی کی چنداں پرواہ نہیں وہ تو خلوص اور نیت دیکھتا ہے۔"

ملتان و دہلی میں ورود

آپ سات برس سے خدمت شیخ میں مصروف تھے اور خلافت حاصل کر چکے تھے کہ اسی دوران میں حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی بغداد حاضر ہوئے دونوں میں بیحد محبت ہو گئی۔ اور جب وہ ملتان روانہ ہونے لگے تو آپ بھی باہمی محبت و مودّت کی بناء پر ان کے ساتھ ملتان تشریف لے آئے اور ساتھ ساتھ رہتے اور ذکر و شغل کرتے رہے۔ پھر سیر کرتے ہوئے ملتان سے دہلی تشریف لے آئے چونکہ ارضِ ہند پر قدم رکھتے ہی آپ کے کمالات کا شہرہ ہندوستان میں پھیل گیا تھا اس لئے دہلی تشریف لانے پر دہلی میں آپ کا شاندار استقبال ہوا۔ تا آنکہ خود سلطان التمش نے اُمراء و عمائد کو ساتھ لیکر اور شہر سے باہر نکلکر آپ کی پیشوائی کی اور شاہی طریق پر آپ کو ٹھہرایا۔ آپ ورود و وظائف سے فارغ ہو کر حضرت قطبؒ سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ قطب صاحبؒ کے ہاں مجلس سماع تھی۔ درویشوں کو حال آرہا تھا۔ انھوں نے نورِ باطن سے معلوم کرکے تا در آپ کی پیشوائی کی۔ اندر لے آئے۔ دونوں نے نماز جمعہ ساتھ ہی ادا کی۔ اس وقت حضرت قطب الاقطاب صاحبؒ۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ

اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ میں خوب صحبتیں رہنے لگیں۔ شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ بھی ملتان سے دہلی آجاتے۔ اور کبھی یہ ملتان چلے جاتے۔ چاروں بزرگ اُس عہد کے قطب تھے چاروں میں انتہائی محبت تھی۔ چاروں سماع میں شریک ہوتے تھے۔ گو شیخ بہاؤ الدین اور جلال الدینؒ سماع نہ سنتے تھے۔ مگر جہاں قطب صاحبؒ اور قاضی صاحب مجتمع ہوتے تو ان کی مجالس عرفان میں انہیں بھی سماع سننا پڑتا تھا۔ عجیب بزرگ اور صحبتیں تھیں۔

شیخ الاسلام نجم الدین صغرا گو صاحب باطن تھے مگر ان بزرگوں کے عظمت و اقتدار کے حسد میں سب کچھ کھو بیٹھے اور پوری وناوت پر اُتر آئے۔ انتہا یہ ہو کہ انھوں نے ان بزرگوں کو نہ صرف نقصان پہنچانے بلکہ ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا یورشیں کیں۔ دھاوے مارے۔ پولس کو لیکر جا چڑھا علماء کو بھڑکایا۔ سلطان سے لگائی بجھائی کرتا رہا۔ سماع کے جواز و عدم جواز کا فتنہ پیدا کیا۔ آپ پر الزام زنا عائد کرنے کے لئے ایک حسین طوائف گوہر کو کھڑا کیا۔ مگر ان بزرگوں کے یہ تصرفات ہی تھے کہ وہ تباہ ہو گیا ورنہ اس نے ان سب کو برباد کر کے رکھدینے میں کوئی کسر تو باقی رکھی نہ تھی۔

بدایوں میں قیام و تمکن شیخ جلال الدین تبریزیؒ کچھ مدت ملتان اور اس کے بعد ملتان اور دہلی رہ کر عازم بدایوں ہوگئے۔ جیسا کہ ہم اسی کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ اس عہد میں عرفانی اعتبارات سے اجمیر۔ دہلی۔ لاہور۔ ملتان اور بدایوں ہی اہم ترین شہر تھے اور بعد کو دہلی ملتان اور بدایوں نے تو مرکزی حیثیت اختیار کرلی تھی۔ چنانچہ آپ بھی ملتان سے دہلی اور دہلی سے بدایوں تشریف لے آئے۔ اُس وقت یہاں حضرت سلطان العارفین خواجہ حسن موے تابؒ کی خانقاہ استثنائی حیثیت رکھتی تھی بڑا شہرہ تھا۔ آپ سیدھے یہیں تشریف لائے۔ حضرت سلطان العارفین صاحبؒ حضرت خواجہ بدرالدینؒ اور احمد بزرگوں سے بڑی بڑی ملاقاتیں رہیں۔ آپ کے تشریف لے آنے سے بدایوں کی عرفانی صحبتوں میں اور رونق پیدا ہوگئی۔

قاضی کمال الدین حاکم بدایوں سے بہت دوستی ہوگئی۔ ایک عرصہ دراز تک آپ بدایوں میں سکونت پذیر رہے محل الف خاں کے متصل جو مسجد اب تک بنی ہوئی

موجود ہے۔ وہ آپ ہی نے تعمیرات کرائی تھی۔ آپ نے قیام بنیاد کے وقت معماروں کو کعبہ شریف آنکھوں سے دکھادیا تھا۔ تاکہ وہ ٹھیک سمت رکھیں اور مسجد کے رخ میں کوئی نقص واقع نہ ہونے پائے (روضۃ الصفا) حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ آپ روز درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ دریا سوتھ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ دفعتہ اٹھے وضو کیا اور فرمایا آؤ بھائی نجم الدین صغریٰ کے جنازہ کی نماز پڑھ لیں۔ اگرچہ مجھے اسی کی شرارتوں کی وجہ سے دہلی چھوڑنی پڑی مگر وہ میرے پیر و مرشد کی برکت سے آج راہی ملک بقا ہوا اور اُن کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ان کے آدمی کو کوئی ستا کر چین سے بیٹھا رہے کچھ روز کے بعد بدایوں بھی یہ خبر پہنچ گئی کہ نجم الدین صغریٰ دہلی میں اُسی روز اور عین اُسی وقت فوت ہوا تھا جس روز اور جس وقت آپ نے بدایوں سے دعا پاس کے جنازہ کی نماز پڑھی تھی (فوائد الفواد)

کفرستان بنگال میں سکونت

بدایوں سے ایک عرصہ کے بعد آپ آگے روانہ ہو گئے اور اودھ بہار اور اڑیسہ کی سیر کرتے ہوئے بنگال پہنچ گئے۔ اور قصبہ پنڈوہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی پنڈوہ ایک قدیم قصبہ ہے جو لکھنوتی کے قریب ضلع مالدہ میں واقع ہے۔ آج تو اس کی کوئی اہمیت نہیں رہی ورنہ اسلامی عہد میں اس نے بڑی شہرت اختیار کی۔ حضرت اخی سراج حضرت علاء الحق اور حضرت قطب عالم جیسے زبردست اور باوقار اولیائے کرام یہیں فروکش ہوئے ہیں۔ یہیں خانقاہیں تیار کیں اور یہیں مدفون ہیں۔ حضرت جلال الدین تبریزی سہروردی جب یہاں پر تشریف لائے تو یہ بالکل ایک کفر کدہ بنا ہوا تھا۔ ہر طرف ناقوسوں کی صدائیں گونجا کرتی تھیں کالی دیوی کی پوجا عام تھی۔ سحر بنگالہ پورے شباب پر تھا نئی نئی اسلامی حکومت قائم ہوئی تھی چونکہ اس نئی حکومت اسلامی کا مرکزی مقام لکھنوتی یا لال گوڑھی تھا۔ اس لئے اس کے متصل ہی صوفیائے کرام نے اپنے مراکز اور روحانی چھاؤنیاں قائم کیں تاکہ ایک طرف قوت نافذہ کے ارکان و اعضاء پر اثر ڈالا جاسکے اور دوسری طرف طول و عرض بنگال میں اسلام کو تقویت پہنچائی جاسکے۔ جہاں تک ہمارا حافظہ

کام دیتا ہے۔ وہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ سب سے پہلے اس نواح میں آپ ہی تشریف لے گئے اور آپ ہی نے یہاں لا الٰہ الا اللہ کی صدائیں پوری شکوہ و شان کے ساتھ بلند کیں اور بنگال میں اسلام کو وسعت دینے کی سعی فرمائی۔ آپ کے بعد حضرت اخی سراج پھر حضرت علاء الحق رح اور پھر حضرت قطب عالم رح مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے اور اتنی بڑی خانقاہیں قائم کیں اور لنگر خانے جاری کئے جن کے مصارف کی افزونی و فراخی دیکھ کر سلاطین بنگالہ تک انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور ان کی سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ اتنا خرچ اور ہزارہا آدمیوں کے روزانہ قیام و طعام کا بند و بست کیونکر ہو سکتا ہے چنانچہ تصادم بھی ہوئے۔

بنگال میں آج جو اسلامیوں کی یہ کثرت نظر آ رہی ہے وہ سب انہی نفوس قدسیہ کی سعی مشکور کا ثمرہ ہے جن کے ہاتھوں پر روزانہ ہزارہا ہندو مسلمان ہوتے تھے اور جن کی زندگیاں اور تصرفات و کرامات قبولیت اسلام کے لئے اپنے اندر زبردست کشش رکھتی تھیں اس وقت بنگال میں ضرورت بھی آپ ہی جیسے بزرگ کی تھی۔ بہت کم لوگوں کو یہ علم ہوگا کہ شیخ کا رتبہ بہت بلند اور بہت بڑا تھا اور اشاعت اسلام میں انھوں نے جو سعی و جہد کی وہ تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے۔

عظمت و مراتب شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی کوئی معمولی یا اوسط درجہ کے بزرگ نہ تھے۔ بلکہ اُن کا مرتبہ بہت عظیم اور شان بہت رفیع تھی ہر روز صبح کی نماز کعبہ شریف میں پڑھا کرتے تھے۔ ہر سال طواف بیت اللہ میں موجود ہوتے اور حج کرتے اور عرفہ و عید کے روز ہمیشہ غائب رہتے۔ کسی کو یہ علم نہ ہوتا کہ آپ کہاں گئے اور کہاں ہیں یہ تمام حالات سفرنامہ ابن بطوطہ میں درج ہیں اور شیخ برہان الدین نے خود علامہ ابن بطوطہ سے کہا تھا اور فرمایا تھا تعجب نہ۔ یہ تو وہ بزرگ ہیں جنھیں نہ صرف بنگال و ہند بلکہ تمام دنیا کے معاملات میں دخل ہے۔

علامہ ابن بطوطہ کو خود بنگال میں آپ کی زیارت و قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تھا علامہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ:۔

میرے آنے کا حال کشف سے معلوم کر کے اپنے مریدوں کو دو منزل آگے میرے استقبال کے لئے بھیجدیا تھا۔ میں جو سامنے پہنچا تو دیکھا کہ آپ ایک نہایت خوبصورت اور عمدہ قسم کا جبّہ پہنے بیٹھے ہیں۔ دل میں کہنے لگا کاش یہ جبّہ حضرت مجھے مرحمت فرمادیں۔ ادھر میں نے یہ خیال کیا ادھر آپ جبّہ اتار کر میرے حوالہ کیا اور میرے سامنے ہی مریدوں سے فرمایا کہ میں یہ جبّہ اسے دے تو رہا ہوں۔ مگر اس کے پاس رہیگا نہیں اور ایک کافر بادشاہ اسے اس سے چھین کر میرے ایک بھائی کو دیدیگا۔ علامہ نے اسی وقت عہد کر لیا کہ میں اس کی پوری حفاظت کرونگا اور اسے پہن کر کسی بادشاہ کے سامنے بھی نہ جاؤنگا۔ لیکن ایک ولی کامل کی زبان کی نکلی ہوئی بات کب غلط ہو سکتی تھی چین جو پہنچا تو وہاں کے بادشاہ نے مجھ سے جبّہ چھین لیا اور اس کے عوض میں اپنی طرف سے ایک بیش بہا خلعت ایک گھوڑا اور کچھ زر نقد عنایت کیا۔ اُس وقت مجھے شیخ کا قول یاد آیا۔ مگر میری حیرت کا وہ عالم بھی دیکھنے کے قابل تھا جب میں آگے بڑھا اور چین ہی کے اور ایک شہر میں میں نے وہی جبّہ ایک درویش شیخ برہان الدین صاغرجی کو پہنے دیکھا۔ انھوں نے مجھے متعجب و متحیر دیکھ کر فرمایا۔ علامہ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ میرے بھائی شیخ جلال الدین تبریزی نے کہا یہ جبّہ کسی ذریعہ سے تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔

یہی نہیں علامہ بطوطہ نے شیخ کا وہ خط بھی دیکھا اور پڑھا تو اور متعجب ہوئے۔ اسپر وہ فرمانے لگے کہ علامہ اشیخ کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے۔ انھیں تو تمام دنیا کے معاملات میں دخل ہے اور بہت ہی مقتدر اور بلند پایہ بزرگ ہیں۔

پنڈوہ و بتخانہ سرنگوں علامہ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں آپ کے متعدد کمالات کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب میں سلطان محمد تغلق کے عہد میں بنگال جاکر ملا ہوں تو اُس وقت ان کی عمر (۱۵۰) سال کی تھی۔ دبلے پتلے کشیدہ

قامت شخص تھے ہزار ہا ہنود نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور آپ کے مرید ہوئے پنڈوہ میں ہندو کا ایک مشہور مندر تھا جس کی زیارت کے لیئے دور دور سے ہنود آتے تھے بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ پنڈوہ کی شہرت اسی مندر و بت خانہ کی بناپر تمام بنگال میں پھیلی ہوئی تھی۔ سیکڑوں بت تھے اور بکثرت پجاری۔

صوفیائے کرام کا جوش تبلیغ اسلام ملاحظہ فرمائیے کہ آپ تن تنہا اس خارستان کفر میں قدم رکھتے ہیں۔ اسی کو اپنا مستقر قرار دیتے ہیں اور جو مقام صدیوں سے کفر و شرک کا مرکز بنا ہوا ہے اُسی کو آپ اسلام و عرفان کا مرکز بنانے کا تہیہ کرتے ہیں۔ اپنے تصرف و کرامت سے بتخانہ کو مسمار کرتے ہیں جس پر تمام پجاری حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔ بنگال بھر میں ایک شور پڑ جاتا ہے اور دوسرے لوگ آپ کے درشن کو آنے لگتے ہیں خلقت بہ کثرت رجوع ہوتی ہے اور جو سامنے آجاتا ہے اور جس پر نگاہ پڑ جاتی ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے آپ اسی بت خانہ کے کھنڈروں پر مسجد تعمیر کرتے ہیں۔ یہیں خانقاہ بنتی ہے یہیں لنگر خانہ جاری ہوتا ہے اور جہاں دن رات صدا ہائے ناقوس بلند رہتی تھیں وہاں ایک شبانہ روز خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادتیں ہوتی ہیں۔

بنگال میں آپ کی خانقاہ سب سے پہلی خانقاہ۔ آپ کا لنگر سب سے پہلا لنگر اور آپ کی مسجد سب سے پہلی مسجد تھی۔ اور سب سے پہلے آپ ہی کے ہاتھوں پر لاکھوں ہنود بنگال نے اسلام قبول کیا۔ اللہ اللہ یہ زمانہ بھی کیا متبرک زمانہ تھا۔ اجمیر و دہلی اور پاکپٹن میں چشتی سجادے اسلام کو فروغ دے رہے تھے اور ملتان، بدایوں اور پنڈوہ (بنگال) میں سہروردی مصروف عمل تھے ۶۳۳ھ میں خواجہ غریب نوازؒ ۶۳۴ھ میں خواجہ قطب الاقطابؒ۔ ۶۴۲ھ میں شیخ جلال الدین اور ۶۶۶ھ میں حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ اور بابا فرید الدین گنج شکرؒ واصل بحق ہو جاتے ہیں تو ان کی جگہ اللہ تعالیٰ حضرات صدرالدین عارفؒ۔ شیخ رکن الدینؒ سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ اخی سراجؒ اور علاؤالحق کو پیدا کر دیتا ہے اور پھر یہ بزرگ ملتان دہلی بدایوں اور بنگال ہی میں تصوف اسلامی کی شمعیں روشن کرتے ہیں اور تبلیغ و اشاعت اسلام کی مساعی کو زندہ رکھتے ہیں۔

فقراء و علماء کی نماز بدایوں میں آپ نے دو زبردست خلیفہ چھوڑے تھے۔ ایک شیخ علی مولا بزرگؒ اور دوسرے شیخ برہان الدینؒ۔ اول الذکر وہ بزرگ ہیں جنھوں نے حضرت نظام الدین اولیاؒ کے سر مبارک پر دستار فضیلت رکھ کر دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ تجھے علمائے دین سے کرے خود کچھ نہ جانتے تھے۔ بجز اس کے کہ پانچوں وقت کی نماز ادا کر لیتے تھے (خیر المجالس) آپ بدایوں میں اپنے دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص سر پہ مٹکی رکھے وہی بیچتا ہوا سامنے سے گذرا۔ یہ درحقیقت نواح بدایوں کی ایک چوروں کی جماعت کا ایک رکن تھا۔ آپ نے نظر اٹھا کر جو دیکھا تو اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا سبحان اللہ! دنیا میں ایسے بھی مرد ہوتے ہیں۔ اس نے ہندویت ترک کر کے اسی وقت اسلام قبول کیا اور "مولا" کی بجائے علی نام رکھا گیا۔ اس کے پاس ایک لاکھ سکے تھے وہ کل شیخ کی نذر کر دیئے اور شیخ کی خدمت میں رہ کر مرتبہ ولایت کو پہنچا۔ چلتے وقت شیخ علی مولا ساتھ جانے لگے۔ بیحد غمگین ہوئے۔ فرمایا گھبراؤ نہیں میں ہر وقت تمہارے سامنے ہی رہونگا۔ کہیں ہوں میرے تمہارے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا۔ میں تمہیں بدایوں کا قطب مقرر کرتا ہوں یہیں رہو۔ واقعی یہ حالت تھی کہ شیخ علی مولا جب خیال کرتے شیخ کے پاس ہوتے۔ جب چاہتے اُن کے ساتھ رہتے۔ کوئی حجاب درمیان میں نہ تھا۔ حضرت سلطان جی کے دوستوں میں تھے (فوائد الفواد۔ اخبار الاخیار)

قاضی کمال الدین جعفری حاکم بدایوں سے دوستی ہو گئی تھی۔ ایک روز آپ ملنے کو تشریف لے گئے۔ خدام نے عرض کی نماز پڑھ رہے ہیں تشریف رکھئے۔ آپ نے فرمایا اچھا قاضی بھی نماز پڑھنا جانتا ہے۔ اور تشریف لے گئے۔ فاضل وقت بھی تھے اور حاکم بھی اپنے متعلق یہ الفاظ سن کر مکدر ہوئے اور سیدھے اٹھ کر آپ کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ کیا آپ نے میرے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے؟ فرمایا بے شک۔ بڑے عالم ہوں علوم شریعت سے واقف ہوں اور اس کے باوجود بھی نماز پڑھنا نہیں جانتا۔ فرمایا نماز علماء کی اور ہے اور نماز فقراء کی اور۔ قاضی صاحب کہنے لگے خوب! کیا فقراء کوئی دوسرا قرآن پڑھتے ہیں اور ان کے رکوع و سجود کا طریقہ کوئی اور ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ:-

قرآنی طریقہ تو وہی ہے۔ کہ علماء تو صرف قیاساً کعبہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں لیکن فقراء جب تک ربِ کعبہ کو نہیں دیکھ لیتے تکبیر نہیں کہتے اور ان کی اوّل وجہ کی نماز وہ ہی کہ عرش پر پڑھیں۔ قاضی صاحب کو یہ گفتگو ناگوار گذری اور خیال کیا شیخ اس طرح اپنی کرامت کا اظہار فرماتے ہیں کہ میں ربِ کعبہ کو دیکھتا ہوں اور عرش پر نماز پڑھتا ہوں۔ مگر چونکہ دونوں کے مابین تعلقات تھے مخلصانہ اس لئے قاضی صاحب نے پھر کچھ نہ کہا۔ اسی شب کو قاضی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ شیخ عرشِ معلّٰی پر جانماز بچھائے نماز پڑھ رہے ہیں محض اتفاق تھا کہ آپ اور قاضی صاحب دوسرے روز کسی ضیافت میں شریک ہوئے شیخ نے دورانِ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کی ہمت کی معراج صرف یہی ہے کہ وہ متولی ہوں یا مدرس اور پڑھیں تو قاضی مقرر ہو جائیں۔ اس سے بھی زیادہ ترقی کرلی تو صدر الصدور ہو گئے اور بس۔ فقراء کے مراتب کا کوئی حد و اندازہ نہیں۔ ان کا پہلا مرتبہ وہ ہے جو آج ہی رات قاضی صاحب نے خواب میں دیکھا ہے (اسرار الاولیاء فوائد الفواد)

قاضی صاحب نے جو یہ سنا بھری مجلس میں اٹھ کر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اپنے صاحبزادے برہان الدین کو مرید کرا دیا جنہوں نے مرتبہ کمال پر پہنچ کر خلافت حاصل کرلی۔

کرامات و خوارق عادات

نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلام نے دہلی میں ٹھہرایا ہی ایسے محل میں جہاں آسیب کا اثر تھا مگر آپ کا نام سنتے ہی جنات فرار ہو گئے۔ آپ صبح کی نماز اول وقت ادا کر کے بالائے بام لیٹے ہوئے تھے اور ایک نوخیز غلام پاؤں دبا رہا تھا۔ نجم الدین نے سلطان کو سامنے لے جاکر اوپر سے دکھایا اور کہا دیکھئے نماز کا وقت ہے اور یہ شخص ایک حسین لڑکے سے تنہائی میں پاؤں دبوا رہا ہے آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے چادر منہ سے اٹھائی اور بہ آواز بلند فرمایا۔ نجم الدین اگر ذرا اور پہلے آتا تو اس غلام کو میرے پہلو ہی میں پاتا۔ یہ کہا اور منہ ڈھک لیا۔ سلطان نے اسے بہت ڈانٹا۔

حسد انتہائی بڑھ گیا تو اس نے آپ کو زنا سے متہم کرنے کی سعی کی۔ اس عہد میں دہلی کے دربار ایک نہایت حسین و پری جمال مطربہ رہتی تھی جس کے پاس شہزادے تک آتے جاتے تھے اور کبھی کبھی وہ آپ کے پاس بھی معتقدانہ آتی تھی۔ اس کا نام گوہر تھا۔ نجم الدین صغریٰ نے اس پر اثر بھی ڈالا اور پانچ سو اشرفیوں کا لالچ دیا کہ وہ اقرار کرے کہ شیخ کو اس کے ساتھ عشق ہے اور قربت بھی ہو چکی ہے۔ وہ تیار ہو گئی۔ اور شیخ الاسلام نے اسے شہرت دی۔ تمام مشائخ جمع ہوئے۔ مقدمہ پیش ہوا حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی حکم قرار پائے جس وقت بر سر اجلاس گوہر سے پوچھا گیا ہے تو یہ ایک زندہ کرامت تھی کہ اس نے تمام اثرات مشائخ سے بالاتر ہو کر بھرے دربار میں کہا کہ الزام بالکل غلط ہے۔ مجھے نجم الدین نے پانسو اشرفیوں کا لالچ دیکر اقرار پر آمادہ کیا تھا۔ اس میں سے ڈھائی سو اشرفیاں پہلے ہی دیدی تھیں اور بقیہ ڈھائی سو احمد مشرف بقال کے ہاں امانت رکھدی گئی ہیں۔ چنانچہ احمد مشرف نے بھی حاضر ہو کر یہی شہادت دی اور ڈھائی سو اشرفیاں بھی پیش کر دی۔ نجم الدین صغریٰ کو انتہائی شرمندگی بھی ہوئی اور عہدے سے بھی معزول کر دیا گیا (خزینۃ الاصفیاء)

ایک مرتبہ آپ کسی قافلہ کے ساتھ بیت اللہ شریف جا رہے تھے کہ ایک جگہ موسم کی شدت سے یہ حالت ہو گئی کہ لوگوں کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے اور مراکب نے بھی چلنے سے عجز ظاہر کیا۔ قافلے والے پریشان تھے۔ اتنے میں اونٹوں کے کچھ تاجر نظر آئے قیمتیں پوچھیں تو انھوں نے بیس بیس اشرفی فی اونٹ مطالبہ کیا۔ مستطیع افراد نے تو اونٹ خرید لئے مگر جو غریب و نادار تھے وہ مجبور رہے۔ مایوس ہو کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔ آپ کو انکی حالت پر ترس آگیا اونٹوں کے مالک سے پوچھا کہ تمہارے پاس اب اور کتنے اونٹ فروخت کے لئے رہ گئے ہیں اس نے کہا کہ ابھی پانچسو باقی ہیں۔ آپ نے "یا لطیف یا لطیف" پڑھ کر ریت پر ہاتھ ڈالا اور مٹھیاں بھر بھر کر اشرفیاں نکالنی شروع کر دیں۔ بیس بیس اشرفیاں مالک کو دیتے اور ایک ایک اونٹ خریدتے گئے۔ اس پانسو کے اونٹ خرید کر مستحقین کو تقسیم کر دیئے سب خوش ہو گئے۔ حضرت احد الدین کرمانی فرماتے ہیں کہ سب کو اونٹوں پر سوار کرا دیا اور خود پیادہ پا ہی چلے۔

قطب الاقطاب صاحب اور شیخ کی باتیں

حضرت سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں کہ ۱۹ رجب … کو میں حاضر خدمت تھا کہ میرے مرشد گرامیؒ نے حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ کا ذکر چھیڑا۔ اور فرمانے لگے حضرت قطب الاقطابؒ اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ دونوں ایک صحبت میں تشریف فرما تھے۔ میں بھی حاضر تھا۔ دونوں بزرگ جلیل باہم گفتگو کر رہے تھے اور اپنے اپنے حالات سفر بیان کر رہے تھے کہ شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ عرب میں سفر کرتا اور مشائخ سے ملتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ شہر کے قریب ہی ایک بزرگ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ غار میں رہتے تھے۔ نماز میں مشغول تھے۔ سلام پھیر کر میرا نام لیکر مجھے پکارا۔ میں نے استفسار کیا کہ آپ کو میرے نام کی اطلاع کیونکر ہوئی؟ فرمایا اسی نے تمہارا نام بھی بتا دیا جس نے تمہیں یہاں تک بھیجا ہے۔

پھر میں اُن کے قدم چوم کر مؤدب سامنے بیٹھ گیا فرمانے لگے کہ "تمہاری طرح میں بھی سیاحت کرتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اصفہان میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ عمر ڈیڑھ سو سال سے بھی زیادہ ہو چکی تھی۔ خود ہی کہتے تھے کہ میں خواجہ حسن بصریؒ کا پڑپوتا ہوں شہر والے بھی ان کے بہت معتقد تھے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ جس کے متعلق جو کچھ کہہ دیتے وہ پورا ہو جاتا۔ بہت مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ پھر ارشاد ہوا کہ میں نے ایک ہزار ستر اولیاء اللہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ اور ان سے نصائح پائی ہیں۔ آخری بزرگ شمس العارفین تھے جنہوں نے نصیحت کی کہ تجھے واصل بحق ہونا ہے تو دنیا میں مشغول نہ ہو۔ اس سے بیزار رہ۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رات کے وقت انہی بزرگ کے پاس قیام کیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ شب کے وقت دو روٹیاں غیب سے پیدا ہوئیں۔ انہوں نے ایک روٹی مجھے دی۔ نہایت پرتکلف اور لذیذ تھی۔ اس کے بعد ان کے ارشاد کے مطابق ایک ثلث شب ایک گوشہ میں جا کر عبادت و مراقبہ میں مشغول ہوا۔ اس کے بعد کچھ ہی دیر بعد ایک سبز پوش تشریف لائے جن کے ساتھ شیر غراں تھے۔

وہ سلام کر کے سامنے بیٹھ گیا۔ ان نونہار دو بزرگ نے آخر شب تک دس مرتبہ کلام اللہ ختم کیا نماز صبح انہیں کے ساتھ ادا کی۔ بزرگ نے فرمایا کہ انہیں خوب پہچان لو۔ یہ میرے بھائی حضرت خضر ہیں یہ سن کر میں نے ان سے معانقہ کیا اور بڑی مشفقت و مہربانی کے ساتھ ملے اور تشریف لے گئے۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے فرمایا کہ اشراق کے وقت میں نے ان بزرگ سے اجازت طلب کی تو ارشاد فرمایا کہ میری یہ نصیحت ذہن نشین رکھنا کہ درویشوں کی خدمت و تعظیم کرتے رہنا اور خود کو ان کے دامن سے وابستہ کرنا۔ اور بجا آوری اوامر الٰہی میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا۔ ورنہ مقامات عالیہ کی رسائی سے محروم رہ جاؤ گے۔ اور دیکھ بیٹا! اس سے کچھ دور چشمہ آب پر دو شیر رہتے ہیں وہ کسی کو ادھر سے گذرنے نہیں دیتے۔ اس چشمہ کی محافظت کرتے ہیں تمہاری طرف آئیں تو تم میرا نام لے دینا۔ شیخ نے فرمایا کہ میں جو اس چشمہ پر پہنچا تو دو شیر مجھ پہ حملہ آور ہوئے۔ میں نے فوراً کہا کہ میں فلاں بزرگ کی زیارت سے مشرف ہو کر آرہا ہوں یہ سنتے ہی شیروں کی آنکھیں جھک گئیں۔ دم ہلاتے ہوئے میرے سامنے آئے اور تلوے چاٹنے لگے۔ اللہ اللہ کیا بزرگ تھے اور کیا مرتبہ رکھتے تھے (راحت القلوب)

حضرت بابا صاحب کا استفاضہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی مشغولیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ قاضی بچہ دیوانہ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے جب شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے شہر میں آکر پوچھا ہے کہ یہاں کوئی درویش بھی ہے؟ جواب ملا جامع مسجد میں قاضی بچہ دیوانہ رہتا ہے۔ شیخ ملنے کو گئے اور ایک انار جو اُن کے ہاتھ میں تھا بابا صاحب کو دیا چونکہ روزہ دار تھے خود تو نہ کھایا۔ توڑ کر اور تبرک سمجھ کر حاضرین کو تقسیم کر دیا اتفاق سے ایک دانہ فرش پہ پڑا رہ گیا۔ بابا صاحبؓ نے اسی ایک دانہ سے تبرکاً روزہ افطار کیا۔ اس کے حلق سے اترتے ہی بابا صاحب کے مدارج باطنی میں سو درجے ترقی ہو گئی۔ افسوس ہوا کہ میں نے تمام انار کیوں نہ کھایا۔ حضرت قطب الاقطاب صاحب سے جو ذکر کیا تو فرمایا اس انار میں صرف وہی ایک دانہ تھا اسی طرح پیر مکہ بدایونی گوزہ گر کے مکان پہ غیر معروف فضا میں پڑے رہتے تھے حاجی جمال الدین ملتانی مکہ ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے ایک روز امام کی طبیعت علیل ہوئی تو لوگوں نے کہا

کہ پیر بکہ کو امام بنا لو جو بدایوں سے نماز پڑھنے آیا کرتے ہیں۔ ایسا ہی ہوا حاجی صاحب نے بدایوں پہنچ کر تلاش کیا تو بمشکل پتہ لگا کہ صاحب نے جام شراب پیش کیا اد نا ے تو لیا مگر نظر بچا کر گریبان میں ڈال لیا۔ کنیز نے گریبان دھو کر جو پیا اس کی نظر سے زمین آسمان کے حجابات اُٹھ گئے حاجی صاحب متحیر ہو کر بکہ صاحب کے پاس گئے معذرت کی تھ استدعا کی فرمایا بس وہی وقت تھا۔ غرض آپ کی ذات گرامی سے اسلام کو بعید تقویت پہنچی بنگال میں اسلام آپ ہی سے پھیلا خلق خدا کو انتہا فائدے پہنچائے اور بڑی عمر میں ۶۲۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔ عقیر اکبر جلال الدین تاریخ وصال ہو آپنے تبخانہ ہنود پر جو خانقاہ بنوائی تھی اور وسیع باغ لگوائے تھے اسی میں مدفون ہوئے۔ مزار ابتک پنڈوہ میں زیارت گاہ خلائق ہے سلاطین و امراء برابر زیارت کو آتے تھے۔

(۴۲) مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی

بچپن و ریاضی عالم حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی بخاری رح ازغں ہند کے بڑے گرامی قدر اور مشہور سہروردی شیخ گذرے ہیں جن کی عظمت وجلالت شان کا اعتراف ہر کہ ومہ کو تھا۔ مادر زاد ولی تھے۔ ایک روز حضرت صدر الدین عارف کے خلیفہ اور اس عہد کے مایۂ ناز ولی حضرت شیخ جمال الدین خنداں ایک کھجوروں سے بھرا ہوا طباق لوگوں کو تقسیم کر رہے تھے۔ آپ کے والد سید احمد کبیر آپ کو لے کر ان کی خدمت میں پہنچے آپ کو بھی کھجوریں عطا ہوئیں جو آپ نے گٹھلیوں سمیت کھانی شروع کر دیں۔ شیخ جمال نے پوچھا کہ بیٹا گٹھلیاں بھی ساتھ کھائے چلے جا رہے ہو؟ گو اس وقت آپ کی عمر صرف سات ہی برس کی تھی مگر آپ نے جواب دیا کہ میں گٹھلیوں کو اس وجہ سے نہیں پھینکتا کہ یہ بھی فیض سے خالی نہیں ہوسکتیں کہ آپ کے ہاتھ سے مجھ تک پہنچی ہیں۔ یہ سنکر شیخ جمال نے آپ کے حق میں دعا کی اور بہت ہی مسرور اور خوش ہوئے۔

آپ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد گرامی سید احمد کبیر کے مرید تھے آپ
نے تمام علوم متداولہ میں کمال پیدا کر کے کتب سلوک کی تعلیم شروع کی اور
مکہ معظمہ پہنچ کر شیخ الاسلام شیخ عفیف الدین عبداللہ بحرہی سے عوارف
اور دوسری کتابیں پڑھیں پھر آپ شیخ رکن الدین ملتانی کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور ان سے باطنی تعلیم حاصل کر کے اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں
رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور درجہ ولایت پر فائز ہوئے شیخ رکن الدین
سہروردی کی صحبت تو ایک پارس تھی۔ اس دربار میں جو آیا اور شوق پیدا ہوا
زمانہ ولی بنکر نکلا۔ اخبار الاولیاء میں مرقوم ہے کہ مخدوم جہانیاں اسی زمانہ
میں جبکہ آپ ملتان میں فیوض باطنی کے اکتساب میں مصروف تھے ایک دفعہ
شیخ بہاؤ الدین زکریا کے روضہ پر پہنچ کر مراقبہ کیا اور اس کے بعد عرض کی
کہ آج عید ہے حضور مجھے عیدی عطا فرمائیں۔ مزار سے آواز آئی "مخدوم جہانیاں
ہونا ہی تیری عیدی ہے۔ اس کے بعد آپ نے شیخ صدر الدین عارف کے مزار پر جا کر
"عیدی" طلب کی وہاں سے بھی مناسب جواب ملا اور آپ خوش وخرم واپس ہوئے
"خزانہ جلالی" میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ رکن الدین زینہ سے اتر رہے
تھے آپ یہ دیکھ کر جھپٹے اور جھپٹ کر زینہ کے عین نیچے لیٹ رہے تاکہ شیخ کا قدم
آپ کے سینے پر پڑے شیخ نے اٹھا کر گلے سے لگا لیا۔ ادب بہت پسند آیا اور اسی
وقت نعائم باطنی کا ایک سمندر آپ کے قلب میں انڈیل دیا اور فرمایا تمہارا مرتبہ
بلند ہو چکا ہے درجہ ولایت پر فائز کر دیئے گئے۔ اب تم مخدوم جہانیاں ہو اسی
روز سے آپ مخدوم جہاں مشہور ہو گئے چونکہ شیخ کو بھی آپ سے بیحد محبت تھی اور آپ کے
شوق و ادب و محنت سے بہت خوش تھے اسلئے انہوں نے آپ کو مالا مال کر دیا تھا۔

عظمت شان ملتان کے سہروردی دربار سے درجہ ولایت پاکر آپ سیاحی عالم کے لئے
کھڑے ہوئے . . . . . اور ترکستان عراق خراسان شام مصر وغیرہ
کی سیر کرتے ہوئے حجاز تشریف لے گئے کچھ عرصہ تک یہاں مجاوری کرتے رہے اور پھر چلے

گھومتے پھرتے غرض آپ نے سارے جہان کی سیر کی بڑے بڑے فقراء اور مشائخ سے ملے بڑے بڑے بزرگوں سے خلافت پائی دہلی جو آئے تو ملتان اور دہلی کے پہلے چراغ گل ہو چکے تھے اور اب حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کا چراغ روشن تھا ان سے بھی آپ نے خاندان چشتیہ کی خلافت حاصل کی۔ یہاں یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ گو آپ خاندان سہروردیہ ہی کے چشم و چراغ تھے سب کچھ یہیں سے پایا اور اسی کے رہے مگر آپ کی اہلیت اور جلالت شان دیکھ کر آپ کو ہندوستان اور بیرون ہند کے بہت سے بزرگوں نے خلافت عطا کر دی آپ چودہ خاندانوں کے خلیفہ ہیں اور ان سب خاندانوں میں آپ کو بیعت کرنے کی اجازت ہے دنیا بھر کی سیر کی تمام بلاد اسلامیہ میں پیادہ پا پہنچے ہر جگہ کے بزرگو اور مشائخوں سے ملے آپ کا رتبہ بہت بلند ہے اور بکثرت کرامات آپ سے سرزد ہوتی رہی ہیں سید اشرف جہانگیری نے خود ایک جگہ لکھا ہے کہ آپ بہت جلیل القدر بزرگ تھے۔ مجھے ایک نگاہ میں کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور میں نے خود انوار قطبیت آپ سے نمایاں دیکھے ایک ہی دن میں میں نے سب کچھ پا لیا نیز یہ کہ خوارق عادت آپ سے ظہور پذیر ہوتے رہے اور جیسی پُر شور اور فیض پاش زندگی آپ نے بسر کی متاخرین میں کسی کو یہ بات نصیب ہوئی نہیں بہت بلند مرتبہ تھے اور بہت بڑا درجہ رکھتے تھے۔

حاکم اوچ کو ولی بنا دیا

آپ اوچ میں رہا کرتے تھے ایک دفعہ علماء و اولیا کا اجتماع تھا۔ علم و عرفان کی باتیں ہو رہی تھیں آپ کے دہن مبارک سے پھول جھڑ رہے تھے کہ اوچ کا حاکم بھی آپ کی زیارت کے لئے بڑے طمطراق کے ساتھ حاضر ہوا اس وقت مسجد میں بہت سے ایسے لوگ بھی اور درویش بھی آپ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے جن کے لباس دریدہ اور حالت سقیم تھی حاکم کو زعم حکومت تھا اسے ان غریبوں کی بھیڑ ناگوار گذری اس نے کئی آدمیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر مسجد سے باہر نکال دیا۔ مخدوم صاحب کو حاکم اوچ کی یہ حرکت بہت ناگوار گذری فرمایا او بدبخت! کیا دیوانہ ہو گیا ہے جو غرباء کو اذیت پہنچا اور بلا وجہ انھیں بیٹھے بٹھائے مسجد سے باہر نکالتا ہے۔

زبان مبارک سے ان الفاظ کا صادر ہونا تھا کہ وہ دیوانہ ہو گیا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے مسجد سے اٹھ کر باہر بھاگا اور راہگیروں کے پتھر مارنے لگا۔ لوگ پکڑنے کی کوشش کرتے تھے مگر وہ بھاگا۔ بھاگا پھرتا تھا۔ مارتا تھا اور کسی کے ہاتھ نہ آتا تھا۔ بمشکل اُسے پکڑ کر زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ حاکم بہت معتقد امیر تھا۔ خاندان بھر پر ایک کوہ غم ٹوٹ پڑا۔ زن و فرزند سب پریشان ہو گئے۔ اس کے بوڑھے باپ کو جو معلوم ہوا تو وہ اس کے اہل و عیال لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پاؤں پر گر پڑا۔ اور رو رو کر معافی چاہی۔ آپ تحمل اور بردبار بھی تھے آپ کو رحم آ گیا فرمایا اچھا پہلے اسے نہلا دھلا کر اور پاک صاف لباس پہنا کر شیخ جمال الدین صاحب سہروردی کے مزار پر لے جاؤ۔ زیارت کراؤ اور پھر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جب وہ زیارت سے فارغ ہو کر سامنے آیا ہے اُسی وقت اسے صحت ہو گئی۔

اب وہ حاکم وہ حاکم ہی نہ تھا۔ ہوش جو آیا صحت جو ہوئی تو رنگ بدلا ہوا تھا۔ اُسی وقت مرید ہوا اور خدمت میں رہ کر علوم باطنی کی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ اور آپ کی توجہ سے بہت جلد ولی اللہ ہو گیا۔ اللہ کی دین ہے جب دینے پر آتا ہے اسی طرح دیتا ہے

ایک لمحہ میں پنجاب سے بنگال حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق لاہوری بنگالی بڑے جلیل القدر شیخ گذرے ہیں کہ لوگوں نے کہا تھا کہ ابدال ہوئے ہیں بنگال میں آپ کی عظیم الشان خانقاہ تھی۔ لنگر کا اتنا خرچ تھا کہ ہزارہا مسافر و افراد دونوں وقت کھاتے اور پڑے رہتے اور جو کوئی جو کچھ بھی مانگتا اسی وقت عطا فرماتے۔ بادشاہ کو بھی رشک ہوا کہ اتنا خرچ کہاں سے آتا ہے جس کے سامنے میرا خزانہ بھی ہیچ ہے۔ ایسے شخص کو یہاں رہنے دینا مصلحت کے خلاف ہے۔ آپ حکم سلطانی سے اٹھ کر سنارگاؤں جا بسے اور حکم دیا کہ خرچ دوگنا کر دیا جائے۔ آبائی جائداد کی آمدنی تو صرف آٹھ ہزار تھی۔ اتنا وافر خرچ خزانہ غیب ہی سے چلتا تھا دو برس یہاں رہ کر پھر وہیں چلے آئے۔

اتنے بڑے عالم تھے کہ کسی کو گفتگو کی تاب نہ تھی۔ اسی غرور میں خود کو "گنج نبات" کہنے لگے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے جب سراج الدین اخیؒ کو بنگال میں بھیجنے لگے تو انھیں ر،

نے کہا بنگال میں شیخ علاؤالدین سے کیونکر بجھے گی۔ حکم ہوا جا وہ تیرا مرید ہوگا۔ دولت کی بھی کوئی انتہا نہ تھی۔ بڑے مغرور تھے۔ مگر اللہ کی زمین کہ مرید ہو کر اس درجہ کو پہنچ گئے کہ میر سید اشرف جہانگیر سمنانی بہ رہبری حضرت خضر سلطنت چھوڑ کر حصول کمال کے لئے آپ کے پاس آئے تھے بہرکیف مرید ہونے کے بعد یہ حالت تھی کہ اپنے مرشد شیخ سراج الدینؒ کے کھانے کی دیگ ہر وقت اور ہر جگہ سر پر رکھے ساتھ پھرتے۔ تمام دولت و حشمت ترک کر دی۔ ننگے پاؤں پیچھے پیچھے پھرتے مالدار عزیز ملتے ٹوکتے پرواہ نہ کرتے بیٹا بھی قطب عالم تھا۔ ۸۰۰ھ میں انتقال کے وقت انہی بزرگ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کی نماز "مخدوم جہانیاں" پڑھائینگے۔ مرید حیران تھے کہ کہاں اچ اور کہاں بنگال لیکن وہ یہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے کہ انتقال کے فوراً بعد آپ بنگال میں موجود تھے۔ نماز پڑھائی۔ ان کے بیٹے نور قطب عالم کو فیض باطنی سے مالامال کر کے صاحب سجادہ کیا اور چند روز رہ کر واپس تشریف لے آئے۔ بہت سے اکابر بنگال آپ کے مرید ہو گئے یہ تھا آپکا مرتبہ (تحریرات سید اشرف جہانگیر سمنانی)

کراماتِ واجہائے موتی آپ کے ایک مرید کو قید ہو گئی تھی۔ ایک روز خان جہاں مرزا عرب سالطان فیروزشاہ خدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے نور باطن سے معلوم کر لیا کہ اس نے میرے مرید کو قید کر رکھا ہے۔ فرمایا اس مظلوم کو چھوڑ دے ورنہ تیری خیر نہیں۔ وزیر لرز گیا اور رہا کر دیا۔ ایک روز آگ لگ گئی۔ آپنے ایک خاک کی چٹکی اٹھائی اور "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" بآواز کہہ کر ڈال دی آگ فوراً بجھ گئی (انوار فاطمیہ) مولانا شمس الدین اوجی فرماتے ہیں کہ آپ نے حرمین کا جو آخری سفر کیلئے اس میں میں آپکے ساتھ تھا۔ جہاز میں آپکے ساتھیوں نے دل میں یہ خیال ہی کیا ہے کہ اس وقت اگر کچھ مچھلیاں ہاتھ آجائیں تو ہم ان کے کباب بنا کر کھاتے۔ آپ کو نور باطن سے فوراً معلوم ہو گیا۔ فرمایا گھبراؤ نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ نہیں مچھلیاں ملیں گی۔ یہ کہتے ہی ایک بڑی مچھلی اچھل کر جہاز پر آ پڑی جس کے کباب تل کر سب نے کھائے۔

جدہ میں پہنچکر سب نے حضرت حوّا کے مزار کی زیارت کی۔ اسی وقت ایک جنازہ
ادھر سے گذرا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ جنازہ شیخ بدر الدین یمنیؒ کا ہے جو تیس برس
کے قیام بیت اللہ کے بعد حال ہی میں جدہ آئے تھے۔ کچھ دیر سوچ کر فرمایا ابھی
یہ جنازہ دفن نہ کیا جائے۔ شاید یہ زندہ ہوں۔ چنانچہ جنازہ واپس لیجا کر ایک مسجد میں
رکھا گیا۔ آپ نے سب کو مسجد سے باہر نکال کر پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد
تلاوت قرآن میں مصروف ہوگئے جس وقت آیۂ مبارکہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ پر پہنچے تو شیخ بدر الدین یکبارگی اٹھ کھڑے ہوئے
اور دوڑ کر قدم چومے۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا۔ خود شیخ بدر الدین ہی
نے نماز پڑھائی۔ جدہ کے تمام لوگ یہ کرامت دیکھ کر آپ کے مرید ہوگئے۔ حج کر کے
آپ روضہ نبویؐ پر پہنچے اور سلام عرض کی جس کا جواب صاف سنائی دیا۔
آپ صحیح النسب سید تھے۔ سہروردی سلسلہ کو آپ نے نہ صرف بنگال و حجاز بلکہ دور
دور تک پہنچا دیا۔ ۷۰۷ھ میں پیدا ہوئے ۷۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ اوچ میں مزار ہے

خلفاء کی جلالت شان

آپ کے بہت سے خلفاء ہوئے اور سب درجۂ ولایت پر فائز ہوئے۔ سید کبیر الدین حسن بہت بڑے سیاح
صاحب (۱۸۰) برس کی عمر۔ جو کافر آپ کے سامنے آتا مسلمان ہو جاتا۔ مزار اوچ میں
وفات ۹۰۶ھ۔ شیخ سراج الدین حافظ مفسر عالم صاحب کرامت۔ مزار کالپی میں۔ وفات
مخدوم شیخ اخی۔ راجگیری۔ قنوج کے شاہ ولایت۔ بڑے زبردست ولی۔ ہدایت
خلق میں مصروف ۸۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ غسل و کفن ہو چکا تو لوگ رونے لگے۔
کسی نے کہا کہ اخی جمشید ولی تھے۔ مگر سنیچر کے نامبارک دن وفات پائی۔ فوراً اٹھ
بیٹھے اور کہا یہ دن منحوس ہے تو میں آج مرتا ہی نہیں کل مرونگا۔ چنانچہ ایک روز اور
زندہ رہ کر وفات پائی۔ خلق کا اژدہام آپ کے پاس رہتا تھا۔ موضع راجگیر میں مزار
ہے۔ سید علم الدین پلاؤں۔ جون پور پہنچ کر سلطان ابراہیم کے ملازم ہوئے۔ بہت
امیر تھے۔ پلاؤں میں جاگیر پائی۔ وہیں رہے۔ وہیں ۸۰۸ھ میں انتقال ہوا سید

صدرالدین راجو قنطال مخدوم جہانیاں کے چھوٹے بھائی اور خلیفہ تھے۔ جو زبان سے نکلتا فوراً ظہور میں آجاتا۔ دہلی گئے تو سلطان نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ تمام عمائد و اُمرائے دہلی نے آپ سے بیعت کر لی۔ مخدوم صاحب کا سلسلہ سہروردیہ آپ ہی کی وفات سے چلا۔ بڑے بزرگ تھے ہر وقت استغراق کا عالم رہتا تھا۔ عاشق ربانی تھے۔ مزار دہلی میں ہے۔ ۸۲۷ھ میں انتقال ہوا۔

مذکورہ تمام خلفائے سلسلہ سہروردیہ کے آفتاب و ماہتاب تھے۔

آپ کے بھائی سید صدرالدین راجو قنطال نے تو سلسلہ کو بھی بہت ہی بڑھایا۔ اور سلطان وقت اوّل اعیان سلطنت تک مرید ہو گئے۔ ان کے متعلق خود مخدوم صاحب ہی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے تو خلق کے ساتھ مشغول کیا۔ لیکن عزیز صدالدین کو اپنے ساتھ مشغول کر لیا بڑے بڑے مجاہدات کئے بیشتر اوقات جذب کا عالم طاری رہتا تھا وہ اپنے وقت کے ابدال تھے۔ سلطان از راہ ادب ہیبت و دہشت سے خاموش رہتے تھے اور یہ مجال نہ ہوتی تھی کہ خود کوئی بات شروع کر سکیں۔

فرزندان جلیل وراکی قطبیت

آپ کی اولاد میں آپکے سب سے محبوب ترین فرزند حضرت ناصرالدین محمود نوشہ تھے

حضرت مخدوم جہانیاں ہی کے مرید و خلیفہ تھے علوم و فنون میں کامل اور نہایت بزرگ تھے مخدوم صاحب کی توجہ سے بہت جلد مرتبہ ولایت پر فائز ہو گئے پھر تو ترقی و پرواز کی کوئی انتہا نہ تھی رات رات بھر نماز میں کھڑے رہتے تھے۔

اس طاعت و عبادت کے باوجود اچھا پہنتے اچھا کھاتے اور اچھی معاشرت رکھتے تھے ایک ممتاز صفت بزرگ تھے ایک دفعہ سلطان فیروز شاہ نے مخدوم جہانیاں کو ستر عورتیں بیک وقت عطا کر دیں جو سب نوجوان اور حسین تھیں اور جنگ میں گرفتار ہو کر بحیثیت کنیز آئی تھیں آپ نے انہیں فرزند جلیل کے سپرد کر دیا سلطان متحیر تھا کہ صاحبزادے اتنی کنیزوں کے حقوق زوجیت کیونکر ادا کر سکیں گے۔ لیکن کیا کوئی ظاہر بین بھی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ سلطان نے خفیہ طور پر کچھ

ہوشیار عورتیں بطور جاسوس مقرر کر دیں کہ وہ اصل حقیقت کا پتہ لگائیں کمال قطبیت ملاحظہ کیجئے کہ انھوں نے آکر بتایا کہ حضرت کی تو یہ حالت ہے کہ ہر روز ہر محل میں ہیں اور شب ہر عورت کے پاس ہوتے ہیں اور غسل کے وقت بھی سب کے ہاں غسل کرتے ہیں سلطان یہ سنکر بہت زیادہ معتقد ہو گیا ان رانیوں سے آپکے بچیس بیٹے ہوئے بی بی رحمت کے بطن سے سید برہان الدین اور میاں سادات عالم دو قطب پیدا ہوئے ان دونوں کے مزار گجرات میں ہیں۔

سید برہان الدین قطب عالم گجرات پہنچے تو سلطان احمد والی گجرات آپ کا مرید ہو گیا علوم شریعت و طریقت کے فاضل تھے احمد آباد میں مزار ہے ۸۵۷ھ میں انتقال فرمایا۔ میاں سادات عالم کا مزار بھی وہیں ہے۔ بی بی تنکنی والی از کاء کی بیٹی کے شکم سے سید حامد قطب۔ سید فضل اللہ رح سید اسمٰعیل۔ سید شہاب الدینؒ اور سید علیم الدین قطب ہوئے۔ ایک فرزند شاہ جلال تھے جو قنوج میں مدفون ہیں۔ سید ناصر الدین کا مزار اوچ میں ہے۔

بندگان عشق کے راز و نیاز سید برہان الدین سہروردی کے عہد میں ایک اور بزرگ شہر احمد آباد ہی کے اندر رہتے تھے جن کا نام شاہ موسیٰ سہاگ تھا شیخ ابوجیب سہروردی سے سلسلہ ملتا تھا ہجڑوں کے ساتھ گاتے بجاتے اور زنانہ لباس پہنتے تھے مگر تھے قطب وقت ایک دفعہ قحط پڑا بارش نہ ہوئی قاضی شہر خود مع حسب ذیل تھا کہا کہ موسیٰ سہاگ سے دعا کرائی جائے بادشاہ اور قاضی دونوں آپکے گھر پہنچے اور عرض کی فرمایا کہ یہ گنہگار رہتا ہی ہے اس طائفہ میں گذر کرتی ہے شاہ موسیٰ کوئی اور ہوگے سخت اصرار پر آسمان کی طرف اٹھایا اور آبدیدہ ہو کر عرض کی کہ میرے خاوند اگر ابھی الٰہی پانی نہ برسا تو میں اپنا سہاگ فنا کر کے رکھدونگی۔ یہ کہہ کر آپ چوڑیاں توڑنا ہی چاہتے تھے کہ ابر اٹھا اور خوب پانی برسا۔ ایک دفعہ علماء نے آپکو زبردستی سفید لباس پہنا کر نماز کیلئے کھڑا کر دیا۔ اللہ اکبر کہتے ہی سارا لباس سرخ ہو گیا۔ سلام پھیر کر فرمایا، میاں میرا کہنا ہی تو سہاگن رہ، اور یہ موئے کہتے ہیں کہ تو رانڈ ہو جا میرا سرخ لباس اتار کر انھوں نے مجھے رانڈوں کا سفید لباس پہنایا تھا۔

علما ڈر گئے اور پاؤں پر گر کر معافی مانگی۔ مشائخین گجرات میں شاہ عالم ایک بڑے بزرگ تھے احمد آباد میں رہتے تھے آپکے انتقال کے فوراً بعد انہوں نے مریدوں کو تجہیز و تکفین کیلئے بار بار ہدایت بھیجا کہ خبردار ان کی چوٹی کو ہاتھ نہ لگانا اور جس حال میں ہیں اسی میں دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی کیا سید برہان الدین اور علماء شریک تھے اس سلسلہ کے فقیر سدا سہاگن کہلاتے مجالس میں رقص کرتے اور لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ کے نعرے لگاتے ہیں۔

امراء اور عوام و خواص کا ہجوم حضرت مخدوم جہانیاں جب دہلی تشریف لائے ہیں تو سلطان فیروز شاہ بھی آپ کا مرید ہو گیا یہ عالم تھا کہ آپ بیک وقت سلطان کی دعوت میں بھی موجود ہوتے تھے اور گھر پر مصروف عبادت پائے جاتے تھے آپ کی یہ کرامات دیکھ اس عہد میں سارے دہلی والے آپکے معتقد ہو گئے اور روزانہ ہزاروں اشخاص مرید ہوتے تھے آپ کی اولاد اور آپکے تمام خلفاء بھی علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار ہوئے بلاد اسلامی میں ہر جگہ آپکے مرید اس زمانہ میں موجود تھے۔

(۴۳) سماء الدین زبیری سہروردی

خاندان علم و فضل حضرت مخدوم شیخ سماء الدین زبیری سہروردی بڑے گرامی قدر اور جلیل المرتبت شیخ تھے آپ شیخ فخر الدین عرف شیخ احمد کے بیٹے اور شیخ جمال الدین ملتانی کے پوتے تھے۔ شیخ جمال الدین بہت بڑے عالم اور ایک صاحب نسبت بزرگ تھے جن کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آپ شیخ راجو قتال سہروردی کے خلیفہ تھے۔ شیخ احمد بھی بہت بزرگ اور ذی علم شخص تھے آپ کا آبائی نسب ستر واسطوں سے جا کر حضرت زبیرؓ سے مل جاتا ہے جو عشرہ مبشرہ میں تھے رسول کریم کے پھپھیرے بھائی تھے اور صحابہ کرام میں فراست و فرزانگی تدبر و عقل دولت و ثروت اثر و رسوخ اور زہد و طاعت کے لحاظ سے گونہ امتیاز رکھتے تھے آپ ۸۰۰ھ میں ملتان ہی کے اندر پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم پائی ناقابل باپ اپنے ہونہار فرزند کو لائق اور سر آمد روزگار بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا یہی وجہ تھی کہ آپ علوم

میں بہت جلد کامل ہو گئے علم و عرفان کی صدائیں بچپن ہی سے فردوس گوش بن رہی
تھیں ہوش سنبھالا تو تصوف کی طرف مائل ہو گئے سلطان المشائخ شیخ کبیر سہروردی کے
مرید ہو گئے اور آپ مجاہدات و عبادات میں مشغول ہو گئے۔ اور آپ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا

طاعت و عبادت عبادت و طاعت کا یہ عالم تھا کہ بارہ برس کی عمر سے ایک تا دم وفات نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ بچپن میں آپ کے والد نے ایک ستارہ
کی شناخت بتا دی تھی۔ جس وقت وہ ستارہ طلوع ہوتا آپ جب کوا سے دیکھ کر فوراً نماز
تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور نہایت خشوع و خضوع سے صبح تک نماز میں مصروف رہتے
باپ کی تربیت اور آپ کا ہی ذوق عبادت آپ کی ترقی کا اور قبولیت کا سبب بن گیا۔
نصف شب گزرنے کے بعد اٹھ کر نماز تہجد پڑھتے اور اس کے بعد نماز نوافل میں
مشغول ہو جاتے جب دل کے دروازے کھلے اور سینہ انوار ربانی سے تجلی گاہ سعادت
بننے لگا تو آپ تہجد کے بعد صبح تک مراقب رہنے لگے پھر نماز عصر و مغرب کا درمیانی
وقت بھی مراقبہ ہی میں گذرتا اکثر ایسا ہوا ہے کہ عشا کی نماز کے بعد جو کھڑے ہوئے
ہیں تو صبح کی نماز پڑھ کر اٹھے ہیں۔ نماز مغرب کے بعد بھی عموماً آپ مراقبہ میں مصروف
ہو جاتے جب عبادت و نماز میں مصروف ہوتے تو نور کا ایک قندیل آپ کے سر مبارک
پر کچھ بلندی سے برابر چمکتا رہتا۔ آپ ضرور عاشق ربانی تھے جذب و استغراق کی
کیفیت بھی اکثر طاری رہتی پھر بھی چونکہ سہروردی خاندان کے چشم و چراغ تھے سلوک میں
آگئے تھے اسلئے اپنے اوقات کو ضروری دنیوی امور کے لئے بھی رکھتے تھے۔ صبح کی نماز ہمیشہ
باجماعت رہی اور چاشت و اشراق کی نمازیں ادا کر کے مدرسہ میں چلے جاتے۔

مدرسہ و خانقاہ آپ نے ایک مدرسہ بھی قائم کر لیا تھا جس میں جملہ علوم و فنون
کی اعلیٰ تعلیم کا اہتمام تھا ہر قسم کی تعلیم ہوتی تھی مگر آپ خود طلباء کو تفسیر و بیان اور
فقہ کی تعلیم دیا کرتے تھے اس عہد میں آپ کا مدرسہ دہلی کی مشہور اور اعلیٰ ترین درسگاہ
تھی جس نے بڑے بڑے یگانۂ روزگار علماء و فضلا پیدا کئے۔ برابر رہی ہیں خانقاہ
معلیٰ تھی جسے آپ علوم باطن کی جامعہ کہہ سکتے ہیں جس میں تزکیہ نفس تصفیہ قلب

اصلاح اعمال۔ درستی عقائد اور ارتقائے روحانیت کی نظری و عملی تعلیم دی جاتی تھی یہ تعلیم خاص تعلیم تھی یہاں اسرار ربانی اور رموز روحانی پر مواعظ ہوتے تھے یہ تعلیم عوام کے لئے نہیں خواص کے لئے تھی۔ راہ عام تو وہی ہے کہ پنجوقتہ نماز سال کے اندر تیس روزے اور چالیسواں حصہ مال بطور زکوٰۃ سالانہ اللہ کی راہ پر دینا وغیرہ۔ راہ خاص میں اللہ سے محبت علمی کے درس ہوتے ہیں اسے وہ بتایا جاتا ہے جسے آنکھ نہیں دیکھ سکتی دل دیکھ سکتا ہے کان نہیں سن سکتے قلب سن سکتا ہے۔ یہ تعلیم سراسر حالی ہے یہاں قال کو چنداں دخل نہیں اس خانقاہ نے سینکڑوں اور ہزاروں کو شمع صمدیت کا پروانہ بنا دیا عوامی خواص اور خواص درجہ قطبیت پر پہنچے۔

فضائل اخلاق

دوپہر تک آپ مدرسہ میں رہتے اور طلباء کو خود تعلیم دیا کرتے ظہر و عصر کے مابین علوم باطنی کی تعلیم دیجاتی عشاء کی نماز کے بعد کھانا تناول فرماتے اور سب کو اپنی اپنی جگہ واپس جانے کی ہدایت فرماتے تھوڑی دیر استراحت فرماکر پھر عبادت میں مصروف ہو جاتے بڑے بڑے علمائے وقت اور مشائخ زمانہ آپ کا ادب واحترام کرتے اور استادان وقت بھی آپ کی تعظیم ملحوظ رکھتے تھے۔ آپ ملتان ہی میں تھے لیکن کچھ حالات ایسے پیش آگئے تھے کہ آپ نے ملتان کی سکونت ترک کرکے دہلی ہی میں توطن اختیار کرلیا تھا جب ملتان سے چلے ہیں تو کچھ عرصہ تک آپ رنتھنور بیانہ اور ناگور میں رہے پھر دارالسلطنت دہلی میں مستقل قیام اختیار کرلیا اخبار الاخیار کے مؤلف شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے

آپ علوم ظاہری و باطنی کے متبحر تھے جذب خواطر میں کمال حاصل تھا جس بیمار کو بھی نظر کرم سے دیکھ لیتے اس کے قلب کی تمام آلائشیں اور جملہ امراض دور ہو جاتے جس کی طرف متبسمانہ دیکھ لیا اس کا نخل آرزو بارآور ہو گیا نہایت خلیق متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔

صاحب گلزار الابرار کا بیان ہے کہ آپ ورع و تقویٰ اور ایثار و بلند ہمتی میں نظیر نہ رکھتے تھے بے نیازانہ زندگی بسر کرتے تھے کسی کی نذر قبول نہ کرتے تھے تمام زندگی خلوص اور

بے بوتی کے ساتھ بسر کر دی بہت شب بیدار تھے کم کھاتے اور کم بولتے تھے آپ دہلی تشریف لائے تو سلطان

سلطان بہلول لودی کی نیازمندانہ عقیدت

بہلول لودی سریر آرائے حکومت تھا۔ بچپن میں کھیل رہا تھا کہ ایک فقیر سامنے یہ صدا لگاتا ہوا گذرا کہ چار درہم میں دہلی کا تخت فروخت کرتا ہوں جسے خریدنا ہو خرید لے۔" بہلول نے بڑھ کر چار درہم دے دیئے یاروں نے مذاق اڑایا۔ مگر فقیر کامل تھا اس نے جو کہا تھا وہ پورا ہوا اور بہلول کو دہلی کی حکومت مل گئی آپ کا آوازہ شہرت فضائے ہند میں گونج رہا تھا دہلی جو تشریف لائے تو سلطان کو بیحد مسرت ہوئی اور وہ بلانے کے بجائے خود آپ کی زیارت کو آپ کے قیام گاہ پر حاضر ہوا اور اطلاع کرائی۔ فرمایا آنے دو سلطان نے آکر قدم چومے اور مؤدب ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا اور کچھ دیر کے بعد عرض کی کہ:-

اس بندۂ ناچیز کو علم ہے کہ دنیا میں حقیقی بادشاہت و حکومت اہل اللہ ہی کی ہے ہم لوگ تو محض ظاہری بادشاہ ہیں ان کے خوانِ کرم کے ریزہ چین ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ سن! اگر تجھے درویشوں کی متابعت کی طاقت نہیں تو ان کے افعال و اعمال ہی کی تقلید کر تاکہ ان کی ظاہری متابعت و تقلید ہی سے زنگ باطن دور ہو جائے پھر فرمایا تین شخص اللہ تعالےٰ کے انعام سے محروم رہینگے۔ اوّلاً وہ بڈھے جو گناہ میں ڈوبے رہیں ثانیاً وہ جوان جو امید توبہ پر ترک معاصی نہیں کرتے۔ ثالثاً وہ بادشاہ جو تخت حکومت پر فائز ہو کر بھی جھوٹے بولیں پھر فرمایا اے بادشاہ تو نے بڑھاپے میں سلطنت پائی ہے دیکھ اللہ سے ڈر اور معصیت اور جھوٹ میں ہمیشہ انجام سے خوف زدہ رہ، اللہ کا شکر کر کہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے۔ سلطان اتنا متاثر ہوا کہ زار و قطار روتا تھا اور اس کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔"

سلطان نے سکون کے بعد کہا کہ گنہگار تو ضرور ہوں پھر بھی مجھے اہل اللہ سے دلی محبت ہے امید و توقع ہے کہ اہل اللہ کی یہی محبت اور ان کی بارگاہ میں نیازمندی روز محشر میری نجات کا باعث بن جائیگی اللہ تعالے مجھ روسیاہ کو بخش دیگا۔

سلطان پھر سلطان ہے اسے روتا دیکھ تمام حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔ عجیب منظر تھا اور عجیب رنگ مسند ارشاد پر مخدوم صاحب متمکن ہیں سامنے سلطان وقت مودب بیٹھا ہے ارد گرد ہر درجہ و حیثیت کے افراد کا ہجوم ہے جیسے گلستان کھل چہک رہا ہے اور سننے والے بت بنے ہوئے ہیں اب یہ منظر کہاں نظر آتے ہیں۔

سلطان سکندر لودی کو دعائے سلطنت

آخر میں مخدوم صاحب نے خوش ہو کر مصلے خاص سلطان کو عطا کیا جسے سلطان نے ادب سے چوم کر سر پر رکھ لیا اور رخصت ہو گیا۔ خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ سلطان جب تک زندہ رہا برابر حاضر خدمت ہوتا رہا۔ ادب کرتا رہا اور جب انتقال ہوا تو آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے فاتحہ پڑھی اور مراقبہ کیا اس کے بعد فرمایا "عجیب خوش قسمت سلطان تھا دنیا میں بھی عیش کر گیا اور آخرت میں بھی اللہ کی محبت کی وجہ سے اعلیٰ رتبہ پایا۔" سلاطین و افراد قوم۔ ملک کے فطری قائد ہوتے ہیں جن کا تتبع عام طور پر کیا جاتا ہے یہ اچھے ہیں تو قوم اچھی ہے اور یہ برے ہیں تو قوم بری ہے۔ وہ مبارک زمانہ تھا کہ سلاطین وقت تک فقرا اور مشائخ کی مجلسوں میں مؤدبانہ حاضر ہوتے اور نصیحت حاصل کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے اخلاق محمود و زرنگار بنے ہوئے تھے جب وہ اپنے بادشاہوں کو اتنا مودب اتنا نیک اور اتنا پاکباز و خدا ترس پاتے تھے تو خود بھی انہی سانچوں میں ڈھلنے کی سعی کرتے تھے۔ وہ قوم ضرور ترقی کرتی ہے جس کے امراء ارجمند ہوتے ہیں کسی کی عظمت و بیداری کا اندازہ کہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے امراء کی کیا حالت ہے اس دور کی تہذیب و خداشناسی کا کیا عالم ہو گا جس میں مخدوم جیسے حق گو اور حق شناس بزرگ اور بہلول جیسے فرمانروا پیدا ہوئے تھے۔

سلطان سکندر لودی باپ کے مرنے پر مخدوم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ قبلہ عالم میری تمنا ہے کہ میں حضرت سے "میزان الصرف" پڑھوں فرمایا بہتر ہے چند سطور پڑھ کر بادشاہ نے "اسعدک اللہ فی الدارین" کے معنے دریافت کئے فرمایا "نیک بخت کرے اللہ تجھے" عرض کی تین مرتبہ تکرار کرا دیجئے تین بار تکرار کر کے سکندر لودی نے ہاتھ چومے اور مؤدبانہ عرض کی کہ حضرت میں تو اپنے متعلق یہ الفاظ آپ کی زبان سے سننا چاہتا تھا، سن لیے آرزو پوری ہو گئی مخدوم صاحب کو بادشاہ کا یہ حسن ادب بہت پسند آیا مراقبہ میں سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ تو سکندر وقت ہو مخلوق کو تجھ سے فائدہ پہنچے اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر لیا. چنانچہ سکندر لودی انتہائی مخالفتوں اور امراء و وزراء کی خوفناک سازشوں کے باوجود حصول سلطنت میں کامیاب ہوا. سکندر لودی کے متعلق کم لوگوں کو یہ علم ہو گا کہ وہ صاحب دل سلطان تھا اور "فنافی الشیخ" تک کی تعلیم سید حاجی عبد الوہاب سہروردی سے حاصل کر چکا تھا.

کشف و کرامات

سلطان بہلول لودی کے فرمان نویس کا بیٹا شیخ محمد بڑا فاجر و فاسق تھا مولانا جمالی نے اسے خدمت عالی میں حاضر ہونے سے روکنا چاہا اور کہا کہ تجھ جیسے فاسق کے لئے یہ مجلس نہیں آپ نے فرمایا آنے دو اور حضرت حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھا ۔ ہمہ کس طالب یار اند چہ ہشیار چہ مست ÷ ہمہ جا خانۂ عشق است چہ مسجد چہ کنشت ۔ سنتے ہی شیخ محمد کی حالت دگرگوں ہو گئی چہرہ متغیر ہوا قدموں پر گرا اور توبہ کر کے زمرۂ مریدین میں داخل ہو گیا. ایک روز نماز اشراق کے بعد ایک درویش نے مکتوبات عین القضاۃ پیش کئے. آپ نے فرمایا عجیب بزرگ تھے ایک دفعہ بیک وقت بیس عورتوں میں شرکت کی اور حجرے میں بھی موجود رہے. شیخ جمالی یہ سن کر کچھ متحیر ہوئے. ظہر کے وقت حجرہ کے اندر سے دستک کی آواز آئی شیخ طشت اور لوٹا لیکر دوڑے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ہی حجرے میں آپ ہی جیسی چار ہستیاں چاروں گوشوں میں متمکن ہیں. تھوڑی دیر کے بعد ایک ہی پیکر نظر آیا. فرمایا جمالی اللہ

تعالےٰ نے درویشوں کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ اگر چاہیں تو بیک وقت سو جگہ موجود ہو سکتے ہیں کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ (سیر العارفین)

علاقہ ناگور میں ایک عفیفہ آپ کی مرید تھیں۔ وہ اپنی گائے کا دودھ آپ ہی کی نذر کر دیا کرتی تھیں۔ اتفاقاً چور اس گائے کو لے گئے انہوں نے عرض کی کہ میں تو نماز میں مشغول تھی آپ میری گائے مجھے منگوا دیں۔ نماز ختم بھی نہ کرنے پائی تھیں کہ آپ کے خادم نے آواز دی کہ بی بی آپ کی گائے آگئی لے لیجئے۔

آپ بہانہ میں کچھ دنوں رہے ہیں وضو کرانے اور شانہ و رومال رکھنے کی خدمت مولانا جمال کے سپرد تھی جو آپ کے اعاظم خلفاء میں تھے۔

آخری عمر میں آپ کی بصارت جاتی رہی تھی ایک روز آپ نے اپنے دروازہ پر کھڑے ہو کر بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ بار الٰہا! میں ہمیشہ تیری مخلوق سے محبت و شفقت کرتا رہا ہوں سب سے نرمی اور رفق کے ساتھ ملا ہوں اس کا اقتضا تو یہی ہے کہ تیری تمام مخلوق میری آنکھوں میں سمائی رہے۔ دعا مقبول ہوئی آپ کی آنکھوں میں از سر نو روشنی آگئی۔ حالانکہ پیری کے سبب گئی تھی اور لاعلاج صورت اختیار کر چکی تھی۔

انتقال پُرملال وصال سے چند سال ہی پیشتر خواجہ قطب الاقطاب نے خواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ حوض شمسی کے کنارے آپ کے لئے جگہ مقرر ہو چکی ہے چنانچہ آپ اکثر اس جگہ جایا کرتے اور مراقب رہتے وصال سے ایک ہفتہ پیشتر شوق کا اتنا غلبہ تھا کہ ہر وقت محو و مستغرق رہتے تھے اس دوران میں آپ نے کسی سے بھی کوئی بات نہ کی۔ ہر وقت ذکر و شغل میں مصروف رہے جب نماز کا وقت ہوتا تجدید وضو کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور پھر مشاہدہ باری میں محو ہو جاتے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہتا۔

۱۷ جمادی الاول [illegible]ھ کو عشاء کی نماز پڑھ کر آنکھ کھلی محویت و استغراق سے ہوش میں آئے مسکرائے اور آنکھیں بند کر کے واصل بحق ہوئے۔

حاجی سید عبدالوہاب مولانا عبداللہ ۔ مولانا شیخ جمال، شیخ نصیرالدین روزنما اور شیخ عبدالغفور (پوتے) غسل میت میں شریک تھے۔ جس وقت جسم مبارک پر پانی ڈالا جاتا اور کلمہ شریف پڑھا جاتا تو مذکورہ بزرگوں نے بچشم خود آپ کے ہونٹ ہلتے دیکھے اور اپنے کانوں سے "اللہ اللہ" کی تکرار سنی اور انگشت شہادت کو اٹھا ہوا دیکھا۔ یہ رنگ دیکھ کر حاضرین پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی آنکھیں نم ہوگئیں اور قلوب پر بہت اثر پڑا۔ سلسلہ سہروردیہ کے مشاہیر بزرگوں میں سے خاکسار کاتب الحروف کا سلسلہ آپ ہی تک پہنچتا ہے اور آج بھی آپ کی اولاد میں وہ بزرگی تو نہیں مگر دنیوی عزت و خوشحالی موجود ہے۔ عموی محترم اور متقی وقت مولوی سعید احمد صاحب مؤسس و مہتمم اسلامی ہائی اسکول آگرہ نے بالین مزار پر ایک کتبہ نصب کرا دیا ہے جس پر تاریخ پیدائش و وفات کے ساتھ یہ مؤثر اور نصیحت آمیز شعر بھی کندہ ہے ۔

از مزار اہل حق جز دولت عقبےٰ مخواہ زینہار از ترک دنیا کر دگان دنیا مخواہ

بعد وصال حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی ؒ نے جو حضرت بابا فریدالدین گنج شکر ؒ کے یگانہ دہر خلیفہ گذرے ہیں آپ کے پوتے شیخ عبدالغفور کو خواب میں بتایا کہ تمہارے جد بزرگوار " چار یار کبار " کی خدمت میں رہتے ہیں اللہ اللہ یہ درجہ ہے ہمارے مخدوم و بزرگ کا۔

مقبرہ و خانقاہ مخدوم صاحب کا مقبرہ مہرولی (قدیم دہلی) میں آج بھی زیارتگاہ خلق بنا ہوا ہے جس کے اندر متعدد مساجد اور بکثرت مقام موجود ہیں ایک عالی شان گنبد ہے جس کے اندر بھی کچھ قبریں ہیں سامنے ہی سڑک کے دوسری طرف جانب مشرق آپ کی خانقاہ بھی تاحال قائم ہے جو سوہن برس کے نام سے مشہور ہے آپ کے تصرف و کرامت سے آسمان سے سونے کے ریزوں کی بارش ہوتی تھی اسی سے یہ شاندار اور وسیع خانقاہ تیار ہوئی گو اس کی حالت اچھی نہیں تاہم اس کے دیکھنے اور اس کے اندر قدم

رکھنے سے عبرت کی ایک دنیا نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وقت اس کی عظمت وشان کا پایہ کتنا بلند ہوگا صرف ایک دالان ایک صحنچی اور ایک شکستہ دروازہ اور دیوار موجود ہے جو اپنی عظیم الشان وسیع اور پرشکوہ ہیں کہ محل شاہی کا گمان ہوتا ہے سنا کرتے تھے کہ اہل اللہ جہاں ایک لمحہ بھی بیٹھ جاتے ہیں قیامت تک وہاں تصرف قائم رہتا ہے کوئی دل والا اس کے اندر قدم رکھ کر دیکھے کہ اس کی کیا حالت ہوتی ہے اور اب تک کتنے تصرفات نمایاں نظر آتے ہیں ہمیں بسلسلہ عرس صرف ایک مرتبہ اس خانقاہ عالیہ میں حاضر ہونے کی عزت حاصل ہوئی معاً تمام لطائف بیدار ہو گئے اور حرکت کہیں سے کہیں پہنچ گئی مولانا شمس الدین زبیری بانی بتی اپنی نیک مزاجی و عقیدت سے اب تک اس کی نگہداشت کر رہے ہیں اور سالانہ عرس کرتے ہیں۔

زندگی میں متعدد و مفید اور معرکہ آرا کتب تصنیف کیں جن میں "حاشیہ لمعات عراقی" اور "مفتاح الاسرار" وغیرہ مشہور ہیں جن میں شریعت و طریقت کے اہم نکات اور ان کا حل موجود ہے کتنی شاندار اور قابل تقلید زندگی ہے اور آپ کیسی باہمہ اور بے ہمہ زندگی بسر کر گئے نہ دنیا ترک کی اور نہ اس سے گونہ تعلق رکھا اللہ تعالٰے نے حیثیت بھی دی تھی اور زن و فرزند بھی تھے گھربار بھی تھا۔ گھربار بھی تھا مدرسہ و خانقاہ بھی تھی۔ تعلیم بھی دیتے تھے مرید بھی کرتے تھے۔

عالم بھی تھے فاضل بھی تھے۔ محدث بھی تھے۔ مفسر بھی تھے۔ فقیہ بھی تھے ولی بھی تھے اور عارف بھی۔ اچھا کھایا بھی اور اچھا پہنا بھی۔ اچھی معاشرت بھی رکھی اور اللہ کو بھی نہ بھولے۔ آپ کی زندگی صحیح اسلامی زندگی کا ایک شاندار نمونہ تھی۔

روایات کو بھی آپ نے پوری طرح قائم رکھا سلاطین و امراء تک مرید تھے اور ملک کے ہر حصہ میں آپ کے مرید پھیلے ہوئے تھے ملک کی سیر

بھی کی بہت سے سفر بھی ہوئے نہایت با اخلاق اور کریم النفس بزرگ تھے اللہ نے اپنی تمام نعمتیں آپ کو عطا کر دی تھیں۔

مخدوم صاحب کے دو بیٹے شیخ عبداللہ بیابانی اور شیخ نصیرالدین

اولاد و خلفاء تھے اول الذکر بڑے باعظمت ولی تھے اور عشق الٰہی میں اپنی ہستی بالکل فنا کر چکے تھے ہر نماز کے لئے نیا غسل کرتے اور نئے کپڑے پہنتے زہد و طاعت بے نظیر رکھتے تھے۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ کے روضۂ اقدس کے جوار میں مشغول ذکر الٰہی رہتے بادشاہ ہمایوں آپ کا بہت ادب کرتا تھا بہت معتقد تھا بارہا اس نے آپ کی خدمت میں اشرفیوں کے توڑے بطور نذر پیش کئے مگر آپ نے کبھی کچھ قبول نہ کیا۔ البتہ جب حاضر خدمت ہوتا تو اسے بزور ہدایت فرماتے کہ دیکھ عدل و انصاف کو نہ بھولنا کہ تیرا اولیں فریضہ عمل یہی ہے ورنہ بروز حشر مبتلائے عذاب ہو گا وہ سنتا اور زار زار روتا ۱۹۳۶ھ میں وصال ہوا۔

حضرت شیخ جمالی آپ کے خادم خاص اور خلیفہ عادل تھے علم و فضل اور شعر و ادب میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ زبیری تھے۔ بہت بڑے مجاہدے کئے اور مرشد گرامی کی صحبت و توجہ سے درجۂ کمال کو پہنچے ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے جب جذب طاری ہوتا تو جسم پر ایک تہبند کے سوا کچھ نہ ہوتا بہت سیاحی کی دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور راستے میں تمام مشائخ اور اولیا سے ملتے گئے بڑے بلند پایہ شاعر تھے نعت شریف میں تاریخ آج تک آپ کا یہ شعر نہ بھلا سکی اور نہ بھلا سکے گی ؎

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات مے نگری در تبسمی

جتنے اہل دل آپ کا یہ شعر سنتے رہے وجد میں آتے رہے جسم پر مٹی پڑی ہوتی تھی برہنہ تن اور برہنہ پا ہوتے تھے اور ایک تہبند باندھے ممالک اسلام کی

سیر کرتے پھرتے تھے مولانا رومؒ اور مولانا جامی سے بھی وہاں پہنچکر ملے اور خوب صحبتیں رہیں سنہ ۹۴۲ھ میں وصال ہوا۔

ہمایوں چونکہ بہت معتقد تھا اس لئے اس نے مہرولی میں باغ ناظر کے قریب روضہ بنوایا۔ مزار آجتک حاجت روائے خلق ہے اور روضۂ جمالی کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ اودھن زین العابدین دہلوی جد مادری حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھی آپ ہی کے خلیفہ تھے صائم الدہر قائم اللیل اور مرجع خلائق بزرگ گزرے ہیں سنہ ۹۴۳ھ میں وصال ہوا۔

(۴۱) خواجہ غریب نواز چشتیؒ

خاندانی حالات و عظمت حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ حقیقت میں سلطان الہند اور ایک سرآمد روزگار بزرگ بزرگ گذرے ہیں آپ ہی نے کفرستان ہند میں روشنی اسلام پھیلائی اور اشاعت دین قیم کے لئے چپہ چپہ پر اپنے خلفاء اور علماء کے باطنی کا ایک جال پھیلا دیا جو غیر مسلموں کو لوائے اسلام کے سائے میں لانے لگے

آپ محض ایک جلیل القدر ولی نہ تھے بلکہ آپ ہندوستان کے سب سے بڑے اور سب سے پہلے اسلامی قائد تھے جن کے مساعی گرامی سے نہ صرف یہ کہ ارض ہند کے تاریک اور کفر پرور گوشوں میں اشعۂ اسلام جگمگا ئیں بلکہ سلطنت اسلامی بھی قائم ہوگئی۔

بظاہر تو ہندوستان میں اسلام کا بانی و موسس سلطان شہاب الدین غوری اور اس کا لائق و شجاع جنرل اور نائب السلطنت قطب الدین ایبک مشہور ہے مگر بباطن یہ بنائیں خواجہ غریب نواز ہی کی قائم کردہ و استوار کی ہوئی ہیں صحیح النسب سید اور اولاد رسول تھے سنہ ۵۳۰ھ میں بمقام سنجر کتم عدم سے پردۂ وجود

پر جلوہ گر ہوئے۔ آثارِ ولایت و عرفان بچپن ہی سے ناصیۂ سعادت پر نمایاں تھے۔ اللہ تعالےٰ نے دولت و ثروت سب کچھ دے رکھی تھی آپ کے والد گرامی سید غیاث الدین حسن سنجریؒ کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر صرف چودہ برس کی تھی اور ناز و نعم کے ساتھ پلے بڑھے تھے ..... دو بھائی تھے۔ آپ کے حصہ میں ترکۂ پدری سے ایک وسیع و پُر فضا باغ اور ایک پن چکی آئی تھی۔ اس کی آمدنی بھی وافر تھی۔ آپ اسی باغ میں کام کر رہے تھے کہ ایک روز حضرت ابراہیم قلندر مجذوبؒ تشریف لائے۔ آپ بہت عزت و ادب سے پیش آئے۔ انگور کے چند خوشے پیش گئے۔ جنہیں کھا کر انھوں نے تھوڑی کھلی اپنے منہ میں چبا کر آپ کو دی جس کے کھاتے ہی آپ کی طبیعت دنیا سے سیر ہو گئی اور سینہ میں انوار الٰہی چمکنے لگے۔

سیّاحی و بیعت

تھوڑی دیر بعد اٹھے۔ سب کچھ فروخت کر کے اللہ کی راہ میں لٹایا اور گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ سمرقند پہنچکر علوم ظاہری کی تکمیل کی اور کئی سال کے بعد بارادۂ حجاز چل کھڑے ہوئے اور علاقہ نیشاپور کے قصبۂ ہارون میں پہنچکر قطب وقت حضرت عثمان ہارونیؒ سے مرید ہوئے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس آغوش ناز میں آپ کو کیا ملا کہ بیس سال چھ ماہ کی طویل مدت یہیں بسر کر دی۔ خدمت پیر میں رہکر مجاہدات کیئے۔ باطنی نعائم سے فیض اندوز ہوئے اور ہر وقت ان کے ساتھ رہنے لگے۔ ان کا سامان و توشہ مبارک پر ہر جگہ اٹھائے پھرتے تھے۔ ان کے ساتھ متعدد حج بھی کیئے۔ خرقۂ خلافت تو ڈھائی سال ہی کی مدت میں عطا ہو گیا تھا۔ مگر تشنۂ کرم دامن کہاں چھوڑ سکتا تھا۔

یہاں سے تکمیل کمال کے بعد ڈھائی ماہ شیخ نجم الدین کبریؒ کی خدمت میں بسر کیئے اور کوہ جودی ہوتے ہوئے بغداد شریف میں حضرت غوث پاکؓ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے اور انہی کے ہمراہ کئی سفر بھی کیئے۔ بغداد ہی میں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں بھی رہے۔ ہمدان پہنچے تو وہاں کے بزرگ جلیل والد الدینؒ کی صحبت میں رہے اور حضرت یوسف ہمدانیؒ سے ملاقات کر کے تبریز آئے۔ حضرت ابوسعید تبریزیؒ سے

استفاضہ کیا۔ اصفہان میں خواجہ محمود اصفہانی سے ملاقات کی۔ میہنہ آکر خواجہ ابوسعید میہنوی سے ملے۔ میہنہ سے استرآباد آئے اور حضرت بایزید بسطامیؒ کی اولاد میں سے ایک بزرگ خواجہ ناصرالدینؒ صاحب ولایت سے ملاقات کی جن کی عمر اس وقت ۱۲۷ سال کی تھی۔ غزنی آکر شمس العارفین شیخ عبدالواحد غزنویؒ سے ملے اور وہاں سے صلحاء اولیاء اللہ سے شرف نیاز حاصل کرکے عازم ہندوستان ہوئے۔ اس سفر میں اور بھی مختلف مقامات ہرات، بلخ، بخارا بھی تشریف لے گئے۔ اس سفر میں ایک خادم ہر وقت ساتھ رہتا تھا۔

عبادت واستغراق سفر حجاز میں حضرت خواجہ عثمانیؒ نے کعبہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے لئے دعا کی تھی اور عرض کی تھی کہ رب قدیر "معین الدین" کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اسی وقت آواز آئی تھی کہ ہم نے قبول کرلیا۔ پھر روضہ اطہر پر جاکر سلام عرض کیا۔ تو جواب میں کہا گیا تھا علیک السلام یا قطب المشائخ ہند کی ولایت ہم نے تجھے دی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ عثمانؒ نے اشاعت دین قیم کے لئے آپ کو ہندوستان کی طرف روانہ کیا اور اسی وقت آنکھیں بند کراکر سارا ہندوستان آپ کو دکھا دیا گیا تھا۔ بعض تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ عثمانؒ نے جب خرقہ خلافت عطا کیا۔ تو اپنی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف کرکے کہا کہ "معین دیکھ" دیکھا تو تمام فضائے ملکوت وجبروت آپ کی نگاہوں کے سامنے تھی جس وقت خلافت عطا ہوئی اس وقت سن شریف باون سال تھا۔ یہ حالت تھی کہ رات رات بھر بیدار رہتے اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ بعض اوقات ایک ایک روز میں دو دو قرآن ختم کئے ہیں۔ دوران سفر میں تو ہر وقت قرآن پڑھتے رہتے تھے سیرالاقطاب میں مرقوم ہے کہ مکہ معظمہ ہی میں ایک روز آپ مراقب تھے۔ ندا آئی تھی کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ ہم تجھ سے بہت خوش ہیں۔ جو طلب کرےگا پائےگا۔ عرض کی الٰہی میرے اور میرے مریدوں کے مریدوں کو بخش دے۔ حکم ہوا بخش دیا۔ عرض کی کہ جب تک میرے مرید بہشت میں نہ جائیںگے میں اس کے اندر قدم نہ رکھوںگا۔

بعض اوقات استغراق و محویت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ نماز کے وقت حضرت قطب الاقطاب به آواز بلند گوشِ مبارک پر صلوٰۃ کہتے تھے ، دوش مبارک پکڑ کر جنبش دیتے۔ کئی کئی بار تکرار کرتے جب کہیں جاکر آنکھیں کھلتیں اور غیر ملتے کیا کروں شرع محمدی سے چارہ نہیں نماز بہر کیف فرض رہی ہے۔ حجرہ میں تشریف لے جاتے تو پھر محویت بن جاتے حجرہ کے سامنے پتھر رکھدیئے جاتے تھے۔ اول نظر انہی پر پڑتی اور وہ خاکستر ہو جاتے، صاحب اقتباس الانوار لکھتے ہیں کہ چالیس روز تک جسم مبارک اپنے کیف نورانی کے باعث کسی کو نظر ہی نہ آیا۔ غرض یہ کہ آپ کا رتبہ بہت بلند اور منصب بہت رفیع تھا۔

ارضِ ہند میں ورودِ سعید آپ شہر لاہور میں بحکم حضور نبی کریمؐ تشریف لائے تو دو ماہ تک حضرت مخدوم علی علوی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے روضۂ منورہ پر معتکف رہے۔ اس کے بعد جب دہلی پہنچے تو چالیس اشخاص آپ کے ساتھ تھے۔

دہلی میں آپ کچھ عرصہ تک مقیم رہے۔ کفار نے ہرچند آپ کو نقصان پہنچانے کی سعی کی کہ اس وقت یہ شہر کفرستان تھا۔ آپ برابر اذانیں دے دیکر نمازیں ادا کرتے رہے۔ مگر کوئی آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ ایک شخص ایک عظیم سازش کا نمائندہ بن کر چھری زیر بغل سامنے آیا۔ مگر آتے ہی لرز گیا۔ علمائے ظاہر خود کو وارث انبیاء بتاتے تو ہیں مگر غور کیجیے کہ کسی عالم میں یہ قوت تھی کہ وہ ان حالات میں دہلی اور اجمیر کے اندر قدم رکھ کر اپنی جان سلامت لے جاسکتا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ انبیاء کے مقابلے جو کفار سے ہوئے ان میں طاقت بازو سے کہیں زیادہ ان کی روحانیت کام کرتی رہی۔ کس عالم میں طاقت تھی کہ وہ ہندوستان کے جادوگروں اور دشمنوں سے تنہا عہدہ برآ ہو سکتا علمائے باطن کو اللہ تعالے نے علم اور روحانیت دونوں عطا کئے ہیں اور وہ ان کے ذریعے دشمنوں سے خود کو محفوظ بھی رکھ سکتے ہیں اور ان پر غالب بھی آسکتے ہیں۔

مہاراجہ ہند کی ماں نجوم و کہانت میں کمال رکھتی تھی۔ اس نے بارہ برس پیشتر ہی اپنے بیٹے پرتھی راج سے کہدیا تھا کہ ایک مرد بزرگ فلاں حلیہ کا اس ملک میں آکر تیرے

اور تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ اسی وجہ سے راجہ ہمیشہ متفکر رہتا تھا اور اس نے احکام صادر کر دیے تھے کہ فلاں حلیہ کا اگر کوئی شخص . . . .

. . . .

. . . . سلطنت کے کسی حصہ میں پایا جائے تو اسے گرفتار کر کے فوراً حاضر کیا جائے اسے بہت کچھ انعام ملیگا۔ چنانچہ جب سامانہ میں پہنچے تو سرہنگان سلطنت نے شناخت کر کے کہا کہ آپ کوئی بزرگ شخص معلوم ہوتے ہیں۔ آیئے ہم آپ کو کسی معقول جگہ ٹھہرائیں۔ مراقبہ میں رسول کریم نے ہدایت کر دی ان لوگوں کے فریب میں نہ آنا آپنے انھیں صاف جواب دے دیا۔ اجمیر شریف ۱۰ محرم ۵۶۱ھ میں تشریف لائے۔

ملازمان راج اور جادوگروں سے مقابلے

اجمیر شریف میں بالکل نو وارد تھے جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے روکا کہ یہاں مہاراج کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ آپ اٹھ کر تالاب اناساگر پر جا بیٹھے۔ جہاں صد ہا بت خانے تھے۔ اگلے روز ساربانوں نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو وہ وہاں سے نہ اٹھ سکے۔ اور جب لوگوں نے آکر معافی مانگی تو اونٹ اٹھ سکے۔ لوگوں نے راجہ سے جا لگائی کہ غیر مذہب کے کچھ لوگ ہماری پرستشگاہ کے قریب آٹھہرے ہیں۔ راجہ نے حکم دیا کہ پکڑ کر نکال دو۔ سرہنگان راجہ جو پہنچے اور ہجوم کیا تو حضور نے آیۃ الکرسی خاک کی ایک چٹکی پر پڑھ کر پھینک دی جس پر . . پڑی وہ وہیں کا وہیں بے حس وحرکت ہو کر رہ گیا تیسرا ہی روز تھا کہ راجہ اور تمام اہل شہر تالاب پر پوجا کے لئے جمع ہوئے رام دیو مہنت ایک جماعت کثیر کے ساتھ آپ کو بجبر اٹھانے کے لئے بڑھا۔ نظر جو اٹھائی تو جسم پر لرزہ طاری تھا۔ اسی وقت پاؤں پر گرا اور اسلام قبول کر لیا۔

پہلا مسلمان تھا جو آگے چل کر بڑے مرتبہ پر فائز ہو گیا۔

تالاب سے اٹھے تو ایک آفتابہ میں پانی بھر لیا۔ جس سے کل تالاب کا پانی خشک ہو گیا۔ راجہ گھبرا گیا اور جیپال جوگی کو جو ارض ہند کا سب سے نامور اور بڑا جوگی تھا بلوایا۔ جو مرگ چھالا پر سوا ڈیڑھ ہزار چیلوں کو ساتھ لئے ہوئے بسرعت اجمیر پہنچ گیا اور ایک

خوفناک قوت کے ساتھ مقابلہ کے لئے بڑھا۔ اس طرح کہ جادو کے شیر اژدہے ساتھ تھے اور سب آگ کے چکر پھینکتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ مخلوقِ عظیم ساتھ تھی۔ ہمراہی جادو کا یہ وحشت خیز سامان دیکھ کر گھبرائے۔ آپ نے سب کے گرد حصار کھینچ دیا۔ اب ایک طرف سے سانپ بڑھنے شروع ہوئے۔ دوسری طرف سے شیر چلے اوپر سے اور سامنے سے آگ برسنی شروع ہو گئی۔ وحشت ناک سماں تھا۔ اہل شہر تک لرز رہے تھے۔ کوئی حصار کے اندر قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ آپ نماز میں مصروف تھے جس کے بعد آپ نے ایک مٹھی خاک جو پھونک کر پھینکی سارا طلسم فنا ہو کر رہ گیا۔ اب میدان صاف تھا اور جیپال ہزیمت زدہ مطیع اس نے اسی وقت پاؤں پر گر کر معافی مانگی مسلمان ہوا اور مرتبہ کمال کو پہنچا۔ اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔ اسے "پرواز" کا پورا ملکہ تھا چنانچہ اڑا تو افلاک کی بلندیوں میں جا داخل ہوا۔ مگر حضور کی کھڑاویں مارتی ہوئی اسے اتار لائیں۔ اللہ کی دین ہے کہ وہ انتہائی شقاوت پسندوں اور بدبختوں کو ہدایت دے کر آن کی آن میں انتہائی سعید بنا دیتا ہے۔

یہ بھی غور کیجئے کہ وراثتِ انبیاء کے مدعی علمائے ظاہر اگر خواجہ غریب نوازؒ کی جگہ ہوتے اور اجمیر میں یہی حالات پیش آتے تو وہ کیا کرتے۔ یہ کام صرف علمائے باطن ہی کا ہے۔

سلطنت اسلام کا قیام و بشارت

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ "روحانی ترقیاں، پرواز اور روشنی" غیر مذاہب میں بھی تھی اور اب بھی کسی حد تک رہ گئی ہے۔ مگر نبوت کا دور بدل جانے سے غیر مذاہب فقراء پہلے ہی قدم کو آخری قدم سمجھتے ہیں۔ اور "بالا" کو چھوڑ کر اسی کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں۔ حقیقی ترقی اب صرف اسلام ہی میں ہے۔ اور اسلام سے پیشتر اپنے اپنے اوقات میں دیگر مذاہب میں بھی رہی ہے کہ "مونس الارواح" کی سند کے مطابق مجاہدات و ریاضات کی کثرت کی وجہ سے جیپال کا فلک اول تک پرواز کرنا ثابت ہے یہی اس کی انتہا تھی۔ ہمارے ہاں فنائیت کی پہلی ہی منزل میں پہنچے تک بھی

عرش تک پرواز کر لیتے ہیں اور "کلمہ" کی تعلیم ہی میں جو ترقی کا پہلا علمی دروازہ ہے وہ کچھ دیکھتے ہیں جو دوسرے مذہب کے منتہی بھی نہیں دیکھ سکتے۔ راجہ پرتھی راج کو اپنی اس شکست اور جیپال جیسے گرو کے مسلمان ہونے کا سخت رنج تھا۔

وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ مگر اس کے قلب میں آپ کا قیام اجمیر کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ اس کی ماں نے اسے ہر چند سمجھایا کہ "بیٹا پرتھی راج میں سمجھاتی ہوں اور کہتی ہوں جو آج سے بارہ سال پیشتر کہا تھا کہ تو اس فقیر کامل کا مقابلہ نہ کر اس کی دشمنی سے باز آ۔ اسکی عزت و تکریم کر ورنہ تو اور تیری حکومت دونوں ان کے ہاتھوں تباہ ہو کر رہ جائینگے۔ مگر اس نے ایک نہ سنی اور بار بار کہنے اور سمجھانے پر نہ سنی سلطان شہاب الدین غوری کی پہلی اتفاقیہ شکست اور باز رفت نے اس کے حوصلے بہت ہی بڑھا دیے تھے۔ خیال کرتا تھا کہ کرامت اور چیز ہے ورنہ مسلمان میدان جنگ میں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہزار بار لڑیں تو بھی شکست کھائینگے۔ فطری دشمن اسلام تھا۔ گو ڈرتا تھا! مگر پھر بھی مسلمانوں کو تنگ کرتا رہتا تھا۔ ایک روز اس نے کسی مسلمان پر ظلم کیا غصہ آگیا اور لکھ بھیجا کہ من ترا زندہ بدست لشکر اسلام سپردم اور اسی شب کو آپ نے سلطان شہاب الدین غوری کو خواب میں بشارت دی کہ ہندوستان پر فوراً حملہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اس دفعہ تجھے ضرور کامیاب کریگا۔ راجہ حضرت کی تحریر دیکھ کر ہنس دیا۔ مگر کچھ ہی دن بعد سلطان سے عظیم شکست کھا کر زندہ گرفتار ہوا اور مارا گیا۔ سلطان فتح کے بعد سب سے پہلے اجمیر آیا اور خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں باریاب ہو کر قدم چومے اور نماز جمعہ ادا کری تین روز قیام کرنے کے بعد رخصت ہو گیا۔ اجمیر میں راجہ کا بیٹا ہی باج گذار راجہ کی حیثیت سے مسند نشین کر دیا گیا۔

کرامات و خوارق عادات

ایک روز آپکی خدمت میں ایک عورت روتی ہوئی آئی۔ عرض کی کہ میرے بیٹے کو حاکم شہر نے قتل کر دیا۔ آپکو رحم آگیا اور خدام کو ساتھ لیکر عصا لیے ہوئے قتل گاہ میں جا پہنچے۔ مقتول کا سر دھڑ سے ملا کر فرمایا کہ اے شخص اگر واقعی تو بے گناہ مارا گیا ہے تو اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلنا تھے کہ مقتول کی نعش کو حرکت ہوئی

زندہ ہو گیا اور اپنا سر اٹھا کر خواجہ غریب نوازؒ کے پاؤں پر رکھ دیا۔ اور خوش خوش اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا۔ حاکم شہر یہ سن کر لرز گیا اور اس نے آکر معافی مانگی۔

ایک شخص نے خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میری زندگی بڑی ہی تنگدستی میں گذر رہی تھی۔ میں نے خواجہ غریب نوازؒ کی طرف رجوع کیا۔ خواب دیکھا کہ آپ نے تشریف لا کر مجھے چند روٹیاں عنایت کیں۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ساٹھ برس گذر چکے ہیں۔ ہر روز مجھے ضرورت کے مطابق خرچ مل جاتا ہے اور میں اور میرے تمام گھر والے آرام و آسودگی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ خواب تھا فضل الٰہی تھا کہ سرحلقۂ اولیاء نے تجھ پر کرم فرمایا اور تیری عسرت رفع ہو گئی۔

ایک روز آپ مشاہدۂ حق میں مصروف تھے کہ ایک مرید نے آکر عرض کی کہ حضور حاکم شہر نے مجھے بہت تنگ کر رکھا ہے اور میری جلا وطنی کا حکم بھی صادر کر دیا۔ پوچھا حاکم ہے کہاں؟ کہا سوار ہو کر کہیں باہر گیا ہے۔ فرمایا تو جا وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ واپس گیا تو یہ خبر شہر میں تھی جس وقت خواجہ بزرگ پہلی پہل دہلی آئے ہیں ایک شخص بغل میں چھری دبائے ہوئے حملہ کی نیت سے سامنے آیا۔ حضرت نے فرمایا آیا ہے۔ تو اپنا کام کر۔ وہ یہ الفاظ سنتے ہی تھر تھر کانپنے لگا۔ قدموں پر گرا۔ اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھتے ہی بہت سے افراد مسلمان ہو گئے۔

جب آپ ہرات سے سبزوار تشریف لائے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہاں کا حاکم شیعہ ہے ظالم ہے جو شخص اپنے بچوں کا نام ابوبکرؓ یا عمرؓ رکھتا ہے قتل کرا دیتا ہے۔ بیحد متعصب ہے نام یادگار مرزا ہے اور یہ اسی کا باغ ہے جس میں لب حوض آپ مقیم ہیں۔ لوگوں نے منع بھی کیا کہ آپ یہاں نہ بیٹھیں سخت ظالم ہے پرواہ نہ کی۔ اتنے میں حاکم بھی بڑے شکوہ و طمطراق کے ساتھ آ پہنچا منع کرنا تو کجا۔ نظر جو پڑی تو لرزنے لگا اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ نہ صرف اس پر بلکہ اس کے تمام امراء و ملازمین پر وحشت طاری ہو گئی آپ رحم دل بھی بہت تھے اور تو کس کی جرأت تھی آپ نے خود ہی اٹھ کر اس کے منہ پر پانی چھڑکا ہوش میں جو آیا توبہ کی اور اس کے تمام امراء وغیرہ بھی تائب ہو کر مرید ہو گئے۔ یادگار مرزا نے

توبہ کر کے اپنا تمام خزانہ اور زر و جواہر اللہ کی راہ پر لٹا دیئے۔ غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کر دیا۔ اور اللہ کے دین اور رحمٰن کریم کا کرم ملاحظہ کیجئے کہ یہی شخص جس کا نامۂ اعمال الٹا کا پورا سیاہ تھا۔ آن کی آن میں قدوسیوں کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ باغی دوست بن گیا۔ اور خلافت پا کر ہرات کا صاحب ولایت ہوا۔

بلخ پہنچے تو یہاں ایک صاحب حکیم ضیاء الدین رہتے تھے جو بہت بڑے متبحر عالم تھے مگر بہت مغرور، خود پسند تھے اور اولیائے کرام کی عظمت سے قطعی انکار تھا حضرت نے خود دست مبارک سے ایک کلنگ شکار کر کے اس کے کباب تیار کئے۔ اسی وقت یہ صاحب بھی آ گئے آپ نے ایک کباب انہیں بھی دیا جس کے کھاتے ہی بے ہوش ہو گئے ہوش جو آیا تو حالت ہی اور تھی مرید ہوئے۔ کتب فلسفہ جلا دیں اور توجہ خاص سے چند ہی روز میں کامل ہو گئے۔

قیام لنگر خانہ اور تعلیمات

اجمیر شریف میں آپ نے ایک عظیم الشان خانقاہ بھی تیار کرائی مسجد بھی بنوائی اور لنگر خانہ بھی جاری کر دیا جہاں اب روضۂ منورہ بنا ہوا ہے وہیں آپ کا لنگر خانہ تھا۔ کسی سے ایک پیسہ بھی نہ لیتے تھے۔ نہ کوئی آمدنی تھی۔ جب خرچ ختم ہو جاتا۔ خادم عرض کرتا تو مصلّٰی کا گوشہ اٹھا کر اس کے نیچے سے حسبِ ضرورت رقم خادم کو دیدیتے۔ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ اس لنگر خانے میں اتنا کھانا تیار ہوتا تھا کہ کئی ہزار افراد روزانہ دونوں وقت کھاتے تھے اور اتنی برکت تھی کہ اگر دگنے اور چوگنے آدمی بھی آ جاتے تو کمی نہ پڑتی۔

آپ اس کتاب میں جا بجا لنگر خانوں کا ذکر پڑھینگے۔ آج کوئی ان کی عظمت نہیں سمجھتا مگر مسلم بزرگوں، امیروں اور ولیوں نے تقسیم طعام کو ہمیشہ خوشنودی رب قدیر کا ذریعہ سمجھا اور یہ تو خالق اکبر کی خاص صفت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جتنا خوش اپنے بندوں کو کھلانے اور ان کے پیٹ بھرنے سے ہوتا ہے۔ اتنا اور کسی چیز سے نہیں ہوتا۔ دوسرے اس طرح تبلیغ کا کام بھی خوب ہوتا ہے۔ طلباء اطمینان سے تعلیم پاتے۔ نو مسلم بے فکری کے ساتھ رہ کر اپنی حالت سنبھال سکتے۔ طالبانِ حقیقت آزادی کے ساتھ خانقاہ میں

کر کسبِ کمال کرتے قدیم زمانہ میں ہر مرکزی خانقاہ اور نامور بزرگ کے ساتھ لنگرخانہ ضرور ہوتا تھا اور ایسے لنگرخانے فقراء، اُمراء کی طرف سے تمام ملک میں جاری تھے۔

فرمایا کہ جو فقر و فاقہ بیماری و موت کو دوست رکھتا ہے اللہ تعالےٰ اسے دوست رکھتا ہے۔ فرمایا بلائے سخت اور بیماری میں مبتلا ہونا صحت ایمان کی دلیل ہے۔ آپ تو اللہ سے اس کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ فرمایا جس دل میں محبت ہے اس میں جو کچھ بھی آئے گا جل جائے گا۔ فرمایا۔ میں نے قیدِ جسم سے باہر آکر جو دیکھا تو معلوم ہوا عشق۔ عاشق اور معشوق سب ایک ہیں۔

فرمایا غریبوں سے محبت رکھو اور جھوٹ غیبت سے بچتے رہو۔ فرمایا کہ خدا کے دوست میں یہ چار صفات ضرور ہوں گی۔ تواضع، شفقت۔ سخاوت اختیار صحبت صالحین بمسلمانوں کا مسلمانوں کو ذلیل سمجھنا بیحد نقصان رساں ہے فرمایا تین چیزیں گوہر نفس ہیں۔ دشمن سے دوستی کرنا۔ اپنے افلاس کو چھپانا اپنا دکھ درد کسی سے نہ کہنا۔ فرمایا۔ خدا پر توکل کئے رہو اور کسی سے کوئی توقع و غرض نہ رکھو۔

فرمایا خدا کو پہچاننے والا خلقت سے ہمیشہ متنفر رہتا ہے۔ فرمایا جس کے دل سے غیر حق اٹھ گیا وہ عارف ہے۔ فرمایا عاشق وہ ہے کہ اگر آج صبح کی نماز ادا کرے تو دوسری صبح تک اسی کے خیال میں محو رہے۔ فرمایا عارف وہ ہے جس کا دل کونین سے بیزار ہو۔ فرمایا ثابت قدم مرید وہ ہے جس سے بیس سال تک کوئی گناہ سرزد نہ ہو (مونس الارواح)

فرمایا غم کو خوشی اور فاقہ کو فخر سمجھو۔

تبلیغی مساعی اور انتقال

قاضی حمید الدین ناگوریؒ لکھتے ہیں کہ رسول کریمؐ کی ہدایت حکم کے مطابق آپ نے نکاح کئے۔ جن سے متعدد اولاد ہیں۔ ان میں آپ کی صاحبزادی حافظ جمال صاحب ولایت خاتون گذری ہیں آپ نے انھیں خلافت دیکر مستورات کی تبلیغ و اصلاح کے لئے مامور کیا تھا۔ یہاں ہم یہ حقیقت واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ آپ کے پیش نظر صرف ایک مقصد تھا اور وہ تھا تبلیغ

اسلام اور اصلاح مسلمین۔ ایک طرف تو آپ نے اپنی بیٹی کو کامل بنا کر مستورات میں تبلیغ کے لئے مامور کیا اور دوسری طرف آپ نے اپنے خلفا کو ہندوستان کے اہم مراکز میں اسی مقصد کی تکمیل کے لئے مقرر کیا۔ آپ کی خانقاہ سے ہزاروں اشخاص درجہ ولایت حاصل کر کے اور اولیا بن کر نکلے اور دنیا بھر میں پھیل گئے ہندوستان میں جو آج اتنے مسلمان نظر آ رہے ہیں یہ دہلی و اجمیر کے چشتیہ اور ملتان کے سہروردیہ خاندانوں کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔ جس شب کو انتقال ہوا ہے تمام شب حجرہ سے لوگوں کے چلنے پھرنے کی آوازیں آتی رہیں۔ دسیرۃ السالکین کی روایت کے مطابق شب انتقال چند بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریمؐ فرما رہے ہیں کہ میں اپنے معین الدین کی پیشوائی کو آیا ہوں۔ پھر دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے مجھے بخش دیا اور ساکنان عرش کے نزدیک مجھے جگہ ملی ہے بعہد شمس الدین التمش ۶۳۳ھ میں وصال ہوا۔ صاحب مرآۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ آپ مقامات قطبی و غوثی اور قطب الاقطابی سے گذر کر قطب وحدت و مرتبہ محبوب پر فائز ہو چکے تھے۔ ستر برس تک شب کو نہیں سوئے دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر مراقب رہتے۔ دنیا کے اکابر مشائخ میں گذرے ہیں۔

لارڈ کرزن نے درست لکھا ہے کہ ہندوستان میں ایک قبر حکومت کر رہی ہے اور وہ قبر خواجہ غریب نوازؒ کی قبر ہے۔

(۴۵) حضرت خواجہ قطب الدینؒ

ولادت و تعلیم حضرت خواجہ قطب الدین قطب الاقطاب اوشی ۵۸۴ھ میں بمقام اوش تعابع فرغانہ کتم عدم سے پردۂ وجود پر جلوہ گر ہوئے جس شب پیدا ہوئے تمام گھر میں روشنی نہیں بلکہ زمین سے لیکر آسمان تک نور ہی نور نظر آتا تھا۔ سید حسینی ہیں۔ پیدا ہوتے ہی سر سجدہ میں جھکا دیا۔ مادر زاد ولی تھے کم سنی ہی میں یہ عالم تھا کہ جو زبان سے نکلتا فوراً عمل میں آجاتا۔ ڈھائی برس کی عمر میں یتیم ہو گئے آپ کی والدہ گرامی بڑی نیک اور عبادت گذار خاتون تھیں۔ نصف قرآن حفظ تھا۔ جب

نماز و قرآن پڑھتیں تو آپ کو پاس بٹھا لیتیں۔ جوامع الکلم میں ہے کہ جب آپ کی عمر چار برس چار ماہ کی ہوئی تو آپ کی ماں نے دھوم دھام سے بسم اللہ کی تقریب کرنی چاہی اور ایک غلام و کنیز اور کچھ زر نقد ساتھ کر کے مکتب روانہ کیا راستے میں حضرت خضر نے کہا کہ مکتب نہیں۔ آپ کو حضرت ابا حفص کے مدرسہ میں لے جاؤ کہ وہ عارف کامل ہیں چنانچہ آپ وہیں پہنچائے گئے اور آپ نے انھیں بزرگ سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ صاحب سبع سنابل نے لکھا ہے کہ انہی ایام میں حضرت خواجہ بزرگ اوش میں داخل ہوئے۔ ماں نے ان کے پاس بھیجا۔ کچھ پڑھانا چاہتے تھے حکم ہوا اور غیبی ندا آئی ٹھہرو قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی آپ کی تعلیم کے لئے آرہے ہیں۔ ادھر انھیں حکم ہو گیا اور وہ بذریعہ "طے ارضی" ناگور سے ایک لمحہ میں اوش پہنچ گئے اور آپ کو تعلیم دی اور صرف چار روز میں قرآن ختم کر لیا۔

چونکہ آپ کی والدہ قرآن پڑھتے وقت آپ کو پاس بٹھائے رکھتی تھیں اس لئے نصف قرآن تو آپ کو پہلے ہی یاد ہو گیا تھا۔

دہلی میں رجوعات خلق

تکمیل علوم کے بعد آپ سیر کرتے ہوئے بغداد تشریف لائے اور وہیں مسجد امام ابو اللیث سمرقندی میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی شیخ اوحد الدین کرمانی شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمود اصفہانی کے سامنے آپ حضرت خواجہ غریب نواز کے مرید ہوئے اور کچھ مدت کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ مختلف شہروں میں پھرے اور اولیائے کبار کی زیارت کرتے ہوئے ہندوستان تشریف لے آئے سب سے پہلے آپ نے ملتان میں شیخ بہاؤ الدین زکریا سہروردی اور شیخ جلال الدین تبریزی کے پاس قیام کیا تینوں بزرگوں میں بہت دوستی اور خاص محبت ہو گئی۔ کچھ دنوں تک خوب صحبتیں رہیں۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے آئے۔ سلطان التمش نے باہر نکل کر استقبال کیا اور بہت عزت و تکریم کے ساتھ ٹھہرایا۔ آپ نے خواجہ بزرگ کو لکھا جواب دیا دہلی ہی میں رہو اور ہدایت خلق میں مصروف رہو۔ دہلی میں آپ اس جگہ ٹھہرے تھے جہاں اب مقبرہ ہمایوں ہے۔ سلطان

ہر چوتھے روز ملنے آتا. آخر بہ منت آپ کو مہرولی لے آیا اور اپنے قریب ہی ایک حویلی اور مسجد اعز الدین آپ کے سپرد کر دی۔ اسی مسجد میں بیٹھ کر آپ خلق اللہ کی خدمت میں مصروف ہوئے لاڈو سرائے کے جنگل میں اس حویلی کے نشانات اب تک موجود ہیں جہاں پہنچکر قلب کی کچھ اور ہی حالت ہو جاتی ہے. تمام امرائے دہلی آپ ہی خدمت میں حاضر ہونے لگے خلقت کا ہجوم رہنے لگا.

مولانا بدر الدین غزنوی نے مرید ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ شیخ الاسلامی کا عہدہ آپ کو پیش کیا گیا مگر آپ نے انکار کر دیا. آپ کی ہر دلعزیزی دیکھ کر شیخ الاسلام نجم الدین صغری کو آپ سے عداوت ہو گئی جو حد انتہا کو پہنچکر اس کی بربادی کا باعث بنی یہ حالت تھی کہ خواجہ غریب نواز اس کے گھر اس سے ملنے گئے تو بھی اس نے رُخ نہ کیا بہت کہنے پر بولا میں تو ویسا ہی نیاز مند ہوں مگر آپ نے یہاں اپنا ایک مرید ایسا وارد کیا ہے کہ اس کے سامنے نہ میرا چراغ جلتا ہے اور نہ مجھے کوئی پوچھتا ہے آپ نے قطب صاحب کو ساتھ لیجانا چاہا مگر جب خلقت عظیم کو غم مفارقت میں دہاڑیں مار کر رونے دیکھا تو آپ مجبور ہو گئے. کہ اتنے دل دکھانا مناسب نہیں.

حضرت قطب صاحب جسے تعلیم فرماتے کامل بنا دیتے صاحب روضۃ الاقطاب لکھتے ہیں کہ آپ کے مرید ہونے سے پیشتر روزانہ تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے اسی دوران میں آپ کی شادی ہو گئی. شباب کا زمانہ نئی شادی شوق میں وظیفہ ترک ہو گیا تین روز اس کی صحبت میں بسر کئے. تیسری شب ایک شخص نے جس کا نام رئیس تھا خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان قصر ہے جس کے ارد گرد مخلوق جمع ہے۔ دیا ایک لپستہ قد بزرگ اس کے اندر آتے اور جاتے ہیں پوچھا کیا معاملہ ہے کسی نے کہا کہ یہ قصر قصر نبوی ہے اور یہ بزرگ عبداللہ بن مسعودؓ ہیں رئیس دوڑ کر گیا عرض کی سلام کے بعد کہہ دیجئے کہ میں بھی زیارت کا آرزو مند ہوں عبداللہ نے واپس آکر فرمایا ارشاد ہوا ہے کہ تجھ میں ہمارے دیکھنے کی اہلیت نہیں ہے آج ہی جا کر قطب الدین بختیار سے کہدے کہ تو روز ہم پر تحفہ بھیجتا ہے مگر تین روز سے ایسا غافل ہوا

کہیں بھی بھول گیا۔ آپ یہ سنتے ہی روئے اور بیوی کو بھر ذکر چھوڑ دیا۔ یہ بیعت سے پیشتر کا ذکر ہے گویا خود اپنی طرف کشش کی جا رہی ہے۔ سیر العارفین میں مرقوم ہے کہ آپ ہمہ وقت مستغرق رہتے نماز کا وقت آتا تو آنکھیں کھول کر اٹھتے غسل کر کے وضو فرماتے اور پھر نماز ادا کرتے ہر نماز تجدید غسل و وضو کے ساتھ پڑھتے۔ راحۃ القلوب میں ہے کہ ایک دفعہ آپ قاضی حمید الدین سہروردی اور مولانا بدرالدین غزنوی تینوں جامع مسجد دہلی میں معتکف ہو گئے روزانہ دو دو قرآن ختم کرتے۔ ایک روز تینوں بزرگوں نے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کرنے اور ہر رکعت میں ایک قرآن پڑھنے کا مشورہ کیا چنانچہ قاضی کی امامت میں یہی کیا گیا اور پھر دعا مانگی گئی کہ بار الٰہا معاف کر کہ ہم سے تیری بندگی کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ندا آئی۔ دوستو! ہم نے تمہیں بخشا اور تمہیں اپنے عاشقوں میں قبول کیا حضرت خضر بھی آپ سے ملتے رہتے تھے جوامع الکلم میں مرقوم ہے کہ حضرت کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ حجرے کا دروازہ بند کئے مراقب بیٹھے رہتے آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہر شخص کو اندر جانے کی اجازت نہ ہوتی جب خلقت ہجوم کرتی چلاتی اور منت کرتی تو باہر تشریف لا کر ایک ایک پیالہ پانی کا سب کو پلواتے وعظ فرماتے اور دروازہ بند کر کے پھر مشاہدہ ربانی میں مصروف ہو جاتے۔

کرامات و خوارق عادات

ایک دفعہ امیر اختیار الدین روپیوں کے کچھ توڑے لیکر حاضر خدمت ہوا۔ منت کی منظور نہ کئے اسے کچھ ناگوار ہوا آپ نے اپنے مصلے کا گوشہ اٹھا کر کہا کہ دیکھ۔ دیکھا کہ زرد سیم کا دریا ہے جو بہا چلا جا رہا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ جسے یہ تصرف عطا کرے اسے تمہارے تحائف زر کی ضرورت نہیں۔ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری مولانا علاؤ الدین کرمانی سید نور الدین مبارک قطب الاقطاب صاحب اور متعدد اور بزرگ ایک مجلس میں جمع تھے حج پر گفتگو شروع ہو گئی آپ نے فرمایا کہ خاصان خدا کو یہ تصرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے طواف کے لئے خواہ وہ کہیں بھی ہوں خانہ کعبہ شریف کو وہیں بھیج دیتا ہے اسی لمحہ مجلس پر کچھ

از رفتگی کا عالم طاری ہوا اور دیکھا کہ کعبہ شریف سامنے ہے سب نے طواف کیا اس کے بعد غیب سے ندا آئی عزیزو! تمہارا حج ہم نے قبول کر لیا اس مجلس میں حضرت بابا صاحب بھی شریک تھے یہ تصرف و کمال دیکھ کر اور زیارت کر کے سب لوگ بہت خوش ہوئے (فوائد المسلمین)

ایک روز قطب ایک اشرفیوں کے چند توڑے نذر کو لایا آپ مسکرائے اور فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں سلطان کو بڑا لگا بوریہ پر بیٹھے ہوئے تھے اس کا کونہ جو اٹھایا تو یہ دیکھ کر شرمندہ ہو گئے کہ ایک دریا ہے جس میں ہزارہا توڑے بہے چلے جا رہے ہیں۔

ایک دفعہ بابا صاحب ساتھ تھے کہیں جا رہے تھے جمنا حائل تھی سورۂ اخلاص پڑھ کر جو پھونکی دریا میں راستہ ہو گیا اور چلے گئے۔ ایک بڑھیا روتی ہوئی آئی کہ میرا نو برس کا بچہ عرصہ سے غائب ہے مراقبہ کیا اور فرمایا کہ جا تیرا بچہ گھر آ گیا جا کر اس سے پوچھا تو بولا میں ملک روم میں تھا ایک سوداگر لے گیا تھا۔ ایک شخص نے شہر کے باہر لا کر میری آنکھیں بند کرا ئیں کھولیں تو خود کو گھر میں پایا۔

ایک دفعہ آپ اور قاضی حمید الدین ناگوری کہیں جا رہے تھے تین روز کے بھوکے تھے کہ ایک بکری نمودار ہو کر دو جَو کی روٹیاں سامنے رکھ کر چلی گئی دونوں نے کھا لیں اتنے میں ایک بڑا بچھو دوڑا ہوا دریا پر گیا دریا نے راستہ دیدیا دونوں بزرگ بھی پیچھے گئے دیکھا کہ ایک شرابی مدہوش پڑا ہے اور ایک سیاہ و عظیم سانپ اسے ڈسنا چاہتا ہے بچھو نے پہنچتے ہی سانپ کے ڈنک رسید کیا اور غائب ہو گیا۔ تعجب کر رہے تھے کہ ایسے فاسق و فاجر پر یہ کرم! ندا آئی کہ آخر بروں کی حفاظت ہمارے سوا کون کرے (سیر الاولیا)

وصال و انتقال خانقاہ شیخ علی سنجری میں تمام بزرگ جمع تھے قوالوں نے قصیدہ شیخ احمد جام گایا جب اس شعر پر پہنچے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

آپ کو حال آیا ایسا کہ حالت نازک ہو گئی قاضی حمید الدین ناگوری اور دیگر بزرگ قوال

سمیت مکان پر لے آئے۔ قوالی پھر شروع ہوئی تین روز یہی حالت رہی کہ مثل مرغ بسمل تڑپتے صرف نماز پڑھ کر پھر مشغول ہو جاتے تیسری روز ہر بن مو سے خون جاری ہو گیا اور تسبیح اسم ذات شروع ہوئی مصرعہ اولے پر بے دم ہو جاتے اور دوسرے مصرعہ پر گویا حس و حرکت پیدا ہو جاتی دہن مبارک سے آہ نکلتی تو قاضی حمید الدین منہ پر ہاتھ رکھ کر کہتے کہ کیا آپ زمین و آسمان کو آگ لگا دینگے آخر اسی حالت میں جان بحق ہوئے کہ سر قاضی صاحب کے پہلو میں تھا اور پاؤں مولانا بدر الدین غزنوی کے آغوش میں ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ کو وصال ہوا وصیت تھی کہ نماز جنازہ وہ پڑھائے جس نے کبھی حرام نہ کیا ہو اور تکبیر اولیٰ ترک نہ کی ہو۔ اس عہد مبارک میں بھی ان صفات کا کوئی نہ نکلا آخر سلطان التمش سامنے آیا اور کہا کہ آج راز فاش ہوا اور نماز نہ پڑھائی۔

جس وقت جسد اطہر قبر میں رکھا ایک سبز رنگ کا پرچہ نمایاں ہوا تھا۔ لکھا تھا

"دوست ہیں تجھ سے راضی تو مجھ سے ہو"

فقر و فاقہ گھر میں اکثر فاقے رہتے جب کچھ نہ ہوتا آپ کی اہلیہ شرف الدین بقال کی عورت سے کچھ قرض لے لیا کرتیں ایک دفعہ اس نے مغرورانہ کہا کہ ہم پڑوس میں نہ ہوتے تو تم کہاں سے گذر کرتیں آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا جب ضرورت ہو حجرہ کے طاق سے کاک اٹھا لیا کرو۔ آپ اپنی تکلیف اور فاقوں کا ذکر بھی کسی سے پسند نہ فرماتے راحت القلوب میں لکھا ہے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ تمام زن و فرزند اور خدام تک بھوکے پڑے رہے۔

حافظ قرآن تو تھے ہی تلاوت میں مصروف رہتے تھے جب آیات خوف و ہراس پر پہنچتے تو روتے اور اکثر بے ہوش ہو جاتے اور جب آیات رحمت پڑھتے تو تبسم فرماتے اور وجد کرنے لگتے۔ شوق شکر کا عالم ہمہ وقت طاری رہتا تھا (آداب المریدین)

ایک روز مجلس میں سلوک پر گفتگو ہوئی۔ آپ ایک آہ کھینچکر بیہوش

ہو گئے اور سات روز سکر کا عالم طاری رہا صرف نماز کے وقت نماز پڑھ لیتے تھے خواجہ بزرگ کی جو مسجد ہے وہ اولیاء مسجد کہلاتی ہے حوض شمسی بھی بڑی مقدس جگہ ہے جہاں شہداء کی ارواح سیر کناں دیکھی گئی ہیں کیوں نہ دیکھی جائیں کہ عالم خواب میں رسول کریم یہاں تشریف لائے تھے۔ ......

اور انہی برکت سے پانی نکلا تھا۔ مزار شریف مہرولی شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے پائیں بلندی پر قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی کا مزار ہے جو آپ کے استاذ انتہائی رفیق دوست اور یگانہ روزگار ولی گذرے ہیں جن صاحب دل بزرگوں نے ان دونوں مزارات کے مابین نماز پڑھی ہے وہی سمجھ سکتے ہیں کہ پڑھنے والوں کو کتنا ذوق و کیف پیدا ہوتا ہے اور کیا ملتا ہے سماع سے ان دونوں بزرگوں کو عشق تھا سلطنت اور علماء کی طرف سے سماع روکنے کی بڑی پرشکوہ مساعی کی گئیں مگر ان کے تصرف سے کوئی کامیاب نہ ہو سکا۔

(۴۶) بابا فرید الدین گنج شکرؒ

ولادت و علم و فضل حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ ارض ہند کے مشاہیر اولیاء میں ہیں آپ کے دادا شیخ شعیب اہل و عیال سمیت کابل سے لاہور آتے تھے چونکہ فضلائے عصر سے اسلئے قاضی مقرر ہوئے ان کے بعد آپ کے والد حضرت شیخ سلیمان بھی قاضی ہوئے۔

آپ کی والدہ صاحبہ بی بی قرسم خاتون بنت مولانا وجیہ الدین بڑی بزرگ اور صاحب ولایت تھیں آپ مادر زاد ولی تھے۔ ایک دفعہ کہیں آپکی والدہ نے دوران حمل میں ہمسائے کی بیری کا ایک بیر کھالیا تھا اسی وقت شکم مبارک میں درد پیدا ہو گیا تھا جسے آپنے بلا علم بڑے ہو کر ایک دفعہ جتا بھی دیا تھا شہر میں رمضان کے چاند کے متعلق ابر کے باعث کچھ اشتباہ تھا ایک ابدال نے لوگوں سے کہا مطمئن رہو

آج کی شب قاضی صاحب کے ہاں بچہ ہو گا جو آگے چل کر قطب وقت بنے گا۔ اگر اس نے صبح کو دودھ نہ پیا تو روزہ رکھنا۔ چنانچہ آپ نے دودھ نہ پیا اور سب نے روزہ رکھا رمضان بھر یہی عالم رہا کہ دن بھر دودھ نہ پیتے (سیر السالکین) چار برس کے ہوئے تو مکتب میں بٹھائے گئے اور ایک قلیل وقفہ مدت ہی میں تمام ضروری علوم سے فراغت پائی۔

ایک روز آپ ملتان کی مسجد مولانا منہاج الدین میں بیٹھے کتاب نافع پڑھ رہے تھے یہیں قطب الاقطاب صاحب تشریف لے آئے۔ مرید ہو کر ساتھ ہوئے۔ فرمایا تکمیل علوم کے بعد میرے پاس آنا۔ یہ سنتے ہی آپ قندھار آئے۔ کچھ عرصہ یہاں پڑھنے کے بعد دارالعلوم بغداد میں ایک مدت علم حاصل کرتے رہے اور سند فضیلت حاصل کر لی اس مدت میں آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ شیخ بہاؤ الدین حمویؒ شیخ واحد الدین کرمانیؒ شیخ سیف الدین باخرزیؒ اور شیخ فرید الدین محمد نیشاپوریؒ کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے اور فیض پاتے رہے۔ اس کے بعد اپنے مرشد گرامی کے پاس دہلی آ گئے۔ خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب دین سہروردیؒ کی صحبت میں رہا۔ دس ہزار دینار سے کم روزانہ فتوح نہ تھی۔ مگر سب راہ خدا میں اسی روز لٹا دیتے تھے۔ شیخ اجل شیرازی سے بھی دہلی میں ملے۔ شیخ سیف الدین باخرزیؒ نے دیکھ کر فرمایا مشائخ روزگار میں ہو گا۔ اور اولاد و مرید بہ کثرت ہو گے۔ اسی طرح آپ بخارا، بلخ، نیشاپور، بدخشاں اور ہرات ہوتے ہوئے ملتان آئے اور یہاں شیخ الاسلام حضرت بہاؤ الدین زکریا سہروردیؒ کے پاس قیام کیا۔

خوفناک مجاہدات اور ریاضات

ظاہر ہے کہ اتنے بزرگوں کی صحبت و فیوض ہی نے آپ کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہو گا اور واقعی پہنچ گئے تھے۔ مگر آپ کو تو یگانۂ روزگار بننا تھا۔ اس لئے مرشد گرامی نے آپ کو مجاہدات کی ہدایت کی دروازہ غزنوی کے برابر جو برج تھا۔ اسی میں آپ مصروف مجاہدہ ہو گئے ہفتہ میں ایک بار قطب الاقطاب سے ملنے جایا کرتے تھے۔ پھر قطب صاحب نے روزہ رکھوایا

کہ جب نحیب سے ملے تو کھانا. چھ روز گذر گئے تھے. بھوک سے بے حال تھے کہ سنگریزوں کو اٹھا کر اضطراب میں منہ میں رکھ لیا وہ شکر ہو گئے. اسی روز سے شکر گنج خطاب ملا۔ سیر الاولیا اخبار الاخبار اور سیر العارفین میں آپ کے اس خطاب کے متعلق اور بھی مختلف روایات ہیں. پھر آپ نے مرشد گرامیؒ کے حکم سے چالیس روز تک ایک قصبہ کی مسجد کے ایک کنوئیں میں لٹک کر مجاہدے کئے. دن بھر مراقب رہتے اور شب کو راز دار موذن آپ کو کنوئیں میں الٹا لٹکا کر رسی درخت سے باندھ دیتا. ایسا ہی چلہ شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ اور حضرت محمد چشتیؒ نے بھی کئے تھے.

اس کے بعد بھی آپ چلے کرتے رہے جن کے باعث اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ جب خواجہ غریب نوازؒ دہلی تشریف لائے ہیں اور آپ کو دیکھا ہے تو آپ تعظیم کو کھڑے نہ ہو سکے گر پڑے اور رقت طاری ہو گئی. خواجہ غریب نوازؒ کی شان رحم و کرم مشہور ہے. رحم آگیا فرمایا بختیار اس جوان کو کب تک مجاہدات میں جلائے گا. اب کچھ عطا کر. عرض کی آپ کے سامنے میری کیا مجال ہے. چنانچہ دونوں بزرگوں نے آپ کو درمیان میں لیکر اللہ سے دعا کی اسم اعظم بتایا اور دولت کونین بخش دی. پھر کیا تھا. تجلی زار انوار بن گئے خواجہ قطب الاقطابؒ نے خرقۂ خلافت. عصا. مصلی. نعلین چوبین اور دیگر تبرکات بھی آپ ہی کو عطا کر کے اپنا جانشین مقرر کیا اور یہ امانت حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے سپرد کر کے وصال پایا. جو آپ کے تشریف لانے پر آپ کے حوالے کر دی گئی. لکھا ہے کہ آپ کئی سال تو جنگلوں میں پھرتے، مجاہدات کرتے اور پتے کھاتے رہے اور ایسے ایسے مجاہدات کئے جن کے سننے سے دل لرز جاتا ہے.

کشف و کرامات

مجاہدات کی فراوانی اور غلبۂ عشق الٰہی نے آپ کو خلوت پسند بنا دیا تھا. جہاں پہنچتے خلقت ہجوم کرتی. چنانچہ آپ ہانسی سے لاہور اور لاہور سے اجودھن پہنچ گئے. جو اس وقت ایک غیر معروف قصبہ تھا. یہاں ایک زبردست اور صاحب استدراج جادوگر رہتا تھا جو صرف آٹھویں روز دودھ پیتا تھا اتنا کہ شہر والے اپنے اپنے گھروں سے دودھ لاتے تھے اور وہ جادو کے زور سے سب چڑھا جا

بڑا شہرہ تھا روحانیت بھی تھی جوگی کے متعدد مقامات طے کرچکا تھا. لیکن بعض مقامات نہ کھلتے تھے۔ اس کا نام شمبھو ناتھ تھا۔ آپ کا شہرہ سن کر وہ بھی آیا اور خیال کیا کہ اگر یہ فقیر کامل ہے تو میرے کانوں کے مندرے خود بخود نکل پڑینگے۔ چنانچہ سامنے پہنچتے ہی ایسا ہی ہوا۔ پھر سوچا کہ یہ ان مندروں کو بارآور کریں تو سمجھوں۔ آپ نے نور باطن سے معلوم کرکے انھیں مٹی میں دبا دیا تو اسی وقت شاخیں پیدا ہوگئیں۔ بولا معتقد تو ہوگیا اب روحانیت دیکھنی ہے۔ میں غائب ہوتا ہوں۔ آپ مجھے ڈھونڈھ نکالیں چادر اوڑھ کر لیٹا تو روح پرواز کرگئی۔ حضرت نے فرمایا ٹھہر آگے تیرا گذر نہ ہوگا کہ وہ مقام اہل ایمان کا ہے۔ چنانچہ آپ اس کی روح کو پکڑ لائے۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ اللہ کی دین ملاحظہ ہو یہی کافر ازلی مرید ہوکر درجۂ ولایت پر فائز ہوتا ہے۔ اور آپ اسے سیرستان کا شاہ ولایت مقرر فرماتے ہیں۔ نہ صرف وہ جوگی بلکہ اس کے تمام چیلے بھی مسلمان ہوکر اولیاء ہوجاتے ہیں (اقتباس الانوار)

ایک جوان مرید ہونے کے لئے چلا۔ راستہ میں ایک مہ جمال حسین عورت مل گئی رات کو دونوں خلوت میں گئے تو یک بیک ایک شخص نے غیب سے نمودار ہوکر طمانچہ مارا کہ بے ادب مرید ہونے جارہا ہے اور راہ میں گناہ کے ارتکاب پر آمادہ ہے۔ اس نے توبہ کی اجودھن پہنچا تو فرمایا شکر ہے کہ تجھے ایک فاحشہ کے مکر سے نجات ملی (سیر المشائخ)

صاحبزادہ شہاب الدینؒ نے قاضی اجودھن کی شکایت کی کہ مجھے بہت برا بھلا کہا بے عزتی کی۔ غصہ جو آیا عصا زمین پر دے مارا۔ اسی وقت قاضی کے شکم میں درد شروع ہوگیا۔ معافی کے لئے آرہا تھا کہ راستہ ہی مرگیا (تاریخ فرشتہ)

آپ کے خرید کردہ قطعہ زمین پر ایک شخص نے ملکیت کا دعویٰ کیا۔ حاکم دیپال پور نے طلب کیا۔ لکھا قصبہ والوں سے تحقیق کرلو۔ حکم دیا حاضری ضرور ہے۔ فرمایا اس گردن شکستہ سے کہو کہ ہمارے پاس نہ سند ہے اور نہ گواہ۔ اعتبار نہیں تو متنازعہ زمین سے خود پوچھ لے ہزارہا لوگوں کے سامنے زمین نے خود کو آپ کا بتایا۔ حاکم متعجب ہوا۔ پھر گرا اور گردن ٹوٹ گئی اور مرگیا (خزینۃ الاصفیاء)

آپ کا دوست محمد شاہ رنجیدہ نظر آیا۔ پوچھا تو کہا کہ بھائی کو نزع کے عالم میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ فرمایا جا تیرا بھائی اچھا ہو گیا (راحت القلوب)

حسن قوال نے لڑکی کی شادی کے لئے کچھ مانگا تو فرمایا تو جانتا ہے کہ میرے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں۔ بولا تو اس اینٹ کو کہہ دیجئے کہ اٹھا لے۔ چپ رہے۔ پھر فرمایا کہ اٹھا لے وہ سونے کی ہو گئی۔ اسی طرح تین اینٹیں اٹھا لیں، تینوں سونے کی ہو گئیں۔

دیپال پور کے حملے میں فوج کے آدمی ایک تیلی کی خوبصورت بیوی کو بھی پکڑ لے گئے۔ یہ روتا ہوا آیا۔ فرمایا تین روز میرے پاس رہ۔ اللہ مالک ہے۔ اسی روز ایک عہدیدار نے آ کر عرض کی کہ مجھ پر عتاب شاہی ہوا ہے۔ دعا کیجئے۔ فرمایا اچھا جو انعام وغیرہ ملے اس تیلی کو دیدینا۔ وہ تیلی کو ہمراہ لیکر حاکم دیپال پور کے پاس گیا۔ بحال کر دیا۔ اور خلعت دیکر ایک خوبصورت کنیز انعاماً عطا کی۔ عہدیدار نے سب کچھ تیلی کو دے دیا۔ دیکھا یہ وہ کنیز اس کی بیوی تھی۔ دونوں نے سجدہ شکر ادا کیا اور ظفر ہو کر آپ کی خدمت میں آ رہے

سلطان بلبن پر بارش کرم فرید

سلطان ناصر الدین اوچ اور ملتان پر لشکر کشی کے سلسلہ میں قدمبوسی کے لئے اجودھن میں بھی حاضر ہوا۔ اس کے بعد چار گاؤں کی سند اور کچھ زر نقد دے کر بلبن کو بھیجا۔ زر نقد تو اسی وقت تقسیم کر دیا سندیں واپس کر دیں کہ اس کے مستحق و طالب نہیں۔ پشت پر لکھوایا:

شاہ مارا دہ دہ منت نہد　　　رازق ما رزق بے منت دہد

اسی وقت بلبن نے سوچا سلطان لاولد ہے کیا اچھا ہو کہ حضرت کی دعا سے بادشاہی مجھے مل جائے کہ وہ آپ کا مرید بھی تھا۔ آپ نے نظر اٹھا کر فرمایا:۔

"فریدون فرخ فرشتہ نہ بود۔ زعود و زعنبر سرشتہ نہ بود۔ زداد و دہش یافتہ اونیکوئی۔ تو داد و دہش کن فریدون توئی" (سیر الاولیاء)

چنانچہ بلبن کو سلطنت مل گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن اپنے مرشد کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور عرض کی کہ بندہ تو کئی بار شرف اندوز سعادت ہو چکا ہے مگر بیگمات کو زیارت کی آرزو بے تاب بنائے ہوئے ہے۔ بندہ نوازی ہو گی اگر دہلی تشریف

لے چلیں۔ فرمایا فقیروں کی تو یہ سنت نہیں کہ امرار کے گھر جائیں۔ مگر مشیت ایزدی میں چارہ نہیں چلو دہلی پہنچ کر حرم سرائے شاہی میں قدم رکھا۔ عالی بخت عزیزہ بانو بنت سلطان ڈیوڑھی پر مؤدب کھڑی تھیں۔ نظر جو پڑی تا دیر دیکھتے رہے۔ پوچھا کون ہے کہا غلام زادی ہے۔ خاموش ہو گئے اور کچھ دیر بیگمات کو شرف اندوز زیارت کر کے چلے آئے سلطان نے وزیر سے تمام واقعہ کہکر حکم دیا میل خاطر معلوم ہوتا ہے۔ جا اور عرض کر کہ ارشاد ہو تو غلام زادی خدمت کے لئے حاضر کی جائے۔ حضرت نے وزیر سے کہا۔ میرا تو ارادہ نہ تھا مگر مجھے حکم خداوندی ہو رہا ہے کہ میرے حبیب کی سنت ادا کر۔ محل میں گیا تو پھر حکم ہوا کہ سر اونچا کر دیکھ۔ اسی سے تیرا عقد ہو گا۔ اسی لئے دیر تک دیکھتا رہا۔ مجبور ہوں نکاح کرتا ہوں منظور ہے۔ چنانچہ نکاح ہو گیا تین رات یہی صورت رہی کہ آپ ایک گوشے میں مصلیٰ بچھا کر رات بھر نماز میں مصروف رہتے اور دلہن مؤدب کھڑی رہتیں۔ چوتھے روز شب کو عرض کی کہ کنیز سے کیا قصور ہوا جو توجہ نہیں ہوتی ؟ فرمایا بیوی! رضامندی فقیر کی رضامندی خدا کی ہے۔ رضائے حق درکار ہے۔ تو دنیا ترک کر کے ریشمی لباس اتار اور مصروف عبادت ہو چنانچہ دلہن نے سب مال لٹا دیا تین روز تک بادشاہ اتنا ہی دیتا رہا اور آپ راہ خدا پر لٹاتی رہیں۔ عرض کی کہ باپ بادشاہ ہے میں پلاس کا لباس پہن چکی ہوں۔ انھیں گوارا نہ ہو گا۔ اب آپ اجودھن ہی چلیں اور وہیں عبادت کریں، اللہ اللہ بادشاہ وقت کی حسین و نوجوان دختر اور یہ عجز و فقر و اطاعت۔ اللہ کی دین ہے۔

اخلاق و معاشرت

اللہ تعالےٰ کو ہزیرہ بانو کی یہ فقیرانہ ادا بھا گئی اور حضرت کی تمام اولاد آپ ہی سے ہوئی اور بڑی نسل پھیلی۔ چھ بیٹے اور تین بیٹیاں ان سے پیدا ہوئیں صاحب سیرۃ الاقطاب لکھتے ہیں کہ حضرت کی تین بیٹیاں ان سے پیدا ہوئیں صاحب سیرۃ الاقطاب لکھتے ہیں کہ حضرت کی تین بیویاں تھیں ایک ہزیرہ بانو۔ دوسری سارہ۔ اور تیسری شکر دیہ اور شادی دہلی میں ہوئی تھی جبکہ آپ بعد وصال مرشد یہاں قیام پذیر رہے تھے مگر درست یہی معلوم ہوتا ہے کہ شادی بعد کو ہوئی اور آپ اجودھن سے تشریف لائے وقت تعمیر روضۂ حضرت

غوث پاک آپ بغداد ہی میں تھے ہر روز مزدوری کرتے اور مزدوری ملتے وقت غائب ہو جاتے صاحبزادہ محترم سید عبد الرزاق متعجب تھے ایک شب حکم ہوا کہ یہ مزدور نہیں فرید مسعود ہے برائے حصول سعادت آیا ہے اس کی عزت وہ عزت کرو اور بہ اکرام واپس بھیجو (خلاصۃ القادریہ)۔

شب ماہ محرم تھی کہ نماز عشاء ادا کی ذرا ضعف سے بیہوش ہو گئے ہوش آیا تو بھول گئے تھے دوبارہ نماز پڑھی اس کے بعد یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کہتے ہوئے واصل بحق ہو گئے پچانوے سال کی عمر ہوئی پاک پٹن میں مزار گہربار زیارت گاہ خلائق ہے ہر سال عظیم الشان عرس ہوتا ہے سات برس کی عمر میں کرامت کا اظہار شروع ہو گیا تھا پندرہ برس کی عمر میں مرید ہوئے پیر کے انتقال کے بعد تیس سال تک زندہ رہے دیپال پور اجودھن میں جو پاک پٹن کہلاتا ہے جامع مسجد کے قریب ہی مکان بنوا لیا تھا مگر آپ کا زیادہ وقت مسجد ہی میں گزرتا تھا۔ مدت تک کریر کے درختوں کے سائے میں رہے انہی کے پتوں پر گزر ہوتی نہ صرف آپ کا بلکہ تمام اہل و عیال کی گزر بھی پیلو یا کل کریر پر تھا اور وہ بھی پیٹ بھر کر نہ ملتا تھا پھر وسیع لنگر جاری کر دیا تھا جس سے ہزارہا مخلوق فیض اندوز ہوتی تھی۔ سلطان المشائخ آپ کی خدمت میں رہے ہیں فرمایا کرتے تھے جس روز کھانے کو یہ مجھے پیٹ بھر کے مل جاتے تھے سمجھتا کہ وہ روز روز عید ہے فتوحات بہت زیادہ تھیں نذرانے بہت ملتے تھے مگر سب راہ خدا پر ساکین کو تقسیم کر دیا کرتے تھے آپ کے گھر میں ہمیشہ تنگی اور فقر و فاقہ ہی رہا یہی حالت حضرت قطب الاقطاب کی تھی ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کرتے چند دانہ ہائے مویز ایک پیالہ پانی میں تر کر دیئے جاتے اور آب زلال پی لیا کرتے سحری کے وقت دو خشک روٹیاں آتیں تھوڑی سی کھا کر باقی درویشوں کو تقسیم کر دیا کرتے۔ بعد افطار روزہ کے ہر قسم کا کھانا سامنے حاضر ہوتا۔ مگر خود ہی کم ہاتھ ڈالتے سب دوسروں کو کھلا دیتے کسی کام میں عار نہ تھا۔

ایک دفعہ جو خود پیسے اور آپ ہی روٹیاں پکا کر درویشوں کے لئے لے آئے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی سے بہت دوستی تھی۔ آمد و رفت بھی رہتی

تھی نہایت کریم النفس متواضع خلیق اور رحمدل بزرگ تھے استغراقی حالت طاری رہتی تھی عالم طیر ہی میں ہر جگہ پہنچ کر سیر کر آتے تھے۔

تعلیمات و تبلیغ اسلام

فرمایا اللہ تعالےٰ سے معاملہ درست رکھنا چاہیئے۔ وہ جب دیتا ہے اسے کوئی نہیں چھین سکتا اور جب وہ لے لیتا ہے تو کوئی دلا نہیں سکتا۔ فرمایا جو شخص تمام دنیا کو دشمن بنانا چاہے تکبر اختیار کرے۔ جو اپنی عزت و اعتبار گنوانا چاہے وہ غمازی و دروغ گوئی اختیار کرے۔" فرمایا درویش کو چاہیئے کہ ظاہری تزئین و آرائش میں ساعی نہ ہو اور دنیوی عزت کے لئے خود کو اللہ کے سامنے بے قدر نہ بنائے۔ فرمایا سائل کو ہرگز نہ جھڑک جو میسر ہو دیدے نہ ہو تو نرمی سے منع کر دے۔ برا بھلا نہ کہے۔

فرمایا دشمن کیسا ہی دوست ہو دوستی میں اس سے بے خوف نہ رہنا چاہیئے جیسا کہ نفس و شیطان ہے جو تجھ سے ڈرے تو بھی اس سے ڈرتا رہ۔ اہل اللہ کی صحبت کو غنیمت سمجھ اور ان کی ملفوظات اور سیرتوں کا مطالعہ کرتا رہ

مردانِ خدا جہاں بھی ہیں وہیں کعبہ ہے اور وہیں بیت المقدس و عرش و کرسی ہیں جو کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے سب ان کے پیش نظر رہتا ہے۔

تبلیغی مقاصد ہر وقت آپ کے بھی پیش نظر رہتے تھے آپ کی خانقاہ سے ہزارہا اولیاء اللہ پیدا ہو کر اطرافِ عالم میں پھیلے اور ہدایت خلق میں مصروف ہوئے جواہر فریدی میں تو آپ کے خلفاء کی تعداد پچاس ہزار تک بتائی گئی ہے۔ شیخ منتخب الدین چشتی کو استغائے کفر و بدعت کے لئے آپ نے دیوگری ردکن، میں متعین کیا تھا آپ ہی نے وہاں پہنچکر چراغ اسلام روشن کیا منکرین آپ کی دعا سے پتھر ہو گئے مزار بھی دیوگری ہی میں ہے ان کے بعد سلطان المشائخ نے آپ کے بھائی شیخ برہان الدین غریب کو وہاں مامور کیا اور ان کی سعی سے اسلام پھیل گیا۔ ہر جگہ ایسے ہی بزرگ متعین تھے۔ باباصاحب کے ہاتھ پر ہزارہا ہندو مسلمان ہوئے اور اس علاقہ کے علاقہ کو لوائے اسلام کے نیچے جمع کر لیا۔

(۴۷) نظام الدین اولیا بدایونی

ولادت وخاندانی حالات

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا صحیح النسب سید تھے۔ اجداد بخارا کے متوطن تھے آپ کے دادا اور نانا دونوں ساتھ ساتھ عازم ہندوستان ہوئے پہلے لاہور قیام کیا اور پھر بدایوں آکر سکونت پذیر ہوئے جو اس وقت ایک نہایت پر رونق اور مشہور مرکز اسلام تھا۔ دونوں بزرگ علوم وفنون میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کے والد سید احمد عرب بڑے باکمال صالح اور صاحبدل بزرگ تھے فرمان روائے وقت نے انھیں منتخب کر کے بدایوں کا قاضی مقرر کر دیا تھا آپ کی والدہ گرامی بی بی زلیخا بھی بہت بزرگ تھیں بدایوں ہی میں شادی ہوئی اور یہیں آپ پیدا ہوئے۔ ۲۷ صفر ۶۳۴ھ میں ادھر آپ پیدا ہوئے اُدھر دہلی میں اگلے ہی مہینے اسی سن میں حضرت قطب الاقطاب صاحب کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے والد گرامی کا مزار بدایوں ہی میں ہے اور زیارت گاہِ خلائق بنا ہوا ہے پانچ ہی برس کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے مگر آپ کی والدہ محترمہ نے نہایت توجہ سے آپ کو تعلیم دلائی اور فارغ التحصیل ہو گئے جب پچیس برس کی عمر ہو گئی تو آپ اپنی والدہ محترمہ کو ساتھ لے کر دہلی گئے اور پہلے پرانے قلعہ کے قریب ایک شخص کے دروازہ میں قیام کیا اور پھر ایک دوسرے شخص کے خس پوش بام پر رہنے لگے۔

مولانا شمس الدین شمس الملک جیسے نامور فاضل وقت کے درس میں شریک ہو گئے مقامات حریری انہی سے پڑھی مولانا کمال الدین زاہدؒ سے مشارق الانوار پڑھی۔ مولانا اتنے بزرگ تھے کہ:۔

جب سلطان بلبن نے انھیں اپنا پیش امام بنانا چاہا تو فرمایا میرے پاس نماز کے سوا اور ہے کیا اب بادشاہ اسے بھی مجھ سے

چھیننا چاہتا ہے۔

یہ زمانہ بڑے فقرو فاقہ میں گذرا اور تنگی تو ابتدا ہی سے تھی جب گھر میں فاقہ ہوتا تو ماں کہتیں کہ بیٹا آج روزہ ہے اور آپ خوش مطمئن ہو جاتے آپ شیخ نجیب الدین متوکل کے ہمسائے میں رہنے لگے تھے یہیں آپ کی والدہ کا وصال ہوا دونوں میں بے حد محبت تھی۔

دربار گنج شکر سے خلعت کرم آپ بدایوں میں جبکہ آپ کی عمر ابھی بارہ ہی سال کی تھی حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور حضرت بابا فرید الدینؒ کا شہرۂ کمال سن چکے تھے اور ابوبکر قوال سے یہ معلوم کر کے آپ کا قلب بابا صاحب کی طرف راغب ہو رہا تھا دہلی سے سند فضیلت علوم ظاہری حاصل کر کے آپ بشوق و ارادت پاکپتن روانہ ہوئے بابا صاحبؒ نے دیکھتے ہی فرمایا ؎

اے آتش فراقت دل ہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جاں ہا خراب کردہ

اہل اللہ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی حضرت کو علم ہو گیا تھا کہ ارض بدایوں سے ایک مرد جلیل آکر آپ کی مسند پر متمکن ہو گا۔ آپ کی زبان سے کچھ بھی نہ نکلا خدمت شیخ میں رہ کر شیخ سے چند اہم کتب پڑھیں مرید ہو گئے۔ عرض کی کہ "کیا اب ترک تعلیم کر کے مصروف عبادت ہوں؟ فرمایا "میں کسی کو تعلیم سے نہیں روکتا یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو"

پھر فرمایا "درویش کے لئے علم ضروری ہے تاکہ وہ فریب شیطان سے محفوظ رہے" چنانچہ آپ مصروف عبادت ہو گئے اور چند روز بعد ۶۶۲ھ میں آپ کو خلافت بھی عطا کر دی گئی فرمایا ان دنوں شیخ پر بڑی تنگی تھی۔ مرید ہی اپنے ہاتھوں لکڑیاں پانی اور کریلا لاتے اور وہ ابال کر سب کھاتے ایک روز میں نے تھوڑا سا نمک ڈال دیا فرمایا شبہ ہے نہیں کھاتا عرض کی قرض لا کر نمک ڈالا ہے فرمایا درویش فاقوں سے مر جائینگے مگر لذت نفس کے لئے قرض نہ لیں گے اسلئے کہ قرض اور توکل میں

بعد انتشر ہین ہے۔ لیکن مجھے چلتے وقت دعا دی کہ تو کسی کا محتاج نہ رہے گا اور دشمنوں کو خوش رکھنا اور جس سے کبھی غرض ایسا ہوا سے ادا کرنا۔

دہلی کی نظامیہ یونیورسٹی دہلی آکر پہلے جنگلوں میں مصروف عبادت رہے پھر غیبی حکم سے آپ غیاث پورہ آگئے اور ہدایت خلق میں مشغول ہوگئے ریاضات شاقہ کرتے رہے ہمیشہ صائم اور روزہ دار رہے اور افطار کرتے بھی تو باسی روٹی کھاتے۔ بعض اوقات روزہ پر روزہ رکھا خادم زور دیتے تو فرماتے۔ درویشیں تو فاقے پڑے رہیں اور میں حلق سے روٹی اتاروں یہ کیونکر ممکن ہے جب معزالدین کیقباد نے غیاث پورہ ہی میں نئی دہلی آباد کی تو یہاں بھی ہجوم ہوگیا امرار وعمائدین اور شہزادے جوق جوق آکر آباد ہونے لگے تو آپ نے غیاث پورہ چھوڑنے کا بھی ارادہ کیا۔ مگر ایک نیقر نے نمودار ہوکر کہا:-

اول تو مشہور ہی نہ ہونا چاہیئے اور مشہور ہوگیا ہے تو اب نہ کرنا کہ قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندگی ہو اور سن یہ حوصلہ مندی نہیں کہ مخلوق سے جدا ہو کر حق کے ساتھ مشغول ہو حوصلہ یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان رہ کر اللہ تعالیٰ کو نہ بھولیں۔

اتنا سنکر آپ نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ زندگی اسی تنگی فقر و فاقہ میں بسر ہو رہی تھی ایک روز ایک پارسا اور پاکباز بڑھیا کو معلوم ہوا کہ تمام درویش فاقہ میں پڑے ہوئے ہیں اس کے پاس جو کا جو آدھ سیر آٹا تھا لاکر دیدیا جسے شیخ یعقوب نے پانی ملاکر پکایا۔ ایک دلق پوش اسی وقت آگئے اور کہا نظام الدین کچھ کھلا فرمایا ذرا ٹھہریئے درویش نے کہا فوراً اٹھ اور جیسی کچھ بھی ہے اٹھالا۔ آپ نے ہانڈی لاکر سامنے رکھدی اس نے گرم ہی گرم کھانا شروع کر دی کھاکر ہانڈی پھوڑ دی اور کہا کہ نعمت باطنی تو مجھے فرید سے ملی۔ فاقہ ظاہری تیرا ہم نے توڑا یہ کہہ کر غائب ہوگیا۔ پھر تو فتوحات کا کچھ شمار ہی نہ تھا۔ امیر سیف الدین، امیر حسام الدین

اور خواجہ امیر خسرو جیسے امراء مرید ہو گئے اور روزانہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا پھر تو یہ حالت تھی کہ تہتر من نمک روزانہ آپ کے لنگر خانہ میں خرچ ہوتا تھا ہزارہا آدمی پڑے رہا کرتے تھے بادشاہوں کو رشک ہوتا تھا ہزار ہا روپیہ روز فتوحات میں آتا تھا ہزارہا لوگ روزانہ مرید ہوتے تھے۔ ہزار ہا طلباء اور درویش خانقاہ معلی میں رہتے تھے جو اس عہد میں دہلی کے اندر سب سے بڑی اور عظیم الشان روحانی یونیورسٹی تھی اور جس نے ہزارہا صلحاء، فضلاء، اور اولیاء و مشائخ پیدا کئے اور عالمگیر شہرت پائی۔ تمام بلاد اسلام کے بزرگ طلباء آتے اور کمال پیدا کرتے۔

کشف و کرامات قصبہ سادہ کے جاگیردار کا فرمان آگ میں جل گیا بمشکل دہلی آکر دوسرا حاصل کیا وہ راستے ہی میں غائب ہو گیا روتا ہوا آیا ہنس کر فرمایا بازار سے شیرینی لاکر باباصاحب کے والدین کی فاتحہ دلا، مل جائیگا۔ حلوا خریدنا چاہا حلوہ والے نے حلوہ دینے کے لئے کاغذ نکالا دیکھا تو وہی فرمان تھا جھٹ بول اٹھے اسے نہ پھاڑو۔ وہ فرمان اور حلوا لے کر حاضر ہوا۔ فاتحہ دلائی اسی وقت مرید ہو گیا۔

سلطان علاؤالدین خلجی نے کہلا بھیجا کہ ایک مہم گئی ہوئی ہے۔ کوئی خبر نہ آنے سے فکر مند ہوں براہِ کرم چند لمحوں کے لئے یہاں تشریف لے آئیے مراقبہ کر کے فرمایا جا کر کہہ دو میرے آنے کی ضرورت نہیں تمہارے بھائی الغ خاں کو فتح حاصل ہوئی کل آجائے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ سلطان نے پانچ ہزار دینار نذر کئے جو اسی وقت تقسیم کر دیئے۔

سلطان غیاث الدین تغلق کو آپ سے کبیدگی تھی۔ مہم بنگال سے واپس ہوتے ہی کہلا بھیجا کہ آپ غیاث پورہ سے کچھ عرصہ کے لئے چلے جائیں کہ ہجوم کی کثرت سے میرے متعلقین کو تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا "ہنوز دہلی دور است"۔ چنانچہ دہلی پہنچنے سے پیشتر تغلق آباد میں مکان کے نیچے دب کر مر گیا۔

آپ کی مجلس سماع میں ایک صوفی نے آہ کی جل کر خاکستر ہو گیا آپ

پر بھی حالت طاری تھی۔ سکون ہوا تو پوچھا کہ یہ خاک کیسی ہے؟ معلوم ہوا نعیانی جھیڑ کا اور وہ صوفی زندہ ہوگیا۔ ارشاد ہوا کہ تم ابھی خام ہو جب تک پختگی نہ آجائے ہماری مجلس میں ہرگز قدم نہ رکھنا۔

ایک روز دیکھا کہ لب جمنا میر حسن علائی سنجری جو مشہور شاعر تھا یاران صحبت کے ساتھ بیٹھا ہوا جام و مینا کے کھیل میں مصروف ہے آپ کو آتے دیکھ کر شرمندہ سا ہوگیا اور یہ شعر پڑھا۔

سالہا باشد کہ باہم صحبتیم گر ز صحبت با اثر بودے کجا ست
زہد تا لش از دل ما گم نہ کرد شان مایاں بہتر از زہد شما ست

یہ سن کر حضرت نے صرف اتنا ہی فرمایا ہے کہ صحبت میں تو بڑا اثر ہے؛ کہ اس کے قلب کی دنیا بدل گئی۔ بیتاب ہوگیا دوڑ کر قدموں پر گرا اور مرید ہوکر درجۂ کمال کو پہنچا۔ اس وقت حسن کی عمر بہتر کی تھی۔ فوائد الفواد انہی کی لکھی ہوئی ہے۔

آپ کے مرید کے ہاں مجلس سماع میں جہاں دعوت بھی تھی عین وقت پر بہ کثرت لوگ صوفی اور درویش آگئے کھانا اتنا تھا نہیں مرید گھبرا گیا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ ایک روٹی کے چار ٹکڑے کر کے چادر سے ڈھک کر سب کو تقسیم کرنا شروع کرو۔ پچاس آدمی کا کھانا کئی ہزار کو کافی ہو گیا۔ نکلتا ہی چلا آتا تھا۔

دہلی کا شمس الدین بزاز ایک نہایت دولتمند سوداگر اور آپ کا شدید دشمن تھا۔ ایک روز اس نے شراب پینے کا ارادہ کیا؛ دیکھا کہ سامنے حضرت کھڑے ہیں اور انگلی سے منع کر رہے ہیں پھر نگاہوں سے غائب ہو گئے شیشہ و ساغر توڑ کر توبہ کی فرمایا جس کا نصیب یاور ہوتا ہے یہی معاملہ پیش آتا ہے مرید ہو کر کمال کو پہنچا۔

وصال و انتقال آپ نے ۹۰ سال کی عمر، ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ کو وفات پائی۔ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور ربیع الآخر میں انتقال کیا حضرت

رکن الدین ابو الفتح سہروردی عبادت کے لئے آئے ہوئے تھے انہی نے نماز جنازہ پڑھائی مخلوق کا ایک اژدہام تھا راستے میں ایک طوائف بڑے درد کے ساتھ گا رہی تھی کہ ؎

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشا میروی

اسی وقت جنازہ سے ہاتھ باہر آگیا حضرت لے دوڑ کر رد کیا کہ یہ ٹھیک نہیں عاشق ربانی کا جنازہ ہے. قبر میں نعش اتاری گئی تو حضرت نے حضور رسول کریم کو جلوہ گر دیکھا اتنا اثر تھا کہ باہر نکلتے ہی فرط تاثر سے بیہوش ہو گئے. شہزادی جہاں آرا بیگم نے ایک دفعہ بغداد جانے کا عزم کیا پہلے آپ کی زیارت کی رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور غوث اعظم تشریف فرما ہیں اور کہتے ہیں جہاں آرا کہاں جا رہی ہو عرض کی کہ حضور کی زیارت کو اور چادر چڑھانے کو جا رہی ہوں فرمایا میں تو یہیں دہلی میں ہوں عرض کی حضور مجھے کیا علم ہے کہ آپ دہلی میں کہاں تشریف فرما ہیں فرمایا نظام الدین میں ہوں. جہاں آرا نے صبح ہی علماء و مشائخین کو بلا کر خواب بیان کی سب نے کہا ضرور حضور غوث پاک شب کو حضور محبوب الٰہی کے پاس تھے کہ رب نے رات عجیب عجیب برکات کا مشاہدہ کیا ہے چنانچہ جہاں آرا بیگم نے چادر اور تمام سامان جو بغداد ساتھ لیجانے والی تھیں سلطان المشائخ ہی میں چڑھا دی اور زر نقد فقراء اور مساکین کو تقسیم کر دیا مونس الارواح میں خود ہی جہاں آرا بیگم نے یہ خواب و واقعہ لکھا ہے شہزادی خاندان چشتیہ ہی میں مرید تھیں بڑی صاحبدل اور باکمال شہزادی گذری ہیں۔

وصال سے کئی روز پیشتر رسول کریم خواب میں فرماتے رہے تھے کہ نظام جلد کہ تیرا بہت اشتیاق ہے آج بھی مزار مبارک دہلی میں زیارتگاہ خلائق ہے۔

سلاطین سے بحث و مقابلے سلطان علاء الدین خلجی بہت معتقد تھا اس نے اپنے بیٹے خضر خاں کو کئی بار بھیجا کہ حضور غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا کریں اس میں میری سعادت ہے جواب دیا بادشاہ سے کہنا ایک گوشہ میں پڑا ہوں تیرا کچھ بگاڑ نہیں ہا بادشاہ اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کرتا رہتا ہوں۔

اگر بادشاہ نے اصرار کیا تو میں دلی سے چلا جاؤں گا خضر خاں یہ جواب لیکر گیا تو اس نے خود آنے کا ارادہ کیا فرمایا اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں میں یہیں سے مصروف دعا ہوں بلکہ غیب کی دعا زیادہ موثر ہوتی ہے میرے مکان کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازہ سے آیا تو میں دوسرے سے نکل جاؤں گا جب چنگیزیوں نے دہلی کو آکر یکایک گھیر لیا تو علاؤالدین بہت پریشان ہوا کہ تمام لشکر دہلی سے باہر گیا ہوا تھا آپ سے دعا کا خواستگار ہوا اور یہ آپ ہی کی دعا کا اثر تھا کہ رات کو خود بخود غنیم کے لشکر پر ہیبت طاری ہو گئی اور وہ محاصرہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

سلطان کے مرنے کے بعد سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے آپ کے مرید خضر خاں کو شہید کیا اور آپ کو بھی تکلیف دینی چاہی تمام امراء وزراء کے معتقد و مرید ہونے کے باعث چند سے صبر کیا ایک روز قاضی محمد غزنوی نے کہا کہ نظام الدین اولیا کے پاس خرچ کرنے کو اتنا روپیہ آکہاں سے جاتا ہے یہ بھی مخالف تھا بولا آپ ہی کہاں سے آپ کے امراء و ملازمین تو دیتے ہیں بھلا کہیں ٹھکانہ ہے کہ دو ہزار تنکہ سرخ روز کا صرف ہے جو صرف لنگر کے لئے وقف ہے اس نے فوراً ایک فرمان صادر کر دیا کہ ہمارے ملازمین و امراء میں سے کوئی نظام الدین کے پاس نہ جائے اور نہ کچھ دے ورنہ سزا پائیگا آپ نے خبر پاتے ہی خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ آج سے لنگر خانہ کا خرچ دوگنا کر دیا جائے اور جو ضرورت ہو فلاں طاق سے بسم اللہ کہہ کر اور ہاتھ ڈال کر لے لیا جا یا کرے سلطان وقت کا حکم اہل شہر بھی خوف کے مارے نہ گئے سلطان نے جو خفیہ معلوم کرایا تو پتہ لگا کہ واقعی کسی نے کچھ نہیں دیا۔ یہ محض کرامت ہے تو دل میں بہت شرمندہ ہوا اور کہلا بھیجا کہ آپ شہر میں رہکر مجھ سے نہیں ملتے حالانکہ شیخ رکن الدین جیسے بزرگ بھی میرے پاس آتے ہیں۔ اس میں میری تحقیر ہے۔ فرمایا میرے پیروں کا یہ طریقہ نہیں رہا سلطان نے غضبناک ہوکر کہلا بھیجا کہ آپ کو میرے حکم کی تعمیل کرنی ہوگی۔

آپ نے شیخ علی سنجری کو بادشاہ کے پیر شیخ ضیاءالدین رومی کے پاس بھیجا

کہ بادشاہ کو سمجھائیں نصیر کی ایذا رسانی میں کوئی فائدہ نہ ہوگا وہ اتفاق سے بہت علیل تھے تیسرے روز وصال ہوگیا ان کی فاتحہ میں تمام امراء و مشائخ واکابر جمع ہوئے آپ بھی تشریف لے گئے آپ کو دیکھتے ہی سب کے سب تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے مگر سلطان تلاوت قرآن میں مصروف رہا اور بالکل توجہ نہ کی۔ کچھ لوگ بولے کہ سلطان بھی شریک مجلس ہے سلام علیک کر لیجئے فرمایا مصروف تلاوت ہے کوئی ضرورت نہیں سلطان نے پھر مشائخ سے کہا کہ انھیں سمجھائیے روز نہیں تو آٹھویں دن ورنہ ہر چاندرات کو مبارکباد دینے تو ضرور آیا کریں آپ واپس چلے گئے تھے چنانچہ سید قطب الدین غزنوی شیخ عماد الدین طوسی شیخ وجد الدین اور شیخ برہان الدین یہ پیغام لیکر گئے اور کہا کہ سلطان کا ارادہ اچھا نہیں مصلحت یہی ہے کہ آپ منظور کرلیں آپ نے صرف انشاء اللہ کہا اور خاموش ہوگئے۔

سب سمجھ گئے کہ حضور جائینگے بادشاہ بھی خوش تھا عین چاندرات کو امیر خسرو اور خواجہ وحید آئے اور جانے کو پوچھا۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ بولے سلطان منتظر ہے اگر آپ انکار ہی پر تو بڑا فساد ہو جائیگا۔ فرمایا سلطان مجھ پر غالب نہ ہوگا۔ ابھی ایک پہر ہی رات گذری تھی کہ امیر غیاث الدین تغلق نے سلطان اور قاضی دونوں کو کوشک ہزار ستون میں قتل کر دیا۔ (اخبار الاخیار۔ اخبار الاولیاء)

خلفائے سلطان المشائخ

حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء بکثرت اور با کمال ہوئے۔ حضرت مولانا مؤید الدین بڑے امیر اور دولتمند تھے ترک علائق کرکے مرتبہ کمال کو پہنچے۔

شیخ وجیہ الدین یوسف جب سے مرید ہوئے مور کی چال چلا کرتے تھے۔ دعائے شیخ سے ہوا پر پرواز کرنے لگے۔ حضرت نے آپ کو چندیری میں تبلیغ ہدایت کے لئے مامور کیا تھا۔ وہیں مزار ہے۔

شیخ حسام الدین ملتانی زہد و تقوی میں جواب نہ رکھتے تھے مستغرق رہتے تھے۔ زیارت حرمین کو بھی گئے۔ پاک پٹن میں مزار ہے۔

خواجہ فخر الدین رازی کتابت قرآن کیا کرتے لوگ زیادہ دیتے مگر آپ چار آنہ روز سے زیادہ نہ لیتے۔ بصارت جاتی رہی تو ملک التجار حمید الدین نے سلطان علاؤالدین سے سفارش کر کے سوا سو روپیہ ماہوار وظیفہ کرادیا۔

فرمایا ہرگز نہیں چار آنہ روز سے زیادہ نہ لوں گا۔ چار آنے میں کچھ کھاتے کچھ خیرات کرتے۔ بڑی مشکل سعی سے دس آنے روز سلطان سے منظور کر لئے تھے۔ رجال الغیب بھی ملا کرتے تھے۔ بہت بزرگ تھے۔

مولانا ضیاء الدین برنی تاریخ فیروز شاہی کے مصنف، امیر خسرو اور میر حسن علائی یک جان سہ قالب دوست تھے۔ ایک روز سوچا کہ پہلے مشائخ مرید کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ میرے شیخ احتیاط نہیں کرتے نہ معلوم کیا حکمت ہے۔

فوراً حضرت نے فرمایا کہ:۔

ہر زمانے کا رنگ اور حالات جدا ہوتے ہیں اور ان کے مطابق ہی عمل ہوتا ہے کسی کا مرید ہونا غیر حق سے منقطع ہونا ہے پہلے بزرگ اس وقت تک ہرگز مرید نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ "غیر حق" سے کامل انقطاع نہیں کر لیتے تھے مگر حضرت ابوسعید ابوالخیر و مرشد غوث پاکؒ کے عہد سے لیکر شیخ سیف الدین باخرزیؒ اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے زمانہ سے لیکر شیخ فرید الدین عطارؒ کے وقت تک یہ حالت تھی کہ مشائخ کے دروازوں پر امراء و سلاطین واہل خلق کا اجتماع رہتا تھا اور سلاطین بھی بزرگ آخرت کے خوف سے خود کو انہی کی پناہ میں رکھتے تھے اور یہ بھی ازراہ مہربانی ہر کسی کو مرید کر لیتے تھے۔ محبوبان خدا کے معاملات کسی کے قیاس میں نہیں آسکتے میں بھی اپنے پیر کی متابعت میں مرید کرنے میں احتیاط نہیں کرتا۔

اس میں متعدد فوائد بھی ہیں کہ میرے مرید نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ گناہ سے

بچتے ہیں۔ نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر شرائط بزرگان قدیم ان کے سامنے پیش کی جائیں تو وہ شاید تکمیل نہ کرسکیں اور اتنے ثواب سے بھی محروم رہ جائیں پھر بیعت کرناگناہ سے باز رکھنا ہے۔ پھر میرے پیر سے مریدانِ چشت کو بخشنے کا وعدہ ہو چکا ہے اس لئے جو آتا ہے مرید کرلیتا ہوں کہ مخلوق گنہ گار ہے اور شائد وہ میرے ہی وسیلہ سے بخشی جائے کتنا بہتر بیان ہے اور کتنی اعلیٰ توجیہ۔ یہ بھی بہت بزرگ تھے حضرت ان سے بھی محبت کرتے تھے۔ مزار باراں چبوترہ پر ہے۔

شیخ برہان الدین اتنے مؤدب کہ تمام عمر غیاث پور کی طرف پشت نہ کی۔ بڑے صاحب ذوق و سماع تھے۔ دیوگری (دکن) میں مامور بہ تبلیغ ہوئے تھے۔ دور دور تک کرامت کا شہرہ تھا۔ شیخ زین الدین شیرازی سے آکر مرید ہوئے۔ بہت سے مسلمان کئے اور اولیا بنائے۔

شیخ اخی سراج الدین بدایونی زبردست اولیا تھے۔ بنگال میں ہدایت خلق پر مامور ہوئے۔ ہزارہا غیر مسلمان کو مسلمان کیا۔ وفات ۷۵۸ھ

خواجہ احمد بدایونیؒ طریقہ ابدالی رکھتے تھے۔ بہت بزرگ تھے۔ ماں کے سوال پر فرمایا تھا "خوشی اسی وقت ہوتی ہے جب جماعت سے نماز ملتی ہے" بیشمار خلفا میں سے مختصر چند خلفاء کے اسماء لکھ دیئے گئے ہیں۔ یہ سب تبلیغ و اشاعت میں مصروف تھے۔

تبلیغی وروحانی نظام

حضرت محبوب الٰہیؒ درجہ قطبیت و غوثیت سے عبور کرکے درجہ محبوبیت پر فائز ہو گئے تھے کعبہ شریف میں ہر جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔ ہمہ وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ بلا شبہ لاکھوں ہی انسانوں کو آپ سے فیض پہنچا اور لاکھوں ہی مرید ہوئے۔ وہ آپ ہی بزرگ تھے جنھوں نے دنیا کے اس عروس البلاد اور سلطنت ہند کے عظیم الشان پایہ تخت کی کایا پلٹ کر رکھدی تھی۔ یہ عالم تھا کہ دہلی میں جہاں چار آدمی ملتے اللہ اور رسول ہی کا ذکر کرتے۔ امراء اور کنیزانِ شاہی تک کی مجال نہ تھی کہ ایک وقت کی نماز قضا ہوتی تھی۔ غریب و امیر اور عورت مرد بلا مبالغہ سب کے سب

نمازی اور پابند مذہب بن گئے تھے۔ ہر جگہ نوافل، عبادت، تلاوت کے چرچے تھے۔ ضیائے برنی لکھتے ہیں کہ دہلی والے اس عہد میں قدوسیوں کی جماعت نظر آتے تھے۔ مساجد نمازیوں سے لبریز رہتی تھیں۔ دہلی سے غیاث پورہ تک کئی میل کا فاصلہ تھا۔ مگر راستہ میں ہر وقت لوگوں کی بھیڑ رہتی تھی اور راستہ گلزار تھا۔

اس عہد میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ خلفائے راشدین کا زمانہ آگیا ہے۔ روزانہ ہزار ہا مرید ہوتے تھے۔ ایک طرف آپ ہدایت خلق، اصلاح مسلمین اور اشاعت اسلام میں مصروف تھے۔ ملتان میں شیخ رکن الدین دور دور تک نور پھیلا رہے تھے دوسری طرف آپ کے خلفاء اطراف ہند میں یہی خدمات انجام دے رہے تھے شریعت مصطفوی کا بول بالا تھا عجیب مبارک زمانہ تھا کہ سلطان سے لیکر گدا تک سب مرید اور سب پابند مذہب تھے۔

سلاطین و اُمراء اور سلطان المشائخ ہم لکھ چکے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں دو بادشاہوں نے آپ سے مخالفت کی اور جس شدت کے ساتھ مخالفت کی اسی شدت و سختی کے ساتھ تباہ ہوئے یہ دونوں سلطان قطب الدین مبارک شاہ اور سلطان غیاث الدین تغلق تھے۔ حالانکہ اول الذکر کا باپ سلطان علاؤالدین خلجی، آپ کا بیحد معتقد تھا۔ اتنا کہ اس نے ملک قرابیگ ترک اپنے مشیر خاص کو اس کام پر بطور خاص مامور کر رکھا تھا کہ وہ حضرت کی مجالس سماع میں خصوصیت کے ساتھ شریک ہوا کریں۔ اور جن ابیات و اشعار پر حضرت کو وجد و حال رونما ہو لکھ کر حضور میں پیش کیا کریں چنانچہ ایک دفعہ آپ کو حدیقہ حکیم سنائی کے ان دو اشعار پر وجد ہوا ؎

پیش منا جمال جاں افروز | در نمودی بر و سپند بسوز
واں جمال تو چیست ہستی تو | واں سپند تو چیست ہستی تو

سلطان کے سامنے جو یہ ابیات پیش ہوئیں تو بار بار پڑھتا اور روتا تھا۔ قرابیگ خود بھی بہت صالح اور حضرت کا مرید تھا۔ عرض کی کہ تعجب ہے کہ آپ اتنے اعتقاد و تاثر کے باوجود حضرت کے دیکھنے کے لئے تشریف نہیں لے جاتے۔ سلطان نے کہا قرابیگ

میں بادشاہ ہوں اور سر سے پاؤں تک گناہوں میں غرق ہوں۔ اپنی اس آلودگی میں کیونکر ایسے پاک و مطہر وجود کو دیکھ سکوں۔ البتہ میں اجازت دیتا ہوں کہ تو میرے دونوں فرزندوں خضر خاں اور شادی خاں کو لے جا کر حضرت کے قدموں پر ڈال دے۔ مرید کروالے اور دو لاکھ تنکہ خزانہ سے لے جا کر نذر پیش کر چنانچہ یہ دونوں شاہزادے حضرت کے مرید ہو گئے۔

پھر جب ۷۰۳ھ میں سلطان مہم چتوڑ سے واپس ہوا ہے تو افواج شاہی ملک کے مختلف حصوں میں فتوحات کے لئے بھیجی گئیں۔ ادھر دہلی خالی ہوئی ادھر سردار مغل طرغی ایک ٹڈی دل لے کر دارالسلطنت پر آچڑھا اور دو ماہ تک دہلی کا محاصرہ کئے پڑا رہا۔ بڑا نازک وقت تھا۔ شہر والے بھی پریشان ہو گئے۔ اور رسد کی بھی قلت ہو گئی۔ باہر سے کوئی چیز شہر میں آ ہی نہ سکتی تھی۔ بدنامی بھی تھی۔ افواج دہلی پہنچ نہ سکیں مجبور ہو کر سلطان نے حضرت سے رجوع کیا۔ فرمایا سلطان سے کہدو کہ اطمینان کے ساتھ لطیفہ غیبی کا منتظر رہے۔ چنانچہ اسی شب کو مغلوں پر خود بخود کچھ ایسا ہراس و خوف مسلط ہوا کہ وہ محاصرہ چھوڑ کر اس طرح بھاگے جس طرح کوئی لشکر شکست کھا کر بھاگتا ہے۔ پیچھے مڑ کر بھی تو نہ دیکھا اور سرحد کے پار جا کر دم لیا۔ الفنسٹن صاحب نے بھی اپنی تاریخ ہند میں اس واقعہ و فرار کی طرف اشارہ کیا ہے اسی طرح ملک نائب کی زیر قیادت ایک عظیم الشان لشکر تلنگانہ کے مرکزی شہر ورنگل کی فتح کے لئے روانہ کیا گیا تھا مگر کوئی خبر ایک مدت سے نہ آئی تھی۔ آپ سے رجوع کیا گیا تو مراقبہ کے بعد فرمایا کہ کل دوپہر سے پہلے پہلے سلطان کو فتح ورنگل کی خوشخبری مل جائے گی اور بہت سا مال غنیمت بھی حاصل ہو گا۔ نیز سلطان کو اس سے بھی کہیں زیادہ عظیم و وسیع فتوحات کا منتظر و متوقع رہنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی کو اپنے عہد میں سب سے زیادہ فتوحات ہوئیں اور سلطنت اتنی وسعت نصیب ہوئی جتنی اس سے پیشتر اور مابعد سلطان اورنگ زیب کے سوا اور کسی سلطان کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ نہایت جاہ و جلال اور طنطنہ و طمطراق کا سلطان گذرا ہے۔

کشمیر سے راس کماری تک تمام برِاعظم ہند پر اس کی فرماں روائی کا سکہ رواں تھا۔ اور بڑے بڑے حکمراں اور راجے مہاراجے اس کی صولت وجبروت کے تصور سے لرز اٹھتے تھے۔ یہ سب فقرا اور صوفیا کی پابوسی وعقیدت اور دعاؤں ہی کرشمے تھے۔ سلطان کو جتنا اقتدار جتنی عظیم سلطنت جلالت نصیب ہوئی اللہ کے دوستوں کی دعاؤں کے صدقہ میں نصیب ہوئی حضرت شاہ رکن سہروردی کی دعا سے تخت نصیب ہوا جو اس وقت آگرہ میں قطب وقت اور زبردست سالک مجذوب تھے۔ حضرت شیخ ضیاء الدین رومی سہروردی رحمہ کا مرید اور حلقہ بگوش ہو کر سلطنت کو محکم بنا سکا اور حضرت سلطان المشائخ رح کی دعاؤں سے وسعت سلطنت اور سطوت کو نصیب ہوئی۔ فقراء کا بہت معتقد تھا۔ ایک مرتبہ اس نے حضری کا ارادہ بھی کیا منت کی۔ مگر منظور نہ کیا۔

حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح کے پوتے اور وہ بزرگ ہیں جن کے متعلق حضرت سلطان المشائخ نے وصیت فرمائی تھی کہ وہی میرے جنازے کی نماز پڑھائیں۔ وہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے وقت میں صرف دو مرتبہ دہلی تشریف لائے۔ سلطان دونوں بار دور تک ان کی پیشوائی کے لئے گیا۔ اور دونوں مرتبہ آتے وقت دو دو لاکھ اور جاتے وقت پانچ پانچ لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ جب دنیا کے اس ہیتم بالشان اور باجبرات فرماں روا کی عقیدت و نیازمندی کا یہ حال ہو تو شاہزادوں اور امراء کا کیا عالم ہو گا پھر بمصداق اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ رعیت کی خدا پرستی کس درجہ پر ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں دہلی کے اندر بقول ضیائے برنی اسلام کی پوری شان جلوہ گر تھی گھر گھر کنیزیں تک تہجد قضا نہ کرتی تھیں۔ ہر طرف قال اللہ اور قال الرسول کا شور تھا۔ رعیت شاد اور ملک آباد تھا۔ بائیس سال شکوہ وعدل کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔

سلطان قطب الدین کی مخالفت وتباہی

اس باہیبت وجبروت مگر فقیر دوست وعادل سلطان کا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ تھا۔ اور گو یہ بھی حضرت ضیاء الدین رومی سہروردی

کا مرید تھا۔ مگر باپ کے عمل کے خلاف اس نے حضرت سلطان المشائخ سے مفت کی عداوت خرید کر اپنی تباہی آپ مول لی۔ عداوت کی بنا بھی صرف اتنی تھی کہ خضر خاں اس کا بھائی حضرت کا مرید تھا۔ اسے قتل کر کے یہ تخت نشین ہوا اور سمجھ لیا کہ میرے اس فعل و عمل سے حضرت کو قدرتاً رنج پہنچا ہوگا۔ ایک مفروضہ قائم کرکے آپ ہی رکیک حرکتوں پر اتر آیا۔ حکم دے دیا کہ شہزادوں۔ امیروں۔ سرداروں اور وزیروں سے جو کوئی بھی شیخ کے ہاں حاضر ہوگا یا نذرانہ پیش کرے گا یا بھیجے گا۔ اس کی وجہ معاش اور جائداد بھی ضبط کی جائے گی اور برخاست بھی کر دیا جائے گا۔ جب دیکھا کہ یہ چال بھی کارگر اور مفید نہ ہوئی بلکہ مصارف خانقاہ دُگنے ہو گئے اور غیب سے روپیہ ملنے لگا تو باوجود اس کے کہ عہد حکومت میں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردیؒ صرف تین ہی مرتبہ دہلی آئے اور وہ بھی انہیں حضرت سلطان المشائخ کی محبت ہی ملتان سے کھینچ لائی۔ مگر اس نے لکھا کہ وہ تو مجھ سے ملنے ملتان سے یہاں آیا کرتے ہیں اور آپ یہیں رہتے ہوئے بھی مجھ سے نہیں ملتے۔

آپ رضامند نہ ہوئے تو کہلا بھیجا کہ نہیں ہمارا حکم ماننا پڑے گا اور کم از کم ہر شب ماہ کو تو ضرور ہی سلام کے لئے آنا ہوگا۔ بڑا نازک وقت تھا۔ اُمراء اور رؤساء تو ایک طرف شہزادوں نے بھی خوف کی وجہ سے آنا بند کر دیا تھا کہ سلطان قطب الدین پھر ہندوستان کا بہت بڑا اور مقتدر فرماں رواں تھا۔ کس کا زہرہ تھا جو اس کے حکم کے خلاف ورزی کر سکے۔ وہ فی الحقیقت حضرت کو چشم زخم پہنچانے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔ سید قطب الدین غزنویؒ، شیخ عماد الدین طوسیؒ، شیخ وحید الدین چندیریؒ، مولانا برہان الدین یزدویؒ اور دیگر اکابر نے غیاث پورہ جا کر سمجھایا اور عرض کی کہ سلطان جوان العمر بھی ہے اور ناعاقبت اندیش بھی۔ اور آپ پھر فہیم اور عمر رسیدہ ہیں۔ سلطان کا ارادہ اچھا نہیں۔ آپ ہر چاند رات کو ہو آیا کریں۔ اس میں ہرج ہی کیا ہے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ دیکھئے کیا ظہور میں آتا ہے۔ یہ تو سمجھے کہ ہم نے حضرت کو راضی کر لیا سلطان بھی خوش ہو گیا کہ میرا حکم بالا رہا اور چاند رات کا انتظار کرنے لگا۔ دہلی بھر میں اس

مصالحت پر خوشی کا اظہار کیا جانے لگا۔

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ سلطان کی عداوت کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ اس نے قلعہ کے اندر ایک جامع مسجد تعمیر کرائی تھی اور تمام مشائخین کے نام احکام صادر کئے تھے کہ اول جمعہ کی نماز سب اسی مسجد میں آکر پڑھیں۔ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا تھا کہ میرے مکان کے قریب جو مسجد ہے اسی کا یہ حق ہے۔ میں اور کہیں نماز پڑھنے نہیں جا سکتا اور آپ نہیں گئے۔ دوسرے ہر غرہ ماہ کو حکم شاہی کے مطابق علماء، مشایخ و اکابر تہنیت ماہ نو کے لئے خدمت سلطان میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے اسے بھی تسلیم نہ کیا تھا۔ بہر کیف ۲۷ شوال کو خواجہ وحید قریشی اور عزیز الدین علی شاہ حاضر ہوئے دونوں امیر اور آپ کے مرید تھے۔ پوچھا کہ آپ تشریف لے چلیں گے؟ فرمایا ہرگز نہیں میں اپنے پیران کرام کی سنت کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤں گا۔ عرض کی سلطان تو منتظر بیٹھا ہے یہ تو بڑا فتنہ پیدا ہوگا۔ فرمایا گھبراؤ نہیں سلطان مجھ پر غالب نہ ہوگا۔ میں رات ہی یہ خواب دیکھ چکا ہوں کہ ایک نوکیلے سینگ والی گائے نے مجھ پر حملہ کیا ہے اور میں نے اس کے دونوں سینگ پکڑ کر اس کو گرا دیا ہے۔ یہ سن کر وہ مطمئن ہوئے (اخبار الاولیاء)

اگلے روز شام کو آپ اپنی رابعۂ عصر والدہ بی بی زلیخا کی قبر پر حاضر ہوئے اور عرض کہ سلطان میری ایذا رسانی کی فکر میں ہے۔ تہیہ کئے بیٹھا ہے اگر اس کا خاتمہ نہ ہوا تو میں پھر آپ کی زیارت کو نہ آؤنگا۔ انتیسویں شوال کو بعد نماز ظہر اور بعد عصر خدام آ آ کر پوچھتے رہے کہ چلنے کا کیا انتظام کریں؟ کچھ جواب نہ دیا۔ اسی شب کو پہر رات گئے خسرو خاں نے جو غلام خاص اور پچاس ہزار سواروں کا منصب دار تھا محل سلطانی میں داخل ہو کر سلطان کا کام تمام کر دیا۔ اسے محل میں وقت بے وقت چلے آنے کا رتبہ حاصل تھا اس وقت سلطان ہزار ستون والے محل میں تھا۔ سلطان مارا بھی گیا تو اس برے طریق پر کہ دنیا کو عبرت ہوئی۔ خسرو خاں نے قتل کر کے اس کی نعش جمنا کی ریت میں پھینک دی جو کئی روز بے گور و کفن پڑی رہی۔ یہ تھا آپ سے عداوت کا انجام۔ سلطان قطب الدین مبارک شاہ ۷۱۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ اور صرف چار سال ہی حکومت کر کے ۷۲۰ھ میں

قتل ہوگیا۔

سلطان غیاث الدین کا حشر سلطان غیاث الدین تغلق دیپال پور کا صوبیدار تھا۔ دیپالپور ہی میں خواجہ علاؤ الدین چشتی نبیرہ حضرت بابا صاحبؒ کا مرید ہوگیا تھا۔ خواجہ ہی کی دعا سے اسے تخت سلطنت نصیب ہوا۔ اس نے جو سنا کہ خسرو خاں نے سر پر آرائے حکومت ہوکر دلی میں ایک شور محشر برپا کر دیا ہے۔ شہزادے کو قتل کر ڈالا ہے۔ بیگمات کی بے حرمتی شعائر اسلام کی بے وقعتی اور اُمراء کی توہین کر رہا ہے۔ تو یہ جلد تیاری کر کے اور ایک لشکر عظیم لے کر دہلی پر حملہ آور ہوا۔ اور خسرو خاں کو قتل کر کے بادشاہ ہوگیا۔ ظاہر امر تھا کہ اُمرائے اور اہل شہر پر جو مصائب خسرو خاں کے مختصر عہد میں نازل ہوئے وہ اس خاموشی کا ثمرۂ تلخ تھے جو انہوں نے اللہ کے دوست و محبوب حضرت سلطان المشائخؒ کے خلاف سلطان قطب الدین مبارک شاہ کی زیادتیوں کے علی الرغم اختیار کئے رکھی اور اس بزرگ جلیل کو تکلیف پہونچی۔ سلطان غیاث الدین کو اس سے تنبیہ حاصل ہونا چاہئیے تھا وہ ۱۳۲۱ء ۷۲۰ھ میں سریر آرائے حکومت ہوا۔ اور چار سال حکومت کر کے وہ بھی حضرت ہی کی معاندت کا شکار ہوگیا۔

اس کے سامنے سلطان قطب الدین مبارک شاہ کا انجام تھا اور صوفیا ہی کی دعا سے اسے سلطنت ملی تھی۔ مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا اور حضرت سلطان المشائخ سے خصومت اور معاندت مول لے بیٹھا اور اتنا بڑھا کہ جب بنگال سے مراجعت فرمائے دہلی ہوا تو اس نے دور ہی سے ایک صبا رفتار سوار کے ذریعے ایک حکم نامہ آپ کے نام بھی ارسال کر دیا کہ میرے دہلی پہنچنے سے پہلے ہی آپ غیاث پور خالی کر دیں کیونکہ آپ کے ہاں خلقت کا ہجوم رہتا ہے اور اس سے میرے لواحقین کو گونہ تکلیف ہوتی ہے۔ اگر اس حکم کی خلاف ورزی کی گئی تو نتائج کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ آپ نے یہ حکم سنتے ہی زبان فیض ترجمان سے فرمایا "ہنوز دہلی دور است" خدام جاں نثار بار بار سمجھاتے تھے کہ سلطان کا نائرہ غضب اشتعال پر ہے۔ آپ مصلحتاً ہی چند روز کے لئے دہلی سے باہر کسی دوسرے مقام پر تشریف لے جائیں ہر مرتبہ "ہنوز دہلی دور است" فرماتے۔ ان دنوں طبیعت بھی علیل تھی۔ خدام بہت

پریشان تھے بہت مضطرب تھے کہ خدا جانے غضب سلطانی کیا رنگ لائے۔ مگر آپ کو چنداں پرواہ نہ تھی۔

اسی اثنا میں خبر ملی کہ سلطان دہلی سے پانچ کوس کے فاصلے پر موضع افغان پور میں مع لشکر عظیم پہنچ چکا ہے۔ اور زیادہ اضطراب بڑھا۔ اس کے بیٹے الغ خاں نے تغلق آباد کے قلعہ کے قریب ایک جدید محل تعمیر کرایا تھا جس کی تزئین و آرائش میں پورا اہتمام کیا گیا تھا۔ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ ملتان سے آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ سلطان کے اعزاز میں اس جدید محل کے اندر جو ضیافت خاص ہوئی اس میں شیخ بھی موجود تھے۔ انھوں نے نور باطن سے معلوم کر لیا کہ یہ محل گرنے والا ہے چند بار سقف و بام و در پر نظر کی اور بادشاہ سے فرمایا مکان جدید ہے آپ اس سے باہر نکل آئیں سلطان نے کہا عجلت کیا ہے کھانا کھالیں۔ جب سلطان تین بار تنبیہ کرنے پر بھی باہر نہ نکلا تو شیخ ہاتھ دھوئے بغیر باہر چلے آئے اور ان کے باہر آتے ہی محل دھڑام سے نیچے آرہا۔ سلطان اس کے نیچے دب کر ٹھنڈا ہو گیا اور آپکی زبان مبارک سے یہ نکلے ہوئے الفاظ ہنوز دہلی دور است صفحۂ روزگار پر منقوش اور مرتسم رہ گئے اور زبان زد عوام و خواص ہو کر ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئے۔

مورخین نے اس حادثہ کو سلطان کے فرزند کی حرص سلطنت اور سازش عمیق سے منسوب کیا ہے اور شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ خاں نے تو اسی لئے آپ کے وصال کے بعد کا ایک سنہ اس کے انتقال کا سنہ قرار دیا ہے۔ یعنی ۷۲۹ھ اور آپ کا وصال ہوا ہے ۷۲۵ھ میں۔

مگر تاریخ فرشتہ، تاریخ بدایونی اور تاریخ الفنسٹن صاحب میں ۷۲۵ھ میں مرقوم ہے۔ جب آپ کو علم ہوا کہ اب سلطان آیا ہی چاہتا ہے اور وہ ضرور درپے آزار ہوگا تو آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور یہ قطعہ پڑھا ۔

قصد ظالم بسوئے کشتن ماست   دل مظلوم ما بسوئے خدا است
اندریں فکر تا بما چہ کند   من دریں فکر تا خدا چہ کند

اسی وقت محل کو جنبش ہوئی اور سلطان اور اس کا عزیز چھوٹا بیٹا جسے وہ اپنا ولیعہد بنانے کی فکر میں تھا اور وہ تمام امرار جو حضرت کی مخالفت میں سلطان کے ہمراہی تھے نیچے دب کر مر گئے۔ یہ تھا وبستان خدا سے خصومت خریدنے اور گستاخی کرنے کا ثمرۂ تلخ۔ جب سلطان کے اس مرگ ناگہانی کی خبر آپ کو پہنچی تو آپ کی زبان پر حضرت شیخ سعدی سہروردیؒ کا یہ شعر جاری ہو گیا۔ ؎

اے روبہاک چرانہ نشستی بجائے خویش ٭ باشیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

غرض سلطان قطب الدین مبارک شاہ اور سلطان غیاث الدین تغلق دونہی فرماں روائوں نے اپنی شوکت خسروی اور ابہت شاہی کے زعم میں آپکی مخالفت کی اور دونوں محض چار ہی چار سال فرماں روائی و خسروی کر کے لقمۂ اجل بن گئے۔ اپنے کئے کی سزا پائی اور جنھوں نے آپ سے عقیدت و محبت رکھی وہ پھلے پھولے۔ مشہور سیاح اسلام ابن بطوطہ نے بھی "ہنوز دہلی دور است" کے مقولہ کو اپنے سفرنامہ میں آپ ہی سے منسوب کیا ہے۔

محمد تغلق و فیروز شاہ کو دُعا

سلطان غیاث الدین تغلق کا بڑا بیٹا محمد تغلق آپ کا بہت معتقد تھا۔ محبت رکھتا تھا۔ وہ بھی اسی محل کے اندر تھا۔ لیکن آپ کی عقیدت اس کی کشتی حیات کی ناخدا بن گئی اور وہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کے انتباہ پر چند لمحے پہلے ہی محل سے نکل آیا۔ محل اتنا مضبوط بنا ہوا تھا کہ اس کے منہدم ہونے کا کوئی امکان ہی نہ تھا اور نہ کسی سازش کی کرشمہ کاری کہی جاسکتی ہے جیسا کہ ظاہر بین لکھتے ہیں۔ نیچے کوئی بارود تو بچھا کر اسے بآسانی اُڑایا جاسکتا تھا۔ مگر نہیں گری۔ اور صرف چھت گری اور حضرت کی بددعا سے گری۔

سلطان محمد تغلق کا چتر شاہی آپ کی عقیدت ہی بنی۔ سلطان علاؤ الدین خلجی سکندر ثانی اور ارض ہند کا فاتح اعظم آپ ہی کی دعاؤں کے سائے میں بن سکا۔ اب اور سنئے سلطان فیروز شاہ تغلق ارض ہند کا کتنا بلند پایہ مشہور نیک دل اور نیکنام بادشاہ گذرا ہے۔ اسکی تمام شہرتیں تمام نیکنامیاں تمام امن وامان اور تمام کارہائے نمایاں

صرف آپ ہی کی دعا و عقیدت کے ثمرہائے شیریں تھے جب جعفر سنی ہی ہیں سلطان آپکی زیارت کو غیاث پورہ آیا ہے تو بہت ادب و تعظیم کے ساتھ نیازمندانہ سامنے گیا۔ آپ کو اس کا یہ ادب و احترام بہت پسند آیا۔

دریافت کیا" بابا چہ نام داری؟" جواب دیا فدوی بہ اسم کمال الدین مشہور است"

ارشاد فرمایا" عمر بہ کمال دولت بہ کمال نعمت بہ کمال" اس ارشاد و دعا کا جو اثر تھا وہ دنیا کے سامنے ہے اور تاریخ شاہد ہے۔ سلطان کی زندگی کا ایک ایک ورق اس دعا کا پیکر صدا و قت رہا۔ سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد سندھ اور گجرات کے جملہ امراء اور عمائد نے اسے بہ اتفاق بادشاہ بننے پر مجبور کیا۔ انتالیس ۳۹ سال حکومت کی نوے برس کی عمر پائی۔ بہت نیک نام رہا۔ بہت امن رہا۔ ہر قسم کی نعمتیں حاصل ہیں سب سے اہم ترین امر یہ ہے کہ درویشانہ آئیں و عقیدت کے ساتھ زندگی بسر کی ضیاء برنی نے اس کی عقیدت اور درویشانہ زندگی کے متعلق اپنی تاریخ میں پوری تفاصیل دی ہیں۔

سلطان علاؤالدین بہمنی کو عطائے سلطنت

تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ سوم میں مذکور ہے کہ سلطان علاؤالدین حسن بہمنی کو بھی آپ ہی کی دعا کے زیر اثر سلطنت نصیب ہوئی حسن ایک نہایت مفلس و مفلوک شخص تھا۔ کچھ دنوں بعد دہلی ہی میں ایک برہمن کے ہاں کھیت جوتنے اور بونے پر ملازم ہو گیا اور دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد روکھی سوکھی ملنے لگی۔ ایک روز خانقاہ کے دروازہ پر تصویر بے کسی بنا ہوا کھڑا تھا اور لوگ بہ کثرت کھانا کھا کر نکل رہے تھے۔ انہی نکلنے والوں میں شہزادہ محمد تغلق بھی تھا۔ شہزادہ ابھی کھانا کھا کر دروازہ سے نکلا ہی ہے کہ آپ نے خدام سے فرمایا" یک شاہ برفت و دیگرے بر آستانہ موجود" ایک بادشاہ نکلا ہے اور دوسرا دروازہ آستانہ پر موجود ہے" خدام سوچنے لگے کہ ایک بادشاہ تو شاہزادہ محمد تغلق ہو سکتا ہے۔ مگر دوسرا کون ہے۔ باہر بھی دیکھ آئے مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ استفسار پر فرمایا ضرور ہے۔ پھر عرض کی کہ دروازہ پر تو ایک مفلوک محتاج شخص ہے فرمایا۔ اسے اندر لے آؤ۔ وہی بادشاہ ہے حسن اندر آیا تو کھانا ختم ہو چکا تھا۔ ایک

کلچہ رکھا ہوا تھا آپ نے اس کلچہ کو انگلی پر رکھ کر بشکل چتر رکھ کر حسن سے فرمایا کہ یہ اسی سلطنت کا چتر شاہی ہے جو ایک عرصہ کے بعد دکن میں تمہیں ملے گی۔ یہ کرامت ملاحظہ فرمایئے کہ اسی لمحہ سے حسن کے دن پھرنے لگے۔ غریب تھا مگر حضرت کی عظمت اور آپ کے الفاظ کی جلالت سے واقف تھا۔ اس لئے وہ پرامید ہو کر کچھ مدت کے بعد دکن روانہ ہوا متعدد انقلابات کے بعد چتر شاہی اس کے سر پر تھا۔ اور تخت فرماں روائی اس کے قدموں کے نیچے۔ بادشاہ ہو کر اس نے نہایت شکوہ طمطراق کے ساتھ سلطنت کی اور اس کی اولاد بھی کئی صدیوں تک کامیابی وسطوت کے ساتھ حکومت کرتی رہی۔ گلبرگہ اس بہمنی سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ اس خاندان کے تمام فرماں روا فقیر دوست تھے سلطان احمد خاں بہمنی کو بھی ایک بزرگ ہی کی دعا سے تخت ملا تھا۔

اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے جا بجا یہ ملاحظہ فرمائینگے کہ تقریباً بچانوے فی صدی فرماں رواؤں کی تخت نشینی صوفیاء اور فقراؤں ہی کی دعاؤں کی رہین منت رہی ہے تیمور، بابر، ہمایوں، شیر شاہ، جہانگیر، شاہجہاں، اورنگ زیب، بہادر شاہ اول التمش بلبن، غیاث الدین، محمد تغلق، فیروز تغلق، علاؤ الدین خلجی، بہلول لودی، سکندر لودی حسن گنگو، احمد خاں بہمنی اور احمد خاں بنگش وغیرہ پرشکوہ فرماں روا گذرے ہیں۔ جنہیں حالات نے بالکل مایوس کر دیا تھا۔ اور جن کے فرماں روا ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔ مگر صوفیاء اور اولیاء کی دعاؤں نے انھیں فرش سے اٹھا کر تخت پر بٹھا دیا۔ تقریباً تمام ہی فرماں روایان ہند اور امرائے سلطنت صوفیائے کرام کے مرید ومعتقد بھی رہے ہیں۔ مگر آج یہ سب کچھ فضول سمجھا جاتا ہے۔ شرک ہے۔ بدعت ہے افسوس وصد افسوس۔

سلطان محمد تغلق نے بہت سے مشائخین کو ستایا اور قتل کیا۔ مگر اسے بھی آخر شیخ قطب الدین منور کے سامنے سر جھکانا اور معتقد ہونا پڑا۔

تعلیمات فرمایا کرتے تھے۔ کچھ ملے تو جمع نہ کرنا۔ نہ ملے تو فکر نہ کرنا کہ خدا ضرور دے گا کسی کی برائی نہ کرنا۔ قرض نہ لینا جفا کے بدلے عطا کرنا۔ ایسا کرو گے۔

تو بادشاہ تمہارے در پر آئیں گے۔ فقر و فاقہ رحمتِ الٰہی ہے جس شب فقیر بھوکا سویا وہ شب اس کی شب معراج ہے؛

(۴۸) علاؤ الدین صابر کلیریؒ

بچپن میں اظہارِ کرامات فرد الافراد حضرت مخدوم علاؤ الدین صابر کلیریؒ صحیح النسب سادات عظام سے ہیں حضرت بابا صاحبؒ کے بھانجے ہیں۔ ۱۹ ربیع الاوّل ۵۹۲ھ شب پنج شنبہ بعد نماز تہجد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ پیدا ہوتے ہی اظہارِ کرامات شروع ہو گیا۔ دایہ کی ہمت نہ پڑی کہ بے وضو آپ کو غسل کراتی کہ مادر زاد ولی تھے اور سراپا سے ایک جلال نمایاں تھا۔ (انوار الشہود)

والدہ محترمہ کا دودھ سوا دو سال نہیں صرف سات ماہ دس یوم پیا۔ اس دوران میں برابر عجائب و غرائب و کرامات کا ظہور ہوتا رہا۔ چوتھے سال بولنا آیا تو زبان مبارک سے پہلا لفظ اور پہلا جملہ لا موجود الا اللہ تھا۔ پانچ ہی سال کی عمر میں باپ کا سایہ سر مبارک سے اٹھ گیا یعنی ۵۹۶ھ میں آپ یتیم تھے۔ اکثر خاموش رہنے لگے ہمہ وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ سوچ رہے ہیں۔ ماں اور ماموں کی توجہ سے علم و فضل میں بھی کامل ہو گئے۔ ماں کے اصرار پر ماموں نے اپنی صاحبزادی سے شادی کر دی۔ اگرچہ وہ نہ چاہتے تھے مگر بہن کی محبت نے مجبور کر دیا۔ ماں بھی ان کے جلال و جبروت کی راز دار تھیں مگر پھر ماں تھیں۔ دلہن کو حجرے میں پہنچا کر باہر بیٹھ گئیں۔ آپ حسب معمول مراقبۂ فنا میں مصروف تھے۔ فنا فی اللہ کے مراتب طے کر رہے تھے۔ نگاہ جو اٹھی پوچھا کون؟ عرض کی آپ کی بیوی! فرمایا مجھے بیوی سے کیا غرض۔ نظر تیز سے جو دیکھا تو وہیں جل کر خاکستر ہو گئیں۔

ماں نے جا کر دو ہتڑ سر پر مارا کہ بھائی کو کیا جواب دوں گی۔ انھیں بھی بخار آگیا اور وہ بھی جلال صابری کی نذر ہو گئیں۔ کیونکہ مرید ہونے کے بعد حالت ہی یہ تھی کہ ہر وقت جذب کے عالم میں رہتے تھے۔ لنگر کی خدمات سپرد ہو گئی تھیں۔ وقت پر حجرہ سے باہر نکل کر سب کو کھانا تقسیم کر دیتے اور خود یوں ہی بھوکے رہتے۔ عرصہ تک یہی رنگ رہا۔

مجال نہ تھی کہ کوئی حجرے کے قریب قدم رکھ سکتا۔ باباصاحبؒ کے دو فرزند آپ کے جلال ہی کی نذر ہو چکے تھے۔

کلیر کی رونق و عظمت

پاکپتن شریف میں آپ کا حجرہ آج بھی موجود ہے مگر بڑے بڑوں کی ہمت نہ پڑتی کہ اندر قدم رکھے لکھا ہے کہ ایک عرصہ تک آپ ہمہ وقت حجرے ہی کے اندر مستغرق اور مراقب رہے۔ ۶۲۳ھ یا ۶۲۵ھ میں باباصاحبؒ نے خلافت عطا کر کے آپ کو دہلی کا شاہ ولایت مقرر کیا۔ مہر حضرت قطب جمال ہانسویؒ کے پاس تھی حکم ہوا کہ مہر سند پر ان سے کرالینا۔ ہانسی پہنچے تو کسی بات پر جلال آگیا اور سند ولایت پھٹ گئی آپ نے نسل منقطع کر دی واپس پاکپتن گئے تو باباصاحب نے کچھ روز پاس رکھ کر شہر کلیر کی ولایت کی سند لکھ دی اور پیر کے حکم سے ۵ ذی الحجہ ۶۵۰ھ کو آپ کلیر شریف پہنچے۔ کلیر آج تو ایک ویرانہ ہے مگر اس عہد میں ہندوستان کا ایک مشہور بارونق اور عظیم الشان شہر تھا علماء و امراء کی فراوانی تھی۔ دولتمندوں کا کوئی شمار نہ تھا بہ کثرت مسلم امراء یہاں آباد تھے وسیع مساجد و بازار تھے اور رفیع الشان اور آراستہ مکانات

یہ حالت تھی کہ جمعہ کے روز چار سو امراء و رؤسا چنڈولوں میں سوار ہو کر جامع مسجد میں نماز پڑھنے جایا کرتے تھے مگر اس درجہ مغرور اور متکبر تھے کہ تمام صفوف اولین گویا ان کی میراث و جاگیر بن چکی تھیں غرباء و ضعفاء کی مجال نہ تھی کہ ان صفوف میں قدم رکھ سکیں اگر غرباء کچھ آگے آ کر بیٹھ جاتے تھے تو باقی امراء انہیں پیچھے ہٹا دیتے چلے جاتے تھے۔ مسجد بھی نہایت عظیم الشان تھی ہزارہا آدمی اس میں سما سکتے تھے۔ غرض اللہ کے گھر ان مغرور و نخوت پسند امراء نے غیر اسلامی امتیازات قائم کر رکھے تھے۔ ان کی نظر میں غرباء کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔ علمائے ظاہری کی بھی یہی حالت تھی۔ حاکم و قاضی بھی اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ غرباء گویا امراء کے غلام تھے۔ ان میں اخلاقی عیوب بھی پیدا ہو گئے تھے۔

جلال صابری کا ظہور

آپ اس عظیم الشان شہر میں پہنچے تو صرف دو آدمی معتقد ہوئے انہوں نے لوگوں سے کہا بھی کہ یہ اس شہر کے شاہ ولایت مقرر ہوئے ہیں کئی کرامات بھی دکھائیں، مگر علماء و امراء اور قاضی نے نہ مانا بحثیں شروع کیں۔ بابا صاحبؒ اور قاضی شہر میں مکاتبت بھی ہوئی آپ نے بڑے ضبط سے کام لیکر کئی بار بابا صاحب کو لکھا یہ نشۂ غرور کے پتلے اور دولت مندی کے مست و بدافعال بھلا کب سننے اور ماننے والے تھے قاضی شہر اپنے رسوخ و اثر کی فنا پذیری سے ڈر رہا تھا۔ غرض نہ آپ کی کوئی سنتا تھا اور نہ مانتا تھا بلکہ اور مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔

ایک روز آپ جمعہ کی نماز کو جب گئے تو صف اول میں جا بیٹھے امراء جو آتے گئے وہ آپ کو برابر ہٹاتے گئے اور آپ صف اول کے ثواب سے محروم ہو گئے جب دو دفعہ یہی ہوا اور آپ کو مسجد سے بھی نکلنا پڑا تو آپ نے پھر بابا صاحب کو لکھا۔ جواب آیا "کلیر تمہاری بکری ہے تمہیں اجازت ہے دودھ پیو یا اس کا گوشت کھاؤ" یہ اجازت پاکر آپ پھر ایک روز جمعہ کی نماز کو گئے اور وہی واقعہ پھر پیش آیا اور آپ مسجد سے باہر نکال دیئے گئے جس وقت خطبہ ختم ہوا آپ نے فرمایا اے مسجد امام تو اپنا کام ختم کر چکا اور تو ابھی تک کھڑی ہے تو بھی سجدہ کر اتنا کہتے ہی مسجد دھڑام سے نیچے آرہی اور تمام رعونت پسندان کلیر اس کے نیچے دب کر رہ گئے عظیم الشان عمارت تھی چند آدمی بھی تو اپنی جان سلامت لیکر نہ جا سکے۔ اب تو شمشیر جلال صابری بے نیام ہو چکی تھی شہر میں وبا پھیل گئی۔ ایک ایک گھر سے دس دس جنازے نکلنے لگے حتیٰ کہ کوئی دفن کرنے والا نہ ملا لوگ بھاگنے لگے لیکن جہاں پہنچے وہیں ٹھنڈے ہو گئے اور چند روز کے اندر ہی اندر ہندوستان کا یہ دولت مند شہر ہو کا منظر پیش کرنے لگا اور اس کی رفیع الشان عمارتیں درندوں اور زاغ و بوم کا مسکن بن گئیں اتنے بڑے شہر کی تباہی کچھ معمولی بات نہ تھی ہندوستان بھر میں ایک تہلکہ مچ گیا۔

استغراق و محویت کا عالم دور دور سے مخلوق خدا شہر کی ویرانی کا منظر دیکھنے کے لئے آتی تھی کہ یہ واقعہ ایسا تھا کہ اس کی مثالیں تاریخ نبوت کے سوا تاریخ ولایت میں شاذ ہی مل سکتی نہیں انبیاء کے وقت میں تو اکثر ایسا ہوتا رہا ہے لیکن اولیاء کے عہد میں قریب قریب یہ پہلی بات تھی۔ (سیر الاقطاب)

شاہان دہلی نے کلیر کو پھر آباد کرنے کی سعی کی، مگر مخدوم صاحبؒ کے تصرف سے کسی کی ہمت نہ پڑی۔

ویرانی کلیر کے بعد آپ نے شہر سے دور ایک گولر کے نیچے قیام کیا اور پھر مستغرق بحر شہود ہو گئے جذب و استغراق کا یہ عالم تھا کہ مسلسل بارہ برس تک گولر کی ڈالی پکڑے تحیر میں کھڑے رہے۔ اس دوران میں کچھ حرکت تھی اور نہ حس چڑیاں جسم مبارک پر آتیں بیٹھتیں اور اڑ جاتیں شیر اور چیتے قریب ہی پھرتے رہتے۔ آخر حضرت کی خدمت میں حضرت شمس الدین ترک آکر رہنے لگے جنگل سے گولر توڑ کر لاتے اور انہی کو ابال کر دونوں کھا لیتے بیس برس تک یہی عنوان رہا حضرت امیر خسرو بھی حضرت سلطان المشائخ کی اجازت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند روز قیام کیا۔ مخدوم صاحبؒ نے کہا شمس الدین! ترک خسرو آیا ہے اسکی خاطر کرنی چاہیئے تاکہ یہ دہلی جاکر نظام الدین سے یہ نہ کہے کہ کلیر میں خاطر نہ ہوئی آج گولروں میں تھوڑا سا نمک ڈال دینا۔

اللہ اللہ یہ بزرگوں کی خاطر ہے اس تمام مدت میں آپ کی یہ حالت رہی کہ روز و شب مراقب رہتے تھے بعض اوقات تو نماز کا بھی ہوش نہیں ہوتا تھا۔

حسن قوال کی حاضری حضرت بابا صاحب کا قوال حسن بابا صاحبؒ کے تمام اکابر مریدوں اور خلفاء کے پاس گیا اور جہاں جہاں پہنچا وہیں سے بکثرت انعام حاصل کیا اسی خیال سے وہ کلیر شریف بھی آیا مگر یہ تو شاہ میر خلفاء میں سے تھے دیکھا کہ گولر کے ایک بڑے درخت کے نیچے

پھونس کی ایک جھونپڑی پڑی ہے اس میں رہتے ہیں مگر اس وقت موجود نہیں ادھر اُدھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ گولر کی ایک شاخ پکڑے تحیر کے عالم میں بیخودانہ کھڑے ہیں مؤدبانہ جا کھڑا ہوا۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو پوچھا:۔

توکیستی؟ جواب ملا قوال فرید الدینؒ۔ پوچھا فرید الدین کیست؟ اس نے کہا شیخ شما۔ اسم شیخ شنیدہ تبسم کرد و گفت۔ بگو کہ شیخ ما آیا بخیریت است؟ خوش است؟ بگفت خوش است بخیریت است۔ من بزیارتِ شما آمدہ ام۔

پھر آپ حسن کو لے کر جھونپڑی میں آئے۔ شمس الدین ترک کہیں رفعِ حاجت کو گئے ہوئے تھے۔ گولروں کی ہانڈی چولھے پر چڑھی ہوئی تھی آپ نے یہ ابلے ہوئے گولر نکال کر حسن کو دیئے جل ہی تو گیا۔ وہ آیا تھا انعام کی امید میں نصیب نہ ہوئی روٹی بھی گولر پاس رکھ لئے اور اجودھن پہنچا۔ حاضرِ خدمت ہوا تو بابا صاحب تمام مریدوں کا حال سنتے رہے۔ آخر میں پوچھا میرے صابر کا کیا حال ہے؟ اسے بھی دیکھا۔ بولا میں تو بڑی امیدیں لیکر گیا تھا مگر وہاں تو جھونپڑی بھی سلامت نہ پائی وہ تو بہت متکبر ہیں جس کی انتہا ہے کہ میں نے آپ کا نام لیا تو پوچھتے ہیں کون فرید الدین؟ اس کے بعد اس نے گولر نکال کر دیئے۔ آپ انہیں لے کر بہت خوش ہوئے اور دو گولر تو اسی وقت کھا لئے اور باقی حاضرین کو تقسیم کئے جس نے کھائے اسی کے باطن میں نور پیدا ہو گیا۔

اسی طرح حضرت امیر خسروؒ بھی تبرکاً جو گولر لے گئے تھے انہیں حضرت سلطان المشائخ نے بڑے ذوق سے کھایا اور آنکھوں سے لگایا تھا۔

کشف و کرامات

آپ کی وفات ۶۹۰ھ میں بعہد سلطان جلال الدین خلجی حضرت شمس الدین ترک کو آپ نے جب خلافت دیکر رخصت کیا تو فرما دیا تھا کہ جب تجھ سے کوئی دانستگی کرامت صادر ہو تو سمجھ لینا کہ میرا انتقال ہو گیا

چنانچہ جب آپ سے کرامت صادر ہوئی تو سامان تجہیز و تکفین لے کر فوراً کلیر پہنچے نعش مبارک رکھی ہوئی تھی جس کی نگہبانی شیر کر رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر ہٹ گئے نہلا دھلا کر دفن کر دیا۔

مرقد مبارک ہی کے خلاف ہندوؤں نے ایک مندر بنا لیا اور پوجا شروع کر دی وہ مرقد انور کو بھی منہدم کرنا چاہتے تھے مگر شیر نمودار ہوئے اور وہ اس ارادے سے باز رہے۔ ایک بار مندر کے مالک نے جو بہت متعصب تھا مرقد منور کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا، دیکھا کہ دو شیر بیٹھے ہیں۔ یہ کھڑا رہا اور وہ ہٹ گئے۔ سمجھا کہ یہ میرے ارادہ کی برکت ہے اور آگے بڑھا۔ ایک برق چمکی مگر پھر تھم گئی۔ سمجھا یہ بھی میرا کمال ہے آخر اس نے مزار مبارک میں سوراخ کیا۔ اندر جو گردن ڈال کر دیکھنا چاہا تو گلا اس میں پھنس کر رہ گیا۔ خدام آستانہ کو حکم ہوا کہ ایک سور مرا پڑا ہے اسے پھینک دو۔ دیکھا تو واقعی سور تھا۔

آپ مراقب تھے کہ ایک برات اُدھر سے شور کرتی گذری۔ حضرت شمس الدینؒ نے دوڑ کر انھیں سمجھایا۔ وہ نہ مانے۔ آپ نے آنکھ کھول کر پوچھا یہ کیا شور ہے؟ انھوں نے واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے اسی وقت ایک آبخورے کو زمین پر اُلٹ دیا۔ براتی والے منتشر ہو کر راستہ بھول گئے۔ بڑھ ہی نہ سکتے تھے۔ آ کر معافی مانگی تو معاف کیا۔ برسوں تک یہ حالت تھی کہ مزار مبارک کے گرد پیش بھی کوئی نہ جا سکتا تھا جہاں گیا اور مزار سے برق جلال چمکی۔ پھر بھی کوئی بڑھا تو جل کر خاک ہو گیا۔ آخر قطب عالم حضرت عبد القدوس گنگوہی بقصد زیارت عاجزانہ روانہ ہوئے۔ جب برق چمکتی آپ عاجزانہ منتیں کرتے کہ میں بڑی دور سے یہ شوق و ارمان لایا ہوں۔ ہر کوس پر بجلی چمکتی اور آپ عاجزی کرتے۔ قریب مزار بھی ایسا ہی ہوا۔ بہر کیف یہ چلے ہی گئے مزار مقدس پر پہنچے تو آپ بہ شکل مجسم سامنے آ گئے۔ بغل میں لے لیا اور فرمایا کہ تو میرے سلسلے میں ہے اس لئے بچ گیا۔ عرض کی کہ صدیاں گذر چکی ہیں۔ اب آپ برق جلال کو محجوب کر کے جمالی شان میں خلق اللہ کو زیارت کا موقع دیجئے۔ آپ نے فرمایا قدمیں!

تیری خلعت اسے منظور کرتا ہوں۔ اُس روز سے پھر برق نہ چمکی اور عرس شروع ہو گیا۔

فیض مرقد انور حضرت مخدوم صاحب ارض ہند میں کیا ارض عالم کے مشہور ترین اولیا عشاق میں ہیں۔ آپ کو ولایت موسوی حاصل تھی۔ وقت پیدائش سے لے کر آج تک کرامات و فیوض کا سلسلہ جاری ہے ہمیں بھی نہ صرف زیارت کا بلکہ ۱۹۰۶ء میں اصل درخت کا گولر کھانے کا اتفاقیہ شرف حاصل ہو چکا ہے۔ خود اپنے اوپر دو عجیب و غریب فیض و کرامات کا مشاہدہ کیا ہے۔ میرے مرشد گرامی قدر والد اوصلیین حضرت شیخ عبدالقادر خاں سہروردی رح برابر حاضر دربار ہوتے رہتے تھے بہت محبت تھی اسی کا ثمرہ تھا کہ الطریق اویسیہ آپ کو مخدوم صاحب نے خرقہ خلافت عطا کیا تھا۔ اس سال حضرت قبلہ پر بھی جلالی کیفیت طاری رہی تھی۔ مزار مبارک زیارت گاہ خلائق ہے۔ ہر سال ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسان عرس میں شریک ہوتے ہیں اور بڑی بڑی کرامات ظہور پذیر آتی رہتی ہیں۔ خود ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ جب کبھی آپ کا ذکر کرتے یا لکھتے ہیں۔ لطائف میں ترقی و زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور قلب کی عجیب حالت ہوتی ہے ہمیں عرصہ دراز سے اس وجود مقدس سے عقیدت و محبت رہی ہے۔

(۴۹) حضرت امیر خسرو رح

خاندانی حالات حضرت خواجہ امیر خسرو رح بڑے بزرگ بڑے فاضل اور بڑے شیخ گذرے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ رح کے سب سے بڑے محبوب مرید و خلیفہ تھے۔ عجیب زندگی تھی۔ زندگی بھر وزارت و امارت کرتے رہے۔ دن کو بادشاہان مجازی کے دربار میں رہتے۔ اور رات کو بادشاہ حقیقی کے دربار میں سجدہ ریز سعادت ہوتے۔ دنیا و دین کی دونوں نعائم آپ کو اپنی انتہائی صورت میں میسر تھیں جسم دنیا کے ساتھ تھا اور دل اللہ کے ساتھ۔ قصبہ پٹیالی ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے۔ کچھ ہی دیر بعد آپ کے والد صاحب محترم آپ کو ایک مجذوب کے پاس لے گئے جو مکان کے قریب ہی پڑا رہتا تھا۔ مجذوب نے بچہ پر ایک نظر ڈالی اور اسی وقت فرمایا مبارک

ہو کہ بچہ بہت سعید الفطرت ہے۔ بڑھ کر یگانۂ روزگار ہوگا۔ قیامت تک اس کا نام روشن رہیگا۔ یہ ملک الشعراء ہے۔ طوطیٔ ہند ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انوار ولایت اس کی پیشانی سے عیاں ہیں۔ اپنے وقت کا بہت بڑا عارف ہوگا۔"

پھر دعا دی کہ اللہ اسے ہر دل عزیز رکھے۔ باپ کی باچھیں کھل گئیں۔ بڑے ناز و نعیم سے پرورش کیا، عالی خاندان تھے ذہین تھے۔ خوش گو، خوش آواز تھے اور نہایت شکیل خوبرو بھی تھے تمام نعائم اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخش دی تھیں۔ بڑھے تو محسوس ہوا کہ فطری طور پر بذلہ سنج اور حاضر جواب اور بلند طبع بھی ہیں۔

دنیوی ترقیات کی معراج

ابھی ہوش بھی نہ سنبھالنے پائے تھے کہ والد انھیں لیکر دہلی آ گئے اور نانا عماد الملک سے تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ ہونہار برو اکے چکنے چکنے پات۔ حضرت سلطان المشائخؒ سے سات ہی برس کی عمر میں بیعت ہو گئے اور نو برس کی عمر میں آپ کے باپ امیر سیف الدینؒ خود بھی سلطان جی کے مرید تھے آپ کو داغ تیمی دے گئے کہ ان کی عمر چھیاسی سال کی ہو چکی تھی۔ بڑا خاندان تھا، زر و جواہر کی کمی کوئی نہ تھی تیمی کا احساس بھی نہ ہوا اور اپنی ذہانت محنت سے بہت جلد علوم متداولہ میں سند فضیلت حاصل کر لی۔ خاندان کا خاندان نور علیٰ نور تھا۔ سب ذی علم سب دولت مند اور سب دیندار و مرید۔ آپ کے بھائی اعز الدین علی بڑے بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ ابتدا میں اپنے کلام میں انھیں سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد اپنے عہد کے مشہور و مایہ ناز شاعر ہو گئے اور آپ کی شہرت علمی ہندوستان کے حدود سے نکل کر ممالک ایشیا میں پھیل گئی۔ خسرو تخلص تھا۔ ہر جگہ خسرو کے کلام کی دھوم تھی۔ فارسی اور ہندی دونوں کے نامور شاعر تھے۔ اس وقت بھی دنیا میں آپ کے پانچ لاکھ اشعار مرتب صورت میں موجود ہیں دیوان ہیں مثنویاں ہیں اور ہیں۔ علاوہ ازیں ننانویں کتب بلند پایہ کے مصنف بھی ہیں۔ آپ کا خاندانی اعزاز علمی شہرت اور شاعرانہ کمالات آپ کی انتہائی ترقی کے باعث بن گئے۔ وزارت عظمیٰ تک ترقی کی۔ اور ایک نہیں کم و بیش نصف درجن

بادشاہوں کے دربار میں امیر الامراء اور وزیر اعظم رہے پھر لطف یہ کہ سب خوش تھے اور سب ہی کو آپ کے کمالات اور تدبر و فراست کا بھی اعتراف تھا۔

عشق و ادب عنوانِ شباب ہی سے آپ نے عبادات و ریاضات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور حضرت سلطان المشائخ کی خدمت اقدس میں برابر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ جہاں سے آپ کو "ترک اللہ" کا خطاب ہوا تھا۔ مرشد گرامی کو آپ سے محبت تھی۔ بہت مہربان تھے۔ ہمیشہ اپنے دائیں طرف بٹھاتے اور سماع میں پہلے آپ ہی کی غزل قوال گاتے۔ اسی لئے آپ کو حضرت "مفتاح السماع" بھی کہا کرتے تھے آپ اس دربار میں جس کی سفارش کرتے منظور ہوتی۔ جسے جو کہلوانا ہوتا آپ ہی سے کہلواتا۔ آپ مرشد کے عاشق تھے۔ ایک سائل آگیا۔ فرمایا آج جتنی فتوح ہو گی سب تجھے ہی دیدوں گا۔ اتفاق سے دو روز تک کوئی فتوح نہ ہوئی۔ تیسرے روز حضرت نے اپنی نعلین اسے دیدیں۔ راہ میں امیر خسرو مل گئے۔ حضرت کی خبر پوچھی اور کہا کہ کیا تیرے پاس شیخ کی کوئی چیز ہے کہ بوئے شیخ آرہی ہے؟ بولا مجھے نعلین عطا ہوئی ہیں امیر صاحب نے پورے پانچ لاکھ دے کر وہ نعلین خرید لیں۔ یہ حوصلہ بھی خسرو جیسے مرید کا تھا۔ پھر یہ خرید و فروخت بالکل مخلصانہ تھی اللہ کے لئے تھی۔ اللہ کا کرم دیکھیے کہ جب آپ نعلین مبارک سر پر رکھے ہوئے خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھتے ہی حضرت نے فرمایا خسرو بہت ارزاں خریدیں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان میں کیا تھا سب کچھ تھا جو خسرو نے صرف پانچ لاکھ ہی میں پالیا۔ آپ محبوب ترین خلیفہ تھے اور کامل ولی تھے۔

وقت رحلتِ پیر آپ سلطان تغلق کے ساتھ بنگال گئے ہوئے تھے خبر سنتے ہی سیاہ پوش بسرعت دہلی پہنچے اور قرب مزار کھڑے ہو کر کہا "سبحان اللہ آفتاب زیر زمین شدہ و خسرو ہنوز زندہ است"۔ پھر مرقدِ منور سے چہرے کو رگڑا۔ اور رگڑتے ہی رگڑتے بے ہوش ہو گئے چھ ماہ جئے مگر مفارقت سے برا حال تھا آخر ۷۲۵ھ میں آپ کا بھی وصال ہو گیا سوز عشق الٰہی سے یہ حالت تھی کہ قلب کی جگہ سے پیراہن مبارک سوختہ رہتا تھا جو نیا کپڑا پہنا اس جگہ سے

جل گیا۔ اس وزیر اعظم سلطنت ہند کی جو جواہرات ہیں کھیلتا رہا ہے یہ عالم تھا کہ چالیس برس تک برابر صائم رہا اور جب نماز کو کھڑا ہو گیا تو صبح ہی سلام پھیرا۔ یہ ہے زندگی اور اسے کہتے ہیں "دست بکار اور دل بیار"۔ سچ ہے یہ کرنے والے جنگلوں میں بھی ترقی نہیں کرتے اور کرنے والے شاہی میں بھی شاہی کرتے ہیں۔

حضرت مخدوم کلیری رح سے ملاقات

حضرت سلطان المشائخ ہی کے ایک اور خلیفہ اور آپ کے دوست شیخ قطب الدین منور ہانسوی بھی تھے انہیں سلطان محمد تغلق نے بہت قریب دینا چاہیے کئی گاؤں کی سند سلطانی اور نذرانہ بھیجا جب انہوں نے منظور نہ کیا تو سلطان نے کہا کہ بہت مغرور معلوم ہوتا ہے تو بہ جبر ہانسی میں بلایا پھر بھی توجہ نہ کی۔ لشکر کے ساتھ ہی دہلی لے آیا اور بات تک نہ کی آخر کئی ماہ بعد سامنے طلب کیا تو دیکھتے ہی ہیبت سے لرز گیا اور تعظیم کو کھڑا ہو گیا اور معتقد ہوا۔ حالانکہ اس کے ہاتھوں بہت سے شائخوں کا خون بہ چکا تھا۔ کہا میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے ارشاد ہوا بس یہی کہ مجھے ہانسی واپس کر دیجئے رخصت کے وقت ایک لاکھ کی نذر پیش کی۔ صاف انکار کر دیا جب سلطان نے بہت منت کی تو صرف ایک ہزار منظور کر لیا جسے مرشد گرامی کے مزار پر آکر اللہ کی راہ میں لٹا دیا۔ یہ تو یہ ان کے خورد سال فرزند شیخ نور الدین بھی جب بلائے ہوئے سامنے آئے ہیں تو سلطان پر ہیبت طاری ہو گئی تھی اور وہ لرزنے لگا تھا قریب تھا کہ وہ خوف سے ٹھنڈا ہو جائے کہ شیخ قطب الدین رح کے تصرف نے فرزند کو روک دیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق آپ کا نہیں حضرت خواجہ علاؤ الدین چشتی کا مرید تھا اسی نے پیر کا مقبرہ تیار کرایا تھا۔

حضرت خسرو مخدوم صابر کلیری اور حضرت بو علی شاہ قلندر کی خدمت میں بھی ملنے گئے تھے اور قیام کیا تھا اور انہوں نے دعائیں دی تھیں۔

حضرت خسروؒ کو موسیقی میں بھی وہ کمال حاصل تھا کہ اس وقت تک پورے ہندوستان میں آپ کا کوئی نظیر نہ تھا۔ سینکڑوں دھنیں آپ کی ایجاد کی ہوئی ہیں بہت بلند اخلاق غربا پرور اور خوش مزاج تھے اور اپنے مرشد گرامی کی نصیحت کے موافق مشائخ کا کلام برابر دیکھتے رہتے تھے عجیب متجمع الصفات ہستی گذری ہے جس میں تمام انسانی محاسن و ہنر مندیاں جمع تھیں۔

(۵۰) شیخ نصیر الدینؒ

ولادت و علم و فضل حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ حضرت سلطان المشائخ کے جلیل القدر خلیفہ و سجادہ نشین اور ہندوستان کے مشہور اور کامل ولی تھے۔ سلطان المشائخؒ کے بعد ولایت دہلی آپ ہی کو تفویض ہوئی تھی۔ صحیح النسب سید اولاد رسول تھے۔ آپ کے جد سید عبداللطیف سب سے پہلے ہندوستان تشریف اور لاہور قیام کیا جہاں آپکے والد گرامی سید یحییٰ پیدا ہوئے۔ لاہور سے یہ بزرگ و محترم خاندان بہارہ راست اودھ پہنچ گیا۔ اسلامی عہد تھا اور سادات کرام کو سب آنکھوں میں جگہ دیتے تھے پھر علم و فضل میں بھی یگانہ تھے اسلئے بڑی عزت و عظمت اور ہر دلعزیزی حاصل ہو گئی۔ آپ کا مولد پاک بھی اودھ ہی ہے نو برس ہی کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے اور آپ کی تربیت و تعلیم کا تمام بار آپ کی محترم والدہ گرامی کے دوش مبارک پر آ گیا۔ بڑی نیک دل و عقل سیدہ تھیں اپنی تمام تر توجہ اپنے یگانہ روزگار فرزند جلیل کی تربیت و تعلیم پر مرکوز کر دیں۔ مولانا عبدالکریم شیروانی کے بھی درس میں تعلیم پاتے رہے اور بہت جلد علوم ظاہری میں کمال پیدا کر لیا مولانا افتخار الدین گیلانی سے بھی بہت کچھ پڑھا۔

والدہ گرامی کی توجہ تو آپ کی تعلیم کی طرف تھی اور وہ اس میں کامیاب ہو گئیں مگر آپ کی حالت ہی اور تھی۔ ابتداہی سے ترک،

و تجرید کی طرف توجہ تھی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ روزہ رکھتے کبھی نماز با جماعت قضا نہ ہوئی۔ ایک بزرگ کامل تھے جن کے ہمدوش سات برس تک جماعت سے نماز پڑھتے رہے پھر از خود ہی مجاہدات و ریاضات کی طرف مشغول ہو گئے چالیس سال تک یعنی چالیس سال کی عمر تک یہی عنوان زندگی رہا اور اسی طرح عبادات و مجاہدات میں لگے رہے۔

زہد و عبادت

اس کے بعد دہلی آکر حضرت سلطان المشائخ رح کے مرید جو ہوئے تو گویا پیاسے کو پانی مل گیا۔ حضرت اس وقت کیاو کھری میں فروکش تھے۔ جب تک باہر رہتے ان کی خدمت میں دست بستہ مؤدب کھڑے رہتے ورنہ ایک بالاخانے پر جا کر مصروف عبادت ہو جاتے۔ ادب شیخ کا یہ عالم تھا کہ کچھ درویش جمنا پر نہار ہے تھے کہ ایک کے کپڑے گم ہو گئے آپ نے سرعت سے اتر کر اسے اپنے کپڑے دے دیئے کہ یہ پہن لے شور نہ مچا کہ شیخ کی مشغولیت میں خلل واقع ہو گا۔ حضرت پر معاملہ جو منکشف ہوا تو اگلے روز اپنے کپڑے پہنا دیئے۔ دستور تھا کہ کبھی اودھ ہو آیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے امیر خسروؒ سے کہلوایا کہ مجھے شیخ سے جنگل میں عبادت کرنے کی اجازت دلوا دو کہ شہر میں مشغولیت کامل نہیں ہوتی۔ فرمایا اس سے کہہ دو کہ :۔

> تجھے شہر ہی میں لوگوں کے ہجوم میں رہنا ہو گا اور ان سے جو تکالیف پہنچیں اٹھانی ہوں گی اور پھر ہر تکلیف کے بارے میں احسان بھی کرنا ہو گا۔

پھر بلا کر فرمایا۔ وہ آخر بتا تیرے دل میں ہے کیا؟ چاہتا کیا ہے؟ مطمح نظر کیا ہے؟ جنگل میں رہ کر کیا کرے گا؟ تیرے باپ کا مشغلہ کیا تھا عرض کی باپ میرے روئی کی تجارت کرتے تھے۔ مقصد میرا درویشوں کی کفش برداری اور آپ کی درازی عمر کی دعا کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس پر

آپ نے محبت سے نصیحت و پند کی اور سمجھایا جس کام میں لگے ہو لگے رہو چنانچہ آپ عبادات و مجاہدات میں مصروف ہو گئے۔

اخلاق کریمانہ کے شاندار مظاہر

آخر آپ فیض مرشد سے درجہ کمال کو پہنچ گئے اور تاج خلافت سر پر رکھا آپ کے اخلاق بھی نہایت بلند تھے اور اتقا بھی بہت بڑھا ہوا تھا دشمنوں کے ساتھ وہ سلوک روا رکھتے تھے جو دوستوں کے ساتھ بھی کوئی کم ہی روا رکھتا ہے ایک قلندر جس کا نام تراب تھا آپ کا جانی دشمن تھا اور آپ کی اذیت رسانی کی فکر میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ آپ تنہا اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے مصروف ذکر و شغل تھے کہ موقع پا کر تراب اندر گھس آیا اور چھری سے حملہ کر کے آپ کے گیارہ زخم لگائے اور اپنے نزدیک آپ کا کام تمام کر کے بھاگا مریدوں کی نظر پڑ گئی دوڑ پڑے اور گرفتار کر لیا سخت غضبناک تھے انہوں نے اسے پوری سزا دینے کا تہیہ کر لیا مگر آپ نے حکم دیدیا کہ اسے کچھ نہ کہا جائے۔ بزرگانہ اخلاق و کرم کا یہ کتنا شاندار مظاہرہ ہے کہ اس حال میں کہ زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے خون بہ رہا تھا اسے سامنے بلا کر کچھ انعام دیا اور فرمایا کہ بھائی اس کے ہاتھ کو بھی تو تکلیف پہنچی ہو گی اسی طرح ایک مرتبہ کوئی شخص آپ کی پوشاک چرا کر لے گیا۔ آپ نے کسی سے اس کا ذکر بھی نہ کیا۔

عمر علی سمرقندی اور علی قندھاری مشائخ و اولیاء کے شدید دشمن تھے اور بڑا اقتدار رکھتے تھے انہوں نے سلطان محمد تغلق کو جو خود بھی انہی اوصاف کا حامل تھا آپ کے خلاف بھڑکایا اور دونوں کے مشورہ سے آپ شاہی ضیافت میں یں مدعو کئے گئے کہ کھانا طلائی و نقرئی ظروف میں پیش کیا جائے گا۔ کھا لیا تو بحیلہ شرعی انہیں تنگ پکڑیں گے اور انکار کیا تو سلطان کی توہین میں ماخوذ ہوں گے غرض کسی صورت نکلنے نہ دیں گے۔ آپ کو نور باطن سے ان کے ارادوں کا علم ہو گیا آپ شریک ضیافت تو ہوئے مگر عجیب ترکیب کی کہ کچھ کھانا برتنوں سے

اٹھاکر ہاتھ پر رکھ لیا اور دوسرے ہاتھ سے اسی کو کھانا شروع کر دیا جس سے سب شرمند ہو گئے۔

سُلطان محمد تغلق کی مخالفت چلتے وقت اسی صحبت میں سلطان نے دو قیمتی تھان اور دو توڑے اشرفیوں کے پیش کئے آپ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور کھڑے ہو گئے۔ خواجہ نظام الدین سلطان کا عزیز تھا اور وزیر اعظم کے منصب پر فائز تھا۔ مگر وہ حضور سلطان المشائخ کا مرید صادق تھا اس نے سلطان کی نظر دیکھ کر جھٹ توڑے تو اٹھا کر آپ کے غلام کے ہاتھ میں دیدیئے اور شیخ کی جوتیاں جھاڑ کر اور اپنے رومال سے صاف کر کے آپ کے سامنے رکھدیں اور دروازے تک مشایعت کی۔ وزیر اعظم جو واپس آیا تو سلطان نے قہرناک لہجہ میں کہا تو عطیہ شاہی کو ہاتھ لگانے والا کون ہوتا تھا اور پھر یہ جرأت کہ ہمارے سامنے ہی اپنے رومال سے ان کی جوتیاں جھاڑیں میں اس جرم میں تیرا سر قلم کروں گا وزیر اعظم نے کہا جو دل چاہے کیجئے گا میں حضور سلطان المشائخ کا غلام ہوں اور ان کے خلیفہ کی جوتیوں کا تاج بنانا میرے لئے باعث عزت و سرفرازی ہے۔ سلطان قتل کرنا چاہتا تھا مگر آپ کی توجہ سے وہ کچھ نہ کر سکا اور خاموش ہو گیا۔ (سیر الاصفیاء)

ایک دفعہ آپ کو اس بیت پر حال آیا ؎

جفا بر عاشقاں گفتی نہ خواہم کرد ہم کردی
قلم بر بیدلاں گفتی نہ خواہم راند ہم راندی

مولانا مغیث نے اس پر ایک رسالہ لکھ مارا کہ شیخ کو اس شعر پر وجد طاری ہوا جس میں جور و جفا کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف کی گئی ہے اور یہ عین کفر ہے۔ سلطان سے بھی جا لگائی۔ آپ نے مولانا مغیث کو بلا کر کہا اسے باہر نکال دو چنانچہ وہ تیسرے روز مر گیا (جوامع الکلم)

جواہر سنگھ جاٹ نے دہلی اور اس کے مضافات کو لوٹ کر تاراج کیا

تو آبادی چراغ دہلی کا ایک برہمن لٹیا کو خوب صاف کر کے پانی بھر کر لایا اور مزار پر رکھ کر کہا کہ مجھ برہمن کی یہ نذر قبول کیجئے۔ دہلی لٹ رہی ہے ہم تو آپ ہی رعایا ہیں آپ کے سوا اس وقت اور وسیلہ نہیں مدد کیجئے شب ہی کو خواب دیکھا فرماتے ہیں کہ تم دروازے بند کئے باطمینان بیٹھے رہو۔ ورنہ ادہر آئے تو اندھے ہو جائینگے۔ بار بار ادھر آتے مگر احاطہ نظر نہ آتا۔ آخر حقیقت معلوم کر کے معتقد ہوئے اور خود آکر نذر چڑھائی۔

ایام غدر میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ دھڑا دھڑ پھانسیاں لگ رہی تھیں باغیوں کی تلاش تھی چراغ دہلی میں بھی بہت سے پناہ گزین تھے اور ایسے بھی تھے جنھوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا۔ مٹکاف صاحب کو پتہ لگا تو سوار لئے ادھر بڑھے لوگ گھبرا کر اسی برہمن کی اولاد میں سے ایک شخص کے پاس گئے کہ تیرے دادا پر کرم ہوا تھا اب تو بھی جا کر عرض کر۔ چنانچہ وہ بھی اسی طرح گیا اور رؤیا خواب میں فرمایا کہ دیکھو جو آچکے ہیں انھیں نہ نکالو اور دوسروں کو نہ آنے دو۔ تم سب بالکل محفوظ رہو گے چنانچہ ایام غدر کے زمانہ میں چراغ دہلی میں کوئی ایک شخص بھی گرفتار نہ ہوا۔

خاندان چشت کے تمام تبرکات آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے ساتھ ہی دفن کر دئے گئے۔

میر سید گیسو دراز کو جو علم ہوا تو وہ غسل کی چارپائی کا جھلنگا ہی گلے میں ڈال کر اور یہ فرما کر کہ یہی میرا خرقہ ہے عازم دکن ہوئے راستے میں اس میں سے جسے بھی ذرا سا بان دے دیا وہ ولی ہو گیا۔ ہم تو پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ اہل اللہ جہاں بیٹھ جاتے ہیں قیامت تک وہاں تصرفات رہتے ہیں۔

۱۷ار رمضان شب جمعہ ۷۵۷ھ ہجری کو وصال فرمایا۔ قریب دہلی آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے

خلفائے کاملین آپ کے خلفاء بہ کثرت ہوئے اور سب کے سب یگانہ روزگار اولیا تھے۔ چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خواجہ ملک زادہ احمد رح سوختہ آتش الٰہی تھے۔ خون آنے لگتا تھا ناک سے جو قطرہ خون ٹپکتا چاٹ لیتے۔ کہتے کہ میرا جسم سراپا شیخ ہے زمین پر گرنا ترک ادب ہے کوئی قطرہ گر بھی جاتا تو شیخ کا نام صاف لکھا نظر آتا عشق ہی میں ختم ہو گئے۔ مزار چراغ دہلی میں ہے۔

شیخ سعد اللہ کیسہ دراز رح اولیائے کامل تھے حضرت خضر نے ایک کیسہ بخش دیا تھا۔ جتنا چاہتے نکال کر خرچ کرتے۔ کم نہ ہوتا تھا۔ وفات ۸۰۶ھ

مولانا خواجگی رح مستجاب الدعوات تھے۔ مولانا معین الدین ان کے خلاف تھے اور سب کو ان کے پاس جانے سے روکتے۔ دمہ کا مرض ہو گیا۔ نہ گیا تو مجبور ہو کر لوگوں کے کہنے سے آئے۔ آپ نے بہت خاطر کی کھانا کھلایا جس میں سب نقصان رساں اشیا تھیں کھاتے ہی آرام ہو گیا۔ امیر تیمور کے آنے کی خبر کشف سے معلوم کر کے دہلی سے چلے گئے تھے۔ کالپی میں مزار ہے ۸۱۹ھ میں وفات پائی۔

شیخ احمد تھانیسری رح امیر تیمور کے حملہ میں اہل و عیال سمیت گرفتار ہو گئے مگر تیمور بہت فقیر دوست بھی تھا۔ اسے جو معلوم ہوا کہ حضرت چراغ دہلی کے خلیفہ ہیں رہا کر کے بہ عزت تمام بلایا۔ کامل ولی تھے۔ کالپی میں جو چالیس روز زیارت کرے مراد پوری ہوتی ہے۔ عرس بھی ہوتا ہے۔

میر سید محمد گیسو دراز رح عظام اولیائے ہند سے ہیں۔ بڑے عالم اور صاحب ولایت تھے شیخ کو پالکی میں لے جا رہے تھے ڈنڈے میں گیسو پھنس گئے بہت تکلیف ہوئی زخم ہو گئے۔ مگر ادب عشق شیخ میں گیسو نہ نکالے ایک سو پچاس برس کی عمر ہوئی۔ گلبرگہ شریف دکن میں مزار زیارتگاہ خلائق ہے ۸۲۵ھ میں وفات ہوئی ہزار ہا مرید تھے ہزار ہا مسلمان کئے اشاعت اسلام دہا بہت خلق ہیں

مصروف رہے۔

شیخ محمد متوکل کنتوری رحمۃ اللہ علیہ۔ ہدایت خلق واشاعت اسلام کے لئے بہرائچ مامور ہوئے تھے ہرات کے رہنے والے زبردست ولی تھے ایک جوگی ملنے آیا حجرہ زرسرخ سے لبریز نظر آنے لگا توجہ بھی نہ کی یہ کرامت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ وہ اپنا جادو بھی نہ کرسکا۔ مرید ہو کر ولی ہوا۔

ایک اور شخص حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آکر کہا اکسیر جانتا ہوں۔ نذر ہے۔ فرمایا ضرورت نہیں۔ میرے پاس خود اکسیر ہے۔ بہرائچ میں مزار ہے ۸۳۲ھ میں وفات ہوئی۔

برکات وتعلیمات

کسی بزرگ نے خواب میں پوچھا کہ اگرچہ خلفاء آپ کے صاحب ولایت وکرامت ہوئے۔ مگر خرقہ آپ نے کسی کو بھی نہ دیا۔ تمام برکات چشت ساتھ ہی دفن کرالئے۔ فرمایا ضرور خلفائے عالی مقامات ہوئے مگر مجھے ان میں کچھ تعصب بھی نظر آیا۔ اس لئے میں نے کسی کو خرقہ دینا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ بعض بعض مریدوں کو اپنا خرقہ دیا ہے جس سے سلسلہ جاری رہے گا۔ مگر اب تو میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں تعصب باقی نہیں رہا اور وہ کمال کو پہنچ گئے ہیں۔ (مرآۃ الاسرار)

ایک شخص نے آکر پوچھا کہ فقراء کو جو حال آتا ہے اس کی توجیہ کیا ہے؟ فرمایا کہ حال صحت اعمال کا ثمرہ ہے۔ اور اعمال دو اقسام پر مشتمل ہیں اعمال جوارح اور اعمال قلب اعمال جوارح کا تو سب کو علم ہے عمل قلب مراقبہ کو کہتے ہیں عالم علوی سے جو انوار نازل ہوتے ہیں۔ پھر ان کا اثر قلب پر ہوتا ہے اور جب قلب متاثر ہوتا ہے تو جوارح اسی کے مطیع ہونے کے باعث خود بخود متاثر ہو جاتے ہیں پھر پوچھا کہ المبتدی صاحب رقت۔ المتوسط صاحب حال۔ اور المنتہی صاحب انفاس کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا۔ صاحب رقت وہ ہے جو وقت کو غنیمت سمجھ کر نماز و تلاوت میں مشغول رہتا ہے کہ خدا جانے پھر موقع ملے یا نہ ملے۔ صاحب حال وہ ہے کہ حفظ اوقات میں محکم ہو جائے اور محنت کرتا رہے۔ محنت سے مواہب بھی شروع ہو جاتے ہیں۔

ہوا ہے کے ساتھ انوار کا نزول ہونے بھی لگتا ہے" یہ درجہ متوسط ہے۔ صاحب الانفاس وہ ہے کہ "جو اس کے منہ سے نکلے اللہ تعالیٰ لے فوراً پورا کر دے۔"

انفاکا یہ عالم تھا کہ مزامیر کے ساتھ ایک جگہ سماع شروع ہوا تو اٹھکر چلے آئے سلطان جی سے شکایت ہوئی۔ فرمایا ٹھیک ہے اس کا انقاء بہت بڑھا ہوا ہے (خیر المجالس) غرض عجیب بزرگ و کامل ہستی تھی۔

(۵۱) سید اشرف جہانگیرؒ

سلطنت و ترک سلطنت حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی اُرض ہند کے اعاظم اولیا سے ہیں۔ سلطان ابراہیم سمنان کے ایک پرشکوہ فرمانروا تھے۔ ان کے انتقال پر آپ سریر حکومت پر فائز ہوئے تھے مادرزاد ولی اور بے انتہا ذہین سات ہی برس کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے اور ابھی پورے چودہ برس کے بھی نہ تھے کہ علوم ظاہری کی تکمیل کر لی بچپن سے ہی مستغرق وذاکر رہتے تھے دنیا کی طرف گونہ توجہ نہ تھی باپ کے انتقال پر امراء و وزراء نے بجبر و منت تخت پر بٹھایا۔ سلطنت بڑی قابلیت سے کرتے رہے جب امور جہانبانی سے فرصت ملتی مشائخ سمنان کی خدمت میں پہنچ جاتے شیخ علاء الدین سمنانی سے خاص عقیدت تھی۔ ایک روز حضرت خضر نے نمودار ہو کر فرمایا کہ تجھے کاروبار سلطنت سے پوری فرصت ملنی تو مشکل ہے کم از کم دل ہی سے ذکر اسم ذات کرتا رہ کہ کچھ ذوق و شوق پیدا ہو۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت اویس قرنی نے خواب میں ایک طریقہ ذکر بتایا جسے آپ سات سال تک کرتے رہے۔ کوئی دس برس سلطنت و فرمانروائی کی ہوگی کہ ایک روز پھر حضرت خضر نے آکر فرمایا کہ اب اس جھگڑے کو ختم کر اور اپنا حقیقی کام شروع کر اور ہندوستان پہنچکر شیخ علاء الدین بنگالی کی خدمت کر وہ تجھے نعمت باطن عطا کر کے مرتبہ کمال کو پہنچا دے گا۔

یہ علاء الدین عبد الحق ابتدا میں نہایت متبحر عالم اور انتہائی متکبر

ودولتمند وامیر تھے اتنے بڑے عالم تھے کہ حضرت شیخ سراج اخی کو جب حضرت
سلطان المشائخ نے تبلیغ وہدایت کے لئے بنگال میں مامور کیا ہے تو عرض
کیا کہ مجھے اس سے گفتگو کی کیونکر تاب ہوگی اس کے علم و دولت کا تو کوئی
ٹھکانہ ہی نہیں۔ فرمایا تھا اندیشہ نہ کر وہ تیرا ہی مرید بنجائے گا۔ مرید ہوئے
تو یہ حالت تھی کہ سفر وحضر میں شیخ کی دیگ گرم گرم سر پر رکھے پھرتے جس سے
سر کے بال جاتے رہے تھے۔ شیخ سوار ہو کر کہیں جاتے تو یہ برہنہ پا ساتھ ہوتے
تمام اقربار ورؤسائے عظام متمول تھے راستے میں ملتے اور ہنستے۔ آپ کو پروا
بھی نہ ہوتی تھی سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا تھا۔ آخر مرتبہ کمال پر پہنچکر خلافت
پائی خود سجادہ پر بیٹھے خانقاہ بنوائی لنگر جاری کیا جس سے ہزار ہا انسان روزانہ
شکم سیر ہوتے تھے۔ جو کوئی کچھ مانگتا فوراً عطا فرماتے۔ ذاتی آمدنی دو بالشوں کی
صرف آٹھ ہزار تھی اور خرچ لاکھوں کا۔ بادشاہ تک کو رشک وحسد پیدا
ہوا۔ شہر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ نے سنار گاؤں پہنچکر دوگنا خرچ کر دیا۔ بہت
منجاب الدعوات اور قطب وقت تھے بیٹا بھی ابدال تھا بنگال بھر میں دھوم
تھی۔ آپ کی سعی وجہد سے اشاعت اسلام وہدایت خلق کا عدیم النظیر کام
ہوا۔ بہت بڑا دربار، بہت بڑی خانقاہ اور بہت بڑا آستانہ تھا۔
۸۰۰ھ میں وصال ہوا۔ پنڈوہ میں مزار ہے۔

دشمنانِ مشائخ سے مقابلے

آپ بنگال آکر انہی سے فیضیاب ہوئے اور خلیفہ ہوئے۔ جب آپ نے سلطنت
سلطان محمود کے حوالہ کر کے والدہ محترمہ سے اجازت سفر حاصل
کی ہے تو یہ عفیفہ اور بلند مرتبہ خاتون بولی۔ جا اپنے حقوق بخشتی
ہوں کہ مجھے حضرت خواجہ احمد یسوی پہلے ہی بشارت دے چکے تھے کہ تیرے
بطن سے وہ فرزند پیدا ہوگا جو اپنے نور ولایت سے جہان کو منور کرے گا
پہلے آپ نے اوچ میں پہنچکر مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے نعمائے باطنی

حاصل کیں اور بہت کچھ پایا پھر دہلی ہیں زیارتیں کرتے ہوئے بنگال پہنچ گئے شیخ کو اطلاع ہوچکی تھی باہر نکل کر پیشوائی کی اور بہت جلد صاحب ولایت بناکر اور خلافت عطا کر کے جون پور متعین کر دیا۔ فرمایا۔

حضرت جونپور میں تو پہلے سے ایک شیر موجود ہے جسے دنیا "شیخ چراغ ہند سہروردی" کے نام سے موسوم کئے ہوئے ہے۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے خلیفہ اجل ہیں ان سے کیونکر تاب مقاومت ہو گی؟ فرمایا جا تجھے بھی اس سے مقابلہ کے لئے وہاں ایک شیر بچہ مل جائے گا۔

جونپور پہنچے تو حضرت چراغ ہند کو کہ وہ اس وقت وہاں کے شاہ ولایت تھے اچھا معلوم نہ ہوا۔ یہاں ایک امیرزادہ شیخ کبیر مرید ہو گئے جس پر آپ نے مریدوں سے کہا کہ یہ وہی شیر بچہ ہے جس کی طرف حضرت نے اشارہ کیا تھا۔ حضرت چراغ ہند نے سنا تو شیخ کبیر کو بددعا دی کہ جوان مرے گا۔ آپ نے یہ سنکر شیخ کبیر سے کہا کہ تو بوڑھا ہو کر مرے گا اور شیخ چراغ ہند تجھ سے پہلے وصال پائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قصبہ محمد پور میں علماء و فضلاء جمع ہو کر بیٹھے تو چار یاران پیغمبر کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے بھی ایک رسالہ پیش کیا جس میں حضرت علی رضہ کے متعلق مدحیہ الفاظ کچھ زیادہ تھے لوگوں نے رفض کا اختمال کیا اور محضر سزا تیار کرنے کا مشورہ ہوا۔

آخر مولوی سفیر خاں جوان کا سردار و سرگروہ تھا بولا کہ یہ سید ہیں اسلئے اگر انھوں نے کچھ کلمے زیادہ لکھد یئے تو جائے تعجب نہیں کیونکہ "جامع علوم" میں لکھا ہے لوگ تو ابن الدنیا ہیں اگر کوئی ان میں سے اپنے باپ کی زیادہ تعریف کرے تو ملامت نہ کرنی چاہیئے رات ہی کو سید خاں نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم فرما رہے ہیں کہ سید اشرف میرا جگر گوشہ ہے تم اس سے ہرگز بازی نہ لیجا سکو گے خیر چاہتے ہو تو توبہ کرو۔ چنانچہ مولوی صاحب

توبہ کر کے حاضر ہوئے اور باقی سب آپ کی بارگاہ کی نذر ہو گئے۔

کشف و کرامات ظفرآباد جو پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے مذاق بنانا شروع کر دیا شہد بن جو سوجھا تو انھوں نے ایک شخص کو چارپائی پر لٹا کر اوپر سے چادر ڈالی اور جنازہ بنا کر اور لیجا کر آپ کے سامنے رکھدیا کہ ہمیں اس کی نماز پڑھیئے طے یہ پایا کہ جس وقت نماز کی تکبیر ہو بنا ہوا مردہ جنازہ سے اٹھکر آپ کو سلام کرے اور کہے سبحان اللہ آپ بڑے صاحب کرامت ہیں کہ آپ نے مردہ کو زندہ کر دیا۔ یہ بڑا شاندار مذاق رہیگا۔ اور اس سے آپکی بڑی بدنامی ہوگی۔

بدبختوں کو یہ خیال نہ آیا کہ اگر یہ واقعی بزرگ نکلے تو انجام کیا ہوگا۔ آپ کو اپنے کشف سے حقیقت کا علم ہو گیا تھا آپ نے بہت انکار کیا مگر جب نہ مانے تو آپ اپنے مریدوں سمیت نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے یہ شہدے پیچھے کھڑے ہنس رہے تھے اور متوقع تھے کہ اب مردہ اٹھکر سلام کرتا ہے لیکن جب نماز ختم ہو گئی مردہ نہ اٹھا تو ہوش اڑ گئے چادر اٹھا کر دیکھا تو واقعی مردہ تھا بہت مضطرب ہوئے روئے پیٹے اور پاؤں پر گر کر معافی مانگی جب کہیں جاکر مردہ میں زندگی پیدا ہوئی۔ (معارج الولایت) اس سے بہت شہرت ہو گئی اور لوگ جوق جوق آنے لگے ظفرآباد سے کچھوچھہ تشریف آئے وہاں ایک جوگی (جادوگر) رہتا تھا جو ہوا پر اڑتا تھا چلتا تھا۔ لوگ اس کے بہت معتقد تھے اس کے بہت معتقد تھے اس سے بڑے بڑے مقابلے ہوئے۔ آخر آپ نے اس کی سب کرامت سلب کر لی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ ایک مرتبہ آپکی بارگاہ میں ایک قلندر گھس آیا جس کا نام علی قلندر تھا اس کے ساتھ پانچ سو کفن پوش قلندر اور تھے۔ کہا کہ بتایئے آپکو جہانگیری کہاں سے پائی؟ فرمایا اپنے پیر سے اس پر اس قلندر نے کہا کہ آخر اس کا ثبوت کیا ہے اور اس کی تصدیق کیونکر ہو؟ یہ سنتے ہی آپ کو جلال آگیا اور غضبناک ہو کر فرمایا ثبوت یہی ہے کہ میں جہانگیر (جان گیر) ہوں علی قلندر دھڑام سے گرا

اور وہیں دم توڑ دیا۔ ہمراہی توبہ کر کے مرید ہو گئے۔

ہنود و فقراء کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں آیا اور بت خانہ اور بتوں کے جواز و اہمیت پر بحث شروع کر دی۔ فرمایا تم انھیں پوجتے ہو ذرا ان سے اپنی تعریف تو کراؤ۔ پھر آپ نے قریب ہی بت خانہ میں جا کر ایک بت کو اشارہ کیا۔ وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر فوراً آپ کے سامنے آ گیا اور آپ کی تعریف کی۔ یہ زندہ کرامات دیکھ کر تمام ہنود و فقراء اور بہت سے ہنود اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ (معارج الولایت)

سیاحی عالم و زیارت مشائخ

کچھوچھہ شریف جوگی مڑھی پر آپ نے ایک شاندار خانقاہ اور ایک روح افزا باغ تعمیر کرایا۔ اس کا نام روح افزا رکھا اور ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے۔ ایک عرصہ کے بعد آپ حضرت بدیع الدین قطب مدار کی معیت میں زیارت حرمین شریفین کو روانہ ہو گئے۔ قطب مدار صاحب تو زیارت کر کے اسی وقت واپس آ گئے۔ مگر آپ سیاحی کو نکل کھڑے ہوئے اور سالہا سال سیاحت کرتے مشائخ کرام سے ملتے اور مزارات پر فاتحہ پڑھتے رہے۔ نجف اشرف، کاظمین شریف اور کربلائے معلی گئے۔ پھر مدینہ پہنچ کر مولانا جلال الدین رومی سے ملے۔ شام میں پہنچ کر دمشق آئے اور شیخ محی الدین عربی سے ملاقات کی۔ پھر مکہ معظمہ پہنچے اور حج کر کے حضور غوث الاعظم، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ اور حضرت امام ابو حنیفہ، امام احمد حنبل وغیرہ کے روضہ ہائے مبارک پر مراقبے کئے۔

کاشان آ کر شاہ عبدالرزاق کاشانی سے ملے۔ پھر اپنے وطن خاص سمنان آ کر اپنی بہن کے پاس رہے۔ مشہد مقدس میں روضۂ پاک حضرت امام علیؓ میں معتکف ہو گئے۔ یہیں امیر تیمور آپ سے معتقدانہ ملا کہ وہ بھی زیارت کو حاضر ہوا تھا۔ کئی دفعہ دوبارہ حاضر ہوا۔ پھر آپ ماوراء النہر میں پہنچے تو حضرت شیخ بہاء الدین نقشبندی کی خدمت میں رہے اور انھوں نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت عطا کیا۔

ترکستان میں آئے تو شیخ احمد یسوی کے فرزند سے شرف نیاز حاصل کیا۔ پھر بخارا، غزنی، کابل کی سیر کرتے ملتان اور ملتان سے پاکپتن آئے اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی،

سہروردیؒ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے روضہ ہائے مبارک کی زیارت کرتے ہوئے دہلی اور دہلی سے اجمیر زیارات کرتے ہوئے پہونچے۔ دکن پہونچ کر سید محمد گیسو درازؒ سے ملاقات کی۔ جوصاحب ملفوظ ملاحظہ فرمایئے کہ پھر سراندیپ کی طرف چل دیئے پھر گجرات پہونچ گئے اور اس کے بعد کچھوچھہ شریف متصل جونپور تشریف لے آئے۔ کچھ ہی روز سکون سے بیٹھے ہوں گے کہ پھر میر کبیر سید علی ہمدانی دنیا کے سیر کے لئے چل کھڑے ہوئے۔

سالہاسال سیر کرکے واپس ہوئے تو حضرت مخدوم جہانیاں گشت سہروردیؒ نے وہ تمام نعائم آپ کے سپرد کر دیئے جو انھیں بھی ایسی ہی سیاحی عالم میں چار سو مشایخ سے حاصل ہوئے تھے۔ غرض ایک سو نوے اقطاب وقت سے اس سیاحی میں آپ نے فیض حاصل کیا اور پھر کچھوچھہ شریف آکر متمکن ہو گئے۔ اس عہد میں کہ نہ پختہ سڑکیں تھیں اور نہ ریلوے اور نہ یہ سرعت سفر بیس پچیس برس کامل دنیا بھر میں گھومنا ابن بطوطہ، حضرت مخدوم جہانیاں سہروردیؒ اور حضرت سید اشرف جہاں گیریؒ جیسے بزرگوں کی ہمت کا ہی تھا۔ آج تو دنیا میں کسی کے اندر بھی یہ حوصلہ نظر نہیں آتا۔

وجد و انتقال آپ نے ۲۷ محرم ۸۰۸ھ کو انتقال کیا۔ انتقال سے پیشتر ہی تمام مریدین اور دوستوں کو جمع کرکے ان کے سامنے حاجی عبدالرزاق کو خرقہ خلافت عطا کیا اور سجادہ نشین بنایا۔ ظہر کی نماز کے بعد قوالی جو شروع ہوئی تو آپ کو اس شعر پر حال آیا ؎

گو بدستِ تو آمدہ اجلم   قدرے غنیا بما جرائے قلم

حال اور ایسا حال وجد اور ایسا وجد کہ قیامت برپا تھی۔ شور پڑا ہوا تھا کسی طرح سکون ہی نہ ہوا تو قوالوں نے یہ شعر پڑھے ؎

خوب ترزیں دگرچہ باشد کار   یار خنداں رود بجانب یار

سیر بیند جمالِ جاناں را   جاں سپارد نگارِ خنداں را

آتش عشق کے شعلے اور شدت وشکوہ کے ساتھ بھڑک گئے۔ یہ عالم ہوا کہ لوٹے پوٹے

پھرتے تھے۔ بسمل کی طرح تڑپتے تھے۔ تڑپتے تڑپتے ہی ایک آہ جگر دوز کھینچی اور دم توڑ دیا۔ ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ کچھوچھہ شریف ہی میں مزار ہے۔ عرس ہوتا ہے۔ کسی پرند کی مجال نہ ہوئی جو آپ کے باغ میں بیٹ کر سکتا۔ نہ کبھی کسی نے حوض کے پانی کو گندہ اور خراب دیکھا۔ آسیب جن تو مزار مبارک کی صورت دیکھتے ہی فرار ہو جاتے ہیں۔ ایک فیض عام جاری ہے۔ باغ ہی کے اندر روضہ بنا ہوا ہے "بشارت المریدین" اور کچھ "مکتوبات" آپ کی تصانیف ہیں (لطائف اشرفی)

(۷۲) بو علی شاہ پانی پتی رح

علم و فضل حضرت شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندر رح اکابر و اعاظم اولیائے ہند میں تھے۔ انتہائی شہرت و عظمت کے حامل ہیں۔ تمام مشائخ آپ کی عزت و رفعت مدارج کے معترف رہے ہیں۔ آپ حضرت امام ابو حنیفہ کی اولاد سے ہیں۔ خاندان چشتیہ میں مرید ہوئے اور حضرت شیخ شہاب الدین چشتی عاشق خدا سے خلافت حاصل کی جو حضرت شیخ بدر الدین غزنوی خلیفہ حضرت قطب الاقطاب رح کے روحانی پوتے تھے۔ آپ کے والد گرامی پانی پت تشریف لائے اور آپ حضرت بی بی فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوئے بہت کم لوگوں کو آپ کے جذبہ و سکر اور محویت و استغراق کے پیش نظر یہ علم ہوگا کہ آپ معقولات و منقولات میں درجہ تبحر رکھتے تھے اور علوم ظاہری میں سند فضیلت حاصل کر چکے تھے جس کے بعد عالمانہ و بزرگانہ حیثیت سے پورے بارہ ۱۲ برس تک مسجد "قوت اسلام" میں وعظ فرماتے رہے۔ دہلی سے لیکر پانی پت کیا اس وقت ہندوستان بھر میں آپ کے واعظانہ کمالات و خطابت کی دھوم تھی جلسہ وعظ میں اتنے آدمی ہوتے تھے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ ہدایت خلق کا فرض اپنی پوری ہوش مندی و کامیابی کے ساتھ انجام دے رہے تھے۔

مجاہدات و استغراق وقت آگیا تھا کہ اب آپ کی فرزانگی و فراست جذبہ و سکر سے مبدل ہو جائے۔ عین اُس وقت کہ آپ منبر

پر کھڑے ہوئے جوش خروش کے ساتھ وعظ فرما رہے تھے کہ دروازہ پر ایک فقیر آیا اور بہ آواز بلند کہا "شرف الدین افسوس ہے کہ تو جس کام کے لئے خلق کیا گیا تھا اسے بالکل فراموش کئے ہوئے ہے کب تک "قال" میں مصروف رہے گا۔

خدا معلوم ان الفاظ میں کیا برقی اثر تھا کہ وہ تو یہ کہہ کر چل دیا اور آپ کے قلب میں عشق الٰہی کا ایک طوفان پیدا ہو گیا۔ آخر آپ حضرت شہاب الدین عاشق خدا کے مرید ہو گئے۔ اور مجاہدات و ریاضات میں اس شکوہ و شدت کے ساتھ مصروف ہوئے جس کی نظائر شاذ ہی دنیا میں ملتی ہیں۔ اپنی تمام کتب غرق دریا کر کے حضرت کی گمٹی کے نیچے ہی دریا میں جا گھسے اور بارہ برس کامل وہیں بے حس و حرکت جذب و استغراق کے عالم میں کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ کی پنڈلیوں کا تمام گوشت مچھلیاں کھا گئیں مگر آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔ بارہ برس کے بعد ندا ہوئی کہ ہم نے تیری عبادت اور طاعت قبول کر لی جو مانگنا ہے اب مانگ لے۔ عرض کی بار الٰہا! تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں ورنہ میں تو یہیں کھڑا کھڑا جان دیدوں گا اور تیری محبت ہی میں دم توڑ دوں گا۔ حکم ہوا کہ اچھا اب پانی سے نکل آؤ کہ ہمیں تجھ سے بہت کام لینے ہیں عرض کی "تو نکال" آپ تو نکلوں گا نہیں۔

حضرت علیؓ سے استفاضہ

اسی وقت ایک بزرگ نے گود میں اٹھا کر آپ کو کنارہ پر کھڑا کر دیا جھنجلا کر کہا کہ اے شخص تو کون ہے جس نے میری بارہ سال کی محنت ضائع کی کہ میں منزل مقصود پر پہنچنے ہی والا تھا۔ فرمایا شرف الدین میں علیؓ ہوں۔ دیکھتے ہی آپ قدموں پر گر پڑے حضرت علیؓ نے آپکو نعمت باطنی سے مالا مال کر دیا جس پر تمام دینی و دنیوی علوم روشن ہو گئے اور دنیا و ما فیہا سے غافل اور مست الست ہو گئے۔ اسی روز سے قلندر خطاب ہوا کہ قلندر وہی ہے جسے سرورِ اسلام حضرت علیؓ سے فیض و شرف تعلیم حاصل ہو۔ شیخ جلال الدین پانی پتی نے بھی آپ سے بہت فیض پایا۔ آپ کی مونچھیں لمبی اور بڑھی تھیں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین سنامیؒ نے ہمت کی اور رسول اللہ صلعم کا واسطہ دلا کر قینچی سے کتر دیا۔ ورنہ کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ آپ بھی احترامِ شریعت میں خاموش رہے اور بہت خوش ہوئے

ایک مرتبہ سلطان علاء الدین خلجی نے کچھ نذر ارسال کرنی چاہی۔ آپ کا رعب بہت تھا کسی کی ہمت سامنے جانے کی نہ پڑتی تھی۔ آخر اس خدمت کے لئے حضرت امیر خسروؒ تجویز ہوئے۔ انھوں نے حضرت سلطان المشائخ سے آکر عرض کی۔ کچھ تامل کے بعد فرمایا۔ اچھا جاؤ۔ مگر خیال رہے کہ عاشق ایزدی ہیں ان کی کسی بات پر اعتراض ہرگز نہ کرنا، مؤدب رہنا۔ امیر صاحب ڈرتے ڈرتے سامنے پہنچے۔

امیر خسروؒ کی حاضری

فرمایا خسرو کچھ اپنے کلام سے سنا۔ امیر صاحب نے خوشنودی سے ایک غزل سنائی جس کا مطلع و مقطع ہم تبرکاً درج کرتے ہیں ؎

اے کہ گوئی ہیچ مشکل در جہاں دشوار نیست — گر امید وصل باشد ہمچناں دشوار نیست
چند گوئی دم بر زنار بند اے بت پرست — بر تن خسرو کدامی رگ کہ آں زنار نیست

بہت مسرور ہوئے۔ فرمایا "خوش رہے گا اور خوش ہی جائے گا"۔ پھر کچھ اپنے اشعار بھی پڑھے جنھیں سن کر خسرو آبدیدہ ہوگئے۔ پھر یہ فرما کر نذر قبول کر لی کہ اگر نظام الدین کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا۔ تین روز قیام کر کے امیر خسرو دو خط لیے ہوئے واپس ہوئے۔ ایک سلطان المشائخؒ کے نام اور دوسرا سلطان کے نام جس میں لکھا تھا کہ "نوطہ دار دہلی مقرر دارند کہ با بندگان خدائے تعالیٰ نیکو کنند"۔

بعض امراء بولے سلطان کو "نوطہ دار" لکھنا اہانتِ سلطان ہے۔ خلیفۃ اللہ لکھنا چاہیے تھا۔ بولا یہ بھی بڑی بات ہے۔ پہلے تو "شحنہ" ہی تھا۔ ان بے ادبوں کو کیا علم تھا کہ حضرت کا کیا درجہ ہے۔ اور اولیاء اللہ کے نزدیک سلاطین کی اہمیت کتنی ہے حقیقی سلطان تو اولیاء ہی ہیں جن کے اقدام ہمیشہ سلاطین چومتے رہے ہیں۔ ۱۳ رمضان ۷۲۴ھ کو انتقال ہوا۔ کرنال دفن ہوئے تھے بعد کو نعش مبارک پانی پت لا کر دفن کی گئی۔ مگر قلندر صاحب کا تصرف دیکھئے کہ جہاں بیٹھ گئے ہیں وہاں بھی اب تک وہی تصرف و اثر موجود ہے۔ کچھ کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ ہمارے مرشد گرامی بھی برابر زیارت کو جاتے رہتے تھے۔ اور عرصہ تک آپ کے روضہ پر معتکف رہے ہیں۔

(۵۳) شمس الدین ترکؒ

خاندانی حالات حضرت شیخ شمس الدین ترک حضور مخدوم کلیریؒ کے خلیفہ اور اعاظم اولیائے ہند میں ہیں۔ حضرت خواجہ احمد یسویؒ کی اولاد میں ہیں۔ سید ہیں پانی پت کے شاہ ولایت ہیں۔ ترکستان ہی کے رہنے والے ہیں۔ یہیں پیدا ہوئے اور یہیں علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ ریاضی، ہیئت، تاریخ، فلسفہ اور تفسیر و حدیث جملہ علوم میں درجۂ تبحر حاصل تھا۔ (مراۃ الاسرار) پھر آپ کو تلاش مرشد شروع ہوئی۔ عشق الٰہی نے غلبہ کیا، گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ ترکستان، ماوراء النہر، ایران و افغانستان کے ایک ایک بزرگ سے ملے۔ مگر حصہ تو آپ کا ہندوستان میں تھا۔ کہیں طبیعت نہ جمی۔ کسی جگہ دل نہ لگا۔ آخر ہندوستان آئے اور ملتان ہوتے ہوئے پاک پٹن شریف پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت مخدوم صابرؒ بھی یہیں موجود تھے۔ دیکھتے ہی دل میں ایک آگ لگی۔ قدموں پر گرے اور مرید ہو گئے۔ اسی وقت مخدوم صاحبؒ نے فرمایا تھا۔

"شمس الدین فرزند من است آرزو دارم کہ سلسلہ ام از و جاری شود"۔

تکمیل علوم کے بعد مجاہدات و ریاضات تو آپ نے ترکستان ہی میں شروع کر دیے تھے اور یہ سلسلہ اب تک بدستور جاری تھا۔ مرید ہونے کے بعد تو دروازے کھل گئے حجابات اٹھنے لگے اور تھوڑے ہی عرصہ میں کامل ہو گئے۔ باباصاحب نے اہلیت پاکر ہیں خلافت نامہ عطا فرما دیا۔ اور کچھ روز بعد حضرت مخدوم صاحبؒ نے نہ صرف یہ کہ آپ کو خرقۂ خلافت عطا کر دیا بلکہ اپنا جانشین بنا لیا اور پانی پت کا شاہ ولایت بنا دیا۔ آپ نے خلافت عطا کرنے وقت ہی اسم اعظم بھی تعلیم کر دیا جو سینہ بہ سینہ خاندانِ چشت میں چلا آتا تھا۔

شاہی فوج میں ملازمت خلافت لینے کے بعد حضرت مخدوم صاحبؒ نے فرمایا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اب تم میرے

پاس سے جاؤ اور شاہی منصب داروں میں ملازمت کر لو۔ آپ حضرت مخدوم صاحب جیسے بزرگ جلیل کی خدمت میں ایک عرصہ دراز تک رہنے کے باعث تذ زدہ عشاق بن چکے تھے۔ کلیر سے نکل کر دہلی پہونچے اور سلطانی افواج کے ایک اہم عہدے پر فائز ہو گئے کئی ہزار فوج آپ کے ماتحت تھی۔ کسی کو یہ علم نہ تھا کہ یہ کرنیل فوج قطب وقت ہے آپ ایک عرصہ تک فوج میں ملازم رہے۔ ایک دفعہ سلطان غیاث الدین بلبن نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے مہم بھیجی۔ چونکہ قلعہ بہت مضبوط اور ناقابل تسخیر تھا اور باغیوں کی قوت خوفناک صورت اختیار کر گئی تھی۔ اس لئے سلطان خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر بڑھا اس لشکر میں آپ بھی تھے ہر چند قلعہ پر حملے کئے جاتے تھے۔ مگر قلعہ فتح نہ ہوتا تھا۔ اور محاصرہ طول کھینچتا چلا جاتا تھا سلطان پریشان تھا۔ شدت کی سردی پڑ رہی تھی کہ ایک آندھی آ گئی جو اتنی تند و تیز تھی کہ اس نے تمام لشکریوں کے خیمے گرا دیے اور رسیاں ٹوٹ گئیں اس سے ایک ہی روز بیشتر سرہنگان شاہی رسیوں کے لئے سوت کی تلاش میں ادھر ادھر کے دیہات میں گھوم رہے تھے۔ گاؤں والے پریشان ہوئے تو انہی میں سے ایک شخص نے جو وہاں کا صاحب ولایت تھا اور بہ تبدیل ہیئت رہتا تھا ان سرہنگوں کو ایک نلکی دیدی تھی کہ انھیں نہ تنگ کرو اور جتنے سوت کی ضرورت ہو اس نلکی میں سے کھینچ کھینچ کر نکالتے رہو۔ یہ کرامت دیکھ کر لوگ بہت معتقد ہوئے۔ سلطان بھی پہونچا۔ اس نے کہا کہ یہ کام میری ہمت سے تو بالاتر ہے۔ البتہ آپ ہی کے لشکر میں ایک قوی تو بزرگ ہے وہ یہ کر سکتا ہے۔ نشان پوچھا تو کہا شب کو زور کی آندھی آئیگی جس کے خیمہ میں چراغ جلتا دیکھو اسی سے کہو۔

سلطان بلبن کی حاضری آندھی اور بارش اس شدت کی تھی کہ فوج کی فوج پریشان ہو گئی۔ سامنے دشمن اور اوپر سے بارش اور آندھی۔ ہر شخص اپنی جگہ مضطرب تھا۔ کسی کو خیال بھی نہ رہا۔ سلطان کا خادم رات ہی کو خیمہ سلطانی سے آگ کی تلاش میں نکلا جو نایاب تھی اور پانی گرم کرنے کے لیے ضرورت تھی شدید ڈھونڈھتا چلا جا رہا تھا کہ اسے ایک خیمہ کھڑا بھی نظر آیا اور اس میں چراغ جلتا بھی دیکھا۔ سامنے جو آیا تو دیکھا

سامنے جو آیا تو دیکھا۔ آپ بیٹھے قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ اتنی ہیبت تھی کہ اس کی زبان نہ کھل سکی۔ آخر آپ نے نگاہ اٹھا کر فرمایا آگ کی ضرورت ہے تو لے لے۔ یہ فرما کر آپ تو پھر تلاوت میں مشغول ہو گئے اور وہ چراغ سے کوئلہ سلگا کر لے گیا۔ رات زیادہ تھی کچھ دیر تک لیٹ رہا۔ لیکن صبح ہی اُٹھ کر پھر گیا۔ آپ وہاں نہ تھے۔ دیکھا کہ آپ تالاب کے کنارے بیٹھے وضو کر رہے ہیں۔ چاہا کہ وہ بھی وضو کر کے آپ کے ساتھ ہی نماز میں مصروف ہو۔ تالاب پر جو گیا تو پانی گرم پا کر اس کی حیرت اور بڑھ گئی۔

اب تو تابِ ضبط نہ رہی۔ اس نے سلطان سے جا کر تمام واقعہ کہہ سُنایا۔ دن اور رات تو جوں توں کر کے گذار دی۔ مگر صبح ہونے سے پیشتر سلطان اور وہ خادم دونوں پہلے تالاب پر گئے۔ دیکھا کہ پانی بہت خنک ہے۔ پھر دور ایک درخت کے سایہ میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ حسبِ معمول آپ آئے۔ وضو کیا اور چلے گئے۔ اب جو سلطان نے جا کر دیکھا تو واقعی تمام تالاب کا پانی گرم تھا۔ سلطان آخر حضرت بابا صاحب کا مرید تھا۔ یہ دیکھ کر مسرور اور بے چین ہو گیا۔ نماز کے بعد آپ تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ سلطان آپ کے سامنے جا کر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ وہ دیر تک کھڑا رہا۔ آپ پر استغراق کا عالم طاری تھا۔ نظر جو اٹھی سلطان کو کھڑا پایا۔ آپ تعظیم کے لئے اٹھے مگر سلطان نے کہا حضور تشریف رکھیں۔ . . . مجھے تو اس امر کی بے حد مسرت ہے کہ میرے لشکر میں آپ جیسے خدا رسیدہ بزرگ موجود ہیں۔ حضور دعا کریں کہ یہ قلعہ فتح ہو جائے۔ آپ نے اب بھی خود کو بہت چھپانا چاہا۔ مگر سلطان برابر منت و التماس دعا میں مصروف رہا۔ آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور کہا جایئے حملہ کیجئے فتح ہو گی۔ سلطان کی باچھیں کھل گئیں۔ خوش خوش واپس ہوا۔ اسی وقت قلعہ پر دھاوا بول دیا۔ اب کیا رکھا تھا۔ پہلے ہی حملہ میں قلعہ مسخر تھا۔ (سیرۃ الاقطاب)

اللہ اللہ بزرگوں کی بھی کیا شان ہے حقیقت میں سلطنت ان ہی کی ہے بادشاہ بھی یہی ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ پُرشکوہ فرماں روائے ہند جس کی ہیبت و طنطنہ سے بڑے بڑے جواں مردوں کے زہرے آب ہوتے تھے۔ کس طرح ایک ماتحت کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ جو مادی قوت چند ماہ میں نہ کر سکتی تھی روحانی قوت نے

چند لمحوں میں کر دیا۔

کشف و کرامات آپ اپنے وطن ترکستان سے نکل کر مدتوں تلاش مرشد میں پھرتے رہے۔ ایک دفعہ کہیں علماء و سادات کا اجتماع تھا۔ شہر کے معززین بھی جمع تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ خود کو سید تو بتاتے ہیں مگر اس کا ثبوت بھی آپ کے پاس ہے؟ فرمایا میں نے اپنے والد سے بھی سنا ہے اور نسب نامہ بھی میرے پاس موجود ہے۔ بولا واہ یہ سند تو آپ کی اپنی ہی ہے۔ اسے کون قبول کر سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ کو جلال آگیا فرمایا سید کی ڈاڑھی کا بال آگ میں نہیں جلا کرتا۔ آؤ ہم تم دونوں آگ میں گھسیں اور وہ آپ ہی ہمارے تمہارے سید ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ کر دے گی۔ یہ کہا اور آپ ایک تنور میں کود گئے۔ کیونکہ تنور میں آگ بھری تھی۔ نہ صرف جسم بلکہ آپ کے لباس پر بھی آنچ نہ آئی ساتھ ہی وہیں اسی وقت ایک چشمہ بھی جاری ہو گیا جس سے وضو کر کے آپ نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے معترض سے کہا کہ آئیے اب آپ بھی تنور میں اتریئے وہ ابھی قریب ہی ہوا تھا کہ اس کے کپڑوں میں آگ لگ اٹھی۔ چیخنے لگا۔ آپ کو رحم آگیا اور دوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا جس سے آگ بجھ گئی۔ تمام اہل مجلس نے معافی چاہی اور معتقد ہو گئے۔

جس وقت آپ سے یہ ان جنگ میں کرامت ظاہر ہوئی اسی وقت آپ کو حضرت مخدوم صاحب کی وصیت یاد آئی اور سلطان کے پہونچنے سے پیشتر ہی سب کچھ وہیں چھوڑ کر غائب ہو گئے اور سیدھے کلیر حاضر ہوئے۔ اپنے مرشد گرامی کی تجہیز و تکفین کر کے تین روز کے بعد پانی پت پہنچ گئے۔

پانی پت میں ورود جس وقت آپ کو پانی پت جانے کا حکم ہوا آپ نے عرض کی کہ حضور وہاں کی ولایت تو حضرت بوعلی شاہ قلندر کے قبضہ میں ہے ان سے کیونکر نبے گی؟ فرمایا خوف نہ کرو ان کا وقت قریب آچکا ہے کہا کہ میری تو تمنا تھی کہ حضور ہی کے آستانہ کی جاروب کشی میں عمر بسر کروں مگر حکم سے چارہ نہیں۔ غرض آپ چلکا پانی پت گئے اور جا کر ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔

آپ کو بھی اپنے کشف سے علم ہو گیا۔ اور اٹھ کر چل دیئے ایک شخص جلوہ فروش تھا قلندر صاحب اس پر بہت مہربان تھے۔ فرمایا کہ یہاں کا شاہ ولایت دوسرا مقرر ہو گیا ہے۔ عرض کی کہ مجھے دکھا دیجئے۔ فرمایا جا دیکھئے کہ فلاں محلہ میں ایک چرم پوش زیر دیوار بیٹھا ہے مگر مؤدب رہنا۔ جا کر دیکھا تو دو شیر آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ بہرکیف قلندر صاحب پانی پت سے باگھونی چلے گئے چونکہ کبھی کبھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ قلندر صاحب نہیں شیر بیٹھا ہے اسی لئے یہ جگہ اب تک باگھونی کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت شمس نے لکھا ہے کہ پانی پت کے توابع بھی میری ولایت میں شامل ہیں۔

یہ سن کر آپ بوڑھا کھیڑا چلے گئے اور وہاں سے کرنال پہنچ کر وصال پایا۔ آپ نے ترکستان میں شادی کی تھی جس سے آپ کے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جو عہد شاہجہاں میں اکبرآباد کا حاکم تھا جب یہ صاحبزادے (سید صفدر خاں) معزول ہو گئے تو پانی پت قلندر صاحب کی زیارت کو آئے۔ وہاں آپ کو حضرت شمس الدین ترکؒ کے انتقال کا حال معلوم ہوا۔ یہ سنتے ہی رونے لگے اور مجاوروں سے بولے مجھے تو علم نہ تھا۔ میں تو آپ ہی سے ملنے کے لئے ہندوستان آیا تھا کہ وہ میرے والد گرامی تھے۔ مجھے کہیں پتہ نہ چلا تھا۔ شاہجہاں کو جو یہ معلوم ہوا تو اس نے انہیں کابل و قندھار کا صوبے دار مقرر کر دیا۔ حضرت چراغ دہلی آپ کے ہمعصر تھے۔ یگانہ روزگار ولی تھے۔ پانی پت میں مزار ہے۔ ۷۱۶ھ میں وصال ہوا۔

(۵۳۴) جلال الدین پانی پتی رح

دولت و ثروت کی انتہاء

حضرت کبیر الاولیاء شیخ جلال الدین بہت امیر دولت مند اور امیر وقت تھے اور آپ کے والد خواجہ محمود کی دولت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ علم و فضل میں ممتاز تھے۔ بچپن ہی سے یہ حالت تھی کہ کسی کی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے۔ اور جب تک اس کی تکلیف رفع نہ کر لیتے تھے قرار نہ آتا تھا۔ غریبوں اور دردمندوں کی بہت مدد کرتے تھے نہایت

فیاض و سیر چشم تھے اور یہ عادت آخر تک رہی۔ آپ پانی پت ہی کے رہنے والے تھے۔ ابھی شباب میں قدم بھی نہ رکھا تھا کہ استغراقی کیفیت پیدا ہونی شروع ہو گئی تھی۔ جنگلوں میں نکل جاتے اور وہاں عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ قلندر صاحب کی صحبت نے آپ کے قلب کو مجلّیٰ کر دیا تھا۔ آپ ہر روز قلندر صاحب بھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے قلندر صاحبؒ کے انتقال کے بعد آپ ایک روز گھوڑے پر بیش قیمت لباس فاخرہ پہنے ہوئے گھوڑے کو دوڑاتے چلے جا رہے تھے۔ حضرت شمس الدین ترکؒ اس وقت اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے تھے۔ نظر جو پڑی گھوڑا روک لیا اتر کر حاضر خدمت ہوئے سر قدموں پر رکھ دیا۔ اسی وقت دل میں محبت الٰہی کی ایک آگ لگ گئی۔

اس وقت تک یہ حالت تھی کہ بڑے عیش اور عشرت اور شان و شکوہ کے ساتھ امیرانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ مگر مرید ہوتے ہی دنیا کی طرف سے دل سرد ہو گیا اور آپ وہی نوجوان جس کے شب و روز عیش و نشاط اور آرام و آسائش میں گذرتے تھے جس نے کبھی تکلیف و محنت کی صورت نہ دیکھی تھی جوہر اعتبار سے ایک عیش پسند مگر مخیر امیرزادہ تھا۔ عبادات و مجاہدات میں مصروف ہو گیا اور تمام دنیوی راحتوں اور آسائشوں کو ٹھکرا دیا۔ مرشد گرامی کی خدمت و توجہ سے کچھ ہی عرصہ بعد خرقہ خلافت بھی عطا ہو گیا اور مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے اور ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے۔

دین و دنیا کی بخشش حضرت شیخ شمس الدین ترکؒ نے جب آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا ہے تو دعا دی تھی کہ:۔

"جلال! تجھے یہ بھی دیا اور وہ بھی دیا"

اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ تجھے دین اور دنیا دونوں عطا کئے۔ مرشد گرامی کی دعا مرید کے حق میں ہمیشہ مقبول ہوتی ہے چنانچہ آپ دین و عرفان میں بھی کامل تھے۔ اور دنیا کی دولت و ثروت کے بھی انبار آپ کے پاس موجود تھے پانی پت کوئی اتنا بڑا شہر نہ تھا۔ پھر بھی مقبولیت و فتوح کا یہ عالم تھا کہ روپیہ اور اشرفیاں تو ایک

طرف زر و جواہر تک نذر میں ملتے اور بکثرت ملتے۔ لوگ اونٹوں اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر لاد لاد کر سامان لاتے اور آپ کو نذرانے پیش کرتے۔ عظیم الشان لنگر خانہ بھی جاری تھا جس سے ہزارہا آدمی روزانہ کھانا کھاتے تھے سینکڑوں مسافر پڑے رہتے تھے۔ ہزارہا روپیہ روزانہ کا خرچ تھا۔ نئی چیز یہ تھی کہ جو شخص جس برتن میں کھانا لے جاتا وہ اسی کی ملکیت قرار دے دیا جاتا۔ ایک دنیا حیران تھی کہ اتنا برتن روزانہ کہاں سے آجاتا ہے مگر آتے تھے۔ گو آپ امیر و امیر زادہ تھے۔ سب کی سب ثروت جوں کی توں موجود تھی۔ فتوحات کا بھی کوئی شمار نہ تھا۔ مگر ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ یہاں تو خرچ کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا کہ کھانے سے زیادہ کے برتن ہوتے تھے۔ آج کل کی تہذیب زیادہ کہیں گے کہ یہ لوگوں کو سستی کا اہل بنانے والی چیز ہے کہ لوگ پڑے ہیں اور کھا رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک عالم آشکارا حقیقت ہے کہ اس کام کے دور میں لاکھوں بیکاریاں اور اس بیکاری کے زمانہ میں سب باکار تھے۔

لوگ اپنی کوتاہ بینی سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ضروریات زندگی سے صرف ایک کھانا ہی ایسی چیز ہے جو اگر کسی کو ملتا ہے تو وہ کام نہ کرے گا۔ حالانکہ یہ غلط ہے محض کھانے پر وہی شخص اکتفا کرتے ہیں جو مصیبت زدہ ہوتے ہیں مسافر ہوتے ہیں غریب طلباء ہوتے ہیں اور انھیں کھلانا ہر درجہ ثواب ہے مذاق باری تعالیٰ کی خاص صفت ہے جب اہل اللہ کو کوئی کھلاتا ہے تو اللہ تعالےٰ نہایت خوش ہوتا ہے۔ یہ انسان کی نہایت ابتدائی اہم ضرورت ہے۔ بندے بندوں کے لئے اور کچھ نہ کر سکیں تو کم از کم اتنا تو کریں کہ وہ انھیں رزق کی تکلیف تو نہ ہونے دیں۔ بھوکا تو مرنے نہ دیں بقدر یہی کرتے تھے۔ اور یہی انسانیت کا اقتضا ہے۔ آج کل تو انسانیت کے بجائے درندگی کا دور ہے۔

عظمت و بزرگی اور ایک سادھو کا اسلام

اس جاہ و اتنی ثروت اور فتوحات کے باوجود آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آپ پر اور آپ کے گھر والوں پر اکثر فاقے گذرتے تھے۔ اصلیت یہ ہے۔

کہ نفس کشی کے لئے روزے اور فاقے سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فقر بہت پسند تھا اور اکثر فقرا، فقر، فاقہ کو اس لئے پسند کرتے رہے ہیں۔ بھوک اور تنگی میں انوار و تجلیات کا نزول بہت زیادہ ہوتا ہے۔

آپ پر ہمہ وقت استغراق و جذب طاری رہتا تھا۔ آخر میں تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ نماز کے وقت خدام شانے پکڑ پکڑ کر ہلاتے اور حق حق کرتے جب کہیں جا کر آنکھیں کھلتیں۔ نماز جمعہ آپ مدت ہائے دراز تک کعبہ شریف میں پڑھتے رہے مگر لوگوں پر آخر ہی میں اس حقیقت کا انکشاف ہوا۔ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلال تیرا کعبہ تیرے پاس ہے۔ وہاں میرا فرزند محمود موجود ہے اس کے پہلو میں نماز پڑھا کر۔ چنانچہ پھر آپ جمعہ کی نماز سید محمود کے مزار کے قریب ہی پڑھتے رہے (سیر الاقطاب)

لکھا ہے کہ چالیس برس تک آپ سیاحی بھی کرتے رہے ہیں۔ شہر میں دل گھبراتا تو جنگلوں میں نکل جاتے اور دس دس روز تک وہیں گھومتے رہتے۔ غیب سے خوان آتا آپ اسے کھاتے رہتے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اور کھانے والے بھی بھیج دیتا تھا۔

ہزارہا مخلوق کو آپ سے فیض پہونچا۔ اسلام اور مقصد اسلام کو بہت تقویت ہوئی بکثرت ہندوؤں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپ سیاحت کرتے ہوئے ایک پہاڑ پر جو پہنچے تو دیکھا کہ ایک سادھو سمادھی میں آنکھیں بند کئے ہوئے بے حس و حرکت بیٹھا ہے۔ تھا بھی کامل۔ آپ نے قریب پہونچ کر اس کے قلب کو حرکت دی اس لئے آنکھیں کھول دیں۔ اور آپ کو پارس کا ایک ٹکڑا خوش ہو کر عطا کیا۔ جسے آپ نے مسکرا کر پانی میں پھینک دیا۔ اسے ناگوار گذرا۔ بولا تو نے اس گراں بہا شے کی قدر نہ کی میں نہیں جانتا۔ میرا پتھر مجھے دے۔ ورنہ میں تجھے یہاں سے ایک قدم بھی نہ اٹھانے دوں گا۔ آخر آپ برابر کے چشمے میں اتر گئے اور کہا لے اپنا پتھر اٹھا لے۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں اس قسم کے صدہا پتھر پڑے ہیں۔ فرمایا بے ادب! بندگان خدا جس پتھر پر نظر کرتے ہیں پارس بن جاتا ہے۔ وہ یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور پھر اس

نواح میں اس کے جتنے چیلے تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ یہ سادھو کامل ولی ہو گیا۔

کشف و کرامات

دوران سیاحت میں کچھ دیہاتیوں کو بھاگنے پر آمادہ دیکھ کر سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ حاکم ظالم ہے۔ پیداوار ہوئی نہیں اور وہ روپیہ مانگتا ہے۔ فرمایا تمہارے پاس جتنے ہل پھاوڑے کدال کھرپے اور لوہے کا سامان ہو وہ لے آؤ۔ آپ نے اس انبار کو آگ میں رکھ دیا اور غائب ہو گئے صبح کو جو انھوں نے دیکھا تو تمام لوہا سونا ہو گیا تو انتہائی غریب تھے یا انتہائی خوش حال ہو گئے سچ ہے کہ اسے فضل کرتے دیر نہیں لگا کرتی۔

آپ کے صاحبزادوں کے پاس ایک کیمیا گر نے آکر کہا کہ مجھے تم فاقوں سے معلوم ہوتے ہو بزرگ زادے ہو۔ میں تمہیں سونا بنانا سکھائے دیتا ہوں۔ پھر سکون و اطمینان سے زندگی بسر کرتے رہنا آپ نے دونوں کے یہ الفاظ سن لئے صاحبزادوں کو حجرے کے اندر بلا کر کہا کہ چھت کو تو دیکھو۔ دیکھا تو سرتا پا سونے کی تھی پھر جس طرف نظر کی در و دیوار اور سقف و بام سونے کے نظر آئے۔ فرمایا بیٹا! یہ بات پیدا کرو اکسیر یہ ہے وہ اکسیر فقرا کا کام نہیں۔

ایک صاحب احمد قلندر ملتان سے تلاش مرشد میں نکلے اور چلتے چلتے پانی پت کے قریب کسی جنگل میں قیام کیا۔ اطراف کے تمام مشائخین و علماء کی ضیافت کی آپ بھی مدعو تھے خوانوں پر خوان پوش پڑے ہوئے تھے جن کے اٹھانے پر سب کو نظر آیا کہ کھانا مشتبہ تھا۔ کسی رکابی میں بندر کسی طباق میں گدھے کے پاؤں کسی قاب میں کتے کا کلہ کسی طشتری میں بلی کا گوشت صاف دیکھا گیا سب حیران رہ گئے۔

فرمایا اللہ تعالے سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اپنے حکم سے مشتبہ کھانوں کو دستر خوان سے جدا کرے زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہی ہر جانور زندہ ہو کر کودکر بھاگ گیا یہ رنگ دیکھتے ہی احمد قلندر نے دوڑ کر سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا کہ میں نے یہ ضیافت کی ہی اس غرض سے تھی کہ مجھے کوئی صاحب

ولایت مل جائیں کہ ان سے کمال باطنی حاصل کروں۔ تمام مشائخین کو بہ اعزاز تمام رخصت کر کے وہ آپ کا مرید ہو گیا اور مرتبہ کمال کو پہنچا۔ (سیر الاقطاب)

ایک دفعہ مفتی عبدالسمیع پانی پتی رح آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ دیکھا کہ ادھر سے ایک ضعیف عورت گھڑا لئے ہوئے گذری آپ نے اس سے گھڑا لیکر خود پانی بھرا اور کہا کہ مائی تو نہ گھبرا بہت ضعیف ہو گئی ہے جو کام ہو آ کر مجھ سے کہہ دیا کر۔ پھر دعا دی کہ الٰہی یہ غریب بڑھیا ہے اس کا پانی کم نہ ہو چنانچہ اس گھڑے کا پانی کبھی کم نہ ہوا۔

مخدوم جہانیان سے ملاقات

غرض بڑے صاف کشف و کمال بزرگ تھے ۷۶۵ھ میں وفات ہوئی۔ پانی پت میں مزار مبارک زیارتگاہ خلائق ہے۔

ایک مرتبہ حکم ربانی ہوا کہ دہلی پہنچ کر حضرت مخدوم جہانیان کو اپنی عمر سے دس برس عطا کر۔ آپ نے اپنے فرزند کی آنکھیں بند کرائیں دونوں ایک لمحہ کے اندر دہلی تھے۔ مخدوم صاحب عالم نزع میں تھے آپ کے پہنچتے ہی تندرست ہو گئے۔

سلطان فیروز شاہ، مخدوم صاحب کا مرید تھا اسے جب معلوم ہوا تو بلایا نذر دینی چاہی نہ لی۔ تاہم اس نے آستانہ پر آ کر کئی لاکھ اشرفیاں اللہ کی راہ پر لٹائیں۔

مخدوم صاحب نے بھی پانی پت میں آ کر قیام کیا۔ کئی ماہ رہے۔ حجرہ اب تک حجرۂ مخدوم جہانیاں کے نام سے بنا ہوا موجود ہے۔ مخدوم صاحب کا انتقال ۷۸۵ھ میں ہوا۔

آپ کے بہت سے خلفا ہوئے اور رب ہدایت خلق میں مصروف رہے۔

---

(۵۵) شیخ احمد رودولوی رح

خاندانی حالات اور شاندار بچپن حضرت شیخ احمد رودولوی بڑے گرامی قدر بزرگ گزرے ہیں حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی رح کے محبوب ترین خلیفہ تھے ہلاکو خاں کی تباہی خیزیوں کے درمیان میں آپ کے جد بزرگوار داؤد ایک جماعت کے ساتھ بلخ سے ترک وطن کر کے عازم ہندوستان ہوئے کہ اس عہد میں صرف ہندوستان اور مصر ہی دو اسلامی ممالک تھے جو تاتاری درندوں کی درندگی سے محفوظ اور مطمئن تھے سلطان علاؤ الدین خلجی کا زمانہ تھا۔ رودولی میں فروکش ہو گئے۔ چونکہ فاضل روزگار تھے اس لئے یہاں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور حضرت چراغ دہلوی کے مرید ہو کر اچھی استعداد باطنی پیدا کر لی آپ کے والد شیخ عمر بھی بہت بزرگ تھے رودولی میں آپ پیدا ہوئے آپ کے بڑے بھائی تقی الدین تو دہلی نقل وطن کر گئے آپ اپنی والدہ صاحبہ ہی کے پاس رہے۔ بزرگ ماں کے بیٹے ہمیشہ بزرگ ہی ہوا کرتے ہیں ماں تہجد پڑھتیں تو آپ بھی اپنی ماں کے ساتھ ہی اٹھکر تہجد پڑھنے لگتے ماں کیسی ہو اولاد کی محبت سے اس کا قلب لبریز ہوتا ہے۔ ایک روز کہنے لگیں بیٹا ابھی تم بچے ہو سات برس کی عمر بھی تو نہیں تم پر تو ابھی نماز روزہ فرض نہیں۔ بولے آپ کیسی ماں ہیں کہ خود تو خالق اکبر کی عبادت میں مصروف رہتی ہیں اور مجھے روکتی ہیں اسی وقت گھر سے نکل کر چلدیئے اور زبان پر حق حق جاری ہو گیا۔

جذب و مجاہدات پیادہ پا سفر کرتے ہوئے دہلی جا پہنچے جہاں آپ کے بھائی شیخ تقی الدین موجود تھے۔ انہوں نے بہت ہی شفقت کی معلم کے پاس لے گئے جس نے میزان الصرف پڑھانی شروع کر دی فرمایا خوب! آپ تو عجیب قسم کے معلم ہیں کہ ضَرَبَ۔ ضَرَبَا میرا وقت ضایع کرتے ہیں مجھے تو وہ

علم پڑھلیئے جس سے معرفت الٰہی حاصل ہو بعلم کو ایک بچے سے یہ الفاظ سنکر بہت
تحیر ہوا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور آپ کے بھائی سے کہہ دیا
کہ اس بچے پر تو عشق الٰہی غالب ہے۔ میں اسے کیا تعلیم دے سکتا ہوں۔ آپ کی
بھابی بھی محبت کرتی تھیں۔ چند ماہ رہے ہوں گے کہ پھر جوش اٹھا اور دہلی سے بھی چل
کھڑے ہوئے عرصہ تک جنگلوں میں پھرتے اور بزرگوں سے ملتے رہے۔ بہت مجاہدے
کئے بہت سی عبادتیں کیں۔ آخر آپ شیخ جلال الدین کے پاس پانی پت آئے پہلے تو
آستانہ کا احتشام اور دستر خوان کی عظمت دیکھ کر بد دل ہوئے۔ واپس گئے جس
سے راستہ پوچھتے وہ خانقاہ کی طرف اشارہ کر دیتا۔ دن بھر چلتے پھر وہیں آنکلتے۔
سمجھے اللہ کا حکم یہی ہے۔ آخر نیازمندانہ آکر مرید ہوئے۔

ایک بزرگ بڑھیا اور تیمور کا حملہ

شیخ کی توجہ سے آپ مقتدائے روزگار
بن گئے۔ یہ حالت تھی کہ مدت تک
ایک گوشہ خانقاہ میں مستغرق بحر جمال بے خودانہ پڑے رہتے۔ پھر جو سلوک میں
آئے تو بحکم مرشد سیاحت کو نکل کھڑے ہوئے۔ ایک شہر میں پہونچ کر دیکھا کہ رات کو
لوگ اذانیں دے رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نازل شدہ بلا کے لئے یہ کہا جارہا ہے
آپ سے بھی کہا گیا۔ فرمایا مجھ سے تو یہ ہرگز نہ ہوسکے گا کہ اس کی طرف سے آئی ہوئی
چیز کے روکنے کے لئے سعی کروں۔ چنانچہ زار زار روتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔
قصبہ سنام میں آکر ایک بڑھیا کے ہاں مصروف مجاہدہ و ریاضت ہو گئے۔ یہ بڑھیا
خود بھی بہت بزرگ تھی اور اتنی ریاضت و عبادت کرتی تھی کہ آپ بھی اس سے
زیادہ نہ کرسکتے تھے۔ بڑھیا کا نام تھا فاطمہ۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی حوض ہے۔
لوگ اس سے مچھلیاں مار رہے ہیں۔ آپ نے بھی اس شب کو یہی خواب دیکھا تھا
فرمایا میرے خواب کی تعبیر تو یہ ہے کہ سنام لوٹا جائے اور میرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ
دہلی پر تباہی آئے چنانچہ امیر تیمور ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ وہیں ایک مجذوب رہتا تھا
وہ اور آپ دونوں سنام سے چل دیئے پانی پت پہنچے تو شیخ جلال الدین بھی آمادہ سفر تھے

فرمایا اب یہاں رہنا مناسب نہیں ہے شیخ تو کوہستان کی طرف چل دیے آپ بدایوں تشریف آئے اور چندے قیام کرکے بہار اور بہار سے بنگال جا پہنچے۔ حضرت شیخ علاؤ الحق سے ملے اور ان کے بعد ان کے فرزند جلیل شیخ نور الدین قطب عالم بنگالی کے پاس رہے جو مشاہیر اولیائے ہند سے ہوئے ہیں جن کی یہ حالت تھی کہ ایک روز لکڑیاں سر پر اٹھائے ہوئے خانقاہ کے لیے لا رہے تھے کہ ان کے بڑے بھائی شیخ عظیم خاں وزیر سلاطین نے کہا کہ باپ کے پاس رہ کر دیکھ لیا کب تک لکڑیاں ڈھونڈا رہے گا اب بھی مان لے اور میرے پاس چلا آ کر عیش کریگا۔ فرمایا وزارت تجھی کو مبارک ہو میرے لئے یہ ہیزم کشی ہی سعادت ہے ۸۵۱ھ میں وفات پائی۔

خلفا کے کمالات عرفانی

اس کے بعد وطن پھر پہنچ کر نکاح بھی کیا اور ہدایت خلق میں مشغول ہو گئے۔ دیوار پر بیٹھے تھے کہ ایک شیخ جمال گھوڑے پر سوار ادھر سے گذرا اور تعریضاً کہا کہ کیا دیوار گھوڑا ہے؟ فرمایا۔ ہاں تیرا گھوڑا نہ چلے گا۔ مگر میرا گھوڑا ابھی چلتا ہے۔ دیوار چلنے لگی۔ اور اس کا گھوڑا ایک قدم نہ چلا۔ ۸۲۳ھ میں وصال ہوا۔ مزار شریف ردولی میں ہے۔ شیخ جلال الدینؒ کے اول خلیفہ آپ ہی تھے۔ دوسرے خلیفہ خواجہ شبلی علوم ظاہری و باطنی اور فقر و کرامات میں یگانہ روزگار تھے۔ دونوں پاؤں قطعاً بے کار تھے۔ مگر جب حال آتا تھا تندرستوں کی طرح کھڑے ہو کر وجد کرتے تھے۔ ایک روز چچا ادریسؒ نے کہا شبلی تو جو کھڑا ہو جاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ اپنی کرامت دکھاتا ہے۔ پھر جو بیٹھے تو تاحیات نہ اٹھے۔ آپ حضرت کبیر الاولیائے کے فرزند تھے اور خلیفہ بھی ۸۹۲ھ میں وصال ہوا۔ رودولی شریف میں مزار ہے۔

آپ کے ایک اور بھائی شیخ شہاب الدین تھے جن کا مزار جھنجھانہ میں ہے مزار پر چراغ رکھ دیجئے کتنی ہی تند و تیز ہوا ہو گل نہ ہوگا۔

تیسرے خلیفہ شیخ نظام الدین کی یہ حالت تھی کہ مسلسل تیس برس خدمت شیخ میں رہ کر سنام مامور ہوئے۔ انتقال کے بعد مزار پر ایک شعلۂ نور مدت تک نمایاں رہا جب شیخ نے آکر کہا کہ یہ نور باہر نہیں اندر چاہئے تو پھر ظاہر نہ ہوا۔

(۵۹) شاہ مینا چشتی رح

حضرت سارنگ سے استفاضہ شیخ مینا چشتی رح مشاہیر اولیائے ہند سے ہیں لکھنؤ کے شاہ ولایت مقرر ہوئے تھے۔ بڑے ذی رتبہ وکمال بزرگ تھے۔ آپ حضرت شیخ قوام الدین سارنگ چشتی و سہروردی کے خلیفہ تھے۔ یہاں یہ واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ قوام الدین کی حالت کیا تھی۔ چونکہ ان کی روداد دلچسپ و موثر ہے اس لئے معرض تحریر میں لائی جاتی ہے۔ ابتدا میں بہت بڑے امیر تھے۔ ہندو تھے مسلمان ہونے پر چونکہ فیروز شاہ کے بیٹے سلطان محمود نے ان کی بہن سے شادی کر لی تھی۔ اس لئے دربار میں بھی ایک معزز عہدہ مل گیا۔ دکن میں اپنے نام پر شہر سارنگ آباد کیا۔ چونکہ بادشاہ وقت انہی کے ہاتھ حضرت مخدوم جہانیاں اور شیخ راجن قتال سہروردی رح کو خاصہ بھیجا کرتا تھا۔ ایک روز شیخ راجن نے کہا کہ سارنگ اگر تو نماز پڑھنے لگے تو میں شیخ کا اولش دے دیا کروں۔ اس کے بعد کہا۔ اب اگر تو نماز اشراق و چاشت بھی پابندی سے پڑھنے لگے تو میں اور تو ساتھ ہی ساتھ ایک ہی برتن میں کھا لیا کریں چنانچہ تینوں بزرگ ساتھ ہی ساتھ کھانا کھانے لگے۔ جس سے ان کا سینہ از خود ہی تجلی گاہ انوار بن گیا۔ بعد کو یہ حضرت چراغ دہلوی رح کے مرید و خلیفہ ہو گئے اور اہل وعیال سمیت زیارت حرمین شریف کو روانہ ہو گئے۔ تمام زر و جواہر راہ خدا میں لٹا دیئے اور مرتبۂ ولایت پر پہونچے بعد کو حضرت شیخ راجن قتال سہروردی رح نے بھی خلافت عطا کر دی۔ ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔

مجاہدات وعبادات حضرت شیخ مینا نے انہی کی خدمت سے مرتبۂ ولایت حاصل کیا۔ جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہو گئی تو والدین کو آپ کی تعلیم کا خیال آیا اور آپ کو مکتب میں لے گئے۔ استاد نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ کہلوا کر قاعدہ سامنے رکھا اور کہا پڑھو الف آپ نے

فرمایا الف۔ استاد نے کہا پڑھو "ب" فرمایا بس جناب جو پڑھنا تھا پڑھ لیا۔ میرے لئے ایک الف ہی بہت کافی ہے۔ مجھے "ب" پڑھنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ پڑھنا چاہتا ہوں میں تو صرف الف ہی سے محبت رکھتا ہوں جو کچھ ہے صرف الف ہے۔ باقی سب لغویات ہے۔ استاد ایک بچے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بہت حیران ہوا لیکن جب آپ نے اس صغر سنی کے باوجود الف کی تفسیر بھی کی تو وہ انگشت بدندان رہ گیا۔ ولی مادر زاد تھے بچپن ہی سے استغراق و محویت روز افزوں تھی۔ کرامات کا ظہور ہوتا چلا آرہا تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی آپ نے مجاہدات و ریاضات شروع کر دیں ذرا یہ رنگ ملاحظہ فرمائیے اس لئے کہ نیند نہ آئے دونوں طرف پہلو میں نوکیلے کانٹے رکھ لیتے جن کے چبھنے سے جسم مبارک لہو لہان ہو جاتا اور دنوں تک تکلیف رہتی پھر یہ کیا کہ رات کو دیوار پر بیٹھ جاتے اور عبادت شروع کر دیتے غنودگی آتی نیند کا غلبہ ہوتا گر پڑتے اور ہوشیار ہو کر آ بیٹھتے۔ بہت چوٹیں لگیں مگر کبھی ذرہ برابر پرواہ نہ کی۔ عرصہ تک اسی عنوان و اسلوب سے مصروف مجاہدات و عبادات رہے۔

اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ شدت سرما میں خانقاہ کے صحن میں آئے اور کپڑے تر کر کے نماز میں مصروف ہو گئے ہیں۔

دعائے شیخ کا ثمر شیریں آپ کے ایک اور بھائی تھے جو سلطان محمود کے دربار میں ایک معزز عہدہ دار تھے اور بہت مغرور ہو گئے تھے۔ شباب کا زمانہ شاہی ملازمت دولت کی فراوانی۔ دماغ چل گیا اور فقراء تک کی عزت کا بھی پاس نہ رہا۔ ایک دفعہ یہ شیخ قوام الدین کی خانقاہ میں گھس آئے اور گھسے بھی اس طرح کہ گھوڑے پر سوار تھے اور ندرانہ بڑھے چلے آئے تھے۔ اس پر شیخ نوجوان سے ناراض ہو گئے۔ ایسے ناراض ہوئے کہ پھر اس نے اور اس کے باپ نے بے حد سعی کی مگر انہوں نے اس گستاخی کو ہرگز نہ بخشا۔ نوجوان اسی ناخوشی شیخ کی نذر ہو گیا اور گھوڑے سے گر کر جوان مرگی کے آغوش میں سو گیا۔ باپ کو اکلوتے بیٹے کی موت کا جو صدمہ بھی ہوتا کم تھا شیخ کو اس کے بعد اپنے مرید کی اس بے دردی و عمگینی کا بہت افسوس

ہوا اور ایک روز آپ کے والد گرامی سے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ کو جو منظور تھا وہ تو ہو گیا اب وہ تمہیں اس کے بجائے ایک اور بیٹا عطا کرے گا جو ہر طرح اُس کا نعم البدل ہو کر تمہارا نام روشن کرے گا۔ مگر تم اُس کا نام شیخ محمد رکھنا۔

آپ کے والد گرامی یہ بشارت سنکر بہت خوش ہوئے اور دعائے شیخ سے جب آپ پیدا ہوئے تو نام محمد مینار رکھا گیا۔ محمد مینار رحؒ شیخ کی توجہ سے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے اور لکھنؤ کے شاہ ولایت بنے۔ زندگی میں بہت رجوعات خلق تھی ۸۸۴ھ میں وصال ہوا۔ مزار لکھنؤ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

عشق کافریں زنار بندی شیخ سعد الدین خیر آبادیؒ آپ کے خلیفہ تھے جو بہت بزرگ اور مقتدا ئے وقت گذرے ہیں۔ شیخ مبارک اور شیخ صفی دونوں انہی کے خلفا تھے جو کاملین روزگار سے تھے مزار خیر آباد میں ہے ۹۲۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو الفتح علائی قریشی کانپوری اکثر آپ کے پاس آتے رہتے تھے بہت تعلقات تھے۔ سید محمد گیسو دراز کے تربیت یافتہ تھے ابتدا میں ان کی حالت بھی اچھی نہ تھی جب یہ بزرگ سید بدالدین کی خدمت میں پہلے روز گئے ہیں تو انھوں نے پوچھا کہ پہلے اتنا بتادے کہ تو کبھیں عاشق بھی ہوا ہے؟ عرض کی کہ عشق سیکھنے کو آیا ہوں میں تو اب تک اس سے واقف ہی نہیں۔ فرمایا سچ کہہ۔ بولے کہ اتنا قصور ضرور ہوا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک پری جمال ہندو دوشیزہ پر شیدا ہو گیا جب کوئی تدبیر صورت دیکھنے کی پیدا ہوئی اور اضطراب بہت بڑھا تو زنار گلے میں ڈال کر بت خانے کے اندر جا بیٹھا۔ وہاں وہ بے حجابانہ آتی تھی اور میں بیٹھا اسے دیکھتا رہتا تھا۔

شیخ نے فوراً آپ کو گلے لگایا اور فرمایا کہ تو عجیب عالی ہمت اور بلند حوصلہ شخص ہے مجھے ایسا مرید کہاں نصیب ہو گا۔ اور واقعی راہ محبت میں ایمان بھی کوئی چیز نہیں پھر بھی بڑی ہمت کا کام ہے۔ آ اب تجھے عشق حقیقی

سکھاؤں بیٹھے ہوئے تو کچھ ہی بہت جلد کامل ہوگئے اور بڑا مرتبہ حاصل کیا
مشہور اولیا میں سے گذرے ہیں۔

(۵۷) عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

بچپن کی عبادتیں حضرت قطب عالم شیخ عبد القدوس ممتاز وقت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار شیخ صفی الدین سید اشرف سمنانی رح کے مرید تھے۔ شیخ صاحب اپنے سوا ماہ کے فرزند کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے سید صاحب نے بچے کو پیار کر کے فرمایا کہ یہ بھی مرید ہے اور اس کے صلب سے ایک قطب عالم پیدا ہوگا۔ آپ نے ہوش سنبھالتے ہی۔ وضع شیخ کی جاروب کشی شروع کر دی ایک روز بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے کہ اندر سے حق حق کی آواز سنتے ہی بیہوش ہو گئے دیکھا کہ شیخ فرما رہے کہ۔ " علم ظاہری حجاب اکبر ہے " اب تو اصل کام میں مصروف ہو گئے پوری پوری راتیں عبادت میں بسر کر دیتے غنودگی طاری ہوتی تو شیخ کو بیدار کرتے دیکھتے۔ کیوں نہ ہو بچپن ہی سے اشتیاق غالب تھا سب سے پہلے مسجد میں جا کر صف اول میں بیٹھ جاتے اور ہٹتے ہٹتے پیچھے آجاتے اور نماز کے بعد نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھتے۔ (لطائف قدسی)

ترک تعلیم کا رنج آپ کے والد صاحب کو بہت تھا چنانچہ انھوں نے آپ کے ماموں سے شکایت کی۔ ماموں نے بہت تنبیہ کی۔ عین اسی وقت ایک میراثن ادھر سے گاتی ہوئی گذری سنتے ہی کیفیت طاری ہو گئی بولے آپ فکر نہ کریں علم کی ضرورت تو ہے مگر مدد ہونا چاہیئے اور نوعیت کا۔ آخر آپ خود ہی گھر سے نکلے اور ساڈھورہ میں مخدوم شیخ خواجگی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں بالکل سادہ ورق ہوں۔

فرمایا تو شغل باطنی میں مصروف کہ اگر اصول علم آگیا تو فروعی کی ضرورت

ہی باقی نہ رہے گی۔ واقعی یہ درست بھی تھا جس قسم کا مسئلہ ہوتا اور آپ سے پوچھا جاتا آپ فوراً اس کا عالمانہ جواب دیتے۔

مجاہدات و استغراق بچپن سے عبادات و مجاہدات میں مصروف تھے عشق کا غلبہ ہو چکا تھا دل میں آگ لگی ہوئی تھی یہ حالت تھی کہ درحقیقت "سانس" میں "کباب" کی بو آتی تھی۔ کھانا پینا قریب بالکل ترک ہو گیا تھا سینے میں عشق ایزدی کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ لوگوں نے خود آپ کے کاکلوں سے دھواں نکلتے دیکھا ہے۔ شیخ محمد صابری آپ کے مرشد تھے انہوں نے آپ کو دیکھ کر خود ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ عبدالقدوس تو عشق و مجاہدہ کی آگ سے سوختہ ہو چکا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے سر پر روزانہ سرد پانی بہایا جائے اور تقویت قلب کے لئے درود شریف کا ورد بکثرت رکھا جائے (لطائف قدسی)

پیر کی خدمت بھی اس طرح کی کہ کوئی کم کر سکتا ہے گھر کا ادنیٰ سے ادنیٰ کام بھی آپ خود ہی انجام دیتے تھے، پچانوے برس کامل ردولی میں مجاہدات و ریاضات میں مصروف رہے اس کے بعد اتنی ہی مدت شاہ آباد میں بسر کر دی اور آخر میں صرف چودہ برس گنگوہ شریف میں مستقل طور پر رہنے کا اتفاق ہوا۔

۹۴۵ھ میں بروز سہ شنبہ بوقت چاشت بعارضہ بخار جان آفرین کو سپرد کی۔ علالت میں بھی نماز ترک نہ کی۔ آخر وقت نماز پڑھی "حق حق" کہا اور ۹۴ سال کی عمر میں آنکھیں بند کیں تین برس پیشتر از انتقال یہ حالت ہو گئی تھی کہ ہمہ وقت مستغرق رہتے تھے اور مراقبہ و مشاہدہ ہی سے سروکار رہ گیا تھا اور آپ دنیا سے مستغرق تھے اور چاہتے تھے کہ ویرانوں اور جنگلوں کی وسعتوں میں عبادت کریں مگر آپ ہی قول کے مطابق مشائخ وقت اور ارواح پاک حضرت بابا

فریدالدین گنج شکر رح حضرت سلطان المشائخ اور شیخ احمد رودولوی نے بہ
اصرار سجادہ پر متمکن کر دیا۔

آپ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، مداریہ، صابریہ تمام سلسلوں میں بیعت تھے۔

ہندو جوگی سے مقابلہ

جس وقت آپ تکمیل علوم باطنی کے بعد گنگوہ میں تشریف لائے ہیں اس وقت یہاں ایک باکمال جوگی رہتا تھا جس کا ٹھہ نہایت وسیع اور پر فضا تھا۔ آپ کو یہ جگہ بہت پسند آئی اور قیام کی خواہش پیدا ہوئی۔ اندر جاکر چیلوں سے پوچھا کہ بتلائیے آپ کے گروجی کہاں ہیں؟ بولے کہ وہ تو گپھا کے اندر گئے ہوئے ہیں۔ ایک سال گذر چکا ہے۔ ہوا کے لئے ایک روزن ہے۔ کس کی مجال ہے جو اس کے قریب جا سکے۔ آپ اس روزن کے قریب ہی بیٹھ گئے مراقبہ جو کیا تو حالت ہی عجیب ہو گئی معلوم ہوا کہ وہ حبس دم کئے بیٹھا ہے اور اپنے کام میں مصروف ہے آخر آپ نے اس کی روح کو حرکت دی ساتھ ہی وہ ہوشیار ہو گیا۔ پوچھا تو کون ہے اور اندر کس طرح آگیا؟ فرمایا ہوتا کون اللہ کا بندہ ہوں اور اسی کی قدرت سے اس سوراخ کے اندر آگیا ہوں۔ مگر یہ تو بتا تو کس حد تک ترقی کر چکا ہے؟ بولا بہت ترقی کر لی ہے جو صورت چاہوں اختیار کر سکتا ہوں دیکھ ابھی پانی ہوتا ہوں چنانچہ وہ اسی وقت پانی ہو گیا۔ آپ نے فوراً اس پانی میں ایک دھجی تر کر کے رکھ لی۔ اس کے ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ اب میں پانی ہوتا ہوں تو اس میں ایک کپڑا تر کر کے رکھ لینا۔ اس کے بعد سونگھے گئے تو ایک میں بدبو تھی اور دوسرے میں خوشبو ایک کی بدبو سے دماغ پریشان ہوا جاتا تھا اور دوسرے کی خوشبو سے معطر (اقتباس الانوار)

بولا کہ میں تو اپنے فن و ہنر میں کامل تھا ہی آپ بھی کامل نکلے صرف خوشبو اور بدبو کا فرق رہا۔ فرمایا یہ کفر و اسلام کا فرق ہے چنانچہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور مرید ہو کر جلد تکمیل کر لی۔ اس کے نام چیلے

بھی مسلمان ہو گئے. اس جوگی کو آپ نے صاحب ولایت مقرر کر کے کہیں اور بھیجدیا. حضرت کا روضہ اسی جگہ ہے. وصال کے بعد بھی قلب بدستور ذکر و حرکت میں مصروف تھا.

(۵۸) جلال الدین تھانیسری

علم و فضل اور علمی فتوی حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید و خلیفہ تھے آپ کی عمر صرف سات برس کی تھی جبکہ آپ اپنے والدگرامی قاضی محمود کے ساتھ بلخ سے ہندوستان آئے تھے اسی عمر میں قرآن حفظ کر چکے تھے اس کے بعد قاضی صاحب نے آپ کو مدرسہ بھیجدیا تھے ذہین تھے سترہ سال ہی کی عمر میں معقولات و منقولات میں تبحر حاصل کر کے صاحب فتوی بن گئے اور وعظ شروع کر دیئے اس کے بعد اللہ تعالے کا عشق جو پیدا ہوا تو عبادات میں مصروف ہو گئے دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت میں کھڑے رہتے اللہ تعالے کو آپ کا یہ ذوق و شوق عبادت پسند آگیا اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو حکم ہوا کہ ہم جلال الدین کو تجھے بخشتے ہیں جا اور اسے تعلیم کر شیخ اٹھے اور گنگوہ سے عازم تھانیسر ہوئے جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عظیم مدرسہ ہے اور سینکڑوں طلباء ہیں اور آپ بیٹھے درس دے رہے ہیں. کیا شان بزرگانہ ہے کہ شیخ جا کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاتے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں. آپ تعلیم سے فراغت پا کر شیخ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں! شیخ فرماتے ہیں کہ ایک غریب درویش ہوں چلتا پھرتا ادھر آگیا اور دم لینے کو یہاں آبیٹھا. باتیں کرتے کرتے ہی آپ نے دیکھا کہ شیخ سراپا نور ہیں اور آسمان تک انوار و تجلیات نمایاں نظر آرہے ہیں. دوڑے اور دوڑ کر قدموں پر گرے کہ بات کرتے ہی کرتے باطن صاف ہو گیا تھا. اسی وقت مرید ہو گئے.

بزرگی و عظمت آپ نے رہی تعلیم حاصل کی پھر تو کچھ سے کچھ ہو تے چلے گئے مجاہدات عظیم شروع کرنے ایک مدت تک ریاضتیں کرتے رہے اور مرتبہ کمال کو پہنچ گئے یہ حالت تھی کہ آخر میں ہمہ وقت مستغرق رہتے تھے جب لوگ آکر کانوں میں آواز دیتے تو ہوشیار ہوتے اور نماز پڑھتے اسی برس تک روزانہ ایک قرآن ختم کرتے رہے نہایت مؤدب اور پابند شریعت تھے ایک دفعہ آپ بالا خانہ پر تشریف فرما تھے کہ کانوں میں کسی کے خوش الحانی سے گانے کی آواز آئی تڑپ گئے بے تاب ہو گئے اور لوٹتے لوٹتے نیچے گر پڑے

آپ کے ایک مرید کو اس امر کی بہت تمنا تھی کہ وہ تجلیات ذات احدیت برائی العین دیکھے اس آرزو میں بڑے بڑے مجاہدات کئے محنتیں کیں لیکن کشود کار نہ ہوا جب ایک مدت گذر گئی تو وہ مایوس ہو گیا اور کہنے لگا کہ اب زمانہ اور ہے نجم الدین کبریٰ سے بزرگ آج کہاں ہیں جو بیک نظر مبتدی کو منتہی بنا دیا کرتے تھے اور آن کی آن میں طالب کو فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیتے تھے آپ کو کشف سے علم ہو گیا کہ مرید کے قلب میں یہ خطرہ گذر رہا ہے آپ نے اسے سامنے بلایا اور کہا کہ تیرے دل میں یہ خیال گذر رہا ہے۔ اپنی اہلیت ذات تعداد پر نظر نہیں اور پیر کے متعلق بدگمانی کرتا ہے۔ حالانکہ پیر کی طرف سے خیالات ہمیشہ بہتر سے بہتر رہنے چاہئیں۔

تیری یہی آرزو ہے تو آ اور سامنے بیٹھ کہ میں تجھے نجم الدین کبریٰ کا رنگ دکھاؤں اور نظارہ کرادوں۔ آگے تو جان اور تیرا کام۔

آپ نے ایک ہی عاشقانہ نظر ڈالی ہے کہ اس کے سامنے سے تمام حجابات اٹھ گئے۔ حوصلہ تھا نہیں۔ تاب نہ لاسکا انتقال ہو گیا۔

اکبر اعظم کی حاضری جلال الدین محمد اکبر ارض ہند کا نہایت پرشکوہ اور مقتدر فرمانروا گذرا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ مذہب کا پابند نہ تھا ضرور اس سے لغزشیں ہوئیں۔ مگر

وہ لغزشیں دلی و قلبی لغزشیں نہ تھیں جو کچھ ہوا اور کیا وہ مقاصد جہاں بانی اور تقویت سلطنت کے لئے کیا ورنہ اس کے قلب میں درد اسلام تھا اور اللہ کی محبت بھی تھی۔ اللہ کے دوستوں سے محبت کرتا تھا اپنے تمام فرمان روایانہ جاہ و جلال کے باوجود فقراء کے آستانوں پر جاتا اور مستمندانہ ملتا اور مؤدبانہ گفتگو کرتا۔ ۹۸۹ھ میں اپنے بھائی محمد حکیم کے خلاف جب اس نے لشکر کشی کی ہے تو دوسری محرم کو وہ تھانیسر پہنچا۔ امراء و عمائد اور عساکر ساتھ تھے۔ تھانیسر پہنچکر آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور خانقاہ کے اندر آکر مؤدبانہ بیٹھ گیا اور مسئلہ توحید کے متعلق عرض کی کہ آپ اسے مجھے سمجھا دیجئے۔

علوم مفیدہ بھی ہیں اور "حجاب اکبر" بھی۔ فیضی اور ابو الفضل جیسے عالموں اور فاضلوں سے صحبت رہتی تھی۔ جملہ مسائل پر گفتگو ہوا کرتی تھی حتیٰ کہ وہ مسائل بھی زیر بحث آجاتے ہیں جن پر بحث کرنا علمائے ظاہر کی قابلیت سے بالاتر ہے۔ ان مباحث نے اکبر کے خیالات اور معتقدات کو اگر خراب نہیں تو گو درہم برہم ضرور کر دیا تھا اور اسے ایک الجھن سی پیدا ہو گئی تھی۔ اکبر کے سوال پر آپ نے یہ رباعی پڑھی ؎

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ — پس برنگ ہر یکے تاب عیان انداختہ
جملہ یک نور است اما رنگہائے مختلف — اختلافے در میانِ این و آں انداختہ

اس کے بعد نہایت عمدگی و خوبی سے تشریح کی اور اکبر کو سمجھاتے رہے اکبر اتنا متاثر ہوا کہ رونے لگا اور مؤدبانہ عرض کی کہ:

میں سلطنت ترک کرتا ہوں اس میں کوئی لطف نہیں مجھے تو آپ فقیر بنا کر تعلیم کریں فرمایا پہلے کسی اپنے ہی جیسے شخص کو اپنا جانشین مقرر کر دے اس کے بعد پھر فقر و درویشی کا ارادہ کر کہ تیرا ایک لمحہ کا انصاف ہزار فقر و عبادت سے بہتر ہے۔ بادشاہوں کی درویشی یہی ہے کہ وہ مخلوق خدا کی نفع رسانی و خدمت میں منہمک رہیں۔

شاہی کی عظمت و حقیقت سمجھ۔ پھر تیری بادشاہی تیری درویشی ہوگی یادِ خدا بھی کر اور سلطنت بھی کر۔ عبادت فقیر بنکر ہی نہیں ہوتی بادشاہی میں بھی ہوسکتی ہے۔

تعلیم و نصیحت یہ تعلیم اور یہ نصیحت جو ارض ہند ہی نہیں ارض عالم کے ایک باجبروت اور جلیل القدر فرمانروا کو ایک درویش اور اللہ کے دوست نے کی ہے اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اسے پڑھے ذہن نشین کرے اور اپنے اپنے دائرہ ہائے عمل پر اسے منطبق کرنے کی سعی کرے اگر سب ہی فقیر بن جائیں تو اللہ کی دنیا کا کام کیونکر چلے۔ حقیقت یہی ہے جس کا ہم بار بار اعادہ کرتے رہے ہیں کہ امارت و غربت دولت و افلاس شاہی و گدائی کے فروق محض ظواہر ہیں کرنے والے شاہی میں بھی کرتے ہیں اور نہ کرنے والے گدائی اور غریبی میں بھی نہیں۔ سلطان نور الدین زنگی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی سلطان التمش اور سلطان اورنگ زیب کتنے عظیم الشان فرمانروا گذرے ہیں لیکن سب کے سب کاملین وقت تھے اور ان میں سے بعض تو ابدال وقت ہوئے ہیں۔ خوب یاد رکھیے کہ اہل اللہ کی حدیث اور بنی نوع انسان کی نفع رسانی مفوضہ فرائض کی انجام دہی بھی خواہ وہ کسی دائرہ میں ہو فقر و درویشی سے کم نہیں اور یہی حضرت کی نصیحت کا مفاد ہے۔

اس کے بعد اکبر نے اور بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی اور پھر اپنے خیمہ گاہ میں واپس آگیا اس کے قلب پر حضرت کی ملاقات و نصیحت کا بہت اثر تھا حضرت محافہ میں سوار ہو کر حضرت سالار اسحٰق کی زیارت کو جارہے تھے کہ علامہ فیضی حاضر ہوا اور آتے ہی کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جانوروں کو انسان کی سواری کے لئے پیدا کیا ہے اور آپ انسانوں پر سواری کرتے ہیں؟ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ افسوس اس علم و تبحر کے باوجود اب تک تو اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ انسانوں میں بھی سب انسان نہیں ہوتے اور بعض انسان

محض چوپائے اور حیوان ہوتے ہیں بلکہ حیوان بھی ان سے بہتر ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ قرآن میں اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا فرما رہا ہے۔ یہ سُنکر فیضی جیسا یگانہ روزگار علامہ نہ صرف یہ کہ دم بخود رہ گیا بلکہ شرمندہ بھی ہوا ہے اس لئے کہ اپنے نزدیک تو اس نے یہ سوال حضرت کو قائل کرنے کے لئے کیا تھا لیکن قائل ہو گیا خود۔ دیر تک مؤدب خاموش بیٹھا رہا اور پھر سلام کر کے رخصت ہو گیا۔

راجہ بیربر کی عقیدت

راجہ بیربر نے جو علامہ فیضی سے آپ کی تعریف سنی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں پناہ اور یہ دونوں باریاب ہو چکے ہیں تو وہ بھی حاضر خدمت ہوا۔ کچھ باتیں کیں اور اٹھ کر چلا آیا۔ شیخ غوث محمد گوالیاری کے پاس گیا تو بہت تعظیم ہوئی۔ پوچھا شیخ جلال نے تو میری کوئی تعظیم نہ کی۔ فرمایا بھائی جلال مرتبہ شہود ذات پر فائز ہیں ان کے نزدیک شاہ گدا اور دنیا داہل دنیا برابر ہیں۔ وہ کیا کسی کو خاطر میں لاتے ہیں میرے اندر ہنوز دنیوی تعلقات کا اثر باقی ہے۔ راجہ بیربر نے فرمایا واقعی آپ نے ٹھیک فرمایا شیخ جلال بہت بزرگ ہیں اقبال نامہ جہانگیری میں ان ملاقاتوں کا حال درج ہے جو ایک مستند تاریخ ہے۔ ۱۴ ذی الحجہ ۹۷۵ھ میں وصال فرمایا۔ مزار تھانیسر میں زیارتگاہ عوام و خواص ہے۔

خلفائے کرام اور انکی عظمت

آپ کے متعدد خلفا ہوئے اور سب نے مرتبہ ولایت فرمایا

شیخ نظام الدین بلخی آپ کے داماد اور بھتیجے بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل صاحب تصانیف تھے۔ شرح لمعات رسالہ بیان ہفت طبق، تفسیر مدنی، معادن حقانی آپ کی تصانیف ہیں۔ پابند شریعت تھے۔ شہنشاہ جہانگیر آپ کا بہت معتقد تھا اور حقیقت

یہ ہے کہ آپ ہی کی دعا سے اسے سلطنت اور تخت و تاج نصیب ہوئے ورنہ اکبر اتنا مخالف ہو چکا تھا کہ جہانگیر کے بادشاہ ہونے کی کسی توقع نہ رہی تھی اس کے بعد شاہجہان بھی ایام شاہزادگی میں حاضر ہوا۔ نورجہاں بیگم کی شکایت کی اس کی بھی سلطان بننے کی کوئی توقع نہ تھی کہ نورجہاں بیگم کے مقابلہ میں اس کی کیا چل سکتی تھی مگر جہاں اسے آپ نے سلطنت کی بشارت و دعا دی وہاں یہ بھی ہدایت کی کہ باپ کی اطاعت بہر صورت لازمی ہے جہانگیر سے لوگوں نے جا لگائی۔ چونکہ اسے بھی سلطنت انہی کی دعا سے ملی تھی اس لئے گھبرایا اور حکم دیا کہ شیخ ہندوستان سے ہمیشہ کے لئے تشریف لے جائیں کہ سلطنت کو ان سے خطرہ ہے ان کا ارادہ تو پہلے ہی تھا چنانچہ مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور وہاں سے حضور نبی کریم کی ہدایت پر بلخ متمکن ہو گئے۔ سلطان امام قلی خاں ان کا مرید ہو گیا علمائے شہر کو حسد پیدا ہوا۔ دربار میں شکایت کی کہ شیخ نظام خانقاہ میں نماز پڑھتے ہیں مسجد میں نہیں آتے حالانکہ شہر میں جمعہ کی نماز دو جگہ جائز نہیں حکم پہنچا تو فرمایا امام جامع رافضی ہے امام اور علمائے تمام شہر کو برانگیختہ کر دیا بادشاہ نے حاضر ہو کر اطلاع دی تو فرمایا مطمئن رہو میں اسی وقت امام صاحب بارہ ہزار مخلوق کے ساتھ دیوانہ وار خانقاہ میں آ گھسے اور کہنے لگے تو نے مجھ پر تہمت رفض لگائی۔ تیرا خون مباح ہے حضرت نے بادشاہ سے کہا کہ اس کے جوتے کا تلا چیر کر دیکھو۔ دیکھا تو ایک کاغذ پر شیخین کے نام لکھے ہوئے تھے۔ امام تو وہیں قتل ہو گیا اور لوگ ہزارہا تعداد میں مرید ہوئے۔ صاحب اقتباس الانوار کی تحریر کے مطابق بادشاہ روزانہ حاضر ہوا کرتا تھا تمام شہر آپ کی عزت کرنے لگا تھا ایک شخص نے کہلا کر بھیجا کہ میرا آخری وقت ہے علم غیب اور کیمیا دونوں جانتا ہوں۔ آپ ان کے اہل ہیں۔ آ کر پوچھ لیں۔ فرمایا یہ کوئی چیز نہیں۔ معرفت سے کچھ آتا ہو تو کافی ہے۔ اس نے پھر خادم کو بھیج کر بلوایا آپ گئے اور ایک نظر میں کامل بنا دیا۔ اور ولی کی موت مرا۔ اسی طرح ایک

مردہ کو زندہ کر دیا تھا۔
۱۰۳۲ھ میں وصال ہوا مزار بلخ میں ہے۔ انہی کے خلیفہ شیخ یا بندہ تھے جن کی یہ حالت تھی کہ جس نے ذکر جہر کرتے سنا بے ہوش ہو گیا۔ شکایت پر جنگل میں جا کر ذکر شروع کیا تو ذکر کے وقت تمام درخت سرنگوں ہوتے رہے۔
آٹھ روز میں صرف ایک مٹھی کھیلیں کھایا کرتے تھے۔ لاہور والے آپ کو خدا نما کہا کرتے تھے لاہور ہی میں مزار ہے۔
شیخ عبدالشکور بلخی قاضی محمد سالم کبیران جی رح اور شیخ موسیٰ وغیرہ آپ کے مقتدائے روزگار خلفا تھے۔ حضرت کی یہ حالت تھی کہ زندگی بھر کبھی اپنے مرشد گرامی شیخ عبدالقدوس کے سامنے بے وضو نہ آئے۔ پیرزادوں کا ادب بھی بہت زیادہ کرتے تھے۔

مقتدائے وقت احباب اور سلاطین

آپ کے زمین معاصر و احباب بھی ممتاز و وقت بزرگ گذرے ہیں حضرت شیخ حسن محمد چشتی و سہروردی قادری قطب وقت اور عالم تبحر گذرے ہیں۔ اکبر نے آپ کے نام بارہ گاؤں کا فرمان اور اس کے ساتھ بہت سا زر نقد بھیجا صاف انکار کر دیا کہ جب ہمیں بارہ گاؤں کی زمینداری مل گئی تو پھر فقیری کہاں رہی۔ رہا زر نقد میں اسے مشکوک سمجھتا ہوں اور نہ لے سکتا ہوں اور نہ تقسیم کر سکتا ہوں بادشاہ خود جسے چاہے دیدے۔ رہی دعا تو میں اس کے لئے تیار ہوں اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔ احمد آباد گجرات میں مزار ہے ۱۰۸۲ھ میں انتقال ہوا۔
حضرت شیخ حسن ہی کے خلیفہ حضرت شیخ محمد اعظم چشتی تھے علوم ظاہری و باطنی میں کامل " سہروردیہ " قادریہ چشتیہ خاندان میں مرید اور یگانۂ زماں تھے۔ بڑے بڑے مجاہدے کئے۔ زندگی بھر

سونے چاندی کو ہاتھ نہ لگایا۔ جو فتوح ہوتی بالا بالا سب تقسیم کرا دیتے تقریباً پچاس کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کو بھی شاہجہاں نے پانچ گاؤں کا فرمان اور تین لاکھ روپیہ نقد نذر بھیجا۔ شاہجہاں نے اپنے ہاتھ کی سی ہوئی ایک کلاہ ترکی اور ایک گدڑی بھی بھیجی تھی۔ نور اسلام اسے لے کر گیا۔ حضرت نے کلاہ ترکی اپنے مرید خاص سید احمد بغدادی کے سر پر رکھ کر کہا کہ یہ وہ کلاہ ہے جسے اس بادشاہ نے روزے رکھ کر سیا ہے جس نے بلوغ سے لے کر آجتک کبھی بے وضو آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ جو وجہ حلال سے گذر کرتا ہے۔ اسی وقت اسے کاشغر کا شاہ ولایت بنا کر بھیجدیا۔ فرمان واپس کر دیا۔ زر نقد تقسیم کر دیا اور اپنی طرف سے سنگ موسیٰ کی ایک تسبیح عنایت کی۔

احمد آباد میں بہت بڑی خانقاہ تھی اور بہت بڑا لنگر۔ ہزارہا ہندو آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اور آپ سے اسلام بہت پھیلا۔ ۱۰۸۲ھ میں انتقال ہوا۔ وہیں مزار ہے۔

تیسرے بزرگ شیخ علی متقی جون پوری۔ دربار شاہی میں ملازم تھے۔ شاذلی چشتی قادری تھے۔ بہت امیر تھے۔ سب کچھ لٹا کر فقیر ہو گئے۔ بڑے صاحب تصنیف ہیں۔

گجرات میں آئے تو سلطان بہاؤالدین منت کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ ایک کروڑ سکہ گجراتی پیش کیا۔ بزرگی دیکھئے اسی وقت یہ سب روپیہ قاضی عبد اللہ سندھی کو دیدیا جو شاہی پیغام لائے تھے۔ وزیر سلطان نے دعوت کی فرمایا اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ جو چاہوں گا کھاؤں گا اور جہاں چاہوں گا بیٹھوں گا۔ چنانچہ ایک ٹکڑا خشک روٹی کا جیب میں ڈال لے گئے وہی کھایا۔ صدر دالان کے قریب زمین پر بیٹھے کسی کی نہ سنی۔ بڑے کامل بزرگ تھے۔

مکہ معظمہ میں [illegible]ھ میں انتقال کیا۔ ان کے صاحبزادے شیخ احمد جھن جون پور میں مدفون ہیں۔

(۵۹) شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

کرامت بوقت ولادت حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیائے ہند سے تھے حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں۔ پہلے یہ خاندان پاکپتن میں رہتا تھا۔ پھر لدھیانہ میں توطن اختیار کیا۔ لدھیانہ ہی میں آپ کو بارگاہ ایزدی سے حکم کہ دہلی جاؤ اور وہاں رہو۔ چنانچہ وہ اپنی اہلیہ بی بی احد کو ساتھ لے کر دہلی پہنچ گئے اور وہاں کے ایک محلہ میں جو اس وقت سرائے علاؤ الدین زندہ پیر کے نام سے مشہور تھا فروکش ہوگئے۔ حضرت یہیں اور اسی خطۂ پاک میں پیدا ہوئے۔ یہ ۸۸۴ھ کا ذکر ہے کہ یہی سنہ ولادت ہے۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ بطن مادر سے پیدا ہوتے ہی اوندھے منہ نیچے زمین پر گر پڑے۔ دیکھنے اور سننے والوں نے اس گرنے کو خدا جانے کن کن اوہام کا مترادف قرار دیا۔ مگر یہ گرنا، گرنا نہ تھا۔ بلکہ اظہار عبودیت اور سجدہ ریزی نیاز تھا۔ نومولود بچہ تھا۔ نرم اعضاء تھے۔ کچھ بھی ہو والدین کے لئے فکر و تشویش کا سامان بن گیا۔ بالخصوص اس لئے کہ پیشانی مبارک میں دھان کا ایک دانہ چبھ کر پیوست ہوگیا تھا۔ جس سے خون بھی نکلا تھا اور گو نہ گہرا نشان بن گیا تھا جو زندگی بھر سیمائے مبارک پر قائم رہا۔ خود ہی فرمانے لگے جبکہ ایک دفعہ لوگوں نے اس نشان کے متعلق استفسار کیا کہ مجھے واقعی اس دھان کے چبھنے سے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ چاہتا تھا کہ اسے اپنے ہاتھ سے نکال لوں۔ پھر خیال کیا کہ اگر ایسا کیا تو دنیا بھر میں رسوا ہو جاؤں گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آپ مادرزاد ولی تھے۔ اور اس وقت بھی تمام عالم زمانہ طاقتوں کے حامل تھے۔

علم و فضل و ارادت آپ چند ماہ کے ہی تھے کہ آپ کے والدین آپ کو لے کر

فتح پور سیکری تشریف لے آئے اور کچھ ہی عرصہ بعد ماں باپ دونوں کا انتقال ہو گیا اور آپ آنکھ کھولنے اور ہوش سنبھالنے سے پیشتر ہی یتیم ہو گئے۔ اس کے بعد آپ اپنے بھائی شیخ موسیٰ کی زیر سرپرستی آگئے اور انھوں نے آپ کو بڑی شفقت و محبت سے پرورش کرنا شروع کر دیا۔ ایک تو آپ کے بھائی تھے دوسرے یہ کہ بھائی کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے شیخ موسیٰ کی تمام محبتوں اور توجہات کے مرکز بن گئے۔ آخر نے ہوش سنبھالا اور اپنے معزز محترم بھائی سے عرض کی کہ اب میں گھر سے نکلنا چاہتا ہوں۔ اور سفر و سیاحت کی آرزو رکھتا ہوں۔ شیخ موسیٰ نے آپ کو بہت روکا اور فرمایا کہ دیکھو میرے کوئی اولاد نہیں اور مجھے تمہارے چلے جانے کا بہت صدمہ ہوگا میں تو تمہیں ہی دیکھ کر جیتا ہوں۔ مجھے تمہاری مفارقت اور جدائی کیونکر گوارا ہوگی۔ آپ نے اسی وقت دعا کی اور فرمایا کہ گھبرایئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ایک بیٹا عنایت کرے گا۔ چنانچہ آپ کی دعا سے نو ماہ کے بعد ہی شیخ موسیٰ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔

آپ فتح پور سے روانہ ہو کر ہندوستان کے مختلف شہروں میں پھرنے اور مشائخ وقت سے ملتے ہوئے سرہند پہنچے۔ یہاں ملک العلماء سرہندی مسند ارشاد پر متمکن تھے۔ طبیعت میں لہر آئی تو آپ نے ان سے پڑھنا شروع کر دیا۔ ان کا نام مجیب الدین تھا اور بہت بڑے عالم تھے۔ جب فرصت ہوتی آپ سرہند سے بھدالی ہو آتے جو قریب ہی ایک قصبہ تھا اور جہاں شیخ بدر الدین کا مزار تھا۔

عرب و حجاز میں شہرہ

جب جاتے فاتحہ پڑھ کر آپ ذکر و شغل میں مصروف ہو جاتے۔ کئی سال تک آپ نے سرہند میں رہ کر علوم ظاہری کی تکمیل کی اور بھدالی میں ذکر و شغل کرتے رہے۔ اکثر وہیں مراقب رہتے اور باطنی انوار کو اپنے سینہ میں مرکوز کرتے۔ ۱۰۳۱ھ میں آپ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے اور کئی سال تک وہاں بیت اللہ شریف کی مجاوری کرتے رہے پھر مدینہ منورہ پہنچ کر روضۂ نبوی کے مجاور بن گئے۔ حجاز میں سات آٹھ سال بسر کرکے بلاد اسلامی کی سیاحت کے لئے عازم ہوئے۔ عرب، عراق، شام، ایران، خراسان، ترکستان

اور ماوراء النہر کی سیر کرتے اور مشائخ و اولیاء سے ملتے اور فیض حاصل کرتے رہے۔ اسی سیاحت میں آپ ایک بزرگ قطب العارفین شیخ ابراہیم چشتیؒ کے مرید ہو گئے۔ اور ان ہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور پھر عرب واپس آگئے۔ اس مرتبہ عرب میں آپ نے شیخ محمود شامیؒ شیخ رجب علیؒ اور سید محمد ہوئیؒ کو خلافت عطا کی ہزاروں ہاتھ آپ کے اور مرید ہوئے۔ یہاں آپ "شیخ الہند" کے لقب سے مشہور تھے۔ بڑے بڑے علمائے عرب بھی آپ کی بہت عزت اور بہت احترام کرتے تھے اور برابر حلقہ ارادت میں چلے جاتے تھے۔

اکبر کی عقیدت اور شہزادے کی ولادت

ایک عرصۂ دراز اور مدت ہائے مدید کے بعد آپ ہندوستان واپس آئے اور پہاڑ سیکری پر آکر بیٹھ گئے اور مجاہدات و ریاضات شروع کر دیں کئی سال کے بعد آپ نے نکاح بھی کر لیا۔ اسی دوران میں ہیمو بقال کا فتنہ بیدار ہوا اور آپ پھر حرمین شریف کی زیارت کو تشریف لے گئے یہاں بھی بہ سلسلۂ مجاہدات ترک طعام کیا ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ تھوڑی سی روٹی کھا لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ فتح پور سیکری تشریف لے آئے۔

شہنشاہ اکبر نے آپ کی کرامت و عظمت کا شہرہ جو سُنا تو وہ خود فتحپور سیکری پہنچا اس کے اولاد نرینہ پیدا نہ ہوتی تھی اور فقیروں کا بہت معتقد تھا۔ اس نے عرض کی کہ شیخ اللہ سے دعا کیجیے کہ میرے کوئی بیٹا پیدا ہو۔ تھوڑی دیر مُراقبہ کیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ بادشاہ تیری قسمت میں تو کوئی بیٹا نہیں۔ فرمایا تقدیر میں ہوتا تو پھر آپ سے دعا کرنے کی استدعا کی ہی کیا ضرورت تھی۔ کچھ دیر تامل کیا اور فرمایا کہ کل بادشاہ بیگم کو جو راجہ بہاڑا مل کچھواہا کی بیٹی تھی۔ اکبر نے دوسرے ہی روز بادشاہ بیگم کو بھیجدیا۔ آپ نے گھر میں آکر اپنی اہلیہ سے کہا کہ تم بادشاہ بیگم کے ساتھ پشت ملا کر بیٹھو۔ جب بیٹھ گئیں تو آپ نے دونوں کے اوپر چادر ڈال دی مراقب رہے اور پھر فرمایا جاؤ اب گھر جاؤ اکبر نے آپ کے اشارے سے اسی شب کو خلوت کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ ہی دنوں

بعد آثار حمل نمایاں ہوئے۔ پھر جو اکبر آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے مبارک باد دی کہ اللہ کا شکر کہ تیرے فرزند پیدا ہوگا۔ لیکن اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔

چنانچہ آپ کی دعا سے ۹۷۷ھ میں اکبر کے ہاں شاہزادہ سلیم پیدا ہوا۔

اکبر نے اس کی خوشی میں تین کروڑ روپیہ نقد تین لاکھ بیگہ زمین اور تین سو گائیں خیرات کیے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اُس وقت ہندوستان کے تمول کی کیا حالت تھی۔ شہنشاہ کس اعتقاد و عقیدت کے ہوتے اور اللہ کی راہ پر روپیہ لٹانے اور غربا و ضعفا کی امداد کے بہانے کس طرح ڈھونڈتے رہتے تھے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ ایک مرتبہ شہزادہ کو موتیوں سے تولا۔ دوسری بار ہیروں سے تولا تیسری بار زمرد سے تولا چوتھی بار نیلم سے تولا۔ پانچویں بار فیروزہ سے تولا چھٹی بار یاقوت سے تولا اور ہر بار انھیں خیرات کر کر کے غربا میں تقسیم کر دیا۔ اب تو یہ اعتقاد یہ دولت مندیاں یہ غربا نوازیاں اور یہ فیاضیاں افسانۂ ماضی بن چکی ہیں۔

اکبر کو لوگ خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ مگر اکبر کی یہ حالت تھی کہ اللہ کے دوستوں اور مشایخ کا انتہائی ادب کرتا تھا۔ اور جہاں کسی بزرگ کا حال معلوم ہوتا تھا وہیں پہنچتا تھا۔ تھانیسر میں حضرت جلال الدین تھانیسری کی خدمت میں حاضر ہوا فتح پور میں حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے ہاں مستمدانہ حاضر ہوتا رہا۔ خواجہ غریب نواز رح کے دربار میں گیا تو اس شان سے کہ بارہ منزل پیادہ پا گیا اور وہاں بھی لاکھوں روپیہ خیرات کیا اور بہت کچھ نذر و نیاز کی۔

فتح پور سیکری کی آبادی و تعمیر شہر فتح پور سیکری جیسی عظیم الشان تعمیر بھی اس عقیدت کی بنا پر ہوئی جو اسے حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے ساتھ تھی۔ ایک قلیل وقفۂ مدت میں فتحپور سیکری ارض ہند کا ایک مایۂ ناز شہر اور عروس البلاد بن گیا اور شاہی محلات کے ساتھ امراء کے محل بھی وہاں بکثرت بن گئے۔ علاوہ ازیں شہزادہ سلیم کو تربیت کے لیے شیخ ہی کے پاس چھوڑ دیا گیا۔ زر کثیر خرچ کرکے شیخ کے لیے فتح پور ہی میں ایک عظیم بالشان خانقاہ اور ایک عالی شان

مسجد تعمیر کرائی۔ یہ خانقاہ اتنی شاندار اور اتنی خوبصورت تھی کہ ہندوستان میں آج تک اتنی بڑی اور کوئی خانقاہ تیار نہیں ہوئی یہ آپ ہی کی فیض صحبت کا اثر تھا کہ جہانگیر میں مے نوشی کی عادت کے باوجود مذہبیت کی محبت اور وارفتگی موجود تھی۔ صوم صلوٰۃ کا پابند تھا۔ رمضان کے پورے روزے رکھتا تھا۔ اور عدل دادگستری میں تو کوئی اس کا ثانی پیدا نہیں ہوا۔ انتہا تھی کہ اس نے محض بربنائے مقتضیاتِ عدل نورجہان بیگم تک کے قتل کا حکم دیدیا تھا۔ رقیق القلب بھی تھا۔ عاشقانہ دردمندانہ طبیعت پائی تھی اور تاثرات اتنے قوی تھے کہ ایک لڑکے کی بے کسانہ موت اس کی رحلت کا پیغام بن گئی۔

آپ کی وفات ۹۷۹ھ میں ہوئی۔ فتحپور ہی میں آج تک آپ کا مزار زیارتگاہ خلائق بنا ہوا ہے بشیخ احمدؒ اور شیخ بدرالدینؒ آپ کے دو فرزند تھے اور دونوں خلیفہ ہوئے اور بدرالدین کو شرف سجادہ نشینی بھی حاصل ہوا۔

سلطنت سور کی تباہی وکرامات

ایک روز آپ کے خلیفہ قاضی غیاث الدین نے عرض کی کہ میں بارادۂ ملازمت سلطان محمد عادل شاہ کے پاس جارہا ہوں جس سے میرے قدیم تعلقات ہیں۔ طویلہ خاص سے مجھے اپنا عراقی گھوڑا دیدیجیے تاکہ میں اسے بطور نذر پیش کردوں۔ فرمایا مجھے دینے میں تو کوئی تامل نہیں۔ لیکن ملحوظ رہے کہ اگر سلطان نے اسے کسی وقت اپنے سے جدا کردیا تو یہ جدائی موجب زوال سلطنت بن جائیگی۔ یہ سمجھا دینا۔ قاضی صاحب نے گھوڑا نذر پیش کیا اور سمجھا دیا کہ اسے کسی کو عطا نہ کیا جائے کہ شیخ نے ہدایت کردی ہے۔ ورنہ یہ موجب تباہی اقبال ہوگا۔ سلطان نے تو احتیاط رکھی مگر ایک اور مقتدر درباری امیر نے اس گھوڑے کو ایک دوسرے امیر کے حوالے کردیا۔ آپ نے کشف سے معلوم کرکے فرمایا کہ برا ہوا۔ ہمارے کہنے کا خیال نہ کیا گیا۔ اور اپنی سلطنت کو آپ برباد کرلیا۔

چنانچہ چند ہی روز کے بعد ملک کے اندر ایک شور محشر برپا ہوگیا۔ پہلے تو ابراہیم خاں سور سپہ سالار نے بغاوت کی جو اتنی شدید تھی کہ سلطان کو پسپا ہوکر قلعہ کالنجر کی طرف کوچ کرنا پڑا۔ اس کے خلاف سلطان کا بہنوئی احمد خاں سور کھڑا ہوگیا جس کا مقصد یہ تھا کہ

وہ ابراہیم خاں کو منہزم کر کے خود تخت سلطنت پر جلوس کرے۔ چنانچہ سندھ سے لے کر گنگا تک اس کا تسلط قائم ہو گیا تھا کہ ۹۶۲ھ میں ہمایوں نے پڑھ کر سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ لکھا ہے کہ آپ اپنی سیاحت کے دوران میں جنات کے ذریعے اپنے اہل و عیال کو خرچ بھیجا کرتے تھے۔ فتح پور کی آبادی کی پیشین گوئی بھی پیشتر کر دی تھی۔

خلفائے کرام کی عظمت

آپ کے بڑے بڑے جلیل القدر خلفاء ہوئے جن میں سے چند کے حالات تبرکاً درج ذیل ہیں

حضرت شیخ فتح اللہ بن سنبھلی محض امی اور نوشت و خواند سے قطعاً نابلد تھے علماء اعتراض کرتے تھے کہ بے علم ولی نہیں ہو سکتا۔ آپ کے مرید شیخ وجیہ الدین کو ناگوار گذرا شیخ سے بیان کیا۔ فرمایا معترضین کو یہاں لے آؤ۔ ایک مولوی صاحب آئے فرمایا پڑھو! انھوں نے "ہدایہ" پیش کی۔ فرمایا اول سے پڑھوں آخر سے پڑھوں یا درمیان سے؟ پھر شیخ وجیہ الدینؒ سے کہا کہ خیر میں بلا دیکھے ہی "ہدایہ" پڑھتا ہوں۔ تو لکھتا رہ اور علماء بھی آ گئے تھے آپ نے صفحات کے صفحات لکھا دیئے علماء یہ کرامت دیکھ کر معتقد ہو گئے۔ فتح پور میں قحط پڑ گیا تھا۔ صاحبزادہ شیخ احمد نے دعا کے لئے لکھا۔ آپ خط پڑھتے ہی مسجد سے اٹھ کر دھوپ میں جا بیٹھے اور عرض کی بار الٰہا تو جب تک بارش نہ برسے گا یہاں سے نہ اٹھوں گا۔ چند ہی لمحوں میں خوب بارش ہوئی۔ حضور غوث پاکؒ سے بھی فیض پہنچا تھا۔ ۹۹۲ھ میں وصال ہوا۔

حضرت شیخ بہارا صاحب۔ آگرہ میں قلعہ سے تشریف لا رہے تھے۔ ہاتھی پانی پینے جا رہے تھے کہ ایک مست ہاتھی آپ پر دوڑا۔ آپ فوراً نماز کو کھڑے ہو گئے۔ ہاتھی اسی وقت واپس لوٹ گیا۔ شہزادہ سلیم کی علالت آپ ہی نے پیر کے حکم سے سلب کی تھی پیر کے حکم سے شہزادہ کے ساتھ اس کی حفاظت کے لئے آپ ہی اجمیر گئے تھے اکبر بہت معتقد تھا۔ بڑے باکمال بزرگ گذرے ہیں۔ آخر میں دریائے نربدا کے کنارہ نادوہ میں آ بیٹھے وہیں انتقال ہوا ۹۹۸ھ میں۔ وہیں مزار ہے

شیخ ظہ چشتی رح جب مظفر شاہ ہوائی نے گجرات پر تسلط قائم کر لیا ہے تو اس نے آپ سے آکر عرض کی کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ میں اکبر کے مقابلہ میں کامیاب ہو کر ارض ہند کا بادشاہ بن جاؤں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ ملک اکبر کو عطا کر دیا ہے۔ مجھ سے یہ نہ ہو گا کہ امرِ نظامِ الٰہی کے تغیر میں کوئی سعی کروں۔ مظفر نے آگ بگولا ہو کر کہا تو بہتر ہے کہ اکبر سے مقابلہ کرنے سے پیشتر میں پہلے اپنی شمشیر کی برائی کی آزمائش تیری ہی گردن پر کروں۔ فرمایا بہتر ہے مگر صرف آٹھ روز اور صبر کر اس کے بعد جو دل میں آئے وہ کرنا۔ آپ کو سب کچھ علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اسی دوران میں اکبر ایک لشکر جرار لے کر آ پہنچا۔ مظفر بھاگ کھڑا ہوا۔ اکبر نے جو سنا کہ شیخ نے یہ جواب دیا تھا تو وہ بہت خوش ہوا۔ مؤدبانہ خدمت میں آیا آیا اور زندگی بھر عزت کرتا رہا۔ (معارج الولایت)

مرشد گرامی نے آپ کو گجرات میں متعین کیا تھا۔ ہزارہا مرید اور ہزارہا مسلمان ہوئے زبردست بزرگ گزرے ہیں بننا ۹۶ میں وصال ہوا۔

بہر کیف حضرت شیخ سلیم چشتی رح ہندوستان کے نامور اولیائے ہند میں ہیں جنہوں نے بہت شاندار زندگی بسر کی اور ایک مخلوق عظیم کو آپ سے فیض پہنچا۔

(۷۰) حضرت محمد داؤد گنگوہی رح

بزرگی و عظمت حضرت شیخ محمد داؤد گنگوہی یگانہ روزگار بزرگ گذرے ہیں بچپن ہی سے ایک استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی۔ آخر تو شیخ محمد صادق جیسے کامل بزرگ کے فرزند تھے جن کی خود یہ حالت تھی کہ وجد و حال کے وقت جس پر بھی نظر پڑ جاتی تھی انوارِ ربانی پر تو نگن نظر آنے لگتے تھے۔ جنھوں نے شہر جگن ناتھ کے بازار میں سیر کرتے ہوئے جب ایک بت کو عام طور پر پوجتے دیکھا اور خود بھی وہیں کھڑے ہو گئے تو یہ کرامت دکھائی تھی کہ وہ بت آپ سے باتیں کرنے لگا تھا جس سے اس بت کدہ ہند میں بھی بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے تھے۔ رسول کریم صلعم نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اپنے صاحبزادہ داؤد کی روحانی تربیت پر خاص توجہ مرکوز رکھو

چنانچہ بزرگ باپ کی بزرگانہ اور پیرانہ توجہات سے نسبتاً ایک قلیل تر مدت ہی میں آپ مرتبہ بلند پر فائز ہو گئے تھے۔

بڑے بڑے مجاہدات کئے۔ رات رات بھر ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ کرتے رہتے تھے۔ گیارھویں شریف بڑی دھوم دھام اور خاص عقیدت کے ساتھ کرتے تھے ایک دفعہ کچھ پاس نہ تھا اور تاریخ آ گئی تھی۔ اپنے مرید خاص شیخ سندر رہا ہے۔ کہا کہ بھائی کیا کریں آج تو کچھ بھی پاس نہیں۔ کسی مہاجن ہی سے جا کر گیارھویں شریف کے لئے کچھ قرض نہ لینا کہ حضور غوث پاکؒ نے خود مجھے مصارف عطا فرما دیے۔ میں سو گیا تھا

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

خواب دیکھتا ہوں کہ حضور غوث پاک تشریف لائے اور ایک پڑیہ دے کر فرمایا کہ بے اس سے گیارھویں کر دے۔ بیدار ہوا تو گیارہ روپے اور ایک اشرفی اس میں موجود تھی اس روز سے آپ کی تنگی و عسرت بھی فنا ہو گئی۔ فتوحات کا کوئی شمار نہ رہا۔ واقعی گیارھویں شریف بڑی برکت کی شے ہے۔

دارا شکوہ سے محبت و مودت

نواب اسد اللہ خاں وزیر اعظم شاہجہاں بادشاہ اپنے عہد کا ایک فاضل روزگار عالم و مدبر گذرا ہے۔ اس کے کانوں میں جو آپ کی شہرت و عظمت کا آوازہ پہنچا تو جہاں پناہ سے کہنے لگا کہ اس فقیر کو علم تو ہے نہیں اور ادعائے فقیری ہے۔ اگر اجازت ہو تو جا کر آزمائش کر لوں۔ فرمایا مجھے تو ان کے رتبہ و کمال میں کوئی شک ہے نہیں لیکن تمہیں تذبذب ہے تو شوق سے جاؤ اور اپنے شبہات دور کر لو۔ آپ اس وقت حضرت قطب الاقطاب کے عرس کی تقریب پر دہلی تشریف لائے ہوئے تھے۔ وزیر اعظم بھی یہیں حاضر ہو گئے اور بحث شروع کر دی۔

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - آپ نے حضرت قطب الاقطاب کی طرف رجوع کیا تو دیکھا فرما رہے ہیں کہ میں نے تجھے بحر العلوم کیا نہ گھبراؤ اور تمام مسائل کا جواب عطا کر دے۔ سعد اللہ خاں

نے سوال علمی مسائل پیش کئے تھے۔ آپ نے جو سب کا جواب دے دیا تو سعد اللہ خاں متحیر رہ گیا۔ معذرت کی اور شاہجہاں سے آکر کہا کہ واقعی شیخ کے علم کی کوئی انتہا نہیں کیوں نہ ہو۔ آخر تو وہ مکتب الٰہی کے طالب علم ہیں۔

چونکہ شہزادہ دارا شکوہ آپ کا بہت معتقد تھا اور آپ کو بھی شہزادہ کے ساتھ بہت محبت تھی یہی وجہ تھی کہ آپ جب دہلی تشریف لے جاتے تو شہزادہ ہی کے ہاں قیام فرماتے۔ اور دونوں برابر مصلّے بچھا کر رات کو عبادت میں مشغول رہتے۔ اس لئے ۱۰۶۸ھ میں جبکہ اورنگ زیب سریر آرائے سلطنت ہوئے ہیں تو بعض دشمنانِ فقراء نے انھیں بھڑکا یا ہے کہ شیخ واڑہی نہیں کہ شب در روز سماع و بدعات میں مصروف رہتے ہیں۔ بلکہ شہزادہ داراشکوہ کے بہت ہمدرد اور دوست ہیں کہ دونوں میں ایک عرصہ تک یک جائی و یکجہتی رہی ہے۔

اورنگ زیب کا اعتقاد اور بحث سماع

اورنگ زیب بہت متبع شریعت شہنشاہ گذرا ہے۔ پھر اس پر یہ طرہ کہ بتانے والوں نے آپ پر داراشکوہ کی ہمدردی خاص کا اتہام لگایا تھا۔ فوراً حکم صادر ہوا کہ ملا عبد القوی شیخ کے پاس جائے اور سماع کے متعلق بحث کرے۔ ملا صاحب زاہد خشک بھی تھے اور فقراء کے دشمن بھی خوش ہو گئے۔

ان کے سوال پر آپ نے فرمایا کہ از روے علم ظاہر جواب دوں۔ یا بروئے علم باطن ظاہر تو یہ کہے دیتا ہوں کہ اھلہ حلال ولغیرہ حرام سماع اہل کے لئے حلال اور نا اہل کے لئے حرام ہے۔“ اور باطن کی جو پوچھتے ہو تو تم پر ابھی ابھی خود اس کی حقیقت و صداقت کا اظہار ہو جائے گا۔ آپ نے قوال کو اشارا کیا۔ قوالی جو شروع ہوئی تو آپ پر جلالی کیفیت طاری ہوئی۔ اور اسی عالم میں فرمایا:۔

جاہل ملا مجھ سے اباحت سماع کی دلیل پوچھنے آیا ہے۔ حلانکہ میں خود عالم اور ماہر شریعت غرائے اسلام ہوں“۔

زبان مبارک سے ان الفاظ کا صادر ہونا تھا کہ ملا عبد القوی بالکل کورے ہو گئے۔ تمام

علوم بھول گئے۔ کچھ بھی تو یاد نہ رہا۔ یاد کرتے تھے یاد نہ آتا تھا۔ سوچتے تھے سوچ نہ سکتے یہ حالت تھی کہ زبان عربی بھی ختم ہو گئی۔ یہ صورت دیکھ کر ملا کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ دیوانگی طاری ہو گئی۔ ہیبت چھا گئی۔ اٹھے پاؤں پر گرے منتیں کیں اور معافی مانگی رحم آ گیا اور فرمایا کہ بابا مفتی ہے۔ عالم ہے۔ ملک العلما ہے۔ سب کچھ ہے۔ مگر پھر بھی تو بتا آخر تو فقرا کو کیوں ستاتا ہے۔ خاموش تھا۔ نظر کرم جو ڈالی تو پھر تمام علوم مستحضر تھے۔ اسی وقت معتقد ہو کر مرید ہو گیا۔

اورنگ زیب کے پاس جو ملا صاحب واپس آئے ہیں تو حالت ہی اور تھی رنگ بدلا ہوا تھا جہاں پناہ مسکرا دیئے اور کہا بے ادب! تو مجھے کہ ملیں سے ٹکرا کر دونوں جہان سے کھونا چاہتا ہے حقیقت میں عالم ہی بزرگ ہیں۔ اور ان کا کوئی شغل یا عمل بھی شریعت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ ملا عبد القوی کے مرید ہوتے ہی اور بھی بہت سے علما مرید ہو گئے۔

انتقال و وصال ایک مرید نے آکر عرض کی کہ حضور ہم یوم ہو گئے کہ میں نے ایک لقمہ منہ میں نہیں ڈالا اور بھوکا رہا ہوں۔ فرمایا مجھ سے بھی جھوٹ کہتا ہے۔ کیا تو نے اس درخت کے پتے نہیں کھائے؟ درخت کی طرف جو نظر کی تو اس نے بہ زبان فصیح اس کی شہادت دی۔

آپ کے ہاں ایک مور پلا ہوا تھا جس سے آپ بہت محبت کرتے تھے جس وقت جنازہ نکلا ہے تو سامنے درخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتنی فریاد کی کہ مر کر گر پڑا۔

انتقال سے تین روز پیشتر ہی آپ نے مرنے کا انتظام شروع کر دیئے تھے اور اپنے چھوٹے بھائی شیخ محمد سے کہہ دیا تھا کہ تین روز سے رسول کریم کو خواب میں دیکھ رہا ہوں فرماتے ہیں کہ دادا اٹھو اور جلد میرے پاس آؤ میں تیرا منتظر ہوں۔ اچھے خاصے تھے کوئی مرض نہ تھا۔ رمضان کی پانچویں شب تھی کہ آپ نے قوالوں کو بلا کر قوالی کرائی۔ دوسری صبح تمام تبرکات برادر خورد کے سپرد کئے اور ہدایت کی کہ یہ امانت ہے اسے شیخ سوندھا کے حوالے کر دینا۔ نماز میں مصروف ہوئے اور ۱۱۰۰ھ میں وصال پایا۔ بڑے ذی رتبہ بزرگ

تھے۔ خانقاہ عالیہ فیض بخش عالم تھی۔ ہزاروں انسانوں نے فیض پایا۔ عہد عالمگیر کے مشہور شیخ گذرے ہیں (اقتباس الانوار)

خلفائے کرام اور شاہِ عالم گیر

شاہ ابو المعالی کا ایک ہمسایہ مر گیا آپ کئی روز تک روتے رہے اور بہت رنج کیا مرید نے عرض کی کہ حضرت وہ تو آپ کا بہت دشمن تھا۔ بہت برائی کرتا رہتا تھا۔ ہم نے پہلے بھی اس کی گوشمالی کا ارادہ کیا تھا۔ مگر آپ نے باز رکھا اور آسائش پہنچاتے رہے اور اب اس کے لئے رو رہے ہیں۔ فرمایا اکثر اولیاء کا دامن عالم ناسوت میں غبار دنیا سے ملوث ہوتا ہے اور اس کی صفائی کی یہی صورت ہوتی ہے کہ کچھ لوگ ملامت کرنے والے پیدا ہو جائیں۔ یہ بدگوئی غیبت برائی اور ملامت کرنے والے لوگ ہی ہیں جو دھبے صاف کرتے ہیں اس بنا پر وہ میرا بڑا دوست تھا

مسلمان غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ شاہ صاحب کیا فرما گئے ہیں کسی کو دشمنوں کی بدگوئی سے پریشان نہ ہونا چاہیئے کہ غیبت و بدگوئی خوفناک گناہ ہے۔

ایک دفعہ فقیرانہ سج دھج میں کسی کھنڈ سال کے اندر پہنچ گئے۔ وہاں مزدور کولہو چلاتے ہوئے یہ دوہا گا رہے تھے ؎

تو چلیا جا اکتارا۔ تیری کھڑی ماما کی کارا ؛ آدھی رات اندھیری۔ تیری جگی کی سی پھیری

آپ کو حال آگیا اور بیخودانہ کھڑے ہو گئے دوہو۔ کا ایک نعرہ لگایا اور دہکتی ہوئی آگ کی بھٹی میں جا گرے مگر آپ کے ایک بال پر بھی تو آنچ نہیں آئی اسی روز سے شہرت ہو گئی استغراق کا یہ عالم تھا کہ تین سال تک بالکل مدہوش رہے صرف نماز پڑھ لیتے اور پھر محو ہو جاتے شہود ذات احدیت میں مست رہتے تھے۔ ۱۱۲۲ھ میں وصال ہوا۔ انبیٹھہ ضلع سہارنپور میں مزار ہے۔

حضرت شیخ سونا رہا

فوج شاہی میں ملازم رہے نکاح بھی کیا۔ مدت تک حالت کو چھپائے رکھا۔ برسوں مجاہدات کئے قاضی

نے بہت ستایا تو فرمایا کہ تو عاشقانِ الٰہی تنگ کرتا ہے کتے کی بولی بول کر مریگا۔ سماع میں یہ حالت ہوتی کہ وجد کے عالم میں غائب ہو جاتے اور پہروں غائب رہتے۔ بوہر کے حاکم کے لڑکے کا انتقال ہوا۔ وہ جنازہ لئے ہوئے زار زار روتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ کو رحم آگیا سرہانے گئے اور فرمایا کہ اے لڑکے بحکم "حی القیوم" اٹھ بیٹھ اس نے اسی وقت آنکھیں کھول دیں ایک روز قوالی میں آپ کو یہ شعر سنکر حال آیا اور ۱۰۹۲ھ میں انتقال ہو گیا

صحبتِ غیر نخواہم کہ بود عین قصور ٭ باخیالِ تو چہا باد گراں پر دارم

عہد اورنگ زیب میں بہت شہرہ تھا۔

سید غریب اللہ سماع کے خلاف جب دہلی میں شور بلند ہوا ہے اور علماء نے اورنگ زیب کو چشتیوں کے خلاف بھڑکایا ہے تو اس نے اس کی اباحت کا ثبوت دینے کے لئے تمام مشائخ چشت کو حاضری کا حکم دیا محتسب نے ایک مکان کے اندر فرش بچھوا کر اس کے نیچے تلوار چھریاں اور کٹاریں چھپا کر رکھوا دیں اور حکم ہوا کہ یہاں حالت ہو تو سچائی کے معترف ہوں اور سمجھیں کہ صداقت ہے یا محض ریاکاری یہ سب خاموش تھے اور دست بدعا کہ اللہ شرم رکھے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ اگر سماع کی اجازت دی جائے تو ضرور حالت طاری ہوگی اور عاشقان خدا ضرور وجد کریں گے چنانچہ قوالوں نے خواجہ قطب الدین کی غزل شروع کی اور اس شعر پر آپکو حال آیا۔

دل اگر دانا بود ہر فن اسرار ہست ٭ چشم گر بینا بود یوسف بہ ہر بازار ہست

سید صاحب کی یہ حالت تھی کہ لوٹے لوٹے پھرتے تھے مسلسل تین گھنٹے تک یہی حالت رہی مگر نہ جسم پر کہیں خراش آئی اور نہ بدن پر کوئی کپڑا پھٹا حضرت اورنگزیب بھی تشریف فرما تھے سید کرامت و حالت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور سب کو عزت و تکریم کے ساتھ رخصت کیا ایک بڑی جاگیر سید صاحب کو دینی چاہی مگر آپنے قطعاً انکار کر دیا اور فرمایا کہ بزرگوں کی چند بیگہ زمین میری قوت لایموت کیلئے کافی ہے

آپ کا مزار مبارک کرانہ میں ہے سید صاحب اور صاحب سیر الاقطاب آپ کے خالہ زاد بھائی تھے

(۶۱) کلیم اللہ جہان آبادیؒ

علم و فضل اور زہد و عبادت حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ اکابر و اعاظم اولیائے ہند سے ہیں آپ کے خوارق عادات اور زہد و عبادت کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ بڑے نامور شیخ تھے علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے اور بڑے بڑے علماء آپ کے تبحر علمی کے معترف تھے۔ سند فضیلت حاصل کر کے جب آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو یہ حالت تھی کہ ہر طرف سے تشنگان علوم آپکے مدرسے میں آتے اور علم حاصل کرتے اس عہد میں آپ کا مدرسہ دہلی کا ایک ممتاز اور مشہور مدرسہ تھا۔ بلا مبالغہ اس مدرسہ سے سینکڑوں اور ہزاروں افراد عالم و فاضل بنکر نکلے یکلخت آپ پر عشق الٰہی کا غلبہ ہوا پہلے عبادات و طاعات کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر بتلاش شیخ نکل کھڑے ہوئے طلب صادق ضرور مثمر بہ نتائج ہوتی ہے آپ مجاہدات و ریاضات میں مصروف ہی تھے کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے مزار کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ آواز آئی ہم نے تجھے اپنی تربیت میں لیا۔ چنانچہ ایک عرصہ تک آپ حضرت سلطان المشائخ سے اویسی طریق پر تربیت و فیض حاصل کرتے رہے اور پھر انہی کے حکم و ہدایت پر چند شاگردوں کو ہمراہ لیکر زیارت حرمین شریف کے لئے روانہ ہو گئے مدینہ منورہ میں آپ کو ایک ممتاز وقت شیخ حضرت شیخ یحییٰ مدنی مل گئے جنہوں نے عرصہ دراز تک حضور نبی کریم سے فیض اویسی حاصل کیا تھا آپ مدینہ ہی میں ان کے مرید ہو گئے اور وہیں ایک مدت رہ کر اپنی تکمیل کی اور خلافت پائی۔

سلاطین دہلی کے مرشد گرامی کا آستانہ پیر طریقت کے حکم کے مطابق ہندوستان تشریف لا کر دہلی میں متمکن ہو گئے

قلعۂ معلی اور جامع مسجد کے درمیان اس عہد میں ایک مسجد تھی وہیں آکر متمکن ہو گئے۔

عشق و مشک کہیں چھپائے چھپتے ہیں آپ عاشق ربانی تھے بہت جلد شہرہ ہو گیا۔ مخلوق حاضر ہونے لگی رجوعات بڑھیں۔ امراء تک مرید ہو گئے۔ حتیٰ کہ اورنگ زیب عالمگیر حاضر ہوئے اور پھر برابر حاضری دیتے رہے اور آپ سے بہت فیض پایا شہنشاہ نے دیکھا کہ ہمہ وقت ہجوم رہتا ہے اور مسجد اور اس کا حجرہ مختصر ہے اس لئے خود مصارف شاہی سے آپ کے لئے وہیں ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر کرا دی۔ جو بہت جلد عہد عالمگیری کی ایک عظیم الشان روحانی روحانی یونیورسٹی کی صورت اختیار کر گئی۔ مریدوں کی تعلیم و تربیت شروع ہو گئی فتوحات کے انبار لگ گئے۔ لنگر خانہ جاری کر دیا گیا جس سے دونوں وقت بیشمار مخلوق فیض اندوز اور بہرہ اندوز ہوتی تھی۔

اپنے حجرۂ خاص میں بہ غلبۂ عشق رات رات بھر الٹے لٹک کر عبادات و مجاہدات کیا کرتے تھے جذب و استغراق بھی بہت بڑھ گیا۔ ہزاروں اشخاص روزانہ مرید ہوتے تھے فرزند اورنگ زیب محمد معظم بہادر شاہ بھی سریر آرائے حکومت ہونے کے چار سال بعد آپ کا معتقد و مرید ہو گیا اور عاجزانہ حاضر ہوتا رہا۔ محمد شاہ بادشاہ تک تخت دہلی پر جتنے سلاطین بھی تخت دہلی پر متمکن ہوئے سب ہی اسی آستانۂ پاک کے مرید و غلام تھے اور سب ہی اپنی جبین نیاز یہاں رگڑتے تھے اس کے بعد تمام سلاطین بہادر شاہ ثانی تک آپ کے عرس میں شریک ہوتے رہے ربیع الاول ۱۱۲۲ھ میں وصال پایا اپنی خانقاہ کے اندر ہی دفن ہوئے غدر ۵۷ء میں جہاں قلعہ معلی اور جامع مسجد کے درمیان کی تمام عظیم الشان عمارات بحکم سرکار منہدم ہو کر میدان ہموار کیا گیا وہاں آپ کی عظیم الشان خانقاہ بھی مسمار کر دی گئی صرف مزار باقی رہ گیا تھا جو آج بھی ایک کٹہرہ کے اندر اسی جگہ موجود ہے اور سلاطین مغلیہ کا یہ شیخ اعظم اس وسیع میدان میں آسودہ ہے اور بہت کم لوگ آپ کی عظمت سمجھتے ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی

نظام الملک کی بیعت ورہمو کو اکسیر

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد سے ہیں اور خرقۂ خلافت آپ کو شیخ کلیم اللہ جہان آبادی ہی سے حاصل ہوا تھا شیخ وقت اور یگانۂ دہر بزرگ تھے جو آپ کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ یتیم ہو کر دہلی آگئے اور علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد شیخ کلیم اللہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ پہلے تو معتقد نہ تھے حرکات و سکنات تعجب سے دیکھتے تھے۔ آخر دل ادھر مائل ہو گیا شیخ نے آپ کو اورنگ آباد کا شاہ ولایت بنا کر دکن بھیج دیا۔ یگانۂ عہد تھے مخلوق ٹوٹ پڑی بے شمار مرید ہوئے حتیٰ کہ نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر بھی آپ سے بیعت ہوئے تھے بہت کم لوگوں کو یہ علم ہو گا کہ نواب صاحب ولایت کے کس درجہ کو پہنچے ہوئے تھے آپ کی تربیت و تعلیم نے انھیں کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا دن کو تخت سلطنت پر ہوتے تھے اور رات کو عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ سہروردی سلسلہ میں مرید ہوئے تھے۔ آپ کے آستانۂ مبارک پر غلامانہ حاضری دیا کرتے تھے۔

ایک سنیاسی نے حاضر ہو کر فقیری اور مقامات فقر کے متعلق سوالات کرنے شروع کر دیئے بہت سمجھایا کہ تجھے کیا تعلق نہ مانا تو جلال آگیا۔ فرمایا تو پہلے آئینے میں اپنی اصلی صورت دیکھ۔ آئینہ لیکر جو دیکھا گھبرا گیا کہ نصف چہرہ بندر کا اور نصف چہرہ خنزیر کا تھا استغفار پر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت تجھے تیری اصلی روح کی شکل تجھے دکھا دی جنھیں تو پوجتے ہو انھیں جیسی شکل ہے اور انہیں کے ساتھ تمہارا حشر ہو گا۔ اسی وقت خوفزدہ ہو کر مسلمان ہو گیا کہنے لگا باون تولہ پاؤ رتی والی کیمیا بناتا ہوں لے لیجئے پھر جتنا چاہے خرچ کیجئے۔ اکسیر کا ایک ناریل بھی پیش کیا سامنے بنائی تو فرمایا کہ یہ تو بکھیڑا ہے آسان طریقہ میں بتاتا ہوں۔ تانبہ گلا کر اس میں تھوک دیا۔ کندن ہو گیا۔ فرمایا یہ اکسیر اللہ کے نام کی برکت ہے جو فقیروں کو حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ مرید ہو کر تعلیم حاصل کی۔ اکسیر پھینکوا دی چند دنوں میں کامل بنا کر اور تبریز کا شاہ ولایت مقرر کر کے رخصت کر دیا۔ نام عبد الحق رکھا۔

 صرف ایک لاکھ دکھنی ہی آپ کے مرید تھے مزار اورنگ آباد میں ہے ۱۱۴۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے اور بھی بہت سے مشائخ خلیفہ تھے جس میں شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی اور مولانا فخر الدین بہت بزرگ اور بہت مشہور تھے جن کے سلاطین اور فرمان روا تک مرید تھے اور ارادتمندوں کا کوئی شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں یہ امر بھی واضح کر دینا چاہیئے کہ آپ کے مرشد گرامی حضرت شیخ یحییٰ مدنی مدینہ ہی میں رہے اور وہیں وصال فرمایا۔ اور انہی نے حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کو ہندوستان واپس کر کے دہلی میں متعین کیا اور یہ بھی بتایا کہ ایک شخص نظام الدین تیرے پاس آئیگا وہ یگانہ ہوگا اور اس سے تیرا سلسلہ قائم ہوگا۔ وہ دکن میں متعین ہوتے۔

ان تقرروں میں کتنی بڑی اسلامی اور ملی مصالح مضمر تھیں اور ان میں کتنے رموز پوشیدہ تھے اور ان سے کتنا فائدہ پہنچا دہلی و دکن کے تمام سلاطین وقت مرید ہوئے ان کی ارادت کا اثر امراء و عمائد پر اور امراء کا عوام پر پڑا۔ غیر مسلم بتعداد کثیر مسلمان ہونے لگے اور مسلمان سچے مسلمان بن گئے صوفیاء و اولیا کا اہم فریضہ کار یہی رہا ہے کہ وہ گم گشتہ بادیہ ضلالت کو راہ دکھائیں۔

(۶۲) سید میران بھیک رحمۃ اللہ علیہ

عبادت و مرتبت سید میران بھیک چشتی صابری اعاظم اولیائے ہند سے ہیں اصلی نام سید محمد سعید تھا میراں بھیگ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے صحیح النسب سید ہیں۔ آپ کے والد گرامی سید محمد یوسف آپ کو

نو ہی برس کی عمر میں تیم چھوڑ گئے تھے۔ (ثمر الفواد) اس کے بعد آپ نے علوم متداولہ میں کمال پیدا کیا اور پھر حضرت شاہ ابو المعالیؒ کے مرید ہو کر مجاہدات و ریاضات کیں مرتبۂ ولایت پر پہنچے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا عشق و محبت اور نثار فتگی و استغراق میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ ہندی زبان میں دوہے خوب کہتے تھے اور قطب وقت تھے واقف کاران حال کا بیان ہے کہ آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا اور غوثیت و ابدالیت کا درجہ رکھتے تھے ۱۰۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور پچاسی برس کی عمر میں ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی مدت تک ہدایت خلق میں مصروف رہے اور دین قیم کو آپ سے بہت فائدہ پہنچا۔ اور آپ کے ذریعہ خوب اشاعت اسلام ہوئی۔ فتوحات بکثرت تھیں جب تک مرشد گرامی زندہ رہے اپنے خدام کے خرچ کے سوا باقی تمام فتوحات ان کی نذر کرتے رہے۔ عظیم الشان خرچ تھا اور وسیع لنگر خانہ جس سے ہر قوم و مذہب کے آدمی کو ہر وقت پکا پکایا کھانا ملتا تھا۔ ہزار ہزار دو دو ہزار آدمیوں کو ایک ایک وقت میں کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ آپ کا حکم تھا کہ تمام مریدین نصف شب کے بعد اٹھ کر ذکر جہر کریں چنانچہ نصف شب کے بعد سے صبح تک خانقاہ میں بہ کثرت ذکر جہر ہوتا تھا۔ انتظام تھا کہ نصف شب گذرنے پر مریدین بیدار کر دیئے جاتے تھے ایک فیض عام جاری تھا۔ مزار مبارک قصبہ کڑا میں ہے جس سے آج تک برابر فیض پہنچ رہا ہے۔

وقت ضیافت مردہ بچہ زندہ ہو گیا موضع نودھن کا ایک نور باف آپ کا مرید تھا۔ اس نے آپ کی ضیافت کی اللہ کی قدرت کہ ضیافت سے پیشتر ہی اس کا دہ سالہ اکلوتا بیٹا قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔ نور باف نے بیوی سے کہا کہ اگر اس وقت ہم گریہ و زاری میں مصروف رہے تو شیخ کی ضیافت کی عزت و سعادت سے محروم ہو جائینگے۔ بیوی بھی نیک دل اور معتقد تھی۔ دونوں نے بچے کی نعش کو تو اندر کوٹھری میں بند کر دیا اور دونوں اہتمام ضیافت میں مصروف ہو گئے اور کسی سے ذکر نہ کیا اور عہد کیا کہ حضرت پر بھی اظہار نہ ہونے پائے جس وقت آپ کے سامنے کھانا رکھا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا بچہ کہاں ہے۔

اسے بلائے عرض کی کہ وہ تو کہیں کھیلنے گیا ہے۔ اس وقت اُس کا ملنا مشکل ہے۔ فرمایا کچھ ہو میں تو اُسی کے ساتھ کھانا کھاؤں گا کہ مجھے بھی اس سے محبت ہے۔ ماں باپ تھے آپ کے اصرار سے دونوں کے دل بھر آئے۔ رقت پیدا ہوئی۔ ماں کی تو چیخ نکل گئی۔ عرض کی وہ تو مر گیا۔ کوٹھڑی میں نعش پڑی ہے۔ رحم آگیا۔ اُن کے اس حسنِ عقیدت کو بنظرِ استحسان دیکھا۔ فرمایا جاکر بچہ مرا نہیں سو رہا ہے اندر جاکر جگا لو۔ کواڑ کھول کر جو گئے اور جگایا تو وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو گیا۔

ماں باپ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا اور ہاتھ پکڑ کر سامنے لائے۔ اس نے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ کرامت دیکھ کر ہزار ہا اشخاص مرید ہو گئے۔

محمد شاہ بادشاہ کی درخواست و نذرانہ

محمد شاہ بادشاہ بھی فقراء کا بہت معتقد تھا اس نے نواب روشن الدولہ بہادر کی معرفت آپ کو اعلیٰ درجہ کی شیرینی اور زر نقد نذر کے لئے بھیجا نواب صاحب نے نذر پیش کی اور کہا جہاں پناہ چاہتے ہیں کہ سلطنت انہی کے خاندان میں رہنے کے لئے دعا کی جائے۔ آپ نے تمام نذرانہ تو اسی وقت فقراء میں تقسیم کر دیا اور پھر مراقبہ کر کے فرمایا کہ محمد شاہ کو دہلی کا تخت اللہ تعالیٰ نے صرف چند پشت کے لئے دیا ہے۔ جس کے لئے حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی تھی۔ اب میں اس حکم و سفارش کے خلاف کچھ عرض نہیں کر سکتا۔

اسی بادشاہ کے عہد میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے کہا کہ اس زمانہ میں سید میراں بھیاہ مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔ ان سے دعا کرائیے۔ چنانچہ حاکم سرہند کے نام فرمان صادر ہوا کہ سید صاحب کو بہ اعزاز تمام دہلی بھیج دیا جائے بادشاہ نے خود بھی ایک نیاز مندانہ خط سید صاحب کے نام لکھا۔ آپ نے جواب دیا کہ میری جانب سے بادشاہ کو لکھ دو کہ میں ناچیز اس قابل نہیں کہ سلاطین کے دربار میں پہنچوں رہی دعا تو میں بادشاہ اسلام اور جملہ مسلمین کے لئے کرتا ہی رہتا ہوں مطمئن رہئے فکر نہ کیجئے اللہ تعالیٰ بہت رحیم ہے وہ ضرور اپنا فضل کرے گا جس وقت یہ جواب بادشاہ کو ملا ہے

اُسی وقت ابرِ مطیر اٹھا اور اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل بھر گئے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ محمد شاہ نے پچاس ہزار نقد نذرانہ بھیجا جسے آپ نے بہ اصرار قبول کر لیا۔

کرامت و خوارق عادات

آپ دہلی میں نواب تہور خاں کے محل میں مقیم تھے شام کے وقت جو گلوریاں بن کر اندر سے آئیں وہ آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اہل شہر کو تقسیم کر دیں۔ تہوار خاں کو کوئی گلوری نہ دی گئی اس کے دل میں خطرہ پیدا ہوا ہی تھا کہ ایک گلوری اُڑ کر اس کے ہاتھ میں بھی جا پڑی آپ یہ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ کیوں نواب صاحب اب تو آپ کی آرزو پوری ہو گئی نواب صاحب تعظیماً کھڑے ہوئے اور مؤدبانہ شکریہ ادا کیا۔

موضع بی بی پور کا ایک معتقد رہند و مسمی بیربر فرزندان توحید کا جانی دشمن تھا اور مفسدہ پردازیاں کرتا ہی رہتا تھا چنانچہ دربار سے اس کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا اس نے مقابلہ تو کیا مگر گرفتار ہو گیا۔ حاکم سرہند نے اسی وقت اُس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ کوتوال شہر کا برقنداز اسے گرفتار کئے ہوئے لے جا رہا تھا کہ راستہ میں شاہ صاحب کی سواری ملی بیربر دوڑ کر آپ کے قدموں پر گرا۔ پاؤں پکڑ لئے اور کہا کہ میں اپنے تمام گناہوں سے اور مظالم سے توبہ کرتا ہوں۔ اگر بچ گیا اور آپ کی دعا سے اس بلائے شدید سے مجھے خلاصی مل گئی جس کی بظاہر تو اب کوئی توقع بھی نہیں رہی ہے تو میں ضرور مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ اہل اللہ ہیں خدا کے لئے اس وقت میری مدد کیجئے موت کا حکم ہو ہی چکا تھا زار زار رو رہا تھا۔ آپ کو رحم آگیا فرمایا جا کوئی اندیشہ نہ کر۔ ادھر تو برقنداز دل لئے اسے گھسیٹا۔ اُدھر شیخ کی توجہ سے قتل گاہ میں پہنچنے سے پیشتر ہی حاکم کا حکم نامہ پہونچا کہ بیربر کو فوراً حاضر دربار کرو۔ سامنے پہنچتے ہی نہ صرف یہ کہ قصور معاف کر دیا۔ بلکہ خلعت بھی عطا فرمایا۔ یہ زندہ کرامت ایک بالکل عجیب واقعہ تھا۔ حکم ہو چکا تھا۔ سرکاری باغی تھا مسلمانوں کا دشمن تھا۔ کوئی امکانی بچ معافی تقصیر نہ تھی۔ بہرحال وہ تو مسلمان ہوا ہی۔ اس کے ساتھ اس کی قوم کے سینکڑوں ہندو بھی اسلام لے آئے۔ اب اللہ کی دین ملاحظہ ہو کہ اس کا نام بیر شاہ ہوا خلافت پائی اور

دلی بن گیا۔

آپ کے بہت سے خلفاء تھے جو طول و عرض پنجاب میں پھیلے ہوئے تھے سب باکمال تھے۔ اور سب ہی نے اصلاح مسلمین اور ہدایتِ خلق کا فریضہ بوجہ احسن ادا کیا۔

(۶۳) حضرت فخر الدین دہلوی رح

بزرگی اور علم وفضل حضرت مولانا محمد فخر الدین دہلوی رح حضرت شیخ نظام الدین دلی اورنگ آبادی رح کے صاحبزادے تھے۔ ۱۱۲۶ھ میں بمقام اورنگ آباد پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں حضور نبی کریم صلعم کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے چند دانے عطا فرمائے ہیں جو صبح کو موجود تھے۔ سولہ برس کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر لی اور اسی عمر میں یتیم ہو گئے۔ بعمر پچیس سال ۱۱۵۱ھ میں دلی تشریف لائے۔ پھر پاکپتن لاہور اور اجمیر پہنچ کر بزرگوں کے مزارات پر اعتکاف کی چلے کھینچے اور تمام بزرگوں کی زیارت کرتے ہوئے دہلی آکر بیرون دروازہ اجمیری ایک خانقاہ و مسجد تعمیر کرکے ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے کہ خرقہ خلافت اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کر ہی چکے تھے۔ کچھ ہی عرصہ میں شہزادگان دہلی اور امراء تک آپ کے مرید ہو گئے۔ کچھ افغانی طلباء دشمن تھے۔ بازاروں تک میں مذمت کرتے پھرتے تھے۔ عرس قطب الاقطاب صاحب رح میں چھریاں لے کر موقع کے منتظر ہو کر جا بیٹھے اور چبوترہ قاضی صاحب سے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ خدام نے کہا کہ علانیہ مذمت کر رہے ہیں اب ہم میں برداشت کی طاقت نہیں۔ آپ نے ایک تیز نظر جو ڈالی بیہوش ہو کر گرے ناچنے لگے۔ پاؤں پر گر کر قصور معاف کرایا۔ اسی طرح ایک روز مجلس سماع میں آپ کو حال آرہا تھا۔ دو بدمعاش بولے دیکھیے تو یہ بدعتی کس طرح ناچ رہا ہے۔ آپ نے یہ آواز سنتے ہی ایک نظر جو ڈالی یہ بھی اسی طرح ناچنے لگے۔ ہوش میں آکر قصور معاف کرایا اور قدموں پر گر کر معافی چاہی۔

سلاطین و بیگمات مغلیہ کی ارادت ایک مرتبہ اکبر بادشاہ ثانی کے سر میں درد

شدت کے ساتھ شروع ہوا خواجہ سرا نے آپ سے کلاہ مبارک لے جا کر بادشاہ کے سر پر رکھدی۔ اسی وقت درد جاتا رہا۔ بادشاہ نے اس کلاہ کو سو بار، مرد اور ید سے اوّل کروہ مرد اور ید آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے جنھیں آپ نے اسی وقت غربا میں تقسیم کر دیا۔ وصال سے کوئی دو برس پیشتر آپ ایک دفعہ سلطانی محل سرا میں بھی تشریف لے گئے۔ تمام بیگمات معتقدانہ قدمبوس ہوئیں چند مرید ہو گئیں۔ بہادر شاہ ظفر کی عمر اس وقت صرف آٹھ برس کی تھی۔ ان کی ماں خود بھی مرید ہوئیں اور شہزادہ کو بھی مرید کرا دیا۔ آپ نے اسی وقت ظفر پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا اگر اس شہزادہ کی عمر اتنی چھوٹی نہ ہوتی تو میں اسے لے لیتا۔ اکبر نے کہا۔ آپ بھی آپ ہی کا غلام ہے فرمایا کہ خود ہی ہمارا ہو جائے گا" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک مرتبہ بہادر شاہ مہرولی میں عین دوپہر کے وقت ڈیوڑھی کے اوپر کے کمرے کی کھڑکی سے سر نکالے کھڑے تھے۔ لوگوں نے عرض کی ہوا بہت گرم ہے کھڑکی بند کر لیجیے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ میں تو اس لُو کو خس خانہ سے بہتر سمجھتا ہوں کہ میں ایک روز اسی جگہ سے اپنی آنکھوں حضرت قطب الاقطابؒ اور اپنے مرشدؒ کو جھرنے کی طرف آتے دیکھ چکا ہوں اس روز سے روزانہ اسی آرزو میں یہاں بیٹھا رہتا ہوں۔ بہادر شاہ کو حضرت قطب الاقطاب صاحبؒ اور حضرت فخر الدینؒ کے مزارات سے عشق تھا۔

بہادر شاہ ظفر اور خرقۂ درویشی

بہادر شاہ ظفر خود ایک صاحب نسبت بزرگ تھے۔ دنیا نے انھیں آخری چراغ خاندان تیموریہ اور ایک شاعر کی حیثیت سے جانا لیکن بہت ہی کم لوگوں کو یہ علم ہو گا کہ بہادر شاہ ایک بادشاہ ہی نہ تھے بلکہ فقیر اور صاحب سلسلہ بھی تھے اور تصوف و علمِ باطنی میں ان کا رتبہ بہت بلند تھا۔ حضرت مولانا محمد فخر الدین ہی کے خلیفہ تھے اور سلسلہ سہروردیہ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ اور کبرویہ میں نہ صرف یہ کہ مرید تھے بلکہ صاحب اجازت بھی تھے اور مرید بھی کرتے تھے ۱۸۵۷ء میں جو کچھ غدر ہوا ہے آپ کو کشف اور نور باطنی سے انجام کا پتہ چل گیا تھا۔ اور جاننے والے جانتے ہیں کہ دورانِ غدر میں انھوں نے کوئی عملی حصہ تو ہرگز

نہ لیا تھا اور نہ انھیں ایک کامل فقیر و شیخ کی حیثیت سے سلطنت و فرماں روائی کا کوئی ارمان تھا مگر باطنی و بزرگانہ حیثیت سے انھوں نے دفاعی امور میں بڑا حصہ لیا ایک روز فرمانے لگے کہ:

گ بیٹے روکتے روکتے میرے بازو جھلس گئے ہیں۔ دیکھ لو ان میں کس قدر سرخی ہے۔ سونگھنے سے تمہیں بازو کی بو بھی محسوس ہو گی۔ جتنا حکم تھا اتنا کر چکا۔ مگر اب حکم ایزدی میں چارہ نہیں۔

حضرت بہادر شاہ ثانی نے اسی وقت دوران میں ہی نہیں کہا تھا بلکہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ میرے مرشد گرامی کے مریدین میں اس بد نصیب کے سوا اور کوئی بھی ایسا نہیں جو منزل مقصود تک پہونچا ہو اور اتنی باطنی ترقی کر چکا ہو۔ جواں بخت کے ہوشیار ہو جانے پر اس نام کی بادشاہی کو بھی ترک کر کے اپنی تکمیل کی طرف مصروف ہو گا۔ بعد کو یہ بھی فرمانے لگے تھے کہ میں خاتم نسل تیموریہ ہوں۔ اس شاہی کا خاتمہ میرے سامنے اور مجھی پر ہو گا۔ اور یہ جھلملاتا چراغ بھی گل ہو کر رہ جائیگا کہ حکم یہی ہے۔

غدر شروع ہوتے ہی خود بخود اور آپ ہی آپ تخت پر جلوس کرنا اور بیٹھنا بھی ترک کر دیا تھا۔ شاہی لباس بھی پھر کبھی زیب بر نہ کیا۔ رنگون میں یہ حالت تھی کہ رات رات بھر نوافل و عبادات میں مصروف و مشغول رہتے تھے۔ دن دن بھر تلاوت کرتے تھے اور اپنے حجرے سے بہت ہی کم باہر آتے تھے۔ آغاز سے بیس پچیس برس بیشتر سے یہ عادت کر لی تھی کہ بہت ہی کم کھاتے تھے۔ غلہ کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ صرف پھل اور پھلوں کے رس پر گذارہ کرتے تھے۔ نواب اسد اللہ خاں نظام جنگ نے اپنی ایک نظم میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

تو می پرسی کہ مرد راہ کیست	جز سراج الدین بہادر شاہ کیست
در طریقت رہنمائے رہرواں	در خلافت پیشوائے خسرواں
شبلی از منبر دہد آواز عشق	شاہ ما بر تخت گوید راز عشق

عشق دارد پایۂ ہر کس نگاہ — منبر از شبلی و تخت از بادشاہ
شاہ ما دارد بہم دررہ روی — خرقۂ پیری و تاجِ خسروی
شاہی و درویشی آنجا باہم است — بادشاہِ عہد قطبِ عالم است

آپ نے رنگون سے حکومت کو ایک درخواست لکھی تھی کہ مجھے اس پنشن اور سامان کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کیجئے کہ مجھے پھر دلی میں رہنے کی اجازت دیجئے کہ بقیہ زندگی مزار پیر کی جاروب کشی میں بسر کر سکوں۔

پیرزادوں سے نہایت محبت کرتے تھے اور ادب کی تو یہ حالت تھی کہ اس خاندان کے کسی بچہ کا نام بھی نہ لیتے تھے۔ اور جو سامنے آجاتا تھا تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور جو مکانی خدمت ہو سکتی تھی انجام دیتے تھے۔ میاں کالے صاحب چاندرات کو مبارکباد کے لئے یا ویسے ہی کبھی آتے تو برابر تخت پر بٹھالیتے اور سرو قد کھڑے ہو کر تعظیم کرتے۔ حضرت کالے صاحب حج کو گئے ہیں تو ریزیڈنٹ صاحب کی معرفت تمام رؤسائے ہند کے نام فرمان صادر ہو گئے تھے کہ بادشاہ کے پیرزادے حج کو جا رہے ہیں ان کی ہر جگہ تعظیم ہو۔ اور ہوئی۔ مرشد گرامی کے بعد فرزند اکبر مولانا قطب الدین صاحبؒ سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مختصر یہ کہ بہادر شاہ اس عہد کے بہت بڑے بزرگ اور بہت بڑے ولی تھے۔

اکبر شاہ اور نظام الملک بحیثیت ولی

پھر یہ بھی دنیا کے بہت کم افراد کو معلوم ہے کہ اکبر شاہ ثانی نہ صرف یہ کہ حضرت محمد فخر الدینؒ کے خلیفہ تھے بلکہ مادر زاد ولی تھے۔ ان کی والدہ صاحبہ ایام حمل میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے۔ اگر کہیں زیر و زبر کی بھی غلطی کر جاتیں تو آپ بطن مادر سے بتا دیتے۔ آخر ایک روز انھوں نے شاہ عالم سے کہا ہی کہ خدا جانے میرے شکم میں کیا بلا ہے کہ قرآن کی تلاوت میں جہاں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی اور اس نے اندر سے بتا دی۔ شاہ عالم نے کہا اللہ کا شکر کرو تمہارے شکم میں اللہ کا ولی ہے۔

اس سے بھی بہت کم ہی لوگ واقف ہوں گے کہ اکبر شاہ بہت ہی خاموش اور کم سخن

تھے اشد ضرورت ہی کے وقت بات کرتے۔ ہر وقت اور دن بھر درود شریف پڑھتے رہتے۔ ایک دو بجے شب کو بلا ناغہ اٹھتے تہجد پڑھتے اور صبح کی نماز تک نوافل و عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ کہنے کو بادشاہ تھے مگر تھے درحقیقت ولی کامل کہ مولانا فخرالدین کا کوئی خلیفہ ایسا نہ تھا جو کامل نہ ہو۔

"نواب نظام الملک غازی الدین" بہادر والی حیدرآباد دکن بھی حضرت مولانا کے خلیفہ تھے۔ انھوں نے آپ کی شان میں ایک کتاب "مناقب فخریہ" بھی مدون و مرتب کی ہے۔ ان کی تعلیم باطنی بھی بہت تھی۔ اور انھیں بھی بہت بلند مرتبہ حاصل ہو چکا تھا بسنہ ۱۱۹۰ھ میں وفات ہوئی۔ مزار مبارک مسجد آستانہ خواجہ قطب الاقطابؒ کی برابر ہے۔

کرامت و خوارق عادات

برناوہ کے ایک پیرزادہ نے خیال کیا کہ اب کسی کام سے دہلی جانا ہوا تو مولانا فخر کا مرید ہو جاؤں گا یا کبھی وہی ادھر آ نکلے تو زہے قسمت۔ اس خیال کے تھوڑی ہی دیر بعد کسی کام کے لیے جو باہر نکلے دیکھا کہ مولانا چلے آرہے ہیں۔ اسی وقت دوڑ کر قدم بوس ہوئے اور مرید ہو گئے حالانکہ مولانا ایک عرصہ ہی سے دہلی میں تھے۔ اور اس کے بعد بھی دہلی ہی میں رہے یہ محض کرامت ہی تھی کہ آپ برناوہ پہنچ گئے۔

آپ درس و تدریس میں مشغول تھے کہ ایک پٹھان چھڑی ہاتھ میں لئے آیا اور کہنے لگا کہ آپ اس فضیلت علمی کے باوجود جو سماع سنتے ہیں اس کی دلیل آپ کے پاس کیا ہے فرمایا واقعی میں قصوروار ہوں تم دعا کرو۔ یہ سنتے ہی اس نے چھڑی ماری دوسرے وار پر خدام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ خدام سے کہا کہ اس کا ہاتھ چھوڑ دو اور سر سامنے جھکا دیا۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

بارہا ایسا ہوا کہ سماع کے معاملہ میں لوگ آپ کے قتل کے لئے آئے۔ مذاق اڑاتے رہے اور جہاں ایک تیز نگاہ پڑ گئی خود ہی ناچنے کودنے اور اچھلنے لگے۔

آپ کے خلیفہ حاجی احمدؒ مدینہ میں رہا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک روز آپ کو خواب

میں دیکھا کہ حضور نبی کریمؐ کی مجلس میں حاضر ہیں چنانچہ وہ اسی روز مدینہ منورہ سے روانہ ہوگئے اور دہلی پہنچ کر آپ سے بیعت ہوگئے۔

اسی طرح دہلی کے ایک بے مثل عالم مولوی مکرم علیؒ سماع کی وجہ سے آپ سے بہت حسد رکھتے تھے۔ ایک دفعہ عین اس وقت کہ مجلس سماع قائم تھی کہ بحث و تمحیص کے لئے آدھمکے۔ آپ نے دیکھتے ہی ایک نگاہ ڈالی فوراً حالت ہوئی پاؤں پر گرے اور مرید ہوگئے پھر تو یہ حالت تھی کہ جب کبھی سماع ہوتا عجب رنگ دکھاتے ناچتے ہنکارتے آپ دیکھ دیکھ کر مسکراتے۔ پھر تو عشق الٰہی کا وہ غلبہ ہوا کہ سب کچھ چھوڑ بیٹھے ساری کتابیں جلا دیں معلمی و مولویت کو خیرباد کہا اور آخر میں ولی کامل ہوگئے

خلفائے کرام اور انکی عظمت و خدمات

حضرت مولانا محمد سہیلؒ کی یہ حالت تھی کہ جو شخص سامنے آتا اس کا مافی الضمیر اسی وقت بیان کر دیتے آپ کے مرید مولوی غلام حسینؒ کی جب وفات ہوئی ہر تو وہ سو میل کے فاصلہ پر تھے۔ مگر لوگوں نے انھیں نماز جنازہ میں شریک دیکھا۔ ریاست بہاولپور میں ہدایت خلق کے لئے متعین ہوئے تھے ۱۳۰۵ھ وصال ہوا۔

مولانا ضیاء الدین جے پوری۔ مولانا فخر نے آپ کو جے پور میں تقویت و ترقی اسلام کے لئے مامور کیا تھا یہ بھی آپ کی محض ایک کرامت ہی تھی کہ راجہ جے پور پوجا کو جاتے جاتے چند لمحہ کے لئے راستہ میں ٹھہر گیا۔ پھر بولا کہ میں پوجا کو جا رہا ہوں فرمایا ہم تمہارے بت کو یہیں بلائے دیتے ہیں آنکھیں بند کر کے جو کھولیں تو بت سامنے تھا۔ اپنے گلے کی مالا اس کے گلے میں ڈالدی۔ شعبدہ سمجھا۔ واپس جو گیا تو ایک شور تھا کہ بت بیکنٹھ کو گئے تھے غائب رہے اور وہاں کی ایک نشانی مالا ساتھ لائے ہیں۔ راجہ معتقد ہو کر پھر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو اللہ نے تمہیں راجہ بنایا ہے ہندو مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھو مسلمانوں کو مسجد نہ ہونے سے بہت تکلیف ہے اور جو یہاں ایک شاہی مسجد ہے بھی وہ تمہارا اصطبل بنا ہوا ہے راجہ نے اسی وقت مسجد کو واگذار کر کے بیس ہزار سے اس کی مرمت کا حکم دیا آپ نے فرمایا روپے کی

ضرورت نہیں اللہ تعالےٰ اپنا کام آپ کرا لیتا ہے یہ آپ ہی کے قدموں کی برکت ہے کہ جہاں ایک مسجد بھی نہ تھی وہاں اب بیس مسجدیں ہیں اسلام کو بہت فروغ ہوا مزار شریف بجے پور میں ہے۔

سید شاہ نیاز احمد چشتی رح بہت بزرگ اور کامل ولی تھے بڑی خانقاہ تھی صغر سنی ہی میں یتیم ہو گئے تھے والدہ نفیس بزرگ اور عفیفہ تمام توجہات آپ کو بلند مرتبہ بنانے میں صرف کر دیں سرہند کے رہنے والے تھے والدہ گرامی ہی نے آپ کو تربیت باطنی کے لئے مولانا فخر کی خدمت میں پیش کیا۔ سترہ برس ہی کی عمر میں فاضل روزگار بن گئے مرشد گرامی نے بھر روحانی تربیت کے بعد خرقہ خلافت عطا کر کے بریلی میں مامور کر دیا جہاں آپ ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے آپ کے مریدین کا سلسلہ ہندوستان سے لیکر بلخ بخارا کابل قندھار عرب شام اور روم تک پھیلا ہوا تھا شاعر بھی بے مثل تھے دیوان نیاز مشہور ہے بڑے جلیل القدر ولی گذرے ہیں مزار پر انوار بریلی میں ہے ۱۱۴۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی۔

(۶۴) حسین لاہوری رح

مجاہدات و عبادات حضرت شیخ حسین لاہوری حضرت شیخ بہلول دریائی قادری سہروردی کے خلیفہ تھے جو بہلول شاہی جماعت کے سر سلسلہ جو بڑے زبردست بزرگ اور اولیائے پنجاب سے ہیں اور جن کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے یہ انہی کی نظر کیمیا اثر کا کرشمہ تھا کہ شیخ حسین ممتاز وقت اور مقتدائے زمانہ بن گئے آپ کے والد گرامی کا سن رائے تھے ذات کا کستہ تھی لاہور میں رہتے تھے عہد فیروز شاہ میں مسلمان ہوئے تو شیخ عثمان کے نام سے پکارے جانے لگے۔ کپڑا بنکر اپنا اور اپنے خاندان کا گذارا کرتے تھے انہی کے ہاں ۹۴۵ھ میں حضرت شیخ حسین پیدا ہوئے جن کی تجلیات سے پنجاب بھر میں ایک نور اور ایک روشنی پھیل گئی۔ شیخ ابوبکر لاہوری کے مکتب میں بیٹھ کر تین برس کی مدت میں قرآن حفظ کر لیا۔ اب آپ کی

عمر دس برس کی ہو چکی تھی انہی دنوں حضرت شیخ بہلول دریائی نے لاہور آکر شیخ ابو بکر لاہوری ہی کی مسجد میں قیام کیا اور وضو کے لئے آپ کو پانی لینے کے لئے بھیجا اللہ ہی جانتا ہے کہ اس دہ سالہ بچے کی کونسی ادا پیاری معلوم ہوئی کہ اسی وقت دعا کی کہ الہ العالمین اس بچہ کو اپنا عاشق بنالے وہیں مرید بھی کر لیا اور تراویح میں قرآن بھی اس بچہ سے سُنا۔

بہت خوش ہوئے اور چند سال میں آپ کے سینہ کو مطلع انوار بنا کر ایک قریب ہی موضع میں چلے گئے۔ آپ کے قلب میں عشق الٰہی کی ایک آگ بھڑکا گئی تھی مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہو گئے۔ رات رات بھر حضرت داتا گنج بخش رح کے روضئہ انور میں مراقب رہتے اور صبح اٹھتے ہی اس گھنے جنگل میں چلے جاتے جو اس زمانہ میں کنار راوی تھا اور وہیں ذکر و شغل کرتے رہتے چند ماہ یا چند سال کا ذکر ہی کیا ہے پورے چھبیس سال اسی شان سے گذار دیئے۔ دنیا و مافیہا سے کوئی تعلق نہ تھا اپنے کام سے کام تھا۔ آخر ایک رات کے سناٹے میں حضرت مخدوم داتا گنج بخش آپ کے سامنے نمودار ہوئے۔ آگے بٹھا کر توجہ ڈالی۔ اسی وقت تمام مقامات کھل گئے اور خدا جانے کیا کیا آپ کے سامنے آگئے۔ مرتبہ فیض کا تانتا بندھ گیا اور خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کو کیا کیا دیا گیا۔ اور کیا کیا پایا۔

کرامات و خوارق عادات

دوران طالب علمی کا ذکر ہے کہ تفسیر مدارک پڑھتے ہوئے آپ نے شیخ سعد اللہ لاہوری سے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا کے معانی پوچھے استاد کی تقریر سن کر فرمایا کہ مجھے قال سے تعلق نہیں حال کی فرمایئے یہ کہتے ہوئے کیفیت طاری ہو گئی اور مستانہ وار جھومنے اور کودنے لگے کتاب بھی کنوئیں میں پھینک دی۔ ساتھیوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا آپ نے اسی وقت کنوئیں پر آکر کہا کہ دیکھتا نہیں میرا مذاق اڑ رہا ہے میری کتاب مجھے دے۔ فوراً پانی اوپر آگیا آپ نے کتاب اٹھالی سب نے دیکھا کہ کتاب بالکل خشک تھی اور یہ محسوس بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ پانی میں گری تھی۔

ایک بار آپ راوی کی سیر کو گئے قحط کا زمانہ تھا۔ بہادر خاں سردار روہیلہ نے پکڑ کر ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈال دیں۔ عرض کی اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک آپ بارش کی دعا نہ کرینگے وہ انواع اقسام کے کھانے لایا آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔

گرفتاری اور کوتوال کا حشر

آپ کا طریق ملامتیہ تھا۔ ریش و بروت صاف ہاتھ میں جام و مینا۔ کبھی میخانہ میں کبھی مسجد میں۔ کبھی ہنسنا کبھی رونا۔ بازاروں میں دیوانوں کی طرح دوڑتے اور کودتے پھرتے تھے۔ لباس بھی سرخ پہنتے تھے سب سے بڑھکر یہ کہ حسین لڑکا جس کا نام مادھو تھا ہر وقت ساتھ رہتا تھا۔ ڈھول بجواتے اور مادھو کا ہاتھ پکڑ کر خوب ناچتے شہنشاہ اکبر کو شکایت لکھی گئی۔ حکم پہنچا فوراً گرفتار کرلیا اور دربار میں حاضر کرو۔ صوبیدار لاہور نے ملک علی کوتوال کو گرفتاری پر مامور کر دیا۔ اب لطف دیکھئے کہ لاہور کی تمام پولیس آپ کو ڈھونڈھ رہی ہے چپہ چپہ پر پہرا ہے مگر آپ ہاتھ نہیں آتے حالانکہ شہر ہی میں گھوم رہے ہیں جدھر سے پولیس تلاش کر کے جاتی وہیں آپ موجود ہو جاتے جب ادھر جاتے پھر غائب اسی طرح کئی روز گذر گئے مکانوں میں نہیں سڑکوں ہی پتہ چلتا ہے مگر ہاتھ نہیں آتے جب پولیس کو خوب پریشان کرلیا تو آپ ایک ہجوم میں جاکر کھڑے ہو گئے جو ایک ڈاکو عبداللہ کی سزائے قتل دیکھنے کے لئے جمع تھا۔

کوتوال نے بڑھ کر اسی وقت گرفتار کر لیا اور ہتھکڑیاں بیڑیاں پہنا کر جیل خانے بھیجدیا راستے میں بیڑیاں خود بخود کھل پڑیں۔ کوتوال بولا جادو دکھاتا ہے شعبدے کرتا ہے ابھی تمہیں ٹھکوا دوں گا اور بہت برا بھلا کہا آپ کو جلال آگیا۔ فرمایا بچہ تو تو میرے تمہیں کیا ٹھکوئے گا مگر تیرے تو تمہیں ضرور ٹھونکی جائیں گی کیونکہ فرمان شاہی میں حکم تھا کہ وقت قتل عبداللہ ڈاکو جو کچھ کہے بجنسہ لکھ کر بھیجدو اس نے دی تھیں مغلظ گالیاں۔ تعمیل حکم میں وہی لکھکر

بھیجدیں شہنشاہ کو پڑھ کر سخت غصہ آیا صوبیدار کے نام حکم بھیجدیا کہ اس
بیوقوف اور گستاخ کوتوال کے زن و فرزند قید کرلئے جائیں مال واسباب
ضبط ہو اور اس کے جوڑوں میں آہنی میخیں ٹھونک ٹھونک کر قتل کردیا جائے
آپ کی دعا رنگ لائی اور کوتوال کا یہی حشر ہوا۔

دربار اکبری میں حاضری

پھر حکم آیا کہ شاہ حسین کو گرفتار نہ کرو ویسے ہی
دربار میں بھیجدو۔ آگرہ پہنچکر دربار میں پیش ہوئے
تو اس ہیئت گدائی کے ساتھ کہ ڈاڑھی مونچھیں صاف لباس سرخ ایک ہاتھ
میں صراحی اور دوسرے میں جام۔ اکبر نے کہا شاہ صاحب بڑے افسوس کی
بات ہے کہ تم قادریہ سہروردیہ خاندان میں مرید ہوکر ایک عظمت و بزرگی
کے حامل ہو اور یہ حرکتیں کرتے ہو۔ شاہ صاحب نے جواب کے بجائے صراحی
سے ایک جام بھرکر اکبر کو پیش کیا۔ دیکھا تو محض آب خنک تھا۔ پھر دوسرا جام
دیا تو وہ شربت پر مشتمل تھا۔ تیسرا دیا تو وہ دودھ سے لبریز تھا حالانکہ ہاتھ
میں ایک ہی صراحی اور اسی سے جام بھر بھر کے دے رہے تھے۔

اسی وقت اکبر کے حکم سے شراب انگوری کی ایک صراحی آپ کے ہاتھ
میں دیگئی آپ نے اسے بھی لے لیا۔ اس میں سے جو جام بھرکر دیا تو پھر شراب
کی بجائے پانی نظر آیا پھر شربت اور پھر دودھ۔ تمام درباری اس بزرگانہ
اور صوفیانہ کرامت کو دیکھ کر انگشت بدندان رہ گئے۔ اکبر نے امتحان و آزمائش
کے لئے حکم دیا کہ اچھا آپ کو لیجاکر جیلخانہ میں بند کردو اور ہر قسم کی احتیاط
اور نگرانی رکھو کہ یہ اپنے وارڈ سے کسی طرح بھی نکلنے نہ پائیں چنانچہ آپ کو قید
کرکے سخت پہرہ قائم کردیا گیا اور اکبر محل شاہی میں چلا گیا۔

شام کے وقت اندھیرا ہوگیا تھا اکبر بادشاہ بیگم کے پاس جو گیا تو کیا دیکھتا
ہے کہ شاہ حسین ملکہ جہاں کے پاس کھڑے ہیں۔ فوراً داروغہ جیل سے کیفیت
دریافت کی جواب آیا کہ ان کی کوٹھری غائب ہے اور شدید پہرہ اور قفل دہنجی

کے باوجود غائب ہوگئے ہیں تھوڑی دیر کھڑے ہوکر پھر جیل خانہ میں پہنچ گئے اس سے اکبر کا اعتقاد بہت بڑھ گیا۔ اس نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ جیل خانہ سے نکال کر آپ کو اپنے پاس رکھا آپ سے تربیت اور فیض حاصل کیا کہا ہے کہ یہی وجہ تھی کہ اکبر بھی ظاہر آرائی کی طرف قطعاً توجہ نہ کرتا تھا مگر اکبر کی یہی باطنی حالت بہت اچھی تھی شاہ صاحب کی صحبت نے اسے ظاہر کی طرف سے بالکل بے پرواہ کر دیا تھا۔

قاضی لاہور سے مقابلہ ایک دفعہ لاہور کے قاضی صاحب مخدوم الملک بڑے طمطراق کے ساتھ بازار چلے جا رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ڈھول پر رقص کر رہے ہیں بہت غصہ آیا اور سزا دینے کا ارادہ ہی کر لیا تھا کہ آپ نے دوڑ کر اس کے گھوڑے کی عنان پکڑ لی اور کہا تجھے تو یہ علم ہی ہوگا کہ ارکان اسلام پانچ ہیں۔ اقرار توحید و رسالت میں تو ہم دونوں شریک ہیں رہے بقیہ چار ان سے دو حج اور زکوٰۃ کو تو نے ترک کیا۔ اور دو نماز روزہ میں نے چھوڑ دیئے کوئی وجہ نہیں کہ میں قصور وار قرار دیا جاؤں اور تو صاف چھوڑ دیا جائے قاضی کو ہنسی آگئی اور چلا گیا۔ آپ کے مریدین بیشمار ہیں ایک لاکھ تک افراد آپ کے مرید تھے۔ بعض نے لکھا ہے نو ہزار ہی تھے۔

یہاں ہم یہ امر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جب انسان فنافی الشیخ اور فنافی الرسول کی منازل طے کر کے فنافی اللہ کی منزل میں داخل ہوتا ہے تو وہ صاحب انفاس ہو جاتا ہے اور جو اس کی زبان سے نکلتا ہے فوراً وقوع میں آجاتا ہے۔ شان ایزدی "کن فیکون" کہا اور ہو گیا۔ فنافی اللہ کے درجہ میں بھی یہی عالم ہوتا ہے کہ صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے یہی وجہ تھی کہ ایک ہی صراحی سے آپ نے بیک وقت پانی شربت اور دودھ نکال کر دیدیا۔ رہا جیل خانہ سے نکل آنا تو صاحب انفاس ہونے کے بعد جب ہر امر ممکن ہو جاتا ہے

تو یہ کون بڑی بات ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان روح اور جسم سے مرکب ہے جو لوگ جسمانی ترقی و تقویت کی طرف متوجہ رہتے ہیں ان کا جسم قوی اور روح کمزور ہوتی جاتی ہے اور جو روح کی تقویت کی طرف متوجہ رہتے ہیں ان کی روح برابر قوی سے قوی تر ہوتی چلی جاتی ہے اور انتہا میں تو یہ حالت ہوتی ہے کہ جسم دیکھنے ہی کو رہ جاتا ہے ورنہ انسان سراپا روح ہوتا ہے روح کی غذا ہے عبادت جتنی غذا ملتی ہے اتنی ہی قوی ہو جاتی ہے تا آنکہ انسان پانی کی شکل اختیار کر سکتا ہے اور اس لطافت روح وجسم کی بنا پر ہر جگہ بیک آن پہنچ سکتا ہے دیکھ لیجیے کہ آپ کس طرح جیل خانہ سے نکل کر محل سلطانی میں پہنچ گئے عقول عوام کے لئے یہ تصریح کر دی ہے ورنہ یہ تو دنیا اسرار ہے صدہا مقامات اور صدہا درجات ہیں مثلاً "طے ارض" "طے زمانی" طے مکانی وغیرہ جنہیں عوام ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔

عشق مرید اور راجہ مان سنگھ کی ملازمت

۱۰۰۰ھ آپ کا وصال ہوا بابو پورہ (متصل لاہور) میں مزار ہے جس پر مخلوق خدا کا ہجوم رہتا ہے آپ کے خلفا بھی بڑے باکمال و بزرگ ہوئے ہیں جو بیجاپور اور دکن تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں سے چند کی زندگی کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

حضرت شیخ مادھو قادری لاہوری۔ حضرت شاہ حسینؒ آپ پر عاشق ہو گئے تھے کہ ایک برہمن زادہ اور نہایت خوبصورت وحسین تھے شاہدرہ میں رہتے تھے حضرت دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئے۔ شاہدرہ ہی میں جا بیٹھے۔ رات رات بھر گھر کا طواف کرتے جہاں بیٹھتے وہیں حضرت جا بیٹھتے۔ حضرت مادھو کو پرواہ بھی نہ تھی کئی سال گزر گئے۔ ہر طرف اس عشق کا شہرہ ہو گیا۔ اس کے بعد مادھو کو جو محبت ہوئی تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر وقت آپ ہی کے ساتھ رہنے لگے۔ برہمن باپ نہاں ہیں جو لیجانے لگا اور آپ کو علم ہوا تو فرمایا

باپ سے کہدے وہ جائیں میں تجھے عین وقت پر پہنچادوں گا۔ اس میں گونہ امتحان شیخ بھی تھا باپ بیٹے دونوں رضامند ہو گئے عین عرس کے روز آنکھیں بند کرا کے گنگا کے کنارے پہنچادیا اور اسی طرح پھر شاہدرہ لے آئے اور اسی روز مسلمان ہو گئے۔ کچھ روز بعد ہولی پر خوب ناچ رنگ رہا مرید ہو گئے اور اسی وقت ایک نظر میں آپ نے مادھو کو کامل کر دیا۔ حضرت مادھو کے بھی بہت سے خلفا ہوئے۔ اس سلسلہ میں بسنت کے روز ناچ رنگ ہوتا ہے۔ چنانچہ بسنت ہی کے روز مزار مبارک پر اب بھی بہت ہجوم ہوتا ہے۔ آپ نے شیخ مادھو کو خلافت بھی دیدی اور حکم دیا کہ اب راجہ مان سنگھ کا ملازم ہوکر عازم دکن ہو مہم سخت تھی راجہ مان سنگھ (کچھواہا راجہ جے پور) نے شیخ سے استدعا کی۔

حضرت مادھو نے جو پیر سے رجوع کیا اسی آن میں وہ وہیں پہنچ گئے فرمایا راجہ سے کہدے کہ حملہ کر فتح ہوگی۔ راجہ نے اپنی آنکھوں سے دلق پوشوں کی فوجیں آسمان سے اترتی اور لڑتی دیکھیں اور فتح ہو گئی۔ بارہ برس راجہ مان سنگھ کے ملازم رہے پھر صاحب سجادہ بنے ۱۰۵۶ھ میں وصال ہوا۔ لاہور میں مزار ہے بڑے زبردست بزرگ اور عارف کامل گزرے ہیں۔

مدینہ میں اعتکاف لاہور میں ناچ رنگ

سید شاہ بلاول بھی آپ کے خلیفہ تھے

جن کا شمار اکابر اولیائے پنجاب میں ہے اور جو بڑے زبردست شیخ اور صائم الدہر اور قائم اللیل ولی تھے ہرات سے ہمایوں کے ہمراہ آئے تھے شیخ پورہ جاگیر میں ملا ہوا تھا مادرزاد ولی تھے ابھی سات ہی برس کی عمر تھی کہ اپنے ایک ساتھی کی موت سنکر اسکے یہاں گئے اور کہا کہ یار اٹھ بھی یہ کوئی سونے کا وقت ہے وہ زندہ ہو گیا اور ساتھ جاکر کھیلنے لگا۔ ایک شخص درخت سے سوکھی لکڑیاں توڑنے لگا۔ فرمایا پیر سو رہے ہیں ذرا ٹھیر جا نہ سنا تو آپ نے تیز نظر سے دیکھا

فوراً مر گیا۔ لاہور میں بڑی خانقاہ تھی اور وسیع لنگرخانہ۔ لباس بھی مکلف پہنتے تھے۔ مریدین
کی تربیت کا بڑا اہتمام تھا۔ ہر شخص کی حاجت روائی کو تیار رہتے تھے۔ شہنشاہ وقت
تک کو سفارش برابر لکھتے رہتے۔ ہزار ہا مرید تھے۔ بڑے بڑے اُمرا مرید تھے۔ وہ ایک
چشمۂ فیض تھا جو برابر جاری رہتا تھا۔ ۱۱۲۶ھ میں وفات پائی۔ لاہور میں دہلی دروازہ
کے قریب مزار ہے۔

مدینہ میں ایک صاحب حاجی محمد یعقوب رہتے تھے۔ وہ مدت تک شاہ حسینؒ کو
روضۂ نبوی پر معتکف دیکھتے رہے حتیٰ کہ باہم دوستی ہو گئی۔ ہندوستان پہنچ کر لاہور
آئے تو نئی جگہ میں دیکھا متعجب ہوئے۔ پوچھا تو معلوم ہوا یہی حسینؒ ہیں۔ دریافت
کیا کہ کیا تو وہی ہے جسے مدینہ میں دیکھا تھا؟ فرمایا آنکھیں بند کر۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اسی
لباس میں مدینہ میں معتکف ہیں۔ مرید ہو گئے۔

(۶۴) سلطان الاولیاء میاں میرؒ

حضرت میاں میر بالا پیر لاہوریؒ کا اصلی نام شیخ محمد میر صاحب
عبادات و مجاہدات: شہر سیوستان میں ۹۵۷ھ میں کتم عدم سے پردۂ عدم پر
جلوہ گر ہوئے۔ باپ قاضی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا تھا۔ بڑے ناز و نعم میں
پلے بڑھے۔ ابھی سات برس کی عمر نہ ہونے پائی تھی کہ یتیم ہو گئے۔ لیکن آپ کی والدہ گرامی
بی بی فاطمہؒ نے جو خود بھی ایک قاضی ہی کی لائق و بزرگ بیٹی تھیں۔ نہایت توجہ و لیاقت
سے آپ کو تعلیم دلائی۔ اور جب آپ علوم ظاہری میں کامل ہو گئے۔ تو ماں نے ہی قادریہ
اوراد کا طریقہ تعلیم کیا اور محبت پیدا کر دی۔ پھر آپ کوہ سیوستان پر جا کر شاہ خضر سیوستانی
سے بیعت ہو گئے۔ اور انہی سے تعلیم باطنی حاصل کر کے خرقۂ خلافت حاصل کر لیا اور لاہور
میں متعین کیے گئے۔

بڑے بڑے مجاہدات کیے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ پہلے تو تین روز بعد افطار کرتے
تھے۔ پھر یہ مدت بڑھا کر ایک ۵۰ کی کر دی۔ دن بھر روزہ دار رہتے۔۔۔

نوافل میں مشغول رہا کرتے۔ لاہور میں آپ کی خانقاہ بہت عظیم الشان تھی جس میں مریدوں کی تربیت ہوتی اور طالبوں کو روحانی درس دیئے جاتے۔ بڑے بڑے سلاطین و امراء اس آستانہ پر حاضری دینا اپنا شرف سمجھتے تھے۔ نور محمد آپ کے خادم تھے۔ وہ رات کو وضو کے لئے پانی رکھنا بھول گئے نصف شب کے بعد آنکھ جو کھلی دوڑ کر پانی لائے اور حجرے میں گئے۔ دیکھا تو وہاں آپ نہ تھے۔ بہت ڈھونڈھا تلاش کیا مگر آپ نہ ملے خیال ہوا کہ شاید پاخانے رفع حاجت کے لئے گئے ہوں گے۔ وہاں آواز دی مگر صدائے برنخاست بے حد متحیر و متعجب تھے۔ فجر کی نماز کے وقت بلانے کی آواز جو آئی تو پانی لے کر دوڑے ہو گئے۔ بہت ضبط کیا نہ رہا گیا تو سوال کر ہی دیا۔

فرمایا خاموش رہ کسی سے ذکر نہ کرنا میں غار حرا میں عبادت کے لئے چلا گیا تھا۔ کیونکہ میں نے سنا تھا کہ اس میں عبادت کرنے کا ثواب بہت ہوتا ہے۔ مگر دیکھ میری زندگی میں یہ راز افشا نہ کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں آپ قطب وقت اور شیخ زمانہ تھے۔

مجتہد ایرانی سے حضرت کی بحث

نور جہاں بیگم نے ایک روز جہانگیر سے کہا کہ اتنی محبت کے باوجود آپ میرا مذہب کیوں اختیار نہیں کر لیتے؟ فرمایا "جان دادم ایمان ندادم"۔ بولی تحقیق کیجئے کہ مذہب حقہ مذہب شیعہ ہی ہے۔ چنانچہ مشہد مقدس سے ایک فاضل روزگار مجتہد بحث کے لئے مدعو کئے گئے اور فرمان صادر ہو گئے کہ مجتہد صاحب جس طرف سے گزریں ان کی پوری عزت کی جائے اور لاہور میں تمام علماء ان سے بحث کے لئے حاضر ہوں۔ سنی جانتے تھے کہ نور جہاں کے اقتدار کا آفتاب خط استوا پر چمک رہا ہے۔ جہانگیر اس کے ہاتھ میں ہے۔ ابھی اکبر کی ہندویت نواز پالیسی سے اچھی طرح نجات ملی ہے کہ شیعیت کا نیا فتنہ پیدا ہونے والا ہے۔ کسی نہ کسی طرح مجتہد صاحب کو فتحیاب کر کے جہانگیر کو ضرور شیعہ بنا لیا جائیگا اور اس کے بعد سلطنت و فرمانروائی کی تمام قوتیں فروغ شیعیت پر مرکوز کر دی جائیں گی۔ اور بہت ممکن ہے کہ جبر و زور سے بھی کام لیا جائے۔

بہت سے لوگ مجتمع ہو کر آپ کے پاس آئے۔ فرمایا مطمئن رہو۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا اور مجتہد صاحب بے نیل مرام یہی واپس جائینگے۔ یہ آپ کی بزرگی و کرامت ہی کا اثر تھا کہ مجتہد صاحب آپ کی صورت دیکھتے ہی اندر سے ڈر ہو گئے۔ آپ کے قریب ہی میں رہنے کا عزم کیا۔ ایک روز تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ کربلائے معلّٰی وہ مقدس مقام ہے جس کے ارد گرد بارہ بارہ کوس تک بسنے والوں پر آتش دوزخ حرام ہے آپ نے سر اٹھا کر یہ آواز بلند فرمایا۔ لوگو اس عظمت و جلالت شان کا سبب یہی ہے کہ یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے خوابیدہ ہیں۔ اب غور کیجئے کہ جہاں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تینوں دوستوں کے ساتھ جو ستون دین کی حیثیت رکھتے ہیں آرام فرماتے ہوں۔ اس مقام کی عظمت کا کیا حال ہوگا۔ یقیناً وہاں آوارہ گردو دو سو کوس تک کے بسنے والوں پر آتش دوزخ حرام ہوگی یہیں حضرت ابوبکرؓ عمر فاروقؓ اور جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ آسودہ ہیں جنہیں شیعہ حضرات خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ اس جواب سے گویا آپ نے ناطقہ بند کر دیا مجتہد صاحب دم بخود رہ گئے ہیبت طاری ہو گئی۔ اور ناموافقت آب و ہوا کا عذر کر کے ہندوستان سے چل دیے۔ اس طرح آپ نے ہندوستان کو ایک فتنہ عظیم کے چنگل سے نجات دلائی۔

کراماتِ وخوارقِ عادات

ایک امیر نے از راہ حسد و عداوت جہانگیر سے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے خلیفہ مرزا حسام الدین کی شکایت رنگ آمیزی کے ساتھ کی جہانگیر اس وقت کشمیر میں تھا طلبی کا فرمان صادر ہوا۔ دونوں پریشان تھے۔ لاہور پہنچ کر طالب دعا ہوئے۔ فرمایا فکر نہ کرو اللہ مالک ہے تمہیں کشمیر جانا ہی نہ پڑیگا۔ اور نہ کوئی تم سے پوچھیگا۔ دل چاہتا ہے تو واپس دہلی چلے جاؤ۔ ورنہ یہیں بیٹھ کر لطیفہ غیبی کا انتظار کرو۔ چوتھے ہی روز ۱۰۳۶ھ میں جہانگیر کے انتقال کی خبر مشہور ہو گئی۔

لاہور کے کسی امیر نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھدوایا جس کا پانی کھاری نکلا۔ وہ دعا کے لئے آپ کے پاس آیا آپ نے اس کنوئیں سے تھوڑا پانی منگوا کر اس پر سورہ فاتحہ

دم کر دی اور کہا اسے کنوئیں میں ڈال دے۔ پانی شیریں ہو گیا۔

آپ کے ایک مرید ملا سنگی بہت بڑے فاضل تھے اور آپ ہی کی خدمت میں رہتے تھے ایک روز فرمایا تم اپنے وطن روستاق چلے جاؤ اور سب سے مل کر واپس آجاؤ۔ دل تو نہ چاہتا تھا مگر مجبور ہو گئے۔ پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھر میں دیگیں چڑھی ہوئی ہیں اور لوگوں کا ہجوم ہے۔ پوچھا کیا قصہ ہے۔ جواب ملا کہ بیس برس ہو گئے کہ ایک صاحب ملا سنگی ہندوستان گئے تھے۔ ان کے مرنے کی اطلاع ملی تھی اس لئے عدت کے بعد ان کی بیوی کے عقد ثانی کے لئے یہ سامان ہو رہے ہیں۔ اسی اثنا میں کچھ عزیزوں نے ملا کو پہچان لیا اور نکاح کا معاملہ درہم برہم ہو گیا۔ کچھ عرصہ رہ کر ملا صاحب واپس جو گئے تو مسکرا کر فرمایا تم عین وقت پر پہونچے ورنہ بیوی ہی ہاتھ سے نکل جاتی۔

قلعہ کانگڑہ کا محاصرہ مدت سے ایک افسر کئے پڑا تھا۔ مگر فتح نہ ہوتا تھا وہ تھا آپ کا مرید۔ مجبور ہو کر اس نے دعا کے لئے لکھا۔ آپ نے اس خط کی پشت پر لکھ دیا کہ اللہ پر بھروسہ رکھو اور مطمئن رہو کہ فلاں روز تجھے فتح عظیم نصیب ہو گی چنانچہ اسی روز قلعہ فتح ہو گیا۔

ایک کے ہاں سے اس کی کنیز ایک بڑی رقم لے کر فرار ہو گئی۔ رقم بھی تھی دوسرے کی امانت بہت پریشانی ہوئی۔ آپ کی خدمت میں آکر طالب دعا ہوا فرمایا گھبراتا کیوں ہے۔ گھر تو جا کر دیکھ۔ واپس گیا تو کنیز گھر میں موجود تھی۔ کہنے لگی کہ واقعی میں تو بہت دور نکل گئی تھی۔ مگر ابھی کسی نے میرا بازو پکڑ کر یہاں پہونچا دیا۔ مجھے خود حیرت ہے کہ کس طرح آ گئی۔

ایک روز آپ باغ زین خاں میں مشغول عبادت تھے کہ ایک قمری سر پر آکر بیٹھی اور حق سرہٗ پڑھنا شروع کیا۔ ایک شخص نے جو آیا اس نے غلیل سے مار دیا۔ قمری بے جان ہو کر گر پڑی۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔ اس نے آپ کے منع کرنے کے باوجود پھر غلہ مارا۔ جس سے درد سے تڑپنا شروع ہو گیا۔ قدموں پر گرا۔ فرمایا یہ درد تیری سنگدلی کا اثر ہے۔ ہاتھ پھیر دیا اچھا ہو گیا۔

شاہ جہاں اور دارا شکوہ کی ارادت

شاہ جہاں لاہور میں آیا۔ تو آپ کی قدم بوسی کے لئے بھی حاضر ہوا پچاس ہزار روپیہ نذر پیش کی۔ انکار کر دیا۔ عرض کی کہ اہل خانقاہ ہی کو دیدیں۔ فرمایا سلطنت والوں کا مال مشکوک ہوتا ہے۔ خود تو لیتا نہیں دوسروں کے حوالے کیوں کروں شاہجہاں یہاں سے اٹھکر ایک اور بزرگ کے پاس گئے۔ اس نے وہ نذر لے لی۔ شاہ جہاں نے دوسرے جمعہ کو حاضر ہو کر کہا کہ آپ نے تو نذر نہ لی۔ مگر دوسرے بزرگ نے لے لی۔ فرمایا اس کا کیا ہے وہ تو دریا ہے۔ میں ہوں ایک کوزہ جو ناخن ڈالنے سے بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرے بزرگ سے جا کر پوچھا یہ کیا اسرار ہے کہ میاں میر نے تو نذر نہ لی اور آپ نے لے لی۔ فرمایا میاں میر صاحبؒ کا اتقاء مجھ سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ شاہجہاں کو آپ سے ارادت تھی جب آتا خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔ دارا شکوہ کو بھی آپ سے ارادت تھی۔ اس لئے ان کے حکم سے نواب وزیر خاں صوبے دار لاہور نے آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے دوران حکومت میں تمام شاہی عمارتوں کے سنگ مرمر اکھڑوا کر دربار صاحب امرتسر کی تعمیر شروع کی آپ کے مقبرہ پر بھی اسی غرض سے گیا جونہی اس نے مزدوروں کو مقبرہ کو مسمار کرنے کا حکم دیا یکایک گھوڑا بگڑا اور رنجیت سنگھ کو پٹک دیا۔ رنجیت سنگھ ہنستا ہوا اٹھا اور کہا رہنے دو یہ بادشاہوں کے پیر کا مقبرہ ہے۔ ساتھ ہی اس نے چھ سو روپیہ سالانہ مصارف عرس کے لئے مقرر کر دیئے۔ مزار لاہور چھاؤنی میں ہے۔ انگریزی حکومت بھی وہ روپیہ برابر دیتی ہے۔ انتقال ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ میں ہوا۔ مشائخ عظام قادریہ میں آپ کا شمار ہے اور اب تک فیض جاری ہے۔

خلفائے کرام کی عظمت و شان

آپ کے بہت سے خلفاء ہوئے جن میں چند کا مجمل حال ہم یہاں لکھتے ہیں۔

شیخ شاہ محمد ملا شاہ۔ زندگی بھر نہ سوئے۔ نہ عورت کے پاس گئے۔ رات بھر مشغول عبادت رہتے۔ لسان اللہ مشہور تھے۔ کبھی گھر میں کچھ نہ پکا۔ گھر میں یہ حالت تھی کہ جیسے

جا بیٹھے تھے رسول کریمؐ، غوث پاکؓ اور اصحاب کبارؓ کی زیارت چشم ظاہر سے کرا دیتے تھے۔ مرشد نے آپ کو کشمیر میں مامور کیا تھا۔ جو خلافت لیکر کشمیر کے شیعہ آپ کے مخالف کیا دشمن ہو گئے۔ مگر جو سامنے آگیا توبہ کرتے ہی بن پڑی۔ ہندوستان بھر میں آپ کا شہرہ تھا۔ اسلام کو آپ کی ذات سے بہت فروغ ہوا۔ ہزارہا مسلمان ہوئے۔ امیر الامراء شیخ نبلی نے سب کچھ لٹا کر آپ سے بیعت کی اور درجۂ ولایت پر فائز ہوئے۔ داراشکوہ بھی بہت معتقد تھا۔ ۱۰۶۵ھ میں انتقال ہوا۔ لاہور میں مزار ہے۔
شہزادہ داراشکوہؒ نے تربیت آپ سے بھی پائی تھی۔ مگر خرقۂ خلافت حضرت ملا شاہ سے پایا اور حضرت سرمدؒ سے بھی حاصل کیا۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل بڑے عابد بڑے مجاہدہ کرنے والے سنسکرت کے عالم فقر و تصوف کے دلدادہ رات رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ بہت سی معرکہ آرا کتابوں مثلاً اسرار العاشقین، مقامات الصالحین، اکسیر الطالبین، سفینۃ الاولیاء، سکینۃ الاولیاء، اور جوگ بششٹ وغیرہ کے مصنف ہیں۔ شیخ محمد معصومؒ اور ان کے مریدوں کے دشمن ہو گئے تھے۔ اہل سرہند کے درپے آزار تھے۔ شیخ نے روضۂ نبویؐ پر شکایت کی۔ فرمایا جو تیرا دشمن وہ میرا دشمن اس کے لیے شمشیر قہر الٰہی کافی ہے۔ ظاہر بیں داراشکوہ کے زوال و شکست کا باعث کچھ اور ہی سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس سلطنت تھی۔ اورنگ زیب سے زیادہ قوت تھی مگر حضرت شیخ محمد معصومؒ کی بددعا لے ڈوبی۔
حضرت خواجہ بہاریؒ بہت بڑے جید عالم بہت بڑے محدث فقیہ و عارف۔ ایک دفعہ توحید کے مسئلہ پر بحث چھڑی تو یہ فرما کر کہ دلیل و قال کی ضرورت نہیں سامنے آگ روشن تھی اس میں جا بیٹھے اور تھوڑی دیر بعد اٹھ آئے۔ داراشکوہ نے کہا مرزا آصفی بیگ والی ایران قندھار پر قبضہ کرنے کا آرزومند ہے۔ فرمایا نہیں اس کی کیا ہمت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مارا جائے گا۔ چنانچہ کسی نے زہر دیکر مار دیا۔ نماز میں لوگوں نے اکثر دست و پا جدا دیکھے تھے۔ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ ہزارہا مرید بہت رجوعات ۱۰۶۰ھ میں انتقال لاہور میں مزار ہے۔ حضرت میاں میر کے بعد تمام خلقت آپ ہی کی طرف رجوع تھی۔

شجر و حجر سے باتیں اور کمال باطنی حضرت میاں تنہا شاہؒ نباتات و جمادات شجر و حجر سب آپ سے باتیں کرتے اور اپنے اپنے خواص بیان کرتے۔ ایک روز گنبد سے باہر آنا چاہتے تھے کہ آواز سنی۔ پوچھا کون ہے؟ جواب ملا۔ گنبد ہوں باہر نہ جائیے کہ بارش آنے والی ہے۔ آپ کو تکلیف ہوگی (سکینۃ الاولیاء)

ایک بار شیخ نے پوچھا کہ کہاں مشغول رہتے ہو؟ فرمایا میں صبح جہرد کے ایک باغ میں چلا جایا کرتا تھا۔ وہاں تمام درخت "سبحان اللہ" اور "الحمد للہ" کی تسبیح سے شور بلند کئے رہتے تھے۔ اس لئے محلہ جنید کے ایک گوشہ میں مشغول رہتا ہوں۔ یہ سنکر حضرت میاں میر مسکرائے۔ فرمایا دیکھو یہ تیلی کا لڑکا کیا کہتا ہے اور کہاں تک پہونچ گیا ہے۔

ایک روز تند ہوا چلی بارش آئی حضرت میاں میرؒ اور ملا محمد سیالکوٹیؒ دیوار کے سائے میں بیٹھے تھے۔ اٹھے عرض کی حکم ہو تو ہوا اور بادلوں کو ٹکرا دوں۔ حضرت کو ناگوار گذرا کہ تو اظہار کرامت کرتا ہے۔ آخر حجرے میں چلے جانے سے کیا نقصان ہے۔ کیوں اللہ کے کاموں میں دخل دیا جائے۔

انتقال ہوا تو حضرت نے بچشم پرنم کہا کہ فقیر خانے کے رونق میاں تنہا نے گئے اچھا مجھے بھی اُس کے پاس ہی دفن کرنا۔

پیر کے عاشق تھے۔ عمر بھر خدمت ہی میں رہے۔ ایک غریب تیلی کے لڑکے تھے اور بالکل بے پڑھے۔ مگر سب کچھ پڑھ لیتے تھے۔ مستغرق رہتے تھے جون پوری [illegible] سے کہا اللہ نے ملکوت و جبروت و لاہوت کی کنجیاں مجھے دے دی ہیں جن سے دروازے کھول کر جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں۔ ادنیٰ انسان ہوں۔

(۵۷) حضرت شیخ مجدد الف ثانی سرہندیؒ

ولادت و جلالت شان حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ بڑے نامور اور جامع الکمالات و مقتدائے ہند بزرگ گذرے ہیں۔

۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں ہیں۔ ننگا کابلی ہیں اور نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے سرپرست و امام ہیں علم و فضل اور شریعت و طریقت کے ماہر تھے۔ بڑے بڑے مجاہدات کئے۔ بڑے عابد و زاہد بڑے بزرگ اور بڑے عارف تھے خرقہ خلافت نقشبندیہ سلسلہ میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ سہروردیہ سلسلہ میں حضرت مخدوم عبدالاحدؒ اور قادریہ سلسلہ میں حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ سے حاصل کیا۔ صغر سنی ہی میں آپ سے کرامات کا اظہار شروع ہو گیا تھا جس وقت حضرت شاہ سکندرؒ نے کیتھل سے آکر سلسلۂ قادریہ میں خلافت عطا کی ہے تو آپ کو خیال پیدا ہوا تھا کہ مرید تو ہوں خاندان نقشبندیہ کا اور خرقہ مل رہا ہے خاندان قادریہ میں مبادا پیران سلسلہ مجھ سے ناراض ہو جائیں۔ اسی وقت ایک حالت طاری ہوئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور غوث پاکؒ خواجہ معین الدین غریب نوازؒ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ شیخ نجم الدین کبریٰ اور شیخ مدار صاحب تشریف فرما ہوئے اور اسی وقت ہر ایک بزرگ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اس روز مراقبہ کی حالت تھی کہ صبح سے نیم روز تک وقت نظر سر جھکائے رہے اور ان بزرگان عظام کی زیارت ہوتی رہی اور اسی مجلس خاص میں تمام معاملات جانشینی و خلافت طے ہو گئے۔

رسول کریمؐ کی ایک حدیث ہے کہ ہر صدی میں اللہ تعالیٰ ایک مجدد پیدا کرتا ہے چنانچہ یہ مسلم امر ہے اور بہت سے بزرگوں نے اسی تسلیم بھی کر لیا ہے کہ گیارھویں صدی کے مجدد آپ ہی تھے حضور غوث پاکؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ بھی اپنے اپنے زمانہ کے مجدد ہی گذرے ہیں۔ اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ حضرت قطب الاقطاب صاحب اور حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ بھی بڑے زبردست مجدد گذرے ہیں اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے متعلق بھی انکشاف اسرار کا یہی بیان ہے آپ کے سات فرزند تھے۔ دو سب تو کاملین میں سے ہوئے ہیں۔ صفر ۱۰۳۴ھ میں وصال پایا۔ مزار مبارک سرہند میں ہے ۲۸ صفر کو نہایت دھوم دھام سے عرس ہوتا ہے۔

جہانگیر کا عتاب و اعتقاد اور قید

اتنے بڑے جلیل القدر اور عارف کامل بزرگ بھی نیش زنی اور دشمنوں کی آزار رسانی سے مامون و مصئون نہ رہ سکے شیعہ آپ کے جانی دشمن تھے اور وہ آپ کے اثر و اقتدار کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکتے تھے۔ جہانگیر سے شکایات کرتے رہتے تھے کہیں آپ نے ایک رسالہ رد روافض لکھدیا سے شیعہ لوگ اور بھڑک اٹھے تھے۔ علماء کا بھی ایک بڑا طبقہ آپ کا مخالف ہی نہیں دشمن بھی۔ انتہا یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی دو برس کامل آپ کے شدید مخالف بنے رہے خود نور جہاں بیگم بھی اپنی جمعیت سمیت آپ کی دشمن تھی اس ہجوم معاندت میں ممکن نہ تھا کہ آپ کو چشم زخم نہ پہنچتا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ دربار میں طلب کئے گئے۔ جہانگیر اور علماء سے تلخ گفتگو ہوئی اور آپ قید کر دیئے گئے دو برس تک آپ جیل خانہ میں محبوس رہے آخر جہانگیر پر صداقت روشن ہوگئی اس نے نہ صرف یہ کہ آپ کو رہا کر دیا بلکہ آپ کو اپنے پاس بلا کر معذرت کی بہت اعزاز و احترام کے ساتھ رکھا۔ یہ حالت تھی کہ پھر تو جہانگیر کو ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ جہانگیر خود بادب حاضر رہتا اور ہر قسم کی خدمات بجالاتا شہزادہ خرم کو بھی آپ سے بیعت کرا دیا اس کے بعد امراء و عمائد کی بیعت کا سلسلہ شروع ہوگیا بڑے بڑے ارکان دولت آپ کے مرید ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر معاندین کے حوصلے پست ہو گئے اور پھر کسی کو جہاں پناہ سے شکایت کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ عارف کامل تھے آپ سے کوئی امر پوشیدہ نہ تھا قید ہونے سے کچھ روز پیشتر ہی اپنے مریدوں سے کہہ دیا تھا کہ:۔

"گھبرانا نہیں مجھ پر عنقریب کوئی بلا نازل ہونے والی ہے مگر خوب سمجھ لو کہ بلا باعث ترقی باطنی ہوتی ہے اور بہت سے مقامات کھل جاتے ہیں اس سے ڈرنا نہ چاہیئے۔"

چنانچہ جیل خانہ ہی کے اندر ہی ایک فیض جاری ہوگیا بکثرت قیدی تائب ہوکر

آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور اس پورے عرصہ میں جتنے بھی ہندو اور سکھ قیدی جیل خانہ میں آتے اور چھوٹتے رہے وہ سب آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرتے رہے بہت سے تو ایسے تھے جنہوں نے زندان کی چہار دیواری ہی میں باطنی مراحل طے کرنا شروع کر دیئے حتیٰ کہ ملازمین زندان تک آپ کے مرید و معتقد ہو گئے جو آپ کے پاس جاتا اس کا قلب روشن ہو جاتا اور دنیا کی محبت سے دل سرد پڑ جاتا آپ بالکل بے قصور قید ہوئے تھے چاہتے تو شاہ حسین لاہوری کی طرح چار لمحے بھی جیل خانے میں نہ رہتے۔ بیڑیاں خود بخود کٹ جاتیں مگر آپ راضی برضا تھے اور یہاں برابر ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے کبھی اپنے دشمنوں اور جہانگیر کے لئے بد دعا بھی نہ کی۔

کرامات و خوارق عادات

ایک سید صاحب بھی آپ کے بہت دشمن ہو گئے تھے اسلئے کہ انہوں نے ایک روز آپ کے مکتوبات میں حضرت معاویہؓ کی تعریف دیکھ لی تھی اور بھڑک اٹھے تھے جس وقت یہ تعریف دیکھی تھی اسی وقت مکتوبات کو اٹھا کر باہر پھینک دیا تھا۔ لطف ملاحظہ فرمائیے دن کو کتاب پھینکی اور شب کو خواب دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور ان سید صاحب کے دونوں کان اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کہا کہ بے ادب تیرے اندر اتنی جرأت پیدا ہو گئی ہے کہ اب تو میرے کلام پر بھی اعتراض کرنے لگا ہے چل میں ابھی تجھے تیرے جد امجد حضرت علی مرتضیٰ کے پاس لیے چلوں وہ تیری گوشمالی کرینگے چنانچہ کان پکڑے ہی پکڑے کھینچ کر انہیں حضرت مرتضیٰ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کی کہ دیکھئے حضور میں نے جو مکتوبات میں حضرت معاویہؓ کی تعریف کی ہے اس پر یہ ناک بھوں چڑھاتا ہے اور اس نے یہانتک گستاخی کی ہے کہ میری کتاب بھی اٹھا کر پھینک دی ہے چنانچہ یہ سنکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تو کیوں ایسا کرتا ہے جانتا نہیں کہ حضرت معاویہؓ اصحاب رسولؐ میں ہیں اور ان بزرگوں سے کسی کو عداوت و عناد رکھنا ہرگز زیبا نہیں۔ شیخ احمد نے جو کچھ

لکھا ہے وہ درست ہے ابھی یہ جاہل ہے۔ اچھا اس کے سینہ پر ایک گھونسہ رسید کر دو اور چھوڑ دو۔

صبح اٹھے تو سید صاحب کے سینہ میں درد موجود۔ اسی وقت توبہ کی اٹھ کر سیدھے آپ کی خدمت میں آئے معذرت کی اور مرید ہو گئے۔

یہی سید صاحب آستانہ مبارک سے واپس آکر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے پاس آئے اور شب کی خواب بیان کی۔ کہنے لگے سب لغویت ہے وہ کچھ نہیں جانتے۔ بولے آپ کو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی کرامت سے ہرگز انکار نہ کرنا چاہیئے کہ یہ اللہ کے دوست ہیں نہیں مانتے تو آؤ قرآن کریم سے پوچھ لیں وہ خود فیصلہ کر دیگا چنانچہ دونوں نے وضو کیا اور پاک ہو کر قرآن مجید جو کھول کر دیکھا تو یہ آیت نکلی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ اس تفاؤل کے فوراً بعد حضرت شیخ عبدالحق نے توبہ کی اور حضرت سے معذرت خواہ ہوئے۔ شیخ محمد جالندہری کے دل میں ایک روز یہ خیال آیا کہ حضرت سے یہ کہنا چاہیئے کہ غوث پاک کی زیارت کرادیں۔ مگر کہنے کی ہمت نہ پڑی۔ حضرت نے کشف سے معلوم کر لیا اور ہاتھ پکڑ کر کہا جان محمد تو قطب تارے کو پہچانتا ہی ہے نہ پہچانتا ہو تو دیکھ وہ ہے سامنے نظر جو اٹھائی تو اس تارے سے ایک سیاہ پوش سوار نکل کر سرعت کے ساتھ آپ کے سامنے آیا آپ نے جھک کر سلام کیا مؤدب ہو گئے اور فرمانے لگے لے زیارت کر لے۔ حضور غوث پاک آپ ہی ہیں چند لمحے کے بعد جدہر سے تشریف لائے تھے ادھر ہی تشریف لے گئے۔ یہ تھی حضرت مجدد صاحب کی شان و کرامت۔

شیخ الاسلام مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے سخت دشمن تھے ایک روز آپ کو چند آیات قرآنی پڑھتے ہوئے خواب میں دیکھا۔ آواز جو کان میں پڑی بے چین ہو گئے اور شوق کی آگ قلب میں بھڑک اٹھی۔ صبح جو آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ قلب ذاکر ہے۔ چند روز تک برابر ذاکر رہا۔"

اس کرامت کو دیکھ کر دل میں بہت محجوب اور متعجب ہوئے اور اسی روز خدمت آکر بیعت ہو گئے۔

ایک اور کوئی صاحب تھے جو آپ کا شہرۂ کمال سنکر سرہند آئے مگر جس گھر میں قیام کیا وہ آپ کے دشمن کا گھر تھا۔ اس نے آپ کو اس کے سامنے بہت برا بھلا کہا چنانچہ اسی شب مرگیا۔ چنانچہ اسی شب مرگیا صبح کو جب وہ آپ کی خدمت میں آیا تو اسے گلے لگا لیا اور فرمایا رات جو تو نے سنا تھا وہ بالکل لغو تھا اور اس نے اپنے جھوٹ کی سزا پائی۔

ایک صاحب سید محمد صالح کو آپ نے بہرائچ روانہ کیا اور فرمایا کہ راستہ میں سورہ لایلاف بہت پڑھتے رہنا اور اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو مجھے یاد کرنا۔ ایک جنگل میں یکایک شیر غراں نکلا۔ انہوں نے گھبرا کر رجوع کیا تو آپ کو سامنے کھڑا پایا اور شیر کو بھگا دیا۔

اورنگ زیب کے مرشد کی دعا سے دارا شکوہ کو زحمت

حضرت شیخ محمد معصوم رح آپ فرزند و خلیفہ تھے۔ وصیت تھی کہ اپنی خانقاہ کو ہی سلطنت اور بوریہ کو مسند شاہی سے بہتر سمجھنا۔ حضرت اورنگ زیب آپکے مرید تھے اور بہت سے امرائے عالمگیر مرید ہوگئے تھے حرمین شریفین کو گئے تو وہاں بھی بہت سے مرید ہوگئے دارا شکوہ کو بھائی کے پیر ہونے کی حیثیت سے نہ صرف ان سے بلکہ ان کے مریدوں سے بھی سخت عناد پیدا ہو گیا تھا اور سرہند والوں کے درپے آزار رہنے لگا تھا۔ جب دراز دستیاں بہت بڑھ گئیں تو انہوں نے روضۂ نبوی پر شکایت کی کہ ولیعہد شاہجہاں سرہند والوں کی تخریب کے درپے ہے۔ دربار رسالت سے حکم ہو کہ نہ گھبراؤ کہ اس کی گوشمالی کے لئے خنجر ایزدی کافی ہے اور سمجھنے کہ تیرا دشمن میرا دشمن ہے۔ اسی شکایت کا ثمرہ تلخ تھا کہ دارا شکوہ کو ناکامی کی موت نصیب ہوئی۔ (تذکرہ ادھمیہ)

حضرت شیخ عبدالخالق حضوریؒ ان کے روحانی بھتیجے اور حضرت بنوری کے خلیفہ تھے حسب روایت خواجہ قطب خاں ایک روز شاہزادہ اورنگ زیب کی فتح کی دعا کی ہی خواجہ قطب خاں ہی نے ان سے عرض کیا کہ اورنگ زیب اور داراشکوہ میں جنگ چھڑ گئی ہے۔ آپ اورنگ زیب کی کامیابی کے لئے دعا کریں اگر وہ بادشاہ ہو گئے تو ایک گاؤں خدام کی نذر کروں گا۔ یہ سنکر شیخ حضوری نے تھوڑی دیر تامل کیا اور پھر مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ لیجئے داراشکوہ کو شکست نصیب ہوگی اور تمہارا شاہزادہ اورنگ زیب کامیاب ہو کر سریر آرائے حکومت ہوگا۔ چند ہی روز بعد اورنگ زیب کامیاب ہو گیا۔ مگر شیخ حضوری نے نذر نہ لی۔ بہت بزرگ تھے۔ سنہ ۱۰۶۰ھ میں شیخ حضوری کا انتقال ہوا۔

مُریدوں کی امداد کو ہر جگہ موجود

ملا پایندہ نے اصحاب ثلاثہ کو برا کہنے پر ایک شیعہ کے سینہ پر جو مکا مارا تو مر گیا۔ گرفتار کر لئے گئے قتل کا حکم ہو گیا۔ سخت اضطراب میں شیخ معصوم کو یاد کیا تو سامنے کھڑا پایا اور انھوں نے حاکم سے کہا گواہ کی کیا ضرورت ہے مقتول کی قبر کھود کر دیکھ لے اگر مقتول کا منہ قبلہ کی طرف سے پھرا ہوا ہو تو ملا سچا ہے ورنہ جھوٹا۔ کھود کر دیکھا تو منہ پھرا ہوا تھا۔ چنانچہ حاکم نے رہا کر دیا۔

اسی طرح شیخ محمد صادق پشاوری کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ جانور بھاگا کسی کے روکے نہ رکا۔ حضور کو یاد جو کیا تو دیکھا خود کھڑے پاؤں نکال رہے ہیں پھر غائب ہو گئے۔ دوسری مرتبہ یہی صاحب دریا میں ڈوبنے لگے یاد کرتے ہی آئے اور نکال کر کنارے پر رکھ دیا۔ مکہ معظمہ میں بروایت میر عسکری ایک شخص کا لڑکا مر گیا رو دیئے انھوں نے سرہانے بیٹھ کر توجہ ڈالی زندہ ہو گیا سنہ ۱۰۷۶ھ میں وصال ہوا۔ مزار سرہند میں ہے ان کے فرزند شیخ یوسف الدین کی بھی یہ حالت تھی کہ فاسق سامنے آتے ہی تائب ہو جاتا اور کوئی سامنے اللہ کہتا تو بیہوش ہو جاتے۔ محی السنۃ مشہور تھے۔ شیخ سیف الدین کے مرید ملا ہیں

ہے کسی نے قبل ازیں غذا میں غذا بہت کم کر دی۔ آپ نے فرمایا ہمارے طریقہ میں تقلیل غذا کی حاجت نہیں ہمارے پیروں کے ہاں مجاہدات صحبت مرشد اور بصیرت قلب ہی سے تصرفات شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ:۔

"وہ ہمیشہ سنت نبوی پر عامل رہیں۔ اللہ کی طرف متوجہ رہیں اور انوار میں غرق ہوں"

نواب مکرم خان مجددی بھی حضرت مخدوم صاحب کے خلیفہ اور امرائے عالمگیری سے تھے ان کا دسترخوان بھی بہت کشادہ تھا اور لباس بھی تکلف پہنتے تھے اور کھاتے بھی اچھا تھے جو شریک طعام ہوتا اس کا سینہ انوار سے منور ہو جاتا ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ قبر میں رکھا تو آنکھیں کھولدیں۔ فرمایا شیخ کی کلاہ میرے سر پہ رکھدو۔ اس کے بعد پھر آنکھیں بند کر لیں۔

ہندو نازنین پر اسلام کی قربانی و توبہ

خواجہ سید آدم بنوری بھی حضرت مجدد صاحب کے اعاظم خلفائے سے ہیں بالکل جاہل اور بے علم تھے آواز غیبی سنی کہ قرآن کیوں نہیں پڑھتا عاجزی سے کہا پروردگار تو قادر ہے اب کرم کر دے اسی وقت ایک نورانی ہاتھ نمودار ہو کر سینۂ مبارک سے مس ہوا فوراً تمام علوم روشن ہو گئے بہت پابند سنت تھے لنگر سے ایک ہزار طلباء کو روزانہ دونوں وقت کھانا ملتا تھا جس نے جہاں کہیں آپ کو یاد کیا وہیں موجود ہو گئے ۱۰۵۳ھ میں وفات ہوئی مدینہ منورہ میں مزار ہے "حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری" خلیفہ مجدد صاحب تھے ایک ہندو عورت پر عاشق ہو کر ارادت و اسلام دونوں ترک کر دیئے تھے اور زنار پہن لی تھی۔ حضرت مجدد صاحب کو آپ سے بہت محبت تھی کچھ دنوں بعد اللہ سے دعا کی کہ اللہ میرے طاہر کو اس بلائے کفر سے نکال چنانچہ پھر مسلمان مرید ہو کر مرتبۂ ولایت پر فائز ہوئے اور لاہور میں مامور کئے گئے بڑے بزرگ و صاحب کرامت تھے بڑے بڑے مجاہدات کئے اور ہدایت خلق میں مصروف رہے۔

(۶۶) حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رح

عبادات و مجاہدات

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی رح بڑے بزرگ اور عارف وقت گذرے ہیں علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ روزگار تھے اور اپنے عہد کے قطب تھے رہنے والے تھے کابل کے اللہ نے دیا بھی سب کچھ تھا۔ ناز و نعم میں پرورش پائی تھی ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کر کے سمرقند تشریف لے گئے جو اس وقت علوم و فنون کا گہوارہ بنا ہوا تھا اور جہاں فضل و کمال کے دریائے مواج رواں تھے آپ نے یہاں تمام علوم متداولہ کی تکمیل کی اور بہت جلد فارغ التحصیل ہو گئے۔ مذہب کا جوش دل میں بھرا ہوا تھا عبادت سے بہت ذوق و انہماک تھا۔ جوان جو ہوئے تو زیارت مزارات کا شوق پیدا ہو گیا اس سے باطنی ترقی کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ بزرگوں کی خدمت میں جانے لگے۔ آخر خواجہ املنکی رح کے مرید ہوئے جو اس وقت مقتدائے وقت تھے۔ پھر جو آپ نے مجاہدات شروع کئے ہیں عبادات و ریاضات میں مشغول ہوئے ہیں تو یہ حالت تھی کہ رات دن اسی میں مصروف رہتے تھے دسونے سے غرض نہ کھانے کی پرواہ رات بھر محنت شاقہ میں منہمک رہتے اور صبح ہوتی تو آپ کو گونہ ناگوار گذرتا اور اللہ تعالے سے دعا کرتے کہ بار الٰہا یہ کیا ہوا کہ رات اتنی جلدی گذر گئی میری تو ابھی حسرت بھی پوری نہیں ہوئی۔ سیری بھی نہیں ہوئی۔ بہر کیف جو تیری مرضی۔ پھر رات کے سناٹوں کا انتظار صحبت پیر نے قلب اور سینہ کو جلد منور کر دیا اور خلافت حاصل کر لی صبح فرض اور سنتوں کے مابین روزانہ اکتالیس مرتبہ سورہ مزمل شریف پڑھتے۔ نماز کے بعد سورہ یاسین شریف کی تلاوت کا آغاز کر دیتے پھر تلاوت قرآن میں مصروف ہوتے اشراق سے لیکر چاشت تک نہایت ذوق و شوق کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے رہتے۔ چاشت کے بعد حاجتمندوں

اور غریبوں کی سنتے اور ان کی دادرسی کرتے۔ دوپہر بعد نوافل میں مصروف ہوجاتے تھوڑی دیر لوگوں سے گفتگو کرکے عصر کی نماز پڑھتے اور مغرب تک درود شریف پڑھتے رہتے۔ مغرب کے بعد مریدین کی تربیت و تعلیم میں مصروف ہوجاتے اور عشاء کی نماز تک یہی سلسلہ رہتا یہ وقت بہت فیض پاش اور منور ہوتے اور خانقاہ میں خاص رونق ہوتی۔

خانقاہِ معلیٰ کی فیض رسانیاں

خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد آپ کے شیخ نے آپ کو دہلی روانہ کردیا تھا جہاں آپ کی خانقاہ اس وقت روحانیت و تصوف کا گہوارہ اور ایک شاندار ادارہ بن گئی تھی۔ دہلی میں آپ کو مزار حضرت قطب الاقطاب صاحبؒ سے بھی بہت فیض پہنچا۔ آپ اکثر یہاں حاضر ہوا کرتے اور مراقب رہتے خواجہ عبد اللہ احرار کے مزار سے بھی سمرقند میں آپ کو بہت کچھ حاصل ہوا تھا۔

دہلی میں یہ حالت تھی کہ آپ کی خانقاہ میں ہمہ وقت ایک ہجوم رہتا تھا یہی نہیں کہ ہندوستان کے ہر حصہ اور ہر گوشے طالبانِ طریقت حاضر ہوتے رہتے تھے بلکہ بلاد ایشیا و افریقہ تک سے طلباء آتے اور اس سرچشمہ سے فیضیاب ہوتے خانقاہ ہی کے ایک حصہ میں ایک عظیم الشان مدرسہ تھا جہاں علوم ظاہری کی اعلیٰ تعلیم ہوتی تھی اور جس میں کئی ہزار طلباء زیر تعلیم رہا کرتے تھے اور جس سے بڑے بڑے نامور علماء پیدا ہوئے مکاتب و مدارس آج بھی ہیں تعلیم آج بھی دی جاتی ہے مذاہب اور کتب مذہب آج بھی موجود ہیں اور پڑھانے اور تعلیم دینے والے علماء اور معلم بھی موجود ہیں لیکن ہمیں انتہائی رنج و تاسف کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ انگریزی اسکول اور کالجوں کی تو خیر حالت ہی دوسری ہے فضا ہی اور ہے تعلیم و اسلوب تعلیم ہی مغربی ہے یہاں تو الحاد کے جھکڑ جس شدت و تیزی کے ساتھ بھی چلیں کم ہے مگر ہماری عظمت گذشتہ اور ذوق علمی

کی مٹی ہوئی یادگار جو مدارس دینی و مذہبی قائم بھی ہیں ان کا حال و آدم بھی بگڑا ہوا ہے نہ اب وہ کمال ہے نہ وہ ذوق و شوق ہے اور نہ وہ مذہبیت نہ اخلاق ہیں۔ انگریزی مدارس ہوں یا عربی درسگاہیں۔ باہم کچھ فرق ہو تو ہو مگر تربیت اور آراستگی اخلاق ناپید ہے اور حقیقی مذہبی روح کہیں بھی پیدا نہیں ہوتی۔

ہمارے بزرگوں نے مساجد کے ساتھ مکاتب و مدارس کا اہتمام اسی غرض سے کیا تھا کہ طلباء میں مذہبیت کی روح پیدا ہو لیکن اب خال خال مکاتب میں بھی جو مساجد ہیں یا مساجد کے قریب واقع ہیں کوئی خاص تغیر محسوس نہیں ہوتا جسکی وجہ یہ ہے۔ کہ اب ایسے معلم نہیں رہے۔ پہلے فضا اور معلم دونوں ضروری سمجھے جاتے تھے اب نہ وہ فضا اور نہ وہ معلم حقیقت میں معلم ایک نمونہ ہوتا ہے اور طلباء کی نظر اس کی حرکات و سکنات پر رہتی ہے جس مدرسہ کے معلم حضرت سلطان المشائخ، حضرت سماء الدین سہروردیؒ اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ جیسے بزرگ ہوں اُس کی عظمت و سربلندی کی حدود کو کون دیکھ سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان زمانوں میں یہی نہیں کہ مدرسوں سے سچے علماء پیدا ہوتے تھے بلکہ اولیاء ہو کر نکلتے تھے۔

حضرت ابو حنیفہؒ سے ملاقات معنوی آپ ایک روز نماز باجماعت ادا کر رہے تھے کہ آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے مراقبہ جو کیا دیکھا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرما رہے ہیں کہ خواجہ! دنیا میں بکثرت اولیاء و شیوخ گذرے ہیں جو میرے طریق پر تھے میری روش کی راہ پر گامزن رہے۔ ان سب کا یہ دستور العمل تھا کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھتے تھے۔ مگر تم پڑھتے ہو۔ تمہیں میرے طریق کا خیال نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی سورۂ فاتحہ نماز باجماعت میں امام کے پیچھے پڑھنا ترک کر دو۔ دیکھو اور سمجھو کہ وہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ جمع کا صیغہ ہے۔ جماعت کے اندر انفرادیت کو جذب کر دینا چاہیے۔ امام آخر تمہارا ہی امام تو ہے۔ جب وہ سورہ فاتحہ پڑھ رہا ہے تو گویا سب پڑھ رہے ہیں چنانچہ اُس روز سے آپ نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ترک کر دی اس سے

واضح ہوتا ہے کہ آپ کس عظمت و جلالت کے بزرگ تھے کہ اولیائے متقدمین میں بھی آپ کا احترام تھا۔ اور وہ آپ کو اپنے طریق پر چلانے کی سعی کرتے تھے۔

حضرت غلام علی شاہ دہلویؒ ارقام فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آپ کی زیارت کے لئے آپ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوا اور مراقبہ میں بیٹھ گیا۔ آپ مزار سے باہر تشریف لائے چونکہ گرمی شدید پڑ رہی تھی دھوپ ہو گئی تھی۔ مزار مبارک پر قبہ ہے نہیں اس لئے میں اٹھ کر وہاں سے چلا آیا۔ اُس روز سے میری حالت ہی کچھ اور ہے اور باطن میں حیرت انگیز ترقی مشاہدہ کر رہا ہوں۔ بیحد افسوس ہے کہ میں نے یہ کیا غلطی کی کہ اپنی تکلیف کا خیال کیا اور وہاں سے چلا آیا۔ اگر چند روز اور بیٹھا رہتا تو خدا جانے کیا حاصل ہوتا اور کیا ملتا۔

اسی طرح حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کے خلیفہ حضرت مولانا بدرالدینؒ اپنی تصنیف میں ارقام فرماتے ہیں کہ میں جو دہلی گیا تو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مزار پر مراقب ہوا۔ بہت فیض پہونچا اور بہت کچھ عنایت کیا۔ اس کے بعد پھر میں حضرت قطب الاقطابؒ حضرت سلطان المشائخؒ اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مزارات پر حاضر ہو کر مراقب ہوا۔ ہر جگہ سے یہی ارشاد ہوا کہ تجھے جو کچھ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ہاں سے عطا ہوا وہ گویا ہمارا ہی عطیہ تھا۔ اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کو خاندان چشت سے بھی نسبت تھی۔ گو کسی نے ایسا لکھا نہیں ہے۔

ایک نظر میں ولی بنا دیا

ایک شخص آپ کے پاس حاضر ہوا اور خانقاہ میں ٹھیرا کئی روز تک آتا جاتا رہا۔ ایک روز آپ نے پوچھا کہ اے شخص تو کون ہے؟ اور یہاں کس غرض سے آیا ہے۔ عرض کی کہ ایک غریب الوطن مسافر ہوں۔ آپ کا شہرۂ کمال سُن کر حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا بہتر ہے۔ میں تجھے تعلیم کرتا ہوں۔ خانقاہ میں قیام کر اور محنت و مجاہدہ میں مشغول ہو۔ تاکہ تجھے کمال حاصل ہو جائے۔ میں نقشبندی طریقہ تلقین کروں گا۔ بولا حضور محنت تو مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ کمال چاہتا ہوں اور بے محنت چاہتا ہوں۔ دیجئے اور اپنی طرف سے دیجئے۔

بادشاہ تو تھے ہی خیال آگیا۔ مگر پھر پوچھا کچھ تو محنت کر سکتا ہے؟ عرض کی کچھ نہیں۔ ملحوظ رہے کہ میں اگر اس آستانہ پاک سے محروم چلا گیا تو یہی سمجھونگا کہ کتب تصوف میں عارفوں کے کمالات، کرامت کے متعلق جو لکھا ہے اس کی حقیقت ایک طلسم سے زیادہ نہیں جوش آگیا اور ایک نظر جو اس پر ڈالی تڑپنے لگا اور بیہوش ہو کر ساکت ہو گیا۔ ہوش جو ہوا تو ساتوں طبق روشن تھے۔

آپ نے مریدوں سے فرمایا کہ یہ شخص امی محض تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر فضل کیا تمام علوم اس پر روشن کر دیے جس علم میں چاہو اس سے بحث کر لو بحث جو کی گئی تو ثابت ہوا کہ وہ علم کا ایک دریا بن گیا ہے۔ اسی وقت اس نے ہوا پر پرواز کی اور غائب ہو گیا۔ یہ تھی قطبیت حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی جو خاندان نقشبند یہ کے زبردست بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کا وصال ۲۶ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ میں ہوا۔ مزار مبارک دہلی میں مرجع خلائق ہے۔

جہانگیر کے دربار میں تشریف بری

حضرت سید امیر ابو العلی بھی نقشبندی ہی بزرگ تھے اور آپ پیران سلسلہ میں حضرت خواجہ احرارؒ کی اولاد میں تھے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی دعا سے پیدا ہوئے۔ باپ بھی دربار اکبری کے بہت بڑے امیر تھے اور آپ بھی جوان ہو کر منصب امارت پر فائز ہو گئے ایک شب دیکھا کہ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ تو امارت کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ آنکھ کھلی تو قلب میں بے پناہ جوش تھا سب کو چھوڑ کر اجمیر شریف آئے اور اویسی طریق پر سرکار خواجہؒ سے فیضان حاصل کیا۔ سب کچھ تو مل چکا ہی تھا۔ تاہم آپ نے نقشبندی خاندان میں خواجہ امیر عبداللہ سے بھی بیعت کر لی۔ شہرہ سن کر جہانگیر نے بلایا، جام شراب پیش کیا۔ انکار کرنے پر کہا غضب سلطانی سے نہیں ڈرتا۔ فرمایا غضب الٰہی سے ہو ڈرتا ہوں غضب سلطانی کیا چیز ہے۔ جہانگیر نے اٹھ کر گلے لگا لیا کہ یہ سب کچھ امتحاناً کیا گیا تھا۔ تمہاری آبائی جاگیر بھی واگذاشت کرتا ہوں اور معذرت بھی چاہتا ہوں۔ انکار کیا تو اصرار سے کہا مصارف مساکین کے لئے رکھئے۔

نہایت بزرگ اور جلیل القدر ولی تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ:-

میں تو اسی کو اچھا سمجھتا ہوں کہ میرے پاس دنیا دار اور دنیا کے طالب آئیں۔ کیونکہ کشائش دنیوی ہی سے کشائش اخروی ہوتی ہے۔ فرماتے تو یہ تھے اور حالت یہ تھی کہ جو بھی طلب دنیا کے لیے حریص بن کر ایک دفعہ سامنے آگیا، چند ہی روز کے اندر طالب عقبیٰ بن کر نکلا اور سب کچھ بن گیا۔ ولی ہوگیا۔

نہایت رحم دل ایثار پیشہ اور کریم النفس تھے۔ دنیا و عقبیٰ کسی کام کا طالب آجائے ہر وقت اس کی حاجت روائی کو تیار رہتے۔ تمام مداخل جاگیر غرباء کی امداد میں صرف کر دیا کرتے تھے۔ کسی کی تکلیف نہ دیکھ سکتے تھے۔ بہت بڑے ولی و عارف گذرے ہیں۔ ۹ صفر ۱۰۶۲ھ میں وصال ہوا۔ آگرہ میں مزار ہے۔

مرنے کے بعد تہبند باندھ لیا

حضرت خواجہ خاوند حضرت الشان بھی حضرت خواجہ باقی باللہ رح کے ہم عصر قطب وقت اور نقشبندی ہی تھے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی المتوفی ۷۹۱ھ سے بطریق اویسی فیض حاصل کیا تھا۔ مرید خواجہ ابو اسحاق سعیدؒ کے تھے۔ جو الفاظ زبان سے نکلتے فوراً ظہور میں آتے۔ کشمیر گئے تو وہاں ہزارہا مرید ہو گئے۔ ایک شخص اشرف بیگ کا انتقال ہوا۔ بھائی نے آکر کہا کہ آپ کے مرشد خواجہ نقشبند نے مُردے زندہ کر دیے تھے۔ آپ بھی میرے بھائی کو زندہ کیجیے۔ مسکرا کر فرمایا گھر تو جا کر دیکھ مرا ہی کب ہے۔ دیکھا تو زندہ تھا۔

نواب افتخار خاں عالی جاہ سے چند روز پیشتر ہی فرما دیا تھا کہ پندرہ روز کے بعد مر جاؤ گے۔ چنانچہ سولھویں روز سر سجدہ میں رکھا اور ۲ شعبان ۱۰۵۲ھ کو وصال ہو گیا۔ شاہجہاں نہایت معتقد تھا اس نے صدر الصدور سید جلال الدین کو اہتمام تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ غسل کو تختہ پر لٹایا تو تہبند کی گرہ کھلنے لگی۔ آپ نے دونوں ہاتھوں سے تہبند پکڑ لیا۔ جب لحد میں رکھا تو سبز و لب جنبش کر رہے تھے نواب سعید خاں نے مقبرہ

ہنوایا جو لاہور میں ہے۔ ایک شیعہ نے گنبد گرانا چاہا۔ اس کی بیٹی نے اسی شب زہر دے دیا۔ دو بار آپ کی دعا سے بارش ہوئی۔

امام عیدگاہ بددعا کا شکار ایک روز عیدگاہ لاہور میں آپ بھی کھڑے تھے۔ بہت ہجوم تھا۔ نمازی امام صوبیدار کا انتظار کر رہے تھے آخر آپ نے فرمایا دیر کیوں کر رہے ہو کہ زوال کا وقت ہوا جارہا ہے۔ ملا اظہر صالح لاہوری نے سختی کے ساتھ جواب دیا۔ فرمایا اچھا تیرا شمس حیات بھی ابر ممات میں آگیا۔ نماز پڑھ کر عیدگاہ سے نکلا ہے کہ گھوڑے سے گرا اور مرگیا۔ ملا ذہنی شاعر غرائے کشمیر آپ کی خانقاہ کی تاریخ لکھ کر لائے ہجوم زیادہ تھا۔ جیب میں رکھے رہا اور پیش نہ کرسکا۔ مجبور ہو کر واپس جانے لگا آپ نے نام لے کر پکارا کہ بھائی تاریخ کا وہ پرچہ تو دیتا جا جو تیری جیب میں رکھا ہے پھر آخر اور کب دیگا۔ اس تاریخ کا علم کسی کو بھی نہ تھا۔ وہ ششدر رہ گیا اور تاریخ پیش کردی۔ بہت مستغرق اور عاشق ربانی بزرگ تھے۔ آپ کے چھ بیٹے بھی تھے:

(۶۷) حاجی محمد قادری نوشاہ گنج بخش رح

بزرگی و عظمت حضرت حاجی محمد قادری نوشاہ گنج بخش رح فرقہ نوشاہی کے امام اور بڑے بزرگ و شیخ زماں گذرے ہیں۔ ولی مادر زاد تھے اور بچپن ہی میں آپ سے کرامات کا ظہور شروع ہوگیا تھا۔ آپ ابھی بچہ ہی تھے مشکل سے عمر کوئی چار سال ہوئی ہوگی۔ بڑے سو رہے تھے۔ سر تکیہ سے ڈھلک گیا۔ اس وقت آپ کی والدہ مصروف کار تھیں آٹا گوندھ رہی تھیں اٹھ نہ سکتی تھیں ہمسائے کی بیوی سے محبت تھی ان سے کہا آپ کو تکلیف تو ہوگی میرے ہاتھ تو خالی نہیں آپ اٹھ کر منے کے سر کے نیچے ذرا تکیہ رکھدیں۔ آپ تھے پیدائشی ولی ہمسائی تھی اس وقت ناپاک اور غیر صاف۔ وہ جو اٹھ کر گئی اور منہ کھول کر تکیہ رکھنا چاہا کیا دیکھتی ہے کہ آپ کے جسم سے ایک مار سیاہ لپٹا ہوا ہے تکیہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑا اور خوف سے لرزنے لگی اور شور مچا دیا کہ بچہ سے سانپ لپٹا ہوا ہے۔ ماں یہ سن کر تڑپ گئیں۔ اٹھ کر دوڑیں۔ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا تو مصلیٰ

مگر سانپ کا کہیں وجود نہ تھا۔ وہ متحیر تھیں کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ اسی اثنا میں اور عورتیں بھی شور سنکر آئیں جن میں کچھ ایسی بھی تھیں کہ ہمسائی جھوٹی ہے نہ اس میں تحیر و استعجاب کا کوئی موقعہ ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ عورت ناپاک تھی۔ نہائی نہ تھی ہمیں منظور نہ تھا کہ اس بچہ کو جو ہمارا دوست ہے کوئی ناپاک ہاتھ لگائے اس لئے سانپ نمودار ہو گیا کہ اس کے خوف سے بچہ کو کوئی ہاتھ نہ لگا سکے۔ یہ آواز سن کر سب عورتیں متحیر ہو گئیں اور کہنے لگیں مبارک ہو بہن تمہارا بیٹا ولی ہے۔ ماں یہ سن کر باغ باغ ہو گئی۔

مجاہدات و ریاضات پانچ برس کی عمر ہوئی تو آپ کے والد گرامی نے حج بیت اللہ سے واپس آکر آپ کو ایک مکتب میں بٹھا دیا۔ یہاں یہ صورت تھی کہ اُستاد ایک سبق پڑھاتا۔ آپ دس سبق یاد کر لیتے تھے وہ حیرت زدہ رہ جاتا تھا۔ قرآن ختم کرنا کیسا صرف تین ماہ کے اندر اندر آپ نے اسے حفظ کر لیا اور چند ہی سال میں بہت کچھ پڑھ لیا بس گیارہ سال ہی کی عمر میں گھر سے نکل کر جنگلوں کی راہ لی اور کوہ و بیابان میں عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ مجاہدات کئے اور اس شان سے کئے کہ چھ برس کامل دن بھر تو مسجد میں مشغول رہتے اور رات بھر دریا میں کھڑے ہو کر ذکر کرتے رہتے۔ جذب و سکر کا عالم طاری تھا۔ اس حالت میں کہ آپ نوشہرہ کی مسجد میں بیٹھے تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ کہ کسی نے آکر کہا کہ پرگنہ جھبرہ میں ایک کامل فقیر رہتے ہیں جن کا اسم گرامی ملا عبدالکریم ہے۔ خاص مقام بھیلوال میں رہتے ہیں۔ اتنے کامل ہیں کہ صدہا افراد ان کی توجہ سے اولیا بن چکے ہیں اگر آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوں تو یقین ہے کہ آپ کا دامن بھی گل ہائے مراد سے بھر جائے گا۔

اب کیا تھا یہ سن کر شعلہ عشق بھڑک اٹھا۔ وہاں جو گئے تو حکم ملا کہ شاہ سلیمان کی خدمت میں حاضر ہو کہ اس وقت وہ سر آمد روزگار ہیں۔ شاہ سلیمان نے جو انہیں دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں تو ایک عرصہ سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ خوب آئے

چنانچہ اسی روز مرید ہو گئے۔ تزکیہ باطن تو ہو ہی چکا تھا محنتیں کر ہی چکے تھے۔ ایک ہی نظر میں کام ہو گیا۔ اور آپ نے ان کی خدمت میں رہ کر مراحل روحانیت طے کرنے شروع کر دیے۔

کرامت و خواب

کچھ عرصہ تک آپ شاہ صاحب کی خدمت میں رہے اور مرشد گرامی کے بچوں تاج محمد اور رحیم داد کی تربیت آپ کے سپرد رہی آپ کی اہلیت دیکھکر اور مریدوں کی بھی تربیت و تعلیم آپ ہی کے ذمہ کر دی گئی اس کے بعد شاہ سلیمان صاحبؒ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا اور ساتھ ہی نوشہ گنج بخش" کا خطاب بھی دیا۔ اس کے بعد آپ ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے آپ کے خلیفہ شیخ معموریؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آپکی خدمت میں حاضر تھا لوگوں کا ہجوم تھا۔ مرید بھی ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے دل میں یکایک یہ خیال آیا کہ سنتے چلے آئے ہیں کہ قیامت کے روز خلقت کے گروہ اپنے اپنے سرگروہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے اور ہر جماعت اپنے قائد کے ساتھ ہوگی۔ خدا جانے یہ صحیح بھی ہے یا نہیں۔ اور اگر صحیح ہے تو یہ کیونکر ہوگا۔ میں پوچھنا چاہتا تھا۔ مگر میری جرأت نہ پڑی۔ بارگاہ معلی سے اٹھ کر گھر چلا آیا۔ سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے۔ خلقت کا وہ ہجوم ہے کہ جہاں تک نظر اٹھتی ہے۔ آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ نہ کوئی شمار ہے اور نہ کوئی حد۔ غور کیا تو مجھے ادھر ادھر جھنڈے بھی ہوا میں لہراتے ہوئے نظر آئے حضور غوث پاکؒ کا جھنڈا بہت بلند اور بہت بڑا اور بہت شاندار ہے اور بھی جھنڈے تھے۔ میں نے تلاش جو کیا تو ایک طرف نوشاہی جھنڈا بھی نظر آیا۔ جس کے نیچے آپ اپنے دوستوں اور مریدوں کو لیے کھڑے تھے دیکھتے ہی مجھے آواز دی کہ کہاں کھڑا ہے۔ کیا ڈھونڈ رہا ہے۔ ادھر آ کہ تیری جگہ میرے قریب میں ہے۔

یہ خلیفہ صاحب صبح کو اٹھ کر جو دربار نوشاہی میں حاضر ہوئے تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی۔ تو رات کو خواب میں دیکھ ہی چکا ہے اور جو کچھ

جس طرح دیکھا ہے اسی طرح وہ وقوع پذیر ہوگا۔ اور ہر جماعت اپنے قائد جماعت کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔

اندھا بینا ہوگیا ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا رونے لگا اور عرض کی کہ حضور گھر میں کمانے والا تنہا ایک میں ہی تھا۔ اندھا ہوگیا ہوں۔ اہل وعیال پر بہت تکلیف ہے۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت دے اور مجھے آنکھیں مل جائیں۔ آپ کو رحم آگیا اور فرمایا اچھا منہ میری طرف کر اور مجھے دیکھ۔ اس نے جو سر اٹھا کر دیکھا اسی وقت آنکھوں میں روشنی آگئی۔

ایک شخص آپ کا مرید تھا جس کا نام جیون تھا۔ اور جو موضع ماہو کا رہنے والا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضور ذرا سی دیر کے لیے میرے کھیت پر تشریف لے چلیں کہ یہ امر میرے لیے برکت کا باعث ہوگا۔ موضع ماہو نوشہرہ سے دو کوس کے فاصلے پر تھا عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ مریدان اور خدام نے عرض کی کہ حضرت موضع دور ہے۔ عصر کا وقت ہو گیا ہے نماز کیونکر ادا ہوگی فکر نہ کرو۔ واپس آجاؤں گا اور یہیں آکر تمہارے ساتھ نماز باجماعت ادا کروں گا۔

چنانچہ تشریف لے گئے۔ بہت دیر ہو گئی۔ نماز کا خیال ہی نہ رہا۔ اب یہ کرامت ملاحظہ فرمائیے کہ سورج جہاں تھا وہیں رک گیا جب آپ کو فرصت ہوئی واپس آئے تو نماز عصر ادا کی۔ جب آپ نماز ادا کر چکے تو سورج غروب ہوا۔ بزرگی کا یہ عالم تھا کہ کسی مصیبت کے وقت میں جہاں بھی کوئی مرید آپ کو یاد کرتا۔ وہیں موجود ہو کر اس کی امداد کرتے۔ بسر ہوتی تھی بہت عسرت سے۔ کوئی مہمان آجاتا تو آپ خود اٹھتے اور لوگوں کے گھروں سے اس کے لیے کھانا مانگ کر لاتے ۱۱۲۳ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ نے زندگی میں سات حج کئے تھے وہ بھی پیادہ پا۔

ایک نظر میں قلب ذاکر اسی زمانہ میں ایک اور بزرگ سید ظ تھے جنہوں نے صرف پانسیپارہ ہی پڑھا تھا۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعلیم روحانی سے آپ پر تمام علوم روشن ہو گئے تھے۔ بڑے بزرگ

بڑے عارف اور بڑے شیخ تھے اور زندگی میں سینکڑوں کو عارف بنادیا۔ یہ زمانہ بھی بڑا متبرک زمانہ تھا اور آپ خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ میرے وقت میں شیخ معصوم سرہندی رح، شیخ پیر محمد رح، شیخ علاؤالدین برنادہ رح، شیخ ابراہیم رامپوری رح اور شیخ محمد صادق گنگوہی رح جیسے عارفانِ خدا موجود ہیں۔ ان سے خط و کتابت بھی رہتی تھی۔ رؤساؤ امراء سے گونہ تنفر برتتے تھے۔ مگر غربا پروری اور ضعفاء نوازی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ نواب جعفر خاں آپ کے بہت معتقد تھے۔ برابر خدمت میں آتے رہتے تھے۔ مگر آپ نے کبھی کسی سے کوئی نذرانہ نہیں لیا۔ اورنگ زیب نے ملنے اور نذرانہ دینے کی بہت سعی کی مگر آپ نے ہرگز منظور نہ کیا۔

بیحد پابند سنت تھے اور فیض پاش نظر کا یہ عالم تھا کہ جس پر نگاہ پڑجاتی اس کا قلب ذاکر ہوجاتا۔ ۱۰۸۴ھ میں وصال ہوا۔ کوتانہ تحصیل باغپت میں مدفون قبر میں رکھ کر آخری مرتبہ منہ دیکھنے کے لیے کفن جو سرکایا تو آپ نے انگلی سے منع کیا کہ منہ نہ کھولو۔

ایک دفعہ کچھ لوگ حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اہل شہر آپ کا بہت شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ایک کشتی میں بہت سے اہل شہر جمع تھے ڈوبنے لگی تھی مگر آپ کا نام لینے سے بچ گئی۔ فرمایا میاں شکریہ تو میاں ہی کا ادا کرو کہ "می کند بہانہ بر غیری نہد" اور جس کی شان اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ہے۔ بڑا پیارا ہے اور پیار کے قابل ہے اسی کو پیار کرو۔

آپ کا ایک دوہا ہمیں بہت ہی پسند ہے اکثر پڑھتے اور وجد کرتے ہیں ؎

ٹاہا مرتک ہو رہو اور ٹھ پریم کی سورٹھ؛ کبھی تو پی پوچھیں گے ہو کون مواس ٹھور

جیلخانہ میں نگاہ ڈالتے ہی چکیاں چلنے لگیں

بادشاہ محمد شاہ نے ایک دفعہ حکم دیا کہ

کہ جو نستیر بھی کہیں ملے فوراً گرفتار کر لو۔ سید شاہ بڑے صاحب دہلوی جیسا ایک بڑے عارف بزرگ گذرے ہیں گرفتار ہو گئے اور جیلخانہ میں چکی پیسنے کو دی گئی آپ نے جو چکی پر نظر کی فوراً چلنے لگی۔ یہ دیکھ کر دوسرے قیدیوں نے بھی منت کی کہ ہمیں بھی اس مصیبت سے رہائی دلوائیے۔ آپ نے حکم دیا کہ اے چکیوں! میری چکی چل رہی ہے اللہ کے حکم سے تم بھی چلو اور ان غریب درویشوں کو تکلیف نہ دو۔ تمام چکیاں خود بخود چلنے لگیں۔ محمد شاہ کو جو معلوم ہوا فوراً جیل خانہ آگیا اور قدم بوسی کی اور کہا کہ میں نے صرف کامل درویش کی تلاش میں نقرار کی قید کا حکم دیا تھا اللہ کا شکر ہے کہ میری آرزو پوری ہو گئی۔ اس نے آپ کو تو اپنے پاس رکھ لیا باقیوں کو بہت سا روپیہ دیکر رخصت کر دیا۔

محمد شاہ نے خانقاہ بنوا دینے کی استدعا کی تو آپ نے عین وسط جمن میں بنوانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اب بھی وسط میں نگم بودھ کے سامنے آپ تکیہ موجود ہے اور وہیں مزار ہے طغیانی میں بھی پانی وہاں تک نہیں چڑھتا۔

زندگی میں آپ سے ہزارہا کرامات سرزد ہوئیں۔ ہر وقت مخلوق خدا کا ایک ہجوم لگا رہتا تھا۔ آپ ہی کے سجادہ نشین میاں قادر بخش مجذوب کی یہ حالت تھی کہ دن بھر شہر میں پھرتے جس کے گھر میں دل چاہتا گھس جاتے اور جو چاہتے اٹھا لیتے کوئی منع نہ کرتا۔

نادر شاہ کی لوٹ میں ایک ماہ پارہ کا انجام

اسی عہد میں نادر شاہ کی لوٹ میں ایک سپاہی کی ماہ پیکر بیوی بھی لٹ کر ایران پہنچ گئی۔ یہ غریب تڑپ گیا قادر بخش کے پاس گیا بولے لاہور جا وہاں فلاں بزرگ تیرا کام کر سکتے ہیں۔ لاہور گیا تو جواب ملا میری قوت سے بالاتر ہے۔ کشمیر

کے پہاڑ پر جا. کئی بزرگوں سے ملتا ہوا وہاں پہنچا. دیکھا ایک بہت بوڑھے جو پلکیں اٹھا کر دیکھتے ہیں غار میں مشغول عبادت ہیں. بولے بھائی میری قوت سے یہ کام غیر ممکن ہے. دہلی میں اس رتبہ کا ایک عارف موجود ہے جو بھانڈوں کے بھیس میں رہتا ہے اور کلن نام ہے. میں تجھے دیتا ہوں چنانچہ ایک ٹھیکری پر کوئلے سے کچھ نشان کر کے دے دیئے. کلن سے یہ پہلا ہی واقف تھا نرا مسخرا معلوم ہوتا تھا. مایوس ہو گیا کہ جب اتنے اور ایسے بزرگوں سے کام نہ ہوا تو اس سے کیا ہو گا. گھر آ کر ٹھیکری طاق میں پھینک دی اور صبر کر کے بیٹھ رہا. ایک روز محلہ میں کہیں قریب ہی بھانڈوں کی نقل تھی آواز سنکر سمجھا حرج ہی کیا ہے. چلو ٹھیکری کو آزما لیں. ٹھیکری لی اور لیکر پہنچ گیا. کلن ناچتا ہوا جو سامنے آیا وہ ٹھیکری سامنے کر دی.

فوراً اس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور ہاتھ پکڑ کر آگے جو گیا وہ بھی ناچنے لگا تھوڑی دیر میں بولا بھیا گیاں گیاں ہو جاؤ سب وہ دو ہو گئے. یہ تنہا رہ گیا اور بیساختہ زبان سے نکلا اور میری گیاں. ہاتھ جو بلند کیا تو نہائی ہوئی عورت سامنے موجود تھی کہا لے اپنی گیاں اور خود غائب ہو گئے.

عورت سے پوچھا. بولی مجھ سے شادی کے لئے اصرار تھا کہ سپاہی مر گیا میں نے کہا اچھا سال بھر کی مدت دو. آج آخری روز تھا. میں نے صبح دعا مانگ کر نکاح کے لئے غسل کیا کہ اسی وقت میری چٹیا کو ایک جھٹکا لگا اور میں یہاں تھی. یہ تھا ولایت کا کمال

مصنوعی جنازہ اصلی جنازہ بن گیا اسی سلسلہ میں نوشاہی کے ایک بزرگ خواجہ محمد فضیل قادری کے سامنے ایک زندہ شخص کو چارپائی پر ڈال کر مردہ بنا کر لائے اور کہا جنازہ کی نماز پڑھ دیجئے. آپ کے تکبیر کہتے ہی اس کی روح قبض ہو گئی.

علما نے اصرار کر کے نماز کو کہا۔ مگر وضو کو جب پانی ہاتھ پر ڈالتے
خشک ہو جاتا۔ فرمایا کیسے پڑھوں کہ بے وضو نماز ناجائز ہے۔ سب معتقد
ہو گئے۔ بڑا مشہور سلسلہ ہے۔ تذکرہ نوشاہی میں اس کے حالات
لکھے ہیں۔

(۶۸) مرزا مظہر جانجاناںؒ

علم و فضل حضرت میرزا مظہر جان جاناںؒ کا اصلی نام شمس الدین
حبیب اللہ ہے اور صحیح النسب سادات علوی ہیں۔
آپ کے جد امیر عبدالسبحانؒ تو خاندان چشتیہ میں مرید تھے اور ان کی
اہلیہ محترمہ اسد خاں وزیر اعظم کی بیٹی اور شاہ عبدالرحمن قادری
کی مرید تھیں۔ یہ دونوں بزرگ ہستیاں ترک علائق کر کے اور لباس
درویشی پہن کر مصروف عبادات و مجاہدات ہو گئے تھے ظاہر ہے کہ
ان نفوس قدسیہ سے جو اولاد پیدا ہوئی ہو گی اس کا پایہ کتنا بلند ہو گا
چنانچہ آپ کے والد گرامی بھی صاحب دل تھے اور والدہ محترمہ
بھی روشن ضمیر تھیں آپ پیدا ہوئے تو گویا تجلیاں اور انوار کی فراوانی
وراثت میں ملیں باپ اور دادا دونوں بلند مرتبہ ہوں تو پوتا کیونکر
اس میدان طریقت میں فروتر رہ سکتا تھا چنانچہ یہ ہلال
بھی افق پر نمودار ہو کر بدر بن گیا جس کی روشنی سے فضائیں منور
ہو گئیں۔ مکتب میں بٹھائے گئے تو ذہنی کمالات نے معلم کو حیران کر دیا
مدرسہ میں گئے اور علوم متداولہ کی طرف متوجہ ہوئے تو تمام علماء اور
اساتذہ کو اپنے شوق و ذہانت سے انگشت بدندان کر دیا سب سے خراج
تحسین حاصل کرنے لگے اور ابھی پندرہ برس کی عمر بھی پوری نہ ہونے
پائی تھی کہ آپ نہ صرف تفسیر و حدیث فقہ و معانی تاریخ و سیر اور ریاضی

ومنطق میں فارغ التحصیل اور کامل ہوگئے تھے بلکہ دل میں علوم باطنی کے حصول کی آتش کے شعلے بھی پوری شدت وشکوہ کے ساتھ بھڑک رہے تھے۔

ادھر صاحبزادہ نے سند فضیلت حاصل کر کے دوسرے ۔ ۔ ۔ میدان کی طرف قدم بڑھایا ادھر سولہ ہی برس کے ہونے پائے تھے کہ پدر بزرگوار کا انتقال ہوگیا یتیم ہوئے اور باپ کی مفارقت دائمی کا داغ دل پر کھانا پڑا۔

بیعت اور ہدایت خلق

گھر سے نکل کر آپ سیدھے حضرت سید نور محمد بدایونی کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے جو قطب وقت تھے اور اورنگ زیب کے پیر شیخ محمد معصومؒ کے فرزند جلیل شیخ سیف الدین مجددی کے باکمال خلیفہ تھے اور جن کی یہ حالت تھی کہ جس طرف نظر کرم سے دیکھ لیتے تھے وہ طالب مولیٰ اور عاشق ایزدی ہو جاتا تھا اول تو یہ دربار دُر باری کیا کم تھا پھر اس سے بیشتر حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت خواجہ نقشبند سے اویسیہ طریق پر آپ کو ابتدائی تعلیم ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ حاجی محمد افضل رح حافظ سعد اللہ رح اور محمد عبد اللہ سے بھی بہت کچھ فیض حاصل کئے ہوئے تھے۔ یہ سب بزرگ اپنے زمانہ کے شیخ وقت اور حضرت شیخ محمد معصوم خانوادہ کے چشم وچراغ تھے۔

بہرکیف آپ حضرت سید نور محمد بدایونی رح سے بیعت ہو گئے اور کچھ عرصہ تک ان کی خدمت میں رہ کر خرقۂ خلافت حاصل کیا اس کے بعد دہلی پہنچکر جو آپ کا آبائی وطن تھا خدمت خلق میں اور ہدایت بنی نوع انسان میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا آبائی مکان آج تو ناپید ہے مگر تاریخ بتاتی ہے کہ جامع مسجد دہلی کے بالکل قریب جہاں اب ہندو دل

کا محلہ دریبہ ہے وہاں آپ اور آپ کے آباؤ اجداد رہا کرتے تھے اور یہیں آکر آپ نے بھی رہنا اور اپنے فیض سے سب کو مستفیض کرنا شروع کر دیا۔

کرامات وخوارق عادات

ایک روز آپ تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھا شخص آیا اور آتے ہی نہایت گستاخانہ الفاظ میں آپ سے کہا جانتے ہو کہ میں کیوں آیا ہوں؟ فرمایا مجھے کیا علم ہو سکتا ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ہاں تجھے اپنے ارادہ و خواہش کا علم ہوگا۔ بولا میں اسلئے آیا ہوں کہ دیکھوں کہ آپ کا طنطنہ رحمانی ہے یا شیطانی آپ کو اس کی یہ جسارت سخت ناگوار گذری اور گذرنی چاہیئے تھی جلال آگیا ایک تیز نظر جو ڈالی ہے دھڑام سے زمین پر گر اتڑپنے لگا اور چلایا کہ ہائے میرے جسم میں آگ لگ گئی خدا کے لئے مجھے بچائیے مجھ پر کرم کی نگاہ ڈالئے میں توبہ کرتا ہوں رحم آگیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سر پر صرف ہاتھ رکھدیا۔اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔

آپ کا ایک مرید تھا جس کا نام تھا محمد قاسم وہ کسی کام کے لئے آپ سے اجازت لے کر عظیم آباد گیا اور خیریت نہ معلوم ہوئی۔ ایک روز اس کا بھائی گھبرایا ہوا خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے آج ہی سنا ہے کہ میرا بھائی عظیم آباد میں گرفتار ہو کر قید ہو گیا ہے اس کی رہائی کے لئے دعا فرمائیے کہ وہ آپ ہی کا خادم ہے اسی وقت مراقبہ کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ جاؤ گھبرانے کی بات نہیں۔ اتنا ضرور تھا کہ دلالوں سے اس کا جھگڑا ہو گیا تھا اور بس۔کل ہی تمہارے پاس اس کی خیریت کا خط آجائے گا چنانچہ خط آگیا۔

ایک اور شخص تھا جسے اولیاء اللہ کی عظمت و کرامت سے انکار تھا خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ذرا میرے ساتھ قبرستان چلئے تشریف لے گئے تو اس نے آپ کو ایک قبر دکھائی اور بولا کہ یہ قبر میرے ایک دوست

لی ہے. ذرا توجہ فرما کر یہ بتا دیجئے کہ صاحب قبر کا کیا حال ہے اور میرے دوست پر کیا گذر رہی ہے؟

فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی جھوٹ بولتا ہے. یہ قبر تیرے دوست کی ہرگز نہیں یہ تو ایک عورت کی قبر ہے۔

اتنا سنتے ہی وہ قدموں پر گر پڑا. معافی مانگی اور اسی وقت آپ کا مرید ہو گیا۔

نواب مصطفےٰ خاں کی اہلیہ آپ سے بیعت تھیں آپ نے ابھی تعلیم کر دی تھی۔ روزانہ مراقبہ کرتیں اور اس کی کیفیت اپنے خادم کے ذریعہ آپ سے کہلا بھیجتیں۔ ایک روز خادم از خود ہی چلا گیا کہ خدا جانے کس وقت بھیجیں اور آپ کو معلوم ہی کیا ہو گا مگر آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ ابھی تو بیگم صاحبہ مراقبہ میں بیٹھی بھی نہیں اور تو پہلے ہی چلا آیا۔ خادم نے اسی وقت معافی مانگی۔

قبائے زربفت میں ٹاٹ کا پیوند

فرمان روائے اودھ نے بنارس میں نہایت اہتمام سے زربفت کے دو اعلےٰ تھان تیار کرائے اور ان دونوں تھانوں کو شاہ عالم بادشاہ کے حضور میں بطور نذر کے پیش کیا۔

شاہ عالم آپ کا بہت معتقد تھا اس نے ان تھانوں کو ذاتی استعمال میں لانے کی بجائے انھیں فقرائے کاملین کے لئے وقف کیا۔ ایک تھان سے کلاہ درویشی تیار کرا کر مختلف فقراء کو بھجوا دیں اور دوسرا تھان پورا کا پورا آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔

دربار میں جو شیعہ امراء تھے انہیں ناگوار گذرا کہ اتنی بیش بہا اشیا جو بڑے اہتمام و سعی سے تیار کرائی گئی تھیں بادشاہ

نے فقراء اور حضرت کو کیوں عطا کر دیں۔ حالانکہ یہ حق تو امراء کا تھا۔

انہوں نے خفیہ طور پر علماء و فضلاء کو کہلا بھیجا کہ زربفت کا ایک قیمتی تھان بادشاہ نے حضرت کو عطا کر دیا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ حضرت ضرور اس تھان کی قبا تیار کرا کر اور پہن کر دربار میں آئینگے تاکہ بادشاہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ یہی علماء کا بھی خیال تھا در ظاہر ہیں اور مادیت دوست افراد اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا خیال قائم نہ رکھ سکتے تھے چنانچہ سب موقع کے منتظر رہے کہ جس وقت حضرت زربفت کی قبا پہن کر آئیں اس وقت انھیں آڑے ہاتھوں لیا جائے۔

آپ کو جب بادشاہ کی طرف سے زربفت کا تھان ملا تو آپ بھی بہت مسرور ہوئے اسی وقت خیاط کو طلب کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس تھان کی ایک قبا ہمارے لئے تیار کر کے لے آؤ۔ اتفاق کہو یا کرامت کہ کاٹتے وقت پردہ لینا بھول گیا گھبرا کر دست بستہ عرض کی کہ مجھ سے بڑا قصور ہو گیا اور بیش بہا تھان خراب ہو گیا کہ پردہ لینا بھول گیا ہوں فرمایا تو حرج کیا ہے بازار سے جتنے کپڑے کی اور ضرورت ہو منگوالو۔ دہلی کی تمام بڑی بڑی دوکانوں پر تلاش کیا گیا مگر کہیں ایسا زربفت نہیں ملا خیاط بہت پریشان تھا آپ نے فرمایا کہ دیکھ اگر کوئی اور کپڑا خرید کر اس کا پردہ لگایا گیا تو یہ چغلی کھائیگا اور فضول قیمت ضایع ہوگی یہ جو ٹاٹ کا فرش بچھا ہوا ہے اس میں سے تھوڑا سا تراش کر اس کا پردہ لگا دے خیاط کو حکم میں کیا عذر ہو سکتا تھا اس نے یہی کیا اور قبا تیار کرا کر آپ کے حوالہ کر دی جمعہ کے روز آپ اس قبا کو پہن کر وعظ فرمایا۔

علماء و امراء تو کچھ اور خیال کر کے آئے تھے انہوں نے جو یہ صورت دیکھی تو بہت شرمندہ ہوئے اور دم بخود رہ گئے۔

وصال و شہادت آپ جب دوستوں اور مریدوں میں بیٹھتے تو فرمایا کرتے اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام نعائم عطا فرمائے۔ ساری مرادیں ایک ایک کرکے حاصل ہوئیں۔ صرف ایک شہادت ظاہر رہ گئی ہے یہ قرب ربانی کا ذریعہ ہے اس کی اور تمنا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کا بھی کوئی سبب پیدا کر دے اور میری یہ آرزو بھی پوری ہو جائے وصال سے چند روز بیشتر ہی آپ نے دوستوں کو الوداعی خطوط لکھے اور پھر مریدوں سے فرمایا کہ دیکھو حوصلہ ہمت سے کام لینا اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا کہ میرا وقت قریب آچکا ہے لوگوں کو تعجب ہوا اس لئے کہ آپ بالکل تندرست تھے اور ہرگز گمان نہ ہو سکتا تھا کہ آپ چند ہی روز میں واصل بحق ہو جائیں گے۔

۷ محرم ۱۱۹۵ھ کو بہ شب چہارشنبہ بوقت بارہ بجے خانقاہ کے دروازہ پر دستک کی آواز آئی خادم نے باہر جاکر جو دیکھا تو چند اشخاص کھڑے ہوئے تھے کہا کہ ہم حضرت سے ملنا چاہتے ہیں اور زیارت کے مشتاق ہیں۔ خادم نے یہی الفاظ جاکر آپ سے دہرائے۔ آپ سنتے ہی مسکرائے تبسم کیا۔ پھر فرمایا اچھا بلا لو۔ چنانچہ تین اشخاص اندر چلے آئے۔ ایک نے پوچھا کہ میرزا جان جاناں کون سے ہیں؟ بقیہ دونوں نے کہا کہ یہی ہیں جو سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس مردود ازلی نے پستول کا فائر کیا۔ گولی قلب مبارک میں پیوست ہو گئی۔

قلب پر گولی پڑنے کے بعد بھی چند دن زندہ رہنا محض بزور ولایت تھا ورنہ اس حالت میں کون بچتا اور سانس لیتا ہے۔ ادھر آپ گرے ادھر قاتلین بھاگ گئے۔ ایک شور محشر برپا ہو گیا۔ صبح ہی نجف خاں شاہی سرجن کو لے کر حاضر ہوا۔ فرمایا سرجن کی کیا ضرورت ہے۔ جراح کیا کر سکتا ہے۔ شفا صرف باری تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ گواہ رہو کہ میں اپنے قاتلوں کو بھی بخشتا ہوں اور خون معاف کرتا ہوں۔

اس واقعہ کے تین روز بعد تک زندہ رہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھی اور "الحمد۔ الحمد" کہتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اور ۹۔ محرم ۱۱۹۵ھ میں انتقال فرمایا۔ گویا پیدائش ۱۱۱۱ھ میں اور وفات ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ آپ کے شہید کرنے والے شیعہ تھے جنہیں آپ سے سخت عداوت تھی۔

نازک مزاجی و فضائل اخلاق

آپ ہر جمعہ کو وعظ فرمایا کرتے تھے جس میں ہزارہا مخلوق شریک ہوتی تھی اہل دنیا کو آپکی ذات گرامی سے بہت فائدہ پہنچا۔ وعظ میں یہ حالت ہوتی تھی کہ لوگوں پر سکتہ کا عالم طاری رہتا تھا۔ بعض اوقات چیخیں نکل جاتی تھیں سینکڑوں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور سینکڑوں فاسقوں نے اپنے اعمال قبیحہ سے توبہ کر کے نیک زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔

نہایت نازک مزاج اور لطیف طبع تھے۔ لباس بھی مکلّف پہنتے تھے۔ اس سے زیادہ لطافت طبع کا ثبوت اور کیا فراہم ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ کلاہ مبارک جو درزی سی کر لایا اور رات آپ نے سر پر رکھا تو سر میں درد شروع ہو گیا حاضر نے کہا کہ آپ سر مبارک سے ٹوپی اتار دیں تاکہ ہوا لگے۔ دردِ سر کی کوئی وجہ بظاہر نہ معلوم ہوتی تھی۔ غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کلاہ میں بخیہ ٹیڑھا ہو گیا تھا جس سے وہ کسی قدر تنگ ہو گئی تھی۔

لباس آپ اچھا اور مکلّف پہنتے اور کھاتے تھے۔ مگر عبادت و استغراق کا یہ عالم تھا کہ رات رات بھر عبادت کرتے رہتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں روحانی تربیت کا خاص اہتمام تھا اور عام و خاص دونوں قسم کی تعلیم دی جاتی تھی لنگر خانہ بھی جاری تھا دہلی میں مزار ہے۔

آپ کے کاشانہ محلّے کے سامنے ہی ایک بھڑبھونجے کی دکان تھی۔ آپ کی عادت تھی کہ علی الصباح اٹھ کر نماز کے لئے جامع مسجد تشریف لے جایا کرتے تھے۔ بھڑبھونجے

کی چارپائی ٹیڑھی دیکھتے تو صبر نہ ہوتا اور آپ اُسے روز سیدھا کر دیا کرتے تھے
ایک روز اُس نے کہا کہ نصف شب کو تو سونا نصیب ہوتا ہے۔ دن بھر
مزدوری کرتا رہتا ہوں۔ صبح ہی آپ اٹھا دیتے ہیں فرمایا کیا کروں ٹیڑھی چارپائی
دیکھ کر دل بے چین ہوتا ہے۔ بولا نیند لگی ہوتی ہے کسے ہوش ہوتا ہے جو
چارپائی سیدھی کرے جیسی پڑی دیکھتا ہوں ویسے ہی پڑ رہتا ہوں اُس
روز سے آپ نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ اس کی چارپائی خود بچھا دیا کرتے تھے
نواب عسکری خاں کے والد آپ کے مرید تھے۔ ایک روز مراقبہ کے بعد انہوں
نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا جب تک مجھے فرزند نہ عطا ہوگا میں آپ کا دامن نہ چھوڑوں
گا۔ تھوڑی دیر سکوت کیا پھر فرمایا کہ جاؤ اطمینان رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا
عطا کرے گا۔ نہایت رحم دل کریم النفس خلیق اور شریف طبع بزرگ تھے۔

مریدوں کی امداد کو ہر جگہ موجود

شاہ عبداللہ غلام علی شاہ حضرت کے بعد سجادہ نشین ہوئے کہ آپ کے
اکمل خلیفہ تھے۔ بہت بزرگ و صاحب کرامات تھے جو آپکی خانقاہ میں آ جاتا تھا
کامل ہو کر نکلتا تھا۔ مدتوں کوہ و راغ میں ریاضت کیں۔
بڑے بڑے مجاہدے کئے۔ بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے۔
آپ کے ایک مرید کی اکلوتی اور جواں بیٹی نذر اجل ہو گئی۔ آپ تعزیت کے
لئے گئے اور فرمایا صبر کر۔ اللہ تعالیٰ تجھے اس کے عوض میں بیٹا عطا کرے گا۔
بولے حضور ہم میاں بیوی دونوں سن کہولیت میں ہیں اب اولاد کیونکر ہو سکتی
ہے۔ یہ تو بالکل غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ہر امر پر قادر ہے۔ اس کے کام
میں عقول بشری کو کوئی دخل نہیں۔ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ کی قدرت
دیکھئے کہ نو ماہ گزرنے پر اس کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا۔
ایک تاجر کابل سے تجارتی مال لئے ہوئے ہندوستان آ رہا تھا کہ دریائے سندھ
میں اس کے اسباب سے لدے ہوئے اونٹ ڈوب گئے۔ نہایت مضطرب

ہوا اور آپ کی طرف رجوع کر کے بولا کہ حضور اگر میرے یہ اونٹ مال سمیت دریا سے نکل آئے تو میں روغنی روٹی نذر دونگا اور درویشوں کو کھلاؤں گا۔ وہاں بات ہی کیا تھی۔ ابھی یہ التجا ختم بھی نہ ہونے پائے تھے کہ اونٹ اسباب سمیت چاور آب سے نمودار ہوئے۔ وہ خوش خوش دہلی آیا۔ خانقاہ میں حاضر ہوا اور روغنی روٹی نذر کی اس کے بعد خانقاہ کے اندر جتنے درویش تھے سب کی ضیافت کی اور روغنی روٹی کھلائی۔

ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک نوعمر برہمن زادہ بھی مجلس میں آگیا۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے کہ متمول بھی تھا اور خوبصورت بھی۔ خیال ہوا کہ کیا اچھا ہو کہ یہ برہمن اسلام لے آئے۔ آپ نے نورِ باطن سے لوگوں کے دلوں کا حال معلوم کر کے اس پر نگاہ جو ڈالی اُسی وقت جنیو توڑ ڈالے اور مرید ہو گیا۔

ایک اور شخص نے آکر عرض کی کہ دو ماہ ہو گئے میرا بیٹا غائب ہے پتہ ہی نہیں چلتا۔ یہ کہہ کر رونے لگا۔ رحم آگیا۔ فرمایا گھر جاکر تو دیکھ تیرا بیٹا گھر ہی موجود ہے گھر آکر دیکھا تو بیٹا موجود تھا۔ دریافت کرنے پر کہنے لگا کہ میں یہاں سے بہت دور تھا۔ ابھی ابھی ایک جھٹکا لگا آنکھیں بند ہو گئیں۔ دیکھا تو میں اپنے گھر میں تھا۔

رکن الدولہ وزیر اعظم کا ثمرۂ غرور ایک شخص شاہی دربار میں عہدۂ امارت پر فائز تھا۔ آکر عرض کی کہ حضور دعا فرمائیں کہ میرا منصب اور بلند ہو جائے۔ اور مجھے تقریب شاہی نصیب ہو فرمایا کہ اچھا جا۔ تین روز تک نماز عشاء کے بعد "اَللّٰہُ الصَّمَدُ" پڑھا کر۔ اس نے اسی روز رات کو گھر جاکر یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور تین روز کے اندر اندر اس کی آرزو پوری ہو گئی۔ ظرف عالی نہ تھا تقرب جو حاصل ہوا تو اپنی حیثیت کو بھول گیا۔ دماغ چل گیا اور مغرور ہو گیا حتیٰ کہ آپ نے ایک شخص کے لئے سفارش جو بھیجی تو اس نے اس کی بھی پرواہ نہ کی۔ وہ شخص جس کی سفارش

کی گئی تھی، واپس آکر بولا کہ حضور کام کرنا کیسا اُس نے تو میری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا اور پرواہ نہ کی۔ سلام بھی نہ کیا۔ فرمایا تو تو کیوں پریشان ہے اللہ تیرا کام تو کر ہی دے گا۔ مگر اس امیر نے سلام نہیں لیا تو اطمینان رکھ کہ اب اس کا سلام بھی کوئی نہ لے گا۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر اندر وہ بہ الزام تغلب گرفتار ہو کر تباہ ہو گیا اور ذلت سے دوچار ہوا۔

حکیم رکن الدین کی بھی ابتداء میں کوئی حیثیت نہ تھی۔ آپ معمولی شخص تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرے لئے دعا کیجئے۔ فرمایا جا دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے بلند منصب عطا کرے گا۔ دعا قبول ہوئی اور ایسی قبول ہوئی کہ حکیم صاحب ایک قلیل وقفہ مدت ہی میں وزارت عظمےٰ کے عہدہ پر فائز ہو گئے۔ تقرب سلطانی کی عزت حاصل ہوئی اور رکن الدولہ کا خطاب حاصل ہوا۔ ان حضرت سے آپ نے خود اپنے ایک عزیز کے لئے کہا مگر انھوں نے ذرہ برابر بھی تو پرواہ نہ کی۔ آپ کو وزیر کا یہ تکبر نہایت ناگوار گذرا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی روز برخاست ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ فقرا، اللہ کے دوست ہیں اور ان کی خوشی و ناخوشی اللہ کی خوشی و ناخوشی ہے۔ خوش کیا تو وزارت مل گئی اور ناخوش کیا تو پہلی حالت بھی قائم نہ رہی۔

ذکر قلب اور انوار و تجلیات یہ حالت اور یہ شان تھی کہ جب مریدوں پر توجہ ڈالتے اور انکی باطنی تعلیم میں مصروف ہوتے تو تمام حجرہ انوار و تجلیات سے معمور نظر آتا۔ اللہ اللہ جس کے مبتدی یہ تھے اُس کے منتہیوں کے متعلق تو کچھ کہنا اور عرض کرنا ہی لاحاصل ہے آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

میر اکبر علی آپ کے ایک مرید تھے جن کی تعلیم کوئی بہت بڑی تعلیم نہ تھی ایک روز انھوں نے آکر آپ سے عرض کی کہ حضور میری اس عزیزہ کو تو بہت بیمار ہے

آپ اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیے۔ خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا پھر عرض کی اب بھی آپ کچھ نہ بولے۔ تیسری مرتبہ جو استدعا کی تو ارشاد ہوا کہ اس کی عمر پوری ہو چکی ہے۔ صرف پندرہ روز کی مہمان ہے۔ اس کے متعلق اب کچھ کہنا عبث ہے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور وہ عورت پندرہ روز کے بعد رہ گرائے عالم بقا ہوئی۔ اس کی تجہیز و تکفین میں آپ بھی شریک ہوئے۔ فرمایا اکبر علی کیا تو نے اس عورت پر کسی وقت توجہ ڈالی تھی؟ عرض کی بیشک میں نے ایسا کیا تھا فرمایا یہی وجہ ہے کہ میں اس کی قبر پر انوار و تجلیات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اس کا قلب لحد میں بھی جاری ہے شیخ جمال اللہ نوشاہی کا قلب بھی ہر حالت میں ذاکر رہتا تھا۔ اتنا کہ کبھی کبھی لوگ بھی اس کی آواز سن لیا کرتے تھے۔

ہم تو عرض ہی کر چکے ہیں کہ خانقاہ معلی کی شان ہی عجیب تھی کہ جو بھی اخلاص و شوق کے ساتھ اندر آ گیا۔ یہاں سے کامل ہو کر نکلتا تھا۔

تعلیمات و نکات فرمایا بیعت کی تین اقسام ہیں۔ اوّل برائے توسّل پیران کبار۔ ثانیاً برائے توبہ۔ ثالثاً برائے کسب نسبت فرمایا مرد چار قسم کے ہوتے ہیں طالب دنیا نامرد۔ طالبِ عقبیٰ مرد طالب عقبیٰ و مولا جواں مرد۔ اور طالب مولا فرد۔

فرمایا طالب حق کو چاہئیے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یادِ مطلوب سے غافل نہ ہو۔ فرمایا دنیا کی دوستی ہر گناہ کی جڑ ہے۔ جب یہ دل میں جاگزین ہو جاتی ہے تو گناہ بھی یقیناً سرزد ہونے لگتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دل ایک ہی تو ہے۔ جب اس میں دنیا کی محبت سما گئی پھر اللہ کی محبت کہاں رہ سکتی ہے۔

۲۲ صفر ۱۲۴۲ھ میں انتقال ہوا۔ وصیت تھی کہ میرے جنازہ کے ساتھ حضرت شاہ بہاؤ الدین نقش بندی کی یہ رباعی ضرور پڑھی جائے ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو　　شیئاً للہ از جمالِ روئے تو
دست بکشا جانب زنبیلِ ما　　آفریں بر دست و بر بازوئے تو

حضرت مرزا جان جاناں کے دوسرے مایۂ ناز خلیفہ حضرت مولوی ثناء اللہ پانی پتی تھے جو اپنے عہد کے ایک یگانۂ روزگار عالم و فقیہ و محدث و مفسر ہوئے شیخ نے آپ کو علم الہدیٰ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ اور آپ کے متعلق اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے کل بروز محشر پوچھے گا کہ دنیا سے میرے لئے کیا تحفہ لایا؟ تو میں کہدوں گا مولوی ثناء اللہ پانی پتی کو لایا ہوں۔ آپ کی بہت سی گراں مایہ تصانیف ہیں ۱۲۱۶ھ میں انتقال ہوا۔

(۶۹) شاہ برکت اللہ مارہرویؒ

خاندانی حالات اور بزرگان سلسلہ حضرت سلطان العاشقین سید شاہ برکت اللہ مارہرویؒ اپنے عہد کے قطب وقت اور اعاظم اولیائے ہند سے تھے۔ آپ کا نسب بواسطہ حضرت زید شہیدؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ پہلے آپ کے اجداد میں سے حضرت ابو الفرحؒ ہندوستان تشریف لائے اور وصال کیا اس کے بعد ان کے پوتے حضرت سید محمد صغریؒ عازم ہند ہوئے۔ سلطان التمش نے سید صاحب کی نہایت عزت کی اور انہیں راجہ بلگرام کے مقابلہ پر ایک فوج دے کر بھیج دیا۔ بلگرام فتح ہو گیا تھا تو سلطان نے اسے سید صاحب کو بطور جاگیر عطا کر دیا تھا اور اس کے تمام نوابع بھی دے دیے۔ سید صاحب دہلی واپس جا کر حضرت قطب الاقطاب صاحبؒ کے مرید ہو گئے اور اپنے تمام اعزا کو لے کر بلگرام اپنی جاگیر میں چلے آئے۔ حضرت عبدالواحدؒ کے وقت تک تو سب بلگرام ہی میں رہے۔ مگر ان کے بڑے صاحبزادے سید عبدالجلیلؒ مارہرہ تشریف لے آئے

سید عبدالجلیل قطب بڑے زبردست شیخ گذرے ہیں۔ ۲۰ رجب ۶۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی کے

منتہی تھے۔ اپنے والد گرامی ہی سے خلافت حاصل کی۔ جذبہ عشق الٰہی جو طاری ہوا تو گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور مسلسل بارہ سال تک کوہ و دشت اور صحرا و بیابان میں پھرتے رہے۔ جنگلوں کی سنسان فضاؤں میں سخت سے سخت مجاہدات کیئے کسی کو کوئی علم نہ تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ اور آپ کو بھی کسی کی کیا اپنی ہی خبر نہ تھی۔ اس مدت میں صرف پھلوں اور پتوں پر گذارہ کرتے رہے۔ جنات آآکر برابر سلام کرتے رہتے تھے۔ پھرتے پھراتے آپ مارہرہ سے تین کوس دور ایک مقام اترنجی کھیڑہ میں پہونچے۔ یہ اترنجی کھیڑہ ایک زبردست راجہ بین کا پایہ تخت تھا پرتھی راج کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اس کی اطاعت قبول نہ کرنے پر اس کے خلاف پر شور حملہ کرکے قلعہ کو بارود سے اڑا دیا اور اب تک اسی حالت میں بصورت زمین مرتفع موجود ہے۔ یہیں ایک بزرگ حسین شہید کا مزار ہے جو اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ چنانچہ سید صاحب اسی مزار پر آکر بیٹھ گئے۔ یہیں حضرت خضرؑ نے تشریف لاکر آپ کو شیر برنج کھلائے اور فرمایا کہ آپ مارہرہ کے قطب مقرر کئے گئے ہیں۔ وہاں چلے جایئے۔
اُدھر اسی شب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھری وزیر خاں صاحب زبیری کمبوہ کو خواب میں بشارت دی کہ اترنجی کھیڑہ جا کر ہمارے دوست اور اپنے قطب کو لے آو۔ چنانچہ ۱۰۱۷ھ میں سید صاحب مارہرہ آگئے یہ عہد عہد جہانگیر تھا۔

بلگرام سے اپنی اہلیہ محترمہ کو بھی بلالیا۔ زبیریوں نے مرید ہو کر مسجد و خانقاہ تعمیر کرادی۔ یہاں سید شاہ بدرالدین شاہ ولایت کی دختر سے بھی شادی کرلی اور پورے اکتالیس برس مارہرہ میں مصروف ہدایت خلق رہے۔ دور دور تک شہرہ ہوگیا آخر بچاسی سال کی عمر میں ۸ صفر ۱۰۵۷ھ کو واصل بحق ہوکر اپنی خانقاہ معلٰی میں دفن ہوئے مزار مبارک کو بیلو کا درخت گھیرے ہوئے ہے جس کے پتوں میں عجیب و غریب اثرات ہیں۔ سید صاحب کے فرزند میر سید اویسؒ بھی بہت بزرگ

تھے اور حضرت سلطان العاشقین انہی کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ جو بزرگ باپ کے انتقال کے بعد مارہرہ تشریف لائے۔

علم وفضل اور تصانیف حضرت سلطان العاشقین ۲۹ جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ میں بمقام بلگرام پیدا ہوئے اور آپ کے جد بزرگوار سید عبد الجلیل کے بعد وصال مارہرہ کے قطب اور صاحب ولایت بنے۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل بلگرام ہی میں اپنے والد محترم سے کی اور انہی سے چشتیہ نظامیہ خاندان میں خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اس کے بعد اپنے عم مکرم سید مربی سے سلسلہ عالیہ قادریہ سہروردیہ میں خلافت پائی۔ پھر سید العارفین سید لطف اللہ عرف شاہ لدھا بلگرامی سے خلافت حاصل کی۔

عشق الٰہی غالب تھا۔ ہر دم "ھَلْ مِنْ مَزِیْد" کے نعرے بلند تھے کہ اسی اثنار میں آپ نے حضرت سید فضل اللہ شاہ کا شہرۂ کمال ولایت سُنا۔ چنانچہ کالپی ضلع جالون پہنچے۔ کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر نہ صرف یہ کہ بہت سے فیوض باطنی حاصل کئے۔ بلکہ ان سے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ اور امدادیہ میں خلافت و اجازت حاصل کی اور عارف کامل ہوکر اور مرتبۂ ولایت پر پہنچکر مارہرہ آگئے۔ اور پھر وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ حضرت سید شاہ فضل اللہ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا تھا "دریا بہ دریا پیوست"۔ چلتے وقت "صاحب البرکات" کا خطاب بھی مرحمت ہوا اور حکم دیا کہ "اب آپ مارہرہ جاکر سجادۂ آبائی پر متمکن ہو جیئے اور طالبانِ ایزدی کو راہ دکھائیے۔ معرفت کے سبق پڑھائیے اور کسی طالب کو ہمارے پاس نہ بھیجئے کہ آپ خود پورا عرفان حاصل کر چکے ہیں۔

یہی نہیں کہ آپ تفسیر و حدیث فقہ و معانی ریاضی و منطق اور تاریخ وسیر میں اپنے عہد کے ایک یگانۂ روزگار بزرگ تھے۔ بلکہ ادب و انشار اور

اور شعر و سخن میں بھی بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ بے مثل شاعر تھے۔ فارسی میں عشقی اور ہندی میں ہر بھی تخلص کرتے تھے۔ بھاشا زبان میں جو دیوان ہے اُس کا نام پریم پرکاش ہے دیوان فارسی دیوان عشقی کے نام سے مشہور ہے۔ دونوں دیوان بہت ہر شار و مؤثر و ضخیم ہیں۔ عوارف ہندی۔ رسالہ جواب و سوال۔ ریاض العاشقین۔ بیاض باطن بیاض ظاہر۔ وصیت نامہ۔ رسالہ تکبیر تفسیر سورہ روائح بزبان اردو۔ رسالہ دار ذات۔ اسرار التوحید۔ ارشاد السالکین تحقیق روح۔ رسالہ المقنا۔ رسالہ عقائد صوفیاء اور رسالہ معمول وغیرہ آپ کی گراں مایہ تصانیف ہیں جنہیں مطالعہ کرنے سے آپ کے تبحر علمی کا کسی قدر اندازہ ہو جاتا ہے۔ اعمال و اشغال کے متعلق بھی متعدد مختصر رسائل موجود ہیں۔

مجاہدات و عبادات نواب خیر اندیش خاں زبیری عالمگیری کے فرزند جلیل نواب روح اللہ خاں زبیر آپ کے خلیفہ تھے انھوں نے اپنے والد کے توشہ خانہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات حسنین رضی کے موہائے مبارک اور خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر تبرکات بھی لاکر آپ کے حوالہ کر دیے جس کی سند آثار احمدی میں منفصل موجود ہے۔ اور جن کی زیارت ہر سال عرس کے موقع پر اب بھی عوام و خواص کو کرائی جاتی ہے۔ آپ کے ملبوسات عمامے اور تسبیح وغیرہ بھی ابھی تک محفوظ ہیں۔ آپ کو حضرت غوث اعظم رح سے اویسیہ طریق پر بھی فیضان حاصل ہوا تھا۔

واقفان اسرار کا بیان ہے کہ آپ کی تکمیل حضور غوثیت مآب ہی نے خود کی تھی اور تاج غوثیت بھی آپ کے سر پر حضور ہی نے رکھا تھا۔

آپ مسلسل چھتیس ۳۶ برس تک صائم رہے۔ دن بھر روزے سے رہتے اور شام کو صرف ایک کھجور سے روزہ افطار کرتے۔ تین سال تک تو یہ حالت رہی کہ

شب و روز میں صرف دو تولہ بس غذا تناول فرماتے اور چاولوں کا پانی پیتے۔ جذبات، اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ ہفتوں محویت طاری رہتی اور خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ خانقاہ معلیٰ میں کیا ہو رہا ہے۔ مدت تک رات رات بھر بیدار اور مشغول عبادت رہے۔

معمول تھا کہ ظہر کے بعد تلاوت قرآن فرماتے اور عصر کی اذان ہونے پر اٹھتے نماز فجر سے لے کر اشراق تک وظائف و اوراد میں رہتے۔ چاشت کے وقت مدرسہ میں آتے اور طلبار اور مریدوں کو درس دیتے۔ مغرب کے بعد سے لیکر عشار کے وقت تک بادۂ عرفان کے جام چھلکتے۔ یہ وقت خاص توجہ اور خاص تعلیم کا ہوتا۔ تیس برس کامل اپنے سجادہ سے نہ ہٹے اور مارہرہ چھوڑ کر کہیں تشریف نہ لے گئے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسی مصروف اور مستغرق زندگی میں آپ نے کس طرح اتنی کتابیں تصنیف و تالیف کرلیں۔ کیونکہ فارسی اور بھاشا کے ضخیم دیوان مرتب ہو گئے۔ جن کی ایک ایک غزل کیا ایک ایک شعر عشاق حقیقی کے قلوب میں آگ لگا دینے کے لئے کافی ہے عجیب مطلع انوار ذات تھی۔

قوم گوندل پر بددعا کا اثر۔ مارہرہ کی قطبیت کا تاج جب آپ کے فرق پر چمکایا ہے اور آپ اس مردم خیز مشہور اور متبرک خطہ میں تشریف لائے ہیں تو آپ نے اپنے جدِ بزرگوار حضرت سید عبد الجلیلؒ ہی کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ اس وقت اس خانقاہ کے ارد گرد قوم گوندل کے مکانات تھے۔ چونکہ قصبہ مارہرہ اور اس کے توابع سب کے سب زبیریوں (کنبوہوں) کی جاگیر تھی۔ اس لئے یہ قوم علانیہ تو کوئی شرارت نہ کر سکتی تھی۔ پھر بھی ضلع کا ضلع ہنود سے لبریز تھا۔ تاہم فطری شرارت پسندی کے باعث شر انگیزیوں سے باز نہ آتے تھے۔ سب سے زیادہ یہ کہ اس قوم میں فسق و فجور حد انتہار کو پہنچ گیا تھا خوش حال لوگ

تھے۔ کسی طرح باز نہ آتے۔ خفیہ طریق پر تنگ کرتے رہتے تھے اور باز پرس پر صاف مکر جاتے تھے۔ کچھ مدت تو آپ ان کی زیادتیاں برداشت کرتے رہے۔ کبھی قصبہ کے مقتدر رو سار سے شکایت نہ کی۔ مگر جب ایک دن انہوں نے سفل بھنگ مین اس وقت جبکہ آپ نماز میں مشغول تھے خانقاہ معلیٰ میں پھینکدیا تو عنانِ ضبط ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جلال آگیا اور فرمایا کہ:۔

"یہ جواں مرگ اپنی شرارتوں سے باز ہی نہیں آتے"

ان الفاظ کے ساتھ سے گوندلوں پر نزول آفات کا آغاز ہو گیا۔ مصائب کا دور شروع ہو گیا اور ایک عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ ان میں سے جہاں کسی کی عمر تین سال کی ہوئی مر گیا۔ بہت سے خاندان تو بالکل تباہ ہو گئے۔ آخر شاہ ظہور اللہؒ کو ان کے باپ کے انتقال کے بعد شاہ آل رسول احمدیؒ کے قدموں پر لا کر ڈالا۔ انہی کو دے دیا جب کہیں جا کر ان پر سے یہ بلا ٹلی۔ مگر یہ مفسد قوم آپ کی دعا سے ہو گئی بالکل تباہ۔

حضور غوث اعظمؒ کی ہدایت اسی وقت آپ کو حضور غوث اعظمؒ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم اس قوم کی ہمسائگی چھوڑ دو چنانچہ قصبہ کے باہر آپ نے ایک جگہ مکانات خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی جس کی وجہ سے یہاں آبادی بڑھ گئی اور اس کا نام آپ کے تخلص کی نسبت سے نسیم نگر رکھا گیا اور اب بستی کے نام سے مشہور ہے۔ رفتہ رفتہ آپ کی خانقاہ کی شہرت طول و عرض ہند میں پھیل گئی۔ دور دور سے طالبان حق آنے اور فیض حاصل کر لے گئے اور بہت سے یہیں سے اولیار ہو کر نکلے۔ یہ جدید خانقاہ ۱۱۱۶ھ میں تعمیر ہوئی۔ سلاطین مغلیہ میں سے اورنگ زیبؒ۔ بہادر شاہؒ فرخ سیرؒ جہاندار شاہؒ اور محمد شاہ اپنے نیاز نامے آپ کی خدمت میں بھیجتے رہے۔ آپ کے خلیفہ اول شاہ عبد اللہؒ کہیں دہلی پہنچ گئے محمد شاہ نے بلایا نہ گئے۔ اور آخر وہ خود حاضر ہوا۔ ایک گاؤں اور بہت

سازو نقد نذرانہ بھی دیا۔ آپ کا ان پر سخت عتاب ہوا۔ دوڑے ہوئے آئے معذرت کی۔ فرمایا۔

" مانا کہ تمہاری اپنی خواہش نہ تھی مگر جب بادشاہ کے آنے کی خبر ملی تھی تو وہاں سے چل کیوں نہ دیئے تھے۔ فقیر تو بدقت تمام اللہ کے نام سے تمہارے دلوں کو روشن کرتا ہے اور تم اپنے دل پر محمد شاہ بادشاہ کا نام ثبت کرتے ہو غرض بڑی سفارش سے معاف کیا "

آخر محمد شاہ بادشاہ نے بڑے اصرار و منت سے خانقاہ کے خرچ کے لئے ۱۱۴۹ھ میں چار گاؤں وقف کر دیئے۔

بڑے بڑے اُمراء اور شہزادے آپ کے مرید ہو چکے تھے اور نواب ثابت خاں کولوی۔ نواب نصرت خاں ناظم اکبر آباد اور نواب جمال خاں جیسے اُمراء برابر سعی کرتے رہتے تھے کہ ان کی نذریں قبول ہو جائیں۔ مگر آپ منظور نہ کرتے تھے۔ عام مریدین کو سلسلۂ جدید کالپیہ میں اور اہل خاندان کو سلسلۂ قدیم میں بیعت فرمایا کرتے تھے۔ مارہرہ ایسے مقام پر تھا جہاں سینکڑوں کوس تک اردگرد ہندو آبادی تھی اس لئے تبلیغ و ہدایت کے لئے بزرگوں نے اسے مرکز قرار دیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی سے اسلام کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

نواب غضنفر جنگ فرماں روائے فرخ آباد آپ کی دعا ہی سے اس منصب جلیل پر فائز تھا۔ مرید تھا اور غلامانہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ کی شادی بلگرام میں ہوئی جس سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ میں وصال ہوا۔ مارہرہ میں مزار ہے۔

نواب بنگش اور پچیس گاؤں کا عطیہ

شاہ میم کشمیری المتوفی ۱۱۵۰ھ شاہ شامی، ۲ شاہ عین الحق

چین بیراگی اور کشن داس بیراگی وغیرہ بہت سے خلفاء ہوئے۔ مگر صاحب سجادہ حضرت استاذ المحققین سید آل محمد فرزند اکبرؒ ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی میں فاضل روزگار اور زبردست عارف تھے۔ مجاہدات کی یہ شان تھی کہ اٹھارہ برس کامل ریاضات میں مصروف رہے اور تین برس تک اعتکاف میں بیٹھے رہے جَو کی خشک روٹی سے افطار کرتے۔ سر میں گڑھا پڑگیا تھا اور تالو تک گر گیا تھا نواب نجیب الدولہ۔ نواب علی محمد خاں۔ نواب غازی الدین خاں۔ عماد الملک اور نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ اور شاہان عہد نے ہرچند مساعی کیں کہ انھیں قدم بوسی یا کم از کم نذرانے بھیجنے کی اجازت ہو۔ مگر آپ نے صاف کہدیا کہ فقیر یہیں سے دعا کر رہا ہے۔ آنے کی ضرورت نہیں۔

البتہ نواب احمد خاں غالب جنگ والیٔ فرخ آباد ساختہ پرداختہ اسی سرکار کا تھا۔ اس کے فرماں روا ہونے کا کوئی بعید تر امکان بھی نہ تھا مگر یہ دعا کرانے میں کامیاب ہوگیا اور صد ہزار مایوسیوں کے ہجوم کو چیر کر یہی فرماں روا ہوا۔

اسی احمد خاں غالب جنگ نے ۱۱۸۵ھ میں شاندار درگاہ اور خانقاہ تیار کرائی اور بارہ ہزار گاؤں مخارج خانقاہ کے لئے وقف کئے۔ چار سو روپیہ سالانہ نذر مقرر کیا۔ ۱۱۸۹ھ میں شاہ عالم بادشاہ نے اپنی طرف سے پانچ اور گاؤں نذر میں پیش کئے۔

غرض پچیس گاؤں خانقاہ و درگاہ مارہرہ کے لئے سلاطین و امراء کی طرف سے باوقات مختلف عطا ہوتے اور شاہی مصارف ہی سے عظیم الشان درگاہ تعمیر ہوئی۔ جو اس وقت تک اسی شان کے ساتھ مارہرہ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ احمد خاں والی فرخ آباد تو غلام آستانہ رہا۔ ۱۱۹۶ھ میں وصال ہوا۔ اطراف ہند میں خلفاء پھیلے ہوئے تھے۔

ایک ضیافت میں سو سو قسم کا کھانا

شاہ آل محمد کے بعد حضرت اسد العارفین شاہ حمزہ، صاحب سجادہ ہوئے۔ علم و فضل میں یکتا۔ مایۂ ناز مصنف، عدیم النظیر عارف اور اکابر اولیاء اللہ سے تھے۔ کاشف الاستار جیسی معرکہ آرا اور متبرک کتاب آپ ہی کی تصنیف ہے۔ بڑے بڑے مجاہدات کئے۔ شانِ استغنا کا یہ عالم تھا کہ وہ باوجود قلت اسباب ظاہری وزرائے سلطنت، امرائے حکومت اور نوابان ہندستان تنہا نہیں اپنے تمام خدم و حشم اور فوج و لشکر سمیت قدمبوسی کو مارہرہ آتے۔ ہفتوں نہیں مہینوں مہمان رہتے مگر سب کو روزانہ آستانۂ عالیا سے انواع و اقسام کے طعام و تحائف مرحمت ہوتے۔ لیکن یہ سب اژدہام شاہ آلِ محمدؒ کے عرس میں ہوتا تھا کسی کو باریابی کی اجازت کبھی نہ ملتی تھی۔ درگاہ شریف میں زیارت کرتے اور چلے جاتے۔ ہزارہا مہمانوں کو بلا مبالغہ عرس میں سو قسم کا کھانا تقسیم ہوتا جس میں عوام و خواص کی کوئی تخصیص نہ ہوتی۔ ایک سال تو عرس میں باغات آستانہ کے بیر اور آم تقسیم ہوئے۔ سب کو ایک ایک آم اور ایک ایک بیر ملا جو شمار میں (۲۴۰۰۰) ہوئے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مارہرہ میں بیک وقت کتنی مخلوق جمع ہوتی تھی اور عرس کس شان و اہتمام کے ساتھ ہوتے تھے۔

اس وقت ہندوستان بھر میں اس عرس کی شہرت تھی۔ دور دور تک میدانوں میں اور باغوں میں خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ آخری عہد میں حضرت نے مصارف میں بہت تخفیف کر دی تھی تاہم مہمانو کو پچیس قسم کا کھانا برابر اور ہر سال تقسیم ہوتا رہا۔ عرس کے مواقع پر علماء و مشائخ کا بھی مارہرہ میں بڑا اجتماع ہوتا تھا۔

کاسگنج کی آبادی کا حکم

بلاشبہ عرس میں ہزاروں نہیں لاکھوں ہی روپیہ خرچ

ہوتا تھا جس میں لبطور فتوح کے ایک پائی نہ ہوتی تھی۔ سلاطین اور امرا تک سو سو قسم کے کھانوں اور لاکھ دو لاکھ کے ہجوم کو دیکھ کر متحیر رہ جاتے تھے پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ اتنے مصارف کے لئے کہاں سے خزانے آجاتے تھے۔ یہ سب حضرت شاہ حمزہؒ کی کرامت تھی کہ بوریہ اٹھا اٹھا کر خدام کو خرچ کے لئے جو مانگتے دیتے چلے جاتے تھے۔ یہ تمام مستند حالات ہیں جو خاندان برکاتیہ کی قلمی اور مطبوعہ کتابوں میں ثقات نے لکھے ہیں اور جنہیں ہم اپنے بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ ہمارے اجداد اور اہل برادری سب اسی آستانہ عالیہ کے غلام و مرید رہے ہیں۔

دنیا کو شاید علم نہ ہو کہ وہ کاسگنج جو آج جنگشن اور ایک مشہور تجارتی مرکز اور پر رونق قصبہ ہے اور جس میں تین چوتھائی ہنود آباد ہیں۔ اسے حضرت ہی حکم سے ایک مرید و خادم سردار یاقوت خاں نے آباد کیا تھا کہ پہلے یہ ایک صحرائے ویران اور رہزنوں کا مامن تھا۔ ضلع ایٹہ کے اندر پٹیالی، بہادر گنج ڈنڈواڑہ اور جلیسر وغیرہ میں جو اسلام پھیلا وہ آپ اور آپ کے خلفاء ہی کی مساعی مشکور کا ثمرہ ہے۔ اشاعتِ اسلام اور اصلاح مسلمین کے لئے آپ کی مساعی وقف تھیں۔ دس برس کی عمر سے تہجد کی نماز جو شروع کی روز وصال تک ناغہ نہ ہوئی۔ طبیب بھی کامل تھے۔ ۱۱۹۸ھ میں وصال ہوا۔

پیر لاکھوں میں مرید کو پہچان لیتا ہے

حضرت شمس الدین شاہ آل احمد اچھے میاں صاحبؒ نے اپنے پدر بزرگوار شاہ حمزہ صاحبؒ ہی سے خلافت پائی اور سجادہ نشین ہوئے تو یہ حالت تھی کہ خلفاء و مریدین کی تعداد حد و شمار سے زائد ہو گئی تھی۔ عرب مصر، شام، فارس اور روم تک سے طالب آتے اور فیض پا کر اور کامل ہو کر واپس جاتے۔ حضور غوث اعظمؒ سے بطریق اویسیہ خاص طور پر

فیضان پایا تھا۔ درحقیقت محبوبیت کے درجہ رفیع پر فائز تھے۔ کرامات و تصرفات میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں بے ہمتا تھے۔ بدایوں میں آج بھی جو سب سے بڑا سجادہ ہے اور قادری سلسلہ کا دریا بہارہا ہے وہ آپ ہی کی نگاہ کرم کا ایک کرشمہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ :۔

بدایوں تو ہماری جاگیر ہے جو ہمیں حضور غوث اعظمؒ سے عطا ہوئی ہے۔ یہاں مریدوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق سر سلسلہ قادری بدایونیؒ آپ ہی کے خلیفہ تھے۔

صاحب گلشن ابرار بھی آپ ہی کے خلیفہ تھے۔ ایک دفعہ عرس میں خیال ہوا کہ سرکار سے روزانہ ہزارہا مرید ہوتے ہیں بھلا کیا یاد ہوگا کہ میں بھی آپ کا مرید ہوں۔ سامنے ہو گئے تو قریب بلایا اور خیریت دریافت کر کے پوچھا کہ میاں تمہارے ہاں سینکڑوں مویشی ایک ساتھ جنگل میں چرتے ہوں گے بتاؤ تو ان میں تم اپنا جانور کیونکر پہچان لیتے ہو پھر جس طرح تم اپنا پرایا پہچان لیتے ہو اسی طرح فقیر بھی اپنے گلے کو پہچان لیتا ہے کہ ان کے گلے میں محبت کی ایک ڈوری بندھی ہے آپ طبیب بھی کامل تھے اور فارسی اور بھاشا کے شاعر بھی تھے۔ معمولی پتیوں اور بوٹیوں سے علاج کرتے تھے لکھنؤ۔ دہلی داغستان۔ جھجر۔ رامپور۔ بجنور شاہجہاں پور۔ بریلی اور پنجاب تک میں آپ کے خلفاء پھیلے ہوئے تھے۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ میں انتقال ہوا۔

ایک لمحہ میں ۲۰ بیس سال گذر گئے اس سلسلہ عالیہ قادریہ کے آخری ممتاز بزرگ اور خاتم الاکابر سید شاہ آل رسولؒ تھے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ میں انتقال ہوا حضرت اچھے میاںؒ کے خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ علوم ظاہری و باطنی اور طب اور بھاشا کے ماہر تھے۔ نماز باجماعت پڑھتے تہجد کی نماز بھی قضا نہ ہوتی نہایت

کریم النفس اور عیب پوش تھے۔ ایک مرتبہ مفتی علی الحسن بلگرامیؒ نے جن کا مکاشفہ بہت بڑھا ہوا تھا جماعت میں شریک ہوکر نیت توڑ دی اور سلام کے بعد امام صاحب سے کہا کہ "مردِ خدا نماز میں بازار جانے اور سودا خریدنے کی کیا ضرورت داعی ہوئی تھی۔ ہم کہاں کہاں تمہارے پیچھے پریشان پھریں۔

حضرت نے مفتی صاحب پر سخت عتاب کیا اور فرمایا کہ یا تو آپ خود ہی نماز پڑھائیں یا امام صاحب کے ساتھ ساتھ پھریں اور شریعت سے استہزا نہ کریں۔ آپ کو خود تو نماز میں حضورِ قلب حاصل نہیں دوسرے پر اعتراض کرتے ہو۔ تمہیں حضوری ہوتی تو دوسرے پر نظر ہی نہ جاتی۔ ایک بدایونی صاحب کہ مریدِ خاص تھے سوچنے لگے کہ معراج چند لمحوں میں کس طرح ہوگئی۔ آپ وضو کر رہے تھے فرمایا میاں ذرا اندر سے تولیہ اٹھا لاؤ۔ اندر گئے تو ایک کھڑکی نظر آئی۔ دیکھا پُرفضا باغ ہے۔ اتر گئے۔ سیر کرتے ایک عظیم الشان شہر میں پہنچ گئے۔ کاروبار شروع کر دیا۔ شادی کی۔ اولاد ہوئی بیس برس گذر گئے۔ یک بیک حضرت کی آواز سنی گھبرا کر کھڑکی میں آئے۔ تولیہ لئے ہوئے دوڑے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ہنوز قطرات آب چہرۂ مبارک پر موجود ہیں۔ وہیں بیٹھے ہیں۔ دست مبارک تر ہیں ششدر رہ اور انتہائی ششدر رہتے۔ آپ نے تبسم کیا اور فرمایا کہ میاں وہاں بیس برس رہے شادی بھی کی اور یہاں ابھی وضو خشک نہیں ہوا۔ اب تو معراج کی حقیقت کو سمجھ گئے۔

مکاشفہ سے بہت ہی کام لیتے۔ لوگ مصنوعی ضروریات جتا کر جب چاہتے روپیہ مانگ لے جاتے جو حاجتمند آتا اس کی حاجت روائی کرتے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ اپنے کپڑے تک اتار کر دیدیئے ہیں۔ چور بدمعاش مسافروں کی صورت میں آتے اور روپے لوا کر چل دیتے۔ بی بی صاحبہ عرض کیا کرتیں کہ آپ ولی ہیں سب کو ولی سمجھتے ہیں۔ ذرا تو احتیاط کیجئے۔ مگر آپ خود گھر میں جا کر بستر ڈھونڈتے

اور ضروریات کی اشیاء لاکر دیدیتے۔ حاجی رضا خاں صاحب۔ مارہروی نے بعد فراغ حج مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مہاجرؒ سے بیعت کی استدعا کی۔ فرمایا تم نے شاہ آل رسول صاحبؒ ہی سے بیعت کیوں نہ کرلی وہ تو اب تک ہمارے ساتھ تھے۔ مارہرہ آکر ذکر کیا تو فرمایا میاں انھیں شبہ ہوا ہوگا۔ میں تو اب تک سجادہ چھوڑ کر نہیں گیا۔ عرض کی کہ حضرت وہ تو بہت متقی بزرگ ہیں فرمایا اچھا مرید ہوجاؤ۔ اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

خادم رات کو پاؤں داب رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا غائب ہیں اِدھر اُدھر دیکھا۔ چند لمحوں کے بعد پھر موجود ہو گئے۔ یہ تھی بزرگی۔

نکات و تعلیمات سلسلۂ عالیہ کی برکات کرامات اور تصرفات و تعلیمات لکھنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ تاہم چند نکات ہم پیش کرتے ہیں۔ فرمایا راہ سلوک میں ادب۔ محبت ترک رعونت ایک لازمی امر ہے فرمایا علماء، فقراء و سالکین کی تعظیم کی پوری سعی کرتے رہو۔ اور جو خشک و تر میسر ہو پوری تواضع کے ساتھ سامنے رکھدو۔ قبول کرلیں تو بہتر نہ کریں تو تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ فاتحہ و نیاز میں ہرگز تکلف نہ برتیں کہ شرع میں تکلف روا نہیں اور صرف سوا یا بتاشوں پر فاتحہ دلانے پر اکتفا کریں۔ مردمان اہل زمانہ کہ نہ اہل دین اند در حقیقت اہل کین اند۔ اگر دینداراں بودندے شفقت باہمی کردندے و راہ نفاق نہ ورزیدندے بلکہ بہ اتفاق بودندے۔ فرمایا بہ چرب زبانی شیریں لسانی کسے فریفتہ نہ شوند۔

فرمایا درویش کا ظاہر تو ابوحنیفہؒ کی مانند ہونا چاہئے اور باطن مثل منصورؒ

فرمایا یہ دعا با بیگانہ نہ خویش لے ہر دم من جھونپڑ دنت اٹھ کری رار"

فرمایا کہ دنیا گذشتنی و گذر اشتنی لہٰذا با ہمہ کس بہ آشتی است۔ اگر کسے از اہل او تعالیٰ بہ نظر آید دست شما و دامن او۔ کیں دریں زماں "اہلیت مفقود و جہلیت موجود" لہٰذا ہوشیار باید زیست۔ فرمایا ہر حالت

میں ہمت بلند، دل قوی اور امید صادق رکھنی چاہیے تاکہ ظہور دولت اس جگہ سے ہو جہاں عقلاء کی عقلوں کی بھی رسائی نہیں۔

ایک روز حضرت شاہ حمزہ صاحبؒ کو خیال ہوا کہ ہر چند سیادت مسلّم و مشہور ہے۔ لیکن کچھ یقینی وثوق نہیں۔ دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس سنگی چوکھٹ کے دونوں بازو تھامے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم ہمارے بیٹے ہو اور پیارے ہو۔ وقت رحلت لوگوں نے حضرت شاہ آل رسول سے استدعا کی کہ کچھ وصیت فرمائیے۔ بہت اصرار پر فرمایا۔

"مجبور کرتے ہو تو لکھ لو۔ یہ ہمارا وصیت نامہ ہے

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ بس یہی کافی ہے اور اس میں دین و دنیا کی فلاح ہے"

(۷) حضرت سرمد شہید رح

حضرت سرمد شہیدؒ ارض ہند کے ایک نہایت عظمت و جلالت شان جلیل القدر اور گراں مایہ بزرگ ہیں۔ جنھوں نے عہد عالمگیر میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر عالمگیر شہرت حاصل کی اور مرجع خلائق بنے رہے۔ آپ کا شمار ان بزرگ عارفین میں ہے جن کے اسمائے گرامی سے خاکدان ہند کا چپہ چپہ واقف ہے اور جن کے حالات اور جن کی مؤثر رباعیاں ہر پڑھے لکھے فرزند توحید کی زبان پر ہیں۔

جن اولیائے کرام کے اسمار ہندوستان کی سرحدیں عبور کر کے ممالک غیر تک پہنچ چکے ہیں اور جن کی شہرت پوری اسلامی دنیا میں مصروف رقص ہے ان میں اور ان کی نورانی فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی بحروف جلی لکھا ہوا ہے۔

خاندانی حالات آپ کے آباؤ اجداد سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور سواحل شام کے رہنے والے تھے۔ ان کا مذہب صیہونیت

والدین بھی یہودی تھے۔ یہودیت ہی کے آغوش میں آپ نے آنکھ کھولی اور یہودیت ہی کی فضا میں آپ پل بڑھ کر جوان ہوئے۔

یہود تقریباً ہر زمانہ میں ایک دولت مند اور تجارت پیشہ قوم رہے ہیں۔ تجارت ان کی فطرت میں داخل ہو چکی ہے۔ عہد عتیق سے یہ قوم تجارت اور مہاجنی میں نمایاں رہی ہے۔ آپ کے خاندان میں بھی تجارت ہوتی تھی۔ آپ نے بھی ہوش سنبھالا اور کاروباری مشاغل میں مشغول ہو گئے۔ بڑے پیمانہ پر خرید فروخت کرنے لگے دور دور جاتے اور کثیر دولت پیدا کرتے۔

قبولیت اسلام اسی اثنار میں خدا جانے کہ خدائے قدوس کو آپ کا کونسا عمل پسند آگیا۔ شاید یہ ادا بھا گئی کہ یہودی ہونے کے باوجود آپ تجارت کرتے اور نہایت دیانتداری سے کرتے تھے اور خاص امر یہ کہ اپنی دولت اور اپنے روپے سے حتی الامکان غربا اور فقرار کو بھی فائدہ پہنچاتے تھے۔ ایک روز اتفاق سے کسی بزرگ کو فضائل اسلام پر وعظ کہتے سن لیا۔ سنتے ہی قلب کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ یہودیت کی ظلمت سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آکھڑے ہوئے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے۔ خاندان کی طرف سے مخالفت ہوئی۔ مگر آپ نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔

کاروباری مشاغل اسلام لانے کے بعد آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہو گئے اور امر و نواہی قرآن کی بھی حتی المقدور پابندی کرتے رہے اور ساتھ ہی اپنا کاروبار جاری رکھا۔ اس عہد میں ریلوے لائن تو ضرور نہ تھی اور نہ نقل و حرکت کے وسائل اتنے سہل الحصول اور سہل العمل تھے۔ تاہم اور تمام آسانیاں حاصل تھیں۔ اتنی کہ جن پر دور حاضر کے بڑے بڑے تاجر بھی رشک کی نظریں ڈال سکتے تھے۔ تمام ایشیاء میں یہ

رونق اور آباد سڑکوں کے جال بچھے ہوئے تھے جن کے دورویہ پرمیوہ اور سایہ دار درخت نصب ہوتے تھے۔

ہر منزل پر مسافروں اور قافلوں کے قیام کے لئے عظیم الشان بنی ہوئی تھیں جن میں جملہ سامان آسائش فراہم ہوتے تھے۔ تجارتی قافلے برابر گھومتے اور خرید فروخت کرتے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں میل نکل جاتے اور بیش از بیش نفع حاصل کرتے تھے۔ جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اسلامی فرماں روا تاجروں کی بڑی عزت و قعت کرتے تھے۔ ہر شہر کے والیوں کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ وہ تاجروں کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی میں سرگرم رہیں۔ چنانچہ جہاں جاتے تھے ان کی عزت ہوتی تھی۔ ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے تھے۔ اور دستور ایک اخلاقی فریضہ کی حیثیت اختیار کر گیا تھا کہ عمائدین شہر باہر سے آنے والوں تاجروں کی ضیافتیں بھی کریں۔ ان کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک کریں ان کی آسائش کی کفیل بنیں۔ انھیں اپنا مہمان بنائیں اور ان کا مال خریدیں۔

اگر شاذ و نادر ایسا ہوتا کہ کسی تاجر کا مال فروخت نہ ہوتا تو والی اور حاکم شہر کا فرض ہوتا کہ وہ خود اس کا مال خرید لے۔ بہرکیف اس سرکاری سرپرستی نے تجارت کو بے حد ترقی عطا کر دی تھی اور اس عہد میں یہ پیشہ نہایت شریف اور یقینی فائدہ کا پیشہ سمجھا جاتا تھا اور تجارت دولت کا پیش خیمہ سمجھی جانے لگی تھی۔

عشق مجازی عشق حقیقی بن گیا

حضرت سرمد شہید تو خاندانی اور تجربہ کار تاجر تھے۔ اسی سلسلۂ تجارت میں گھومتے اور خرید و فروخت کرتے ہوئے ہندوستان کے ایک بندرگاہ ٹھٹھ میں پہونچ گئے جو اس عہد میں سندھ کا ایک عظیم الشان اور پررونق شہر تھا اور اس پر اسلامی پھریرا اڑ رہا تھا۔

یہاں کچھ عرصہ رہے کامیابی کے ساتھ خرید و فروخت کی کہ یکایک

ایک روز ایک ہندو کے ایک خوبصورت بچہ پر نظر پڑ گئی۔ ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ قلب کی دنیا میں آگ لگی اور ایسی لگی کہ جو تھا جل گیا اور ویران ہو کر رہ گیا۔ "مہمان عزیز" کو اپنے مقام کے لیے ٹوٹا اور اجڑا ہوا گھر ہی پسند خاطر ہوتا ہے۔ بخت بلند تھا۔ یک بیک انوار الٰہی چمک اٹھے اور عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ بن گیا۔ اب عشق عشق نہ تھا بلکہ سحر حلال تھا۔ وہ لڑکا بھی متاثر ہو گیا۔ اتنا کہ اپنا گھر بار عیش و آرام اور دولت و زر چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو لیا اس کے والدین اور اہل خاندان نے بہتیری سعی و جہد کی مگر اس نے ایک نہ سنی اور وہ سب کچھ چھوڑ کر اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر آپ کے ساتھ ہو لیا۔ اور دونوں عاشق و مجذوب دہلی پہونچ کر حضرت ہرے بھرے صاحب کے مرید ہو گئے

جذب و استغراق اور عریانی

حضرت سرمد شہیدؒ پر جذب کی کیفیت ٹھٹھہ ہی میں طاری ہو چکی تھی۔ زمین ہر طرح تیار تھی۔ تخم ڈالنے یا ایک نظر کی ضرورت تھی، وہ یہاں پڑ گئی۔ آن کی آن میں کچھ بن گئے کہیں سے کہیں پہونچ گئے جذب و استغراق کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ سر تن کا ہوش نہ تھا۔ لباس مجازی کو خیرباد کہہ کر لباس فطری میں برہنہ رہنے لگے۔ ننگ دھڑنگ پھر رہے تھے۔ خوب صورت لڑکا ساتھ ہے۔ جذب کا عالم طاری ہے۔ شاہجہاں صاحب قِراں کا زمانہ ہے۔ بہت شہرہ ہوا تو ایک رز حاکم نے اس لڑکے کو پکڑ بلایا اور اس کے کوڑے لگائے کہ تو اس مجذوب کے ساتھ نہ رہ کہ عوام کی اشتباہی نگاہیں پڑ رہی ہیں۔ پھر آپ کو بلایا دھمکایا آپ نے دلیرانہ کہا کہ تو ظاہر بیں کیا سمجھتا ہے۔

وہ کوڑے تو نے اس کے نہیں مارے۔ میرے مارے ہیں۔ عدالت میں لباس پہنا کر بلائے گئے تھے۔ آپ نے ثبوت میں اپنی پشت کھول کر دکھا دی اور فرمایا کہ دیکھ لے۔ ان کوڑوں کے نشانات میری پشت پر بجنسہ موجود ہیں اور یہ اس

اس کا ثبوت ہے کہ وہ اور میں ایک ہوں۔

ہر دل عزیزی اور رجوع خلائق :- واقعہ آپ کی شہرت کمال کا باعث بن گیا۔ شہزادہ دارا شکوہ آپ کا معتقد بن گیا اور آپ کی صحبت میں رہنے لگا۔

اب تو ایک مخلوق تھی کہ ٹوٹی پڑتی تھی۔ رفتہ رفتہ پوری دہلی آپ کے حلقۂ اعتقاد میں شامل ہو گئی۔ ہمہ وقت ہجوم رہنے لگا۔ لاکھوں انسان بندۂ بے دام بن گئے اور اورنگ زیبؒ شہزادۂ دارا شکوہ کے اس عقیدت کو خطرے سے دیکھتا ہوا دکن میں مامور ہو گیا سال پہ سال گذرتے چلے گئے شدت برابر بڑھتی چلی گئی۔ اور دہلی میں آپ کا طوطی بولنے لگا۔ صاحب کمال بزرگ تھے۔ کرامات بھی بکثرت صادر ہوتی تھیں۔ دور دور سے ایک مخلوق تھی جو زیارت کے لئے چلی آتی تھی۔

آپ اسی عالم میں بالکل برہنہ جامع مسجد کے سامنے پڑے رہتے تھے اور ایک بے پناہ ہجوم آپ کو گھیرے رہتا تھا۔ بعض اوقات آپ غائب ہو جاتے تھے اور پھر نمودار ہوتے تھے

عنایت خاں کوتوال کی تفتیش :- ایک دفعہ شاہزادہ دارا شکوہ کی ترغیب سے شاہجہاں نے تفتیش کے لئے عنایت خاں کوتوال کو مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ جا کر تحقیقات کرو کہ یہ فقیر کس مرتبہ کا انسان ہے اور آیا واقعی یہ اس قابل ہے کہ اس کی زیارت کی جائے اور اس کی جیسی کہ شہرت سنی جاتی ہے ویسا ہے بھی یا نہیں؟ چنانچہ عنایت خاں تفتیش کے لئے نکلا۔ یا تو آپ علانیہ جامع مسجد کے سامنے پڑے رہتے تھے۔ یا یہ حالت ہوئی کہ عنایت خاں نے ہر چند جستجو کی ہر جگہ تلاش کی پتہ پتہ چھان مارا پر ناکام رہا۔ ہفتے گذر گئے۔ لیکن آپ کا پتہ نہ پتہ ٹھکانہ چلا۔ اور جب تفتیش ختم کی تو پھر وہیں موجود تھے۔ غرض کہ کوتوال اور کوتوالی کے سپاہیوں اور ہر شخص نے

ممکن سعی پر بھی آپ کا پتہ نہ چلا۔

حضرت سرمدؒ دربار شاہجہانی میں ایک روز جب آپ نے دیکھا کہ لوگ تلاش کرکے تھک گئے تو آپ خود دربار شاہجہانی میں جا پہونچے۔ شاہجہاں بھی بڑا فقہ پرست اور دیندار بادشاہ گذرا ہے۔ اس نے آپ سے کہا کہ مجھے آپ کی روحانی کمالات کا علم ہے۔ آپ کی عظمت و کرامت کا معترف ہوں۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے سب کچھ جانتے ہوئے اور سمجھتے ہوئے یہ خلاف شریعت وضع کیوں اختیار کی ہے۔ اور آپ کیوں برہنہ تن اور ننگے رہتے ہیں اور لوگوں کو اعتراض کا موقع دیتے ہیں۔ شریعت کا احترام تو ہر مسلمان پر لازم ہے۔

اس وقت آپ نے شاہجہاں کے سامنے یہ شعر پڑھا

برسرمدِ برہنہ کرامات تہمت است
کشفے کہ ظاہر است ازاں کشف عورت است

بادشاہ نے فرمایا کہ "بیک گز کرپاس دہن خلق تواند دوخت" کچھ بھی ہو۔ آپ نے نہ شاہ جہاں کے کہنے کی پرواہ کی اور نہ علماء کے اعتراض کو درخور اعتنا سمجھا۔

حضرت سرمدؒ دربار عالمگیری میں اسی عالم میں ایک زمانہ گذر گیا بڑے بڑے انقلاب ہوگئے شاہجہاں بھی نظر بند ہوگیا اور اورنگ زیب سریر آرائے حکومت ہوا۔ اس نے ایک مرتبہ حضرت سرمدؒ کو دربار میں طلب کیا۔ اور فرمایا کہ تمہیں اس طرح شاہراہ عام پر برہنہ وعریاں نہیں رہنا چاہیے کہ ہزارہا نگاہیں تمہاری بے ستری پر پڑکر جھک جاتی ہیں۔ یہ بہت بڑی بے حیائی ہے۔ شریعت مصطفویؐ کے قطعاً مغائر ہے میں اسے ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ عہد کرو کہ آئندہ تم کپڑوں میں ملبوس رہوگے۔ حضرت سرمد شہیدؒ دلیرانہ سامنے کھڑے رہے اور

جواب میں آپ نے صرف یہ ایک رباعی پڑھ دی ؎

آں کس کہ ترا سریر سلطانی داد   مارا ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید   بے عیباں را لباس عریانی داد

بڑے نکتہ کی بات کہہ گئے تھے۔ ایک لطیف چوٹ بھی تھی۔ اورنگ خاموش ہو گیا اورنگ زیبؒ شریعت کا پابند بھی تھا اور محافظ و پاسبان بھی۔ ساتھ ہی حضرتؒ کے مرتبہ سے بھی واقف تھا۔ وہ بظاہر بے راہ روی کا متحمل نہ ہو سکتا تھا۔ بار بار کوشش کرتا تھا۔ بعد کو پھر کچھ دنوں بعد ملا عبدالقوی کو آپ کے پاس بھیجا۔ جنہوں نے بادشاہ کے اشارہ سے آپ کو سامنے بلا کر سوال کیا کہ :۔ سرمد اچرا عریاں می باشی؟ آپ اس سوال کا مختصر جواب دیکر خاموش ہو گئے : "شیطان قوی است"

شاہزادی زیب النساء اور حضرت سرمدؒ

سرمدؒ کی شہرت ہر کہ دمہ کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ شاہزادے اور شاہزادیاں تک آپ کی معتقد تھیں مرجع خلائق بنے ہوتے تھے۔

ایک دفعہ شاہزادی زیب النساء بیگم کی سواری کہیں جارہی تھی دور سے دیکھا کہ جنگل میں ایک طرف کو کوئی فقیر بیٹھا ہوا ہے۔ پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضور یہ سرمد ہیں۔ شاہزادی کے دل میں شرف نیاز حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا قریب آ گئی۔ دیکھا کہ بے خیالی میں تنہا بیٹھے ہوئے کچھ گھروندے بنا رہے ہیں مٹی کے چھوٹے چھوٹے گھر ہیں جن میں کنگورے بھی بنے ہوئے ہیں۔ کچھ دیر کھڑی غور سے دیکھتی رہی۔ اس کے بعد پوچھا سرمد چہ میکنی؟ فرمایا "قصر خلد می سازم" پوچھا "برائے فروخت می سازی؟" فرمایا "بلے" پوچھا بچہ قیمت خواہی فروخت یک قصر؟" فرمایا "بیک سلفہ تمباکو"

شاہزادی نے فوراً سوار دوڑا کر ایک سلفہ منگوایا اور نذر کیا حضرت

سرمدؒ نے سلفہ لے لیا اور ایک گھروندے کے گرد انگلی سے حلقہ کھینچکر اس کے برابر لکھدیا کہ "من ایں قصر خلد بنام شاہزادی زیب النساء بیگم سلفہ فروخت کردم"

ایک سلفہ میں قصر خلد کی فروخت

اس کے بعد ہاتھ مار کر وہ تمام گھروندے مٹا دیے۔ اور مجذوبانہ ایک طرف بھاگ کھڑے ہوئے شاہزادی بھی واپس چلی آئی اور محل میں آگئی اسی شب کو کوئی تین بجے کے وقت چوبداروں نے آکر شاہزادی زیب النساء بیگم کے محل پر دستک دی اور بیدار کرایا۔ شاہزادی گھبرا کر اٹھی پوچھا کیا معاملہ ہے؟ عرض کی کہ جہاں پناہ بلا رہے ہیں۔ طلبی کا فرمان صادر ہوا ہے بلانا اور پھر جہاں پناہ کا بلانا۔ وہ بھی ایسے نا وقت اور چوبداروں کے ذریعے۔ شاہزادی کے حواس جاتے رہے کہ خدا معلوم کیا واقعہ ہے کیا صورت پیش آئی؟ کسی نے شکایت کی؟ کسی بغاوت میں متہم ہوئی؟ بادشاہوں کا بلانا اور اس طرح اچانک بلانا واقعی معمولی بات نہیں ہوتی۔ بڑی خطرناک اور خوف کی چیز ہوتی ہے۔ اضطراب ہونا ہی چاہیئے تھا لرزتی ہوئی پہنچی۔ اورنگ زیبؒ تہجد میں مشغول تھے۔ دست بستہ مؤدب کھڑی رہی۔ سلام پھیر کر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ آج تم نے کوئی خرید و فروخت کی ہے؟ شاہزادی کا ذہن بھی حضرت سرمدؒ کے معاملہ کی طرف منتقل نہ ہوا کہ بہت معمولی بات تھی۔ ایک مجذوبانہ کھیل تھا۔ اورنگ زیبؒ بھی سمجھ گیا۔ اور فرمایا کہ کوئی "قصر خلد" خریدا ہے؟ اب شاہزادی کو احساس ہوا لیکن ساتھ ہی خوف بھی طاری ہو گیا کہ علم تھا جہاں پناہ سرمدؒ کے مخالف ہیں۔ خاموش کھڑی تھی زبان یاری نہ کرتی تھی۔ منہ سے کچھ نہ نکلتا تھا۔ اورنگ زیبؒ نے فرمایا "نہیں نہیں لخت جگر بولو۔ ڈرو مت واقعہ

بیان کروں میں خواب میں وہ قصر دیکھ آیا ہوں جس پر ثبت تھا کہ شاہزادی زیب النساء کے ہاتھ ایک اسلفہ میں خریدا گیا ہے۔ میں نے اندر جانے کی سعی کی مگر کسی نے داخل نہ ہونے دیا۔"

شاہزادی نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ فرمایا ٹھیک ہے

کشف و کرامات کی دھوم

صبح ہی خود اورنگ اٹھ کر سرمدؒ کی طرف گیا۔ نہی الفاظ کہے۔ فرمایا اورنگ زیب جا۔ یہ خرید فروخت روز نہیں ہوا کرتی۔ ہماری اپنی چیز تھی۔ ہم نے جس کے ہاتھ چاہی فروخت کر دی۔ دل چاہیگا پھر فروخت شروع کروں گا۔ کئی بار اورنگ زیب گیا۔ مگر وہ بات حاصل نہ ہوئی۔ لیکن اب عظمت کا معترف ہو چکا تھا۔

اسی طرح ایک دفعہ جامع مسجد میں لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ لوگوں نے زبردستی پکڑ کر اور کپڑے پہنا کر جماعت میں کھڑا کر دیا تھا۔ دوسری رکعت میں نیت توڑ کر چلا اٹھے کہ جو امام کی نیت وہ میرے پاؤں کے نیچے" اس جماعت میں اورنگ زیب بھی شامل تھے۔ لوگ گھبرا اٹھے پوچھا یہ کیا حرکت تھی۔ فرمایا۔ ایسے امام کے پیچھے کیا نماز پڑھوں جسے حضور قلب حاصل نہ ہو اور جو یہ خیال کرتا ہو کہ آج بادشاہ جماعت میں شامل ہے اچھی طرح نماز پڑھاؤں گا تو انعام میں بہت دولت ملے گی۔ حالانکہ یہ دولت تو میرے قدموں کے نیچے تھی۔ بادشاہ غضب ناک ہو رہا تھا۔ تصدیق کے لئے وہ جگہ کھدوائی تو واقعی وہاں ایک بہت بڑا خزانہ برآمد ہوا۔ امام شرمندہ ہوا۔ اور نگ زیب خاموش رہ گیا اور آپ کی کرامت و کشف کی دھوم مچ گئی

حضرت سرمدؒ کی شہادت

آپ منازل باطنی سرعت کے ساتھ طے کر رہے تھے۔ فضائے لاہوت اور ہاہوت میں بلند پرواز کر رہے تھے۔ جذب بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ نوبت یہاں تک

پہونچی کہ آپ "من خدایم۔ من خدایم من خدا" کے نعرے لگانے لگے۔ کلمہ شریف میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھنا ترک کر دیا۔ علماء کے حلقے میں ایک شور مچ گیا۔ بظاہر واقعی یہ ایک بڑا فتنہ تھا۔ اورنگ زیب سب کچھ جانتا تھا سب کچھ سمجھتا تھا۔ مگر یہ خیال تھا کہ اس سے عوام گمراہ ہو جائینگے۔ شریعت میں رخنہ پڑ جائے گا۔ بہت سمجھایا۔ مگر اورنگ زیب کی کسی نصیحت کا کوئی اثر سرمدؒ پر نہ ہوا۔ آخر گرفتار کر لئے گئے مقدمہ چلا۔ کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے بعد کیا ہے؟ فرمایا کچھ نہیں۔ اللہ ہی اللہ ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہرگز نہ کہا۔ علماء نے ارتداد اور رسالت کے عدم تسلیم کا فتوٰی دے کر قتل کا حکم صادر کر دیا اور چنانچہ آپ کا سر قلم کر لیا۔

مقتل میں پہونچے ہیں تو آپ نے فرمایا ؎

سر جدا کرد از تنم شوخیکہ با ما یار بود　　قصہ کوتاہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود

لکھا ہے کہ جونہی آپ کا سر کٹ کر گرا ہے۔ آپ نے دوڑ کر اسے اٹھا لیا اور ہتھیلی پر رکھے ہوئے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھتے چلے گئے۔ خلقت کا ایک بے پناہ ہجوم آپ کے پیچھے تھا۔ اندر سے آپ کے مرشد گرامی حضرت ہرے بھرے صاحبؒ تشریف لا رہے تھے۔ پوچھا سرمد! یہ کیا کر رہے؟ عرض کی دربار نبوّت میں اورنگ زیب کی شکایت و فریاد کرنے جا رہا ہوں۔ فرمایا میں بھی وہیں سے چلا آ رہا ہوں۔ اورنگ زیب کو بیٹھا چھوڑ آیا ہوں۔ اب تم وہاں جا کر کیا کرو گے۔ اس نے میرے سامنے عرض کیا کہ حضورؐ کی شریعت کے احترام میں میں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ ورنہ مجھے اس کے رتبہ و عظمت کا احترام تھا۔ اتنا سن کر حضرتؒ نے سر پھینک دیا اور گر پڑے۔ یہ واقعہ ۱۰۷۲ھ میں ہوا۔

زیر جامع مسجد بجانب شرق دفن ہوئے۔ دہلی اس روز ماتم کدہ بنی ہوئی تھی ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ یہ عالم تھا کہ اگر اس دن اورنگ زیب

کے سوا اور کوئی فرمانروا ہوتا تو یقیناً بغاوت ہو جاتی اور قتل کر دیا جاتا یہ اسی کی قدرت تھی جو امن قائم رکھ سکا مزار کا رنگ بھی سرخ ہے۔ آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

ان حالات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت سرمدؒ کس پایہ کے بزرگ گذرے ہیں۔ اور نیز یہ ہے کہ خود اورنگ زیب کا مرتبہ روحانی اعتبار سے کتنا بلند تھا۔

نبیوں کے قصے سب سے زیادہ مستند قصص الانبیا جس میں اسرائیلی قصوں کا دخل نہیں اب میں حضرت آدم سے رسول پاک تک ۲۷ انبیا کے اتنے ہی حالات ہیں جتنے قرآن شریف اور احادیث میں ملے اس لئے یہ مستند قصص ہیں دو سو صفحات مجلد بارہ آنے

رحمت دو عالم سید الانبیا افضل البشر رسول مکرم کے آسان اردو میں پورے حالات کہ بچے اور عورتیں بہت آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکیں عرب کی تاریخ اور پیدائش رسول پاک سے لے کر وفات تک سنہ وار حالات ہیں دو سو صفحات مجلد بارہ آنے

آمنہ کا لال عورتوں کے لئے مخصوصاً اور سب کے لئے عموماً زندہ میلاد کی کتاب جس کے سننے کے لئے مجمع دم بخود ہو جائے اور حب رسول میں سرشار ہو جائے سحر نگار جادو رقم حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ علیہ کا لکھا ہوا پڑھیئے تو معلوم ہو کہ کیا کتاب ہے مجلد بارہ آنے

رسول اللہ حضرت مولانا احمد سعید صاحب سحبان ہند کی لکھی ہوئی سوانح رسول پاک بلفظانہ انداز میں کہ آپ رسول پاک کی زندگی کے ہر واقعہ سے متاثر ہو کر حضور کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی کوشش کرنے لگیں یہ طاقت کتاب کے پڑھنے سے آجاتی ہے مجلد ڈیڑھ روپیہ

سیرت صدیق یار غار سید لولاک افضل البشر بعد الانبیا بالتحقیق سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کی پوری سوانح حیات عالم جاہلیت سے لے کر وفات تک کے پورے حالات ۔ آپ کے خطبات اور خلافت کا پورا حال مجلد بارہ آنے

سیرت معاویہؓ بنی امیہ کے وہ اولو العزم فرمانروا جن کی خلافت راشدہ کے بعد ہی شروع ہو گئی ۔ ابتدائے اسلام کی بہترین منظم حکومت جس میں امیر معاویہ کی ذاتی خصوصیات کو پورا دخل تھا اس کا سارا حال ہے ۔ ۴۰۰ صفحات مجلد ڈیڑھ روپیہ

عمرو بن العاص فاتح مصر بنی امیہ کی چالاک سیاست کے ہیکل اسلام کے ابتدائی حالات میں بڑے منظم گورنر رسول پاک کی صحابی ۔ اور عادل حاکم عمرو بن عاص

کی پوری سوانح حیات اسلامی تاریخ کے چند زریں صفحات ۲۰۰ صفحات مجلد ڈیڑھ روپیہ۔

سیرت امام حسین رسول پاک کے محبوب نواسے حضرت بتول کے لاڈلے بیٹے ناز و نعم کے پروردہ امام عالی مقام کے حالات جو بچپن میں شاہزادے جوانی میں مرتاض وقت پڑنے پر مجاہد اعظم اور امتحان کے وقت دنیا کے سب سے بڑے صابر و شاکر قیمت ڈیڑھ روپیہ

سیدہ کا لال مصور غم کے قیامت ڈھانے والے الفاظ میں شہادت امام حسین کے دلدوز نثر میں مرثیے۔ ابتدائی کتاب میں تاریخی واقعات شہادت پھر مرثیہ نثر میں کربلا کے جگر شق کرنے والے واقعات اپنے نوع کی سب سے بہتر شہادت نامہ ۲۲۲ صفحات مجلد سوا روپیہ

حضرت خدیجہ اسلام کی سب سے پہلی محسن خاتون رسول پاک کی سب سے شفیق اور غمگسار بیوی مکہ کی سب سے متمول بیوی جنہوں نے اپنا سب کچھ اسلام اور پیغمبر اسلام پر صدقہ کر دیا۔ اور اپنی عفت و حیا کی وجہ سے طاہرہ کا خطاب پایا۔ مجلد دس آنے

حضرت عائشہ فاضلہ کاملہ نائب رسول اور حضور کی سب سے چھوٹی بیوی جو اپنے علم و دانش اور خطابت کی وجہ سے تمام ازواج مطہرات میں بعد خدیجہ حضور کو محبوب تھیں۔ اور خلیفہ اول محسن اسلام ابوبکر صدیق کی بیٹی۔ آپ سے دو ہزار سے زیادہ صحیح احادیث رسول بھی مروی ہیں اپنے ظاہری حسن کی بدولت حمیرہ کا خطاب پایا قیمت دس آنے۔

محدثین اسلام کے وہ مجاہد شیدائی جنہوں نے احادیث رسول جمع کرنے اور انکی صحت پرکھنے میں پوری عمر ختم کر دی جن کے صدقہ میں تفصیلی تعلیم اسلام ہم کو ملی ... محدثین ... کتابیں میں ہیں پڑھیے اور ان کے ساعی جمیلہ کی داد دیجئے۔ مجلد

ملنے کا پتہ:۔ دفتر رسالہ مولوی دہلی